

تحقیقات ناوردہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتُوَى الرَّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 20

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تیسویں باب علی حضرت مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)

الْعَطَائِي النَّبَوِيَّةُ فِي

الْفَقَائِي الضَّوِّيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ بنی عبادت

www.alahazratinurk.org

جلد ۲۰

تحقیقات اور پرستش جو دوسری صدی کا عظیم الشان فقہی انسا ئیکلو پیڈیا

ڈی م ڈیٹورف برٹوی فکرس سرورڈ غزیر

۱۹۳۶
۱۹۳۶

۱۹۳۶
۱۹۳۶

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر: ۶۵۶۳۱۳

نام کتاب	فقاوی رضویہ جلد ۲۰
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارت	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ ، لاہور
پیش لفظ	" " " " " " " " " " " "
ترتیب فہرست	" " " " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا تذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ ، مولانا محمد عبداللہ
باہتمام و سرپرستی	حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس المسننت پاکستان
کتابت	محمد شریف گل ، کریال کلاں (گوجرانوالہ)
پینٹنگ	مولانا محمد منشا آتش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات	۶۳۲
اشاعت	صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ ، بوٹر بازار ، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گل بخش روڈ ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹۵	کتاب الشفعة
۱۴۵	کتاب القسمة
۱۴۹	کتاب المزارعة
۲۱۳	کتاب الذیابح
۳۴۱	کتاب الصيد
۳۵۳	کتاب الاضحیة
۵۸۱	باب العقیقة

فہرست رسائل

۲۶۹	○ سبل الاصفیاء
۳۸۱	○ ہادی الاضحیة
۵۰۹	○ الصافیة الموحیة





پیش لفظ

الحمد لله العظمیٰ امام السلفین مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانہ
علیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے قیاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا اتحادہ انتہائی
کامیابی اور برقی رفتار سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہے ہیں
اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ
العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ
عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ
۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جلد چھ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ
میں بیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز،
کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و
التعزیر، کتاب السیر، کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ،
کتاب القضاہ و الدعاء، کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات
کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب پر مشتمل انیس
جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنیں، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے سب سے

تسلسل الكتاب	عنوانات	تسلسل الكتاب	تسلسل الكتاب	سنتين اشاعت	صفحات
١	كتاب الطهارة	٢٢	١١	شعبان المعظم ١٤١٠ — مارچ ١٩٩٠	٨٣٨
٢	"	٣٣	٤	ربيع الثاني ١٤١٢ — نومبر ١٩٩١	٤١٠
٣	"	٥٩	٦	شعبان المعظم ١٤١٢ — فروری ١٩٩٢	٤٥٩
٤	"	١٣٢	٥	رجب المرجب ١٤١٣ — جنوری ١٩٩٣	٤٩٠
٥	كتاب القسوة	١٤٠	٦	ربيع الاول ١٤١٣ — ستمبر ١٩٩٣	٦٩٢
٦	"	٢٥٤	٣	ربيع الاول ١٤١٥ — اگست ١٩٩٤	٤٣٩
٧	"	٢٦٩	٤	رجب المرجب ١٤١٥ — دسمبر ١٩٩٤	٤٢٠
٨	"	٣٣٤	٦	محرم الحرام ١٤١٦ — جون ١٩٩٥	٦٦٣
٩	كتاب الجنائز	٢٤٣	١٣	ذيقعدة ١٤١٦ — اپریل ١٩٩٦	٩٢٦
١٠	كتاب الزکوة، صوم، حج	٣١٦	١٦	ربيع الاول ١٤١٤ — اگست ١٩٩٦	٨٣٢
١١	كتاب النکاح	٢٥٩	٦	محرم الحرام ١٤١٨ — مئی ١٩٩٤	٤٣٦
١٢	كتاب النکاح، طلاق	٣٦٨	٣	رجب المرجب ١٤١٨ — نومبر ١٩٩٤	٦٨٨
١٣	كتاب الطلاق، ایمان، حد، تعزیر	٢٩٣	٢	ذيقعدة ١٤١٨ — مارچ ١٩٩٨	٦٨٨
١٣	كتاب السیر (و)	٣٣٩	٨	جمادی الاخریٰ ١٤١٩ — ستمبر ١٩٩٨	٤١٢
١٥	" (ب)	٨١	١٥	محرم الحرام ١٤٢٠ — اپریل ١٩٩٩	٤٢٢
١٦	كتاب الشركة، كتاب الوقف	٣٣٢	٣	جمادی الاخریٰ ١٤٢٠ — ستمبر ١٩٩٩	٦٣٢
١٤	كتاب البیوع، كتاب الحوالہ، كتاب الكفالة	١٥٣	٢	ذيقعدة ١٤٢٠ — فروری ٢٠٠٠	٤١٦
١٨	كتاب الشهادة، كتاب العضاء، الدعوى	١٥٢	٢	ربيع الثاني ١٤٢١ — جولائی ٢٠٠٠	٤٣٠
١٩	كتاب الوکالة، كتاب الاقرار، كتاب العینة	٢٩٦	٣	ذيقعدة ١٤٢١ — فروری ٢٠٠١	٦٩٢
	كتاب المضاربة، كتاب المانات				
	كتاب العارية، كتاب الیبة، كتاب الامارة				
	كتاب الاکراه، كتاب الحجر				
	كتاب الغصب				

بیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے صفحہ ۲۵۶ سے آخر تک ۳۳۴ سوالوں کے جوابات اور ۵۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں شامل دو رسالوں "ہادی الاضحیۃ بالثبات الہندیۃ" اور "الصابیۃ الموحیۃ لحکمہ جلود الاضحیۃ" کا انتہائی نفیس و سلیس ترجمہ محقق جلیل بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبداللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے قلم گوہر بار کا اثر ہے، حضرت قبلہ مفتی صاحب اہل سنت و جماعت کے لئے عظیم سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں، فتاویٰ رضویہ قدیم و جدید کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس عظیم فتاویٰ کو سمجھنے کے لئے آپ کی نہایت عمدہ تقریبات و تحریرات اور پُر مغز تبصرے بہت حد تک مفید و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس عظیم الشان علمی و فقہی شاہکار کو منظر عام پر لانے میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ کی شبانہ روز محنت و دردمسک اور انتھک کوششوں کے باعث فتاویٰ رضویہ کا خاصا حصہ ضائع ہونے سے بچ گیا لہذا مفتی صاحب تمام اہلسنت و جماعت کے محسن اور شکر یے کے مستحق ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن کے تمام اراکان مفتی صاحب کے تحقیقی و تبلیغی اور اشاعتی کارناموں پر انہیں دل کی گہرائیوں سے بھرپور انداز میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں، مذکورہ بالا دونوں رسالوں کا ترجمہ اگرچہ مکمل طور پر لفظی نہیں تاہم مختار مصنف علیہ الرحمہ کی کمال حساست کرتائے جیسا کہ خود مترجم موصوف رقمطراز ہیں کہ یہ نہ بالکل ترجمہ ہے نہ خلاصہ نہ شرح، حسب ضرورت کہیں اختصار کہیں تفصیل اور کہیں مساوات سے کام لیا ہے، مختار صرف یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے کلام کی پوری ترجمانی عام فہم انداز میں کر دی جائے، جلد ہشتم قدیم میں مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس جلد کی باقی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، اس سے قبل گیارہویں، بارہویں، تیرہویں، سو گویں، سترہویں، اٹھارہویں اور انیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد میناوی طور پر کتاب الشفقت، کتاب العقیقہ، کتاب المزارعۃ، کتاب الذبائح، کتاب العید، کتاب الاضحیۃ اور باب العقیقہ کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمنیہ زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمیمہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) سبیل الاصفیاء فی حکم الذبیح الاولیاء (۱۳۱۲ھ)

تجلیہ کبر بزرگوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم

(۲) ہادی الاضحیۃ بالمشاہدۃ الهندیۃ (۱۳۱۳ھ)

بھیڑ کی قربانی کے جائز ہونے کا اثبات

(۳) الصافیۃ الموجیۃ لمحکمہ جلود الاضحیۃ (۱۳۰۰ھ)

پر عباسیہ قربانی کے مصارف کی تحقیق

یاد رہے کہ رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" اور اس کے متصل بعد ہندوستان میں گاؤ کشی سے متعلق نو مسائل جو کہ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم میں شامل تھے چونکہ کتاب السیر سے زیادہ مطالبقت رکھتے تھے اس لئے وہ کتاب السیر پر مشتمل جلد چہارم جدید کا حصہ بن چکے ہیں اس لئے وہ اس جلد میں شامل نہیں ہیں۔



حافظ محمد عبد الستار سعیدی

www.KitaboSunnat.org
تائیم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مئی ۲۰۰۱ء

فہرست مضامین مفصل

۹۶	ذکر ہی نہیں۔	۹۵	کتاب الشفعة
۹۷	زید کی زمین میں بکر کے شفعہ کی علت اسکا خالہ کی	۹۵	شریک جوتے ہوئے پڑوسی کے حق شفعہ اور طالب
۹۷	زمین میں شریک ہونا قرار دینا غلط ہے۔	۹۵	بیع کے حق شفعہ سے سوال
۹۷	زید کی زمین میں بکر کے شفعہ ہونے کی حقیقی علت	۹۵	شریک فی البیع ہوتے ہوئے جارحانہ شفعہ نہیں
۹۷	بکر کا زید کا غلیظ فی الطریق ہونا ہے۔	۹۵	ہو سکتا۔
۱۸	مولوی امیر احمد صاحب کی دیگر تعلیموں کا بیان۔	۹۵	در مختار اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جو تیرہ۔
۹۷	خالہ نے جب بکر کی خریداری پر اس کو مبارکباد	۹۶	شفیع کا طالب شرار ہونا اس کے حق شفعہ
۹۷	دی تو اگر وہ شفعہ ہو تو بھی اس کا حق شفعہ باطل	۹۶	کو باطل کرتا ہے۔
۹۸	ہو گیا۔	۹۶	مولوی امیر احمد سسرانی کی فقہی غلطیوں کا بیان۔
۹۸	بیوی کو مکان بعوض مہر دیا بیٹیا یا بہن، ایسی صورت	۹۶	انعدام شفعہ کی علت اعراض عن اثرہ کو قرار
۹۸	میں اس مکان کے شفعہ کو حق شفعہ حاصل ہے	۹۶	دینا غلط ہے۔
۹۸	یا نہیں، اور مجروحہ کا کیا حکم ہے۔	۹۶	یہاں عدم طلب برائیت کو بھی عدم شفعہ کی علت
۹۹	بیع یا ہبہ بالعوض کی صورت میں شفعہ لازم ہے	۹۶	قرار دینا غلط ہے کہ سوال میں برائیت کا کوئی
۹۹	شفیع کے لئے شے غیر برائت شری کا قبضہ		

- ۹۹ ضروری نہیں۔
 ۹۹ ہبہ بالعرض ابتداء اور انتہاء پر طرح بیع سببہ۔
 اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر
 شفعہ لاگو نہ ہوگا۔
 ۹۹ تجرد ہبہ میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔
 ۹۹ ہبہ بشرط العوض ابتداء ہبہ بعد قبضہ بیع
 ہے۔
 ۹۹ بکر کو اطلاع ہوئی کہ زید نے ایسی زمین خریدی
 جس میں اس کو حق شفعہ حاصل ہے، اس نے
 فوراً اسی زمین پر جا کر زید سے شفعہ طلب کیا،
 ایک مہینہ کے بعد کہا کہ دوپہر لے لو، زید نے
 اس زمین کو کسی کو ہبہ کیا تب بھی بکر نے طلب
 شفعہ کیا، کیا حکم شرعی ہے۔
 ۱۰۰ شفعہ کی صحت کے لئے طلب شفعہ و طلب ثابت
 دونوں ضروری ہیں۔ صورت مسترد میں اگر
 دونوں طلبیں بوجہ صحت متحقق ہو چکی ہوں تو شفعہ
 ثابت ہے۔
 خود مشتری کے شفعہ ہونے سے دوسرے کا حق شفعہ
 باطل نہ ہوگا، زمین دونوں میں نصف نصف تقسیم
 کر دی جائیگی۔
 ۱۰۱ روپیہ کو بطور طلب شفعہ پیش کرنے میں شفعہ باطل
 نہ ہوگا اگر اس طرح سے کہا ہو کہ زمین کی
 قیمت لے لو اور اس کو میرے ہاتھ بیع کر دو،
 تو البتہ شفعہ باطل ہو جائیگا۔
 ۱۰۱ جب حق شفعہ ثابت ہو گیا تو مشتری کے اس
 ۱۰۲ زمین کے ہبہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔
 ۱۰۲ شفعہ خلیطہ اور جار مطلق کا سوال۔
 ۹۹ ایک مکان کی راہ دوسرے میں یا دونوں کی
 کسی کو چھوڑ سبتہ میں یا دونوں کی آنچلوں میں کئی
 ۹۹ اشتراک نہ ہو تو ایک کو دوسرے سے خلیطہ کا
 ۱۰۳ علاقہ نہیں، بلکہ جار مطلق کا علاقہ ہے۔
 ۱۰۳ شرح نقایہ اور در مختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۰۳ تقسیم حدود اور تفریق طرق کے بعد حق شفعہ
 نہیں۔
 ۱۰۳ بنجاری سے اس مسئلہ کی حدیث اور عالمگیری سے
 مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۰۳ یہی سوال دوبارہ شفعہ خلیطہ کی طرف سے اور
 اس کا دوبارہ جواب۔
 ۱۰۴ شفعہ خلیطہ کی تعریف اور اس کے احکام۔
 ۱۰۵ کسی کے ہاتھ زمین بھی اور شفعہ کی طرف کی ایک
 ہاتھ زمین نہ بھی، تو اب شفعہ کو اس زمین کے
 شفعہ کا حق نہیں کہ اتصال نہ رہا۔
 ۱۰۶ بعد میں وہ ایک ہاتھ زمین مشتری کے ہاتھ بھی
 یا اس کو ہبہ کی تو اس میں بھی روپیہ کو حق شفعہ
 نہیں کہ اب مشتری خلیطہ ہو گیا۔
 ۱۰۶ حق شفعہ میں شریک خلیطہ پر اور خلیطہ جار پر
 مقدم ہے۔
 ۱۰۶ علقہ کی بیع ہوئی تو اس میں شفعہ نہیں، اور
 زمین کے ساتھ بیع ہو تو زمین میں شفعہ اصلاً
 جاری ہوگا اور علقہ میں تبعاً۔
 ۱۰۶

- ۱۰۸۔ تہ بارہ وہی سوال اور اس کا جواب۔
 تسبیح ہاد کے اشتراک سے شریک خلیط نہ ہوگا
 بلکہ صرف ہاد قرار دیا جائے گا۔
 ۱۰۹۔ شفیعیں میں سے کسی ایک کی ترجیح یا عدم ترجیح
 کا سوال۔
 ۱۱۰۔ اگرچہ ایک شیعہ مشتری سے ہاد وغیرہ تو دوسرے
 شیعہ کو پوری پوری حادہ میں ہی شفعہ ہوگا۔
 ۱۱۱۔ شفعہ سے متعلق چند "سوالات"
 معرفت بیع ہی سے ہی شفعہ ثابت ہو جائے گا
 قصہ کی صورت میں۔
 ۱۱۲۔ احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد
 کہا جائے گا جو اس کے کسی جزو سے متصل ہو
 پورے گھر کا شیعہ ہوگا۔
 ۱۱۳۔ دو ملاصفین کے حق شفعہ کا بیان، مثلاً
 مالگیری سے جزئیہ۔
 ۱۱۴۔ جہاں شفعہ کا رواج نہ ہو بشرطہا وہاں ہی شفعہ
 ہو سکتا ہے۔
 ۱۱۵۔ بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد
 میں دعویٰ شفعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔
 ۱۱۶۔ وکیل بالشرار شیعہ ہو سکتا ہے۔
 ۱۱۷۔ ہمسایہ کے طالب ہونے ہوئے غیر ہمسایہ کے
 ہاتھ مکان فروخت کرے سے سوال
 ۱۱۸۔ بیع سے پہلے شفعہ ثابت نہیں، اگر ہمسایہ بیع
 کے بعد تمام شرائط شفعہ بجالایا تو اس کو مکان
 بذریعہ شفعہ دلایا جائے گا۔
 ۱۰۹۔ عملہ اور دوختوں میں حق شفعہ کا سوال۔
 ۱۱۰۔ ایسی صورت میں کسی کو شفعہ کا حق نہیں۔
 ۱۱۱۔ ملک مکان کی اجارت کے بغیر مکان کے سیلا
 یا ملک ڈگری کی خریداری وقت اس مکان میں حق شفعہ
 لاگو ہو سکتا ہے یا نہیں۔
 ۱۱۲۔ گھروں کی طرف سے جبراً سیلا کی ہوئی جائداد
 کی بیع شرعاً بیع فضولی ہے اگر ملک بے اجازت
 مرگیا تو بیع باطل، ایسی صورت میں حق شفعہ
 ثابت نہیں۔
 ۱۱۳۔ اجیدہ، صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت
 میں حق شفعہ نہیں۔
 ۱۱۴۔ معرفت عمارت اور ملک کی بیع میں شفعہ کا
 سوال و جواب۔
 ۱۱۵۔ مسئلہ کا جزئیہ تنویر اور درمختار سے۔
 ۱۱۶۔ شیعہ خلیط اور شیعہ ہاد کا "سوال"
 جس کے ضمن میں حبیدہ کو ٹھہری ہے شیعہ خلیط ہے
 ۱۱۷۔ جو اس کو ٹھہری کی قیمت کا ایک یا جس کے
 مکان کو ٹھہری کے دائیں بائیں ہیں وہ شیعہ
 اجار ہے۔
 ۱۱۸۔ مالگیری سے پورے مسئلہ کی تحصیل
 خلیط ہاد پر مقدم ہے، اگر تمام شرائط بجالایا جو
 خلیط کو بجاتی ہے۔
 ۱۱۹۔ کوئی غیر نافذہ میں مشتری راہ رکھنے والوں کے
 حق شفعہ سے سوال و جواب۔
 ۱۲۰۔ شریکین کے حق شفعہ اور طریقہ تصفیہ کا سوال و جواب۔

- ۱۲۰۰ "اعطال علی المواتبہ" کا حوالہ جس میں کثیر نص
 ۱۲۰۱ علماء میں بطور معارضہ کا حل، اور اکابر علی کے
 ظنون مختلف کے مناشی کا اخبار ہے۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۲ سوال گول ہے یہ قطعی حکم ممکن نہیں۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۳ شفیع طلب اشہاد بھی گو ہی سے ثابت نہ کر کے
 تو طلب وراثت پر اس کی قسم ہرگز مستم نہیں۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۴ شفیع میں شفیع مدعی اور مشتری منکر ہے وہ
 اشرفا حلف منکر پر ہے۔ حدیث مشہورہ اور منکر
 طور سے مسئلہ کا جو نتیجہ۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۵ طلب، شہادہ و عین عادلہ سے ہر چکی ہو تو طلب وراثت
 کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۶ اگر شفیع طلب وراثت کا وقت طلب اشہاد
 سے پہلے ہوتا ہے تو اس کا ثبوت بے جہت
 نہ ہوگا۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۷ اسی صورت میں مشتری منکر ہے۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۸ جو اصل کے خلاف دعویٰ کرے دلیل سے
 دعویٰ ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ ۱۲۶
 ۱۲۰۹ جس چیز کے استیفاء کافی الحال ملک
 نہ ہوگزشتہ زمانہ میں اس کا دعویٰ کرے تو
 بے جہت مقبول نہیں۔ ۱۲۶
 ۱۲۱۰ تجارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات
 ہیں کہ طلب وراثت بے جہت کے ثابت ہیں
 اس کا مطلب یہی صورت ہے۔ ۱۲۶
 ۱۲۱۱ طلب اشہاد و عین سے ثابت نہ ہو یا ثابت
 ہو اور شفیع طلب وراثت کا زمانہ مقدم میں
- ۱۲۰۰ کے حق شفیع سے سوال
 ۱۲۰۱ ہر ذریعہ کہ اور غیر ملک کی تقریبی
 ہر ذریعہ کہ اور غیر ملک کی تقریبی
 شرکت کی کمی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔
 ۱۲۰۲ شرکت میں سے ایک نے دعویٰ شفیع کیا اور دوسرے
 نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائداد اسی شرکت کو
 دل دی جائے گی اور مزاحمت کی صورت میں
 جائداد کی سبب میں تقسیم ہوگی۔
 ۱۲۰۳ شرکت خود کتنی ہی ہو کل مبیعہ کے حق شفیع کا دعویٰ
 ضرور ہے اور نہ دعویٰ ساقط ہو جائیگا۔
 ۱۲۰۴ مسائل کے تجزیات تنزیہ و رموز اور شامی سے
 صاحب قیہ اور فاضل خاں کے اقوال میں تطبیق
 پانی کے چشمہ میں حق شفیع کا "سوال"
 ۱۲۰۵ تکمیل بیع کے بعد شفیع شرائط شفیع بجا لائے
 تو شفیع ثابت ہو جاتا ہے۔
 ۱۲۰۶ بیع کے بعد بیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری
 کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔
 ۱۲۰۷ جاری ملاحق کے بجائے جاری بیع کے ساتھ بیع
 اور تبادلاً کا سوال
 ۱۲۰۸ جاری ملاحق کو حق شفیع پہنچتا ہے جاری بیع کے ساتھ
 بیع کرے یا تبادلاً کہ اعتبار معافی کا ہے۔
 ۱۲۰۹ مال کا مال سے بدلنا معنی بیع ہے۔
 ۱۲۱۰ گواہ نہ ہونے کی صورت میں طلب وراثت پر
 شفیع سے قسم کھانے کا سوال
 ۱۲۱۱ مقتضی کے رسالہ "افقہ المجاہدہ عن طاعت"

دعویٰ کرتا ہوا، ان دونوں صورتوں میں شفیع چاہیے
تو مشتری سے علف ملے کہ وہ اللہ تجھے معلوم

نہیں کہ مدعی نے طلبہ مواثبت کی ہے۔
توبہ، درخت، اشباہ، خزانہ، ہند، عیض
سے جزیئہ کی عبارتیں۔

(۲) شفیع نے تصریح کر دی کہ طلب اشباہ کے
وقت ہی مجھے علم ہوا اور اسی وقت طلب کی
تو شفیع کو طلب مواثبت کے لئے مدعا گراہی
کی ضرورت نہیں، اس کا قول ہی علف کے
ساتھ معتبر ہوگا۔

اس صورت میں مشتری حصول علم فی المناضی کا
مدعی ہے اور شفیع منکر، تو گواہی مشتری کے
ذمہ ہے۔

نراجیر، خزانہ، عالمگیری سے جزیئہ۔

(۳) شفیع نے طلب اشباہ ثابت کر دی، اور
طلب مواثبت کے لئے گواہی کہ علم ہوتے ہی
میں نے طلب شفیع کی تب بھی شفیع کا قول قسم
کے بعد معتبر ہوگا۔

قاضی اس گول لفظ کو طلب معلوم و مشہور پر حمل
کرے گا۔

عدا نے فرمایا کہ علم ہوتے ہی شفیع تنہائی میں ہو
تب بھی طلب شفیع کرے تاکہ عدلہ اس کا شفیع
باطل نہ ہو اور قاضی کے حضور وہ قسم کھا سکے۔
بزار، تبیین الحقائق، کفایۃ المفتی سے مسئلہ
کا جزیئہ۔

اس موقع پر کلمات علماء میں کہیں یہ ملے گا کہ
کہ شفیع و مشتری کے اختلاف کے وقت قول

مشتری مقبول ہے اور کہیں یہ کہ قول شفیع

اس کی تطبیق میں وہی تفصیل مذکورہ بالا مدعا
اتق کتابوں اور ان کی بعض عبارتوں کا ذکر جن
میں یہ تفصیل مذکور ہوئی۔

غلامہ مطلب۔

تو مطلقاً اضافت طلب بزبان، ضعی شفیع
کو مدعی کر دے گی نہ صرف اتنا کہ کافی کہ
میں نے مجھ کو علم طلب کی۔

قاضی کے یہاں طلب تعلیک سے پہلے دو
جلسوں میں لٹا نہ رہی ورنہ شفیع باطل ہوگا

جہاں شفیع طلب مواثبت کا زمانہ طلب اشباہ

سے پہلے بتا چکا ہو وہاں گواہی ضروری ہے۔

طلب مواثبت میں طلعت کہا عطلت اور

طلعت منذ کذا عطلت کا فرق۔

بآب طلب میں عبارات علماء کی مراد کی تعیین۔

اطلاعات کے بعد انکار پھر طلب شفیع کے حکم سے

”سوال“

بیع کے بعد مطلقاً انکار، خبر بیع سن کر شفیع بیعنے

سے انکار، یا سکوت سے شفیع باطل

ہوتا ہے۔

تیس از بیع اس کو اطلاع ملی اس نے انکار

کیا، اور بعد از بیع طالب ہوا، یا زرد ٹمن

را نہ بتایا گیا، یا کسی خلاف واقعہ کو مشتری

- بتایا گیا اور حد میں حقیقت ظاہر ہوئی اور اس نے طلب شفیع کی فوق باطل نہ ہوگا۔
- ۱۳۹ حلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جبار ملاحظہ کے شفیع کے حقوق سے سوال۔
- ۱۴۰ کل مکان بیع کیا یا بعض بر حال میں غلیط فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کو حق شفیع حاصل جبار ملاحظہ سے جو حصہ میں متصل ہو اس میں اس کا بھی حق شفیع ہے۔
- ۱۴۱ تمام ساکنانی نے اس مسئلہ کو مشکل قرار دیا کیونکہ "یعون مطلق" میں جبار کے حق شفیع کے لئے اتصال کی ضروری نہیں قرار دیا۔
- ۱۴۲ متصف کی تحقیق کو مشکل خود مومن المسائل کا مساب ہے کہ وہ تمام متون و شروہ سے خلاف ہے۔
- ۱۴۳ کسی خاص جہ سے متصل کو پوسے سے متصل نہیں قرار دیا جاتا۔ جیسے عامہ سے متصل ہے لیکن پاؤں سے متصل نہیں۔
- ۱۴۴ خلاصہ مسئلہ کہ بیع پورا مکان ہو تو جبار ملاحظہ کا اس کے جز سے اتصال کافی ہے۔
- ۱۴۵ شریک فی حق المبیع کے لئے اتصال ضروری نہیں چند متر کا حتیٰ میں اگر جبار ملاحظہ بھی ہے تو اسے ان باقیوں پر کوئی فضیلت نہیں۔
- ۱۴۶ صورت مسودہ کا حکم۔
- ۱۴۷ حلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جبار ملاحظہ کے شفیع سے سوال۔
- ۱۴۸ عہد لعزیز اور نور احمد دونوں غلیط فی حق
- ۱۳۹ اراستہ اس کو چھ غیر نافذہ میں ہے۔
- ۱۴۰ عہد العزیز نے بھائے شفیع کے اس قطع کی خریداری کی بات کی، اس نے اس کا حق شفیع جاتا رہا، اور بیع تمام و کمال نور احمد کا ہو گیا اور احسان کریم کے ہاتھ روچہ اور پسر خالد نے پورا مکان بچا جس میں رشیدہ عیسیٰ کے دو حصے جنہیں نور احمد نے خرید لیا تھا، بیع سے نکل گئے اس لئے یہ پوری بیع معرض زوالی میں آگئی۔
- ۱۴۱ احسان کریم چاہے تویہ پوری بیع، ذکر ہے چاہے اس کے سوا وہ بکھڑے قیث لے۔
- ۱۴۲ عالمگیری سے مسئلہ کا تذکرہ۔
- ۱۴۳ احسان کریم بیع کو دے گا تو شفیع کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی اور جبار کر دے گا تو نور احمد کو اس میں شفیع کا حق ہوگا۔
- ۱۴۴ اتفاقاً شفیع کی صحت و عدم صحت کا سوال۔
- ۱۴۵ شفیع میں ضروریہ لے جانا ضروری نہ مشتری سے اس کا ذکر ضروری، خبر سے ہی طلب مراثیت فی الحال ضروری ہے۔
- ۱۴۶ شفیع نے طلب مراثیت میں یہ لفظ کہا کہ خریدوں گا اس کا مطلب اگر یہ ہو کہ مشتری سے خریدوں گا تو شفیع باطل ہو گیا۔
- ۱۴۷ اور اگر یہ مطلب ہے کہ باقی سے خریدوں گا، تو یہ طلب شفیع نہیں کہ شفیع تملک بالجبر ہے

- اور بیع تک بالرضا۔
 اور خریدوں کا، کے معنی مجازی مراد لیں کہ بذریعہ
 شفیع نے لوں گا، توئے لوں گا کے الفاظ
 طلب فی المال پر دلالت کرتے ہیں لہذا
 شفیع باطل۔
- ۱۴۸
 ۱۵۲
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
- شفیع کی ملک میں، یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم
 وہ قسم سے انکار کرے تو شفیع ثابت۔
 زلیخا، عیبت، ہندیر سے مسئلہ کی تائید۔
 صورت مسئلہ میں شفیع کی گواہیاں نا کافی
 ہیں، اور شفیع نے مدعی علیہا سے حلف کا مطالبہ
 نہیں کیا اس لئے شفیع ساقط۔
 شفیع کے گواہوں پر تنقید
 حاکم کے فیصلہ کی تائید۔
- ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۱
 ۱۵۱
 ۱۵۸
 ۱۵۸
 ۱۵۸
- اسی زمین سے متعلق دوسرے مقدمہ محمد شاہ
 بنام شہنشاہی بیگم مشترکین کی مسل عدالت
 پر حکم شرح کا سوال۔
 اس مقدمہ میں بھی شفیع کے گواہوں پر حرج
 درج ہے، قابل قبول ہونے کا حکم، اور
 مدعیہ سے قسم نہ لینے کی تصریح۔
 مدعی علیہا کے گواہوں کے رد پر وجہ مطلوب ہونے
 کی تصدیق اور شفیع کے ساقط ہونے کا حکم۔
 مکان بیع کر کے ثمن معاف کر دینے، ایسی
 بیع میں شفیع جاری ہونے کا سوال اور سفینہ
 کی نقل۔
 ایسی بیع جائز ہے، اور معافی ایجاب و
 قبول کے بعد ہوتی ہو تو معافی بھی جائز ہے۔
 شفیع بہر حال جاری ہو گا اور شفیع کل زرخش
 دے کہ مکان لے سکے گا۔
 عالمگیری، شامی، قاضی خاں سے مسئلہ
 کا جائزہ۔
- ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
 ۱۴۹
- تشریح اور مشفوع بہا کہ منکر ملکیت، اور تسلیم شفیع
 کی مدعی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے،
 شرعی حکم کیا ہو گا۔
 دار مشفوع بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر
 گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دار مشفوع بہا پر
 ملکیت بیع سے پہلے اور مستتر الی الاں ہے،
 تو یہ گواہی نامقبول اور شفیع ساقط ہے۔
 تسلیم شفیع کے گواہوں کے ادا ہوئے، اگر
 عادل ہوں تو تسلیم شفیع ثابت اور شفیع ساقط
 اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفیع کے گواہ نامقبول
 کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔
 تسلیم شفیع کے بعد غلیظ فی نفس المبیع کا حق
 بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
 مسئلہ مذکورہ بالا دوبارہ کچھری کی پوری گزارشاتی
 کے ساتھ، "سوال"
 چند الفاظ میں کارروائی کا خلاصہ کہ مقدمہ مذکور
 میں مدعی علیہا کے گواہوں کی ضرورت نہیں تو
 ان پر تنقید بھی بیجا رہے۔
 شفیع کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت
 کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دار مشفوع بہا

- ۱۶۵ | کہنا کچھ ضروری نہیں۔
 ۱۵۹ | آیت قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید۔
 ۱۶۰ | بدائع، خانیہ، محیط، ہدایہ کا حوالہ۔
 ۱۶۱ | اگر طلب اول بروجہ کفایت نہ ہو تو مکان تک جانا اور پردہ کرنا وغیرہ ضرورتاً خیر و مستحب شفعہ
 ۱۶۲ | طلب اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر البعد کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب البعد کے راستہ میں نہ پڑے۔
 ۱۶۳ | طلب اول کے جواظاً بیان کئے گئے ہیں
 ۱۶۴ | المذہب غریب میں ناکافی ہیں۔
 ۱۶۵ | حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تسمیہ سے، جو خبر میں ہیں ذکر مردہ و ارجح
 ۱۶۶ | وجہ، محیط، مخری، عالمگیری، ہدایہ، غایۃ البیان قدوری سے مسئلہ کی تائید اور مسئلہ کا آخری حکم۔
 ۱۶۷ | کھڑے ہو کر طلب مواثبت کرنا اور طلب اشہاد کو جانے کے لئے چھڑی کے لغیر حل نہ سکتا ہو تو چھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں ورنہ ضرور تاخیر ہے۔
 ۱۶۸ | جیسا صحابہ کی خبر میں کراؤٹھ کھڑا ہوا، اور طلب مواثبت کی مجلس ہی بدل گئی، اور طلب مواثبت کا وقت ختم ہو گیا۔
 ۱۶۹ | جامداد مستولہ میں حق شفعہ کا سوال درجواب
 ۱۷۰ | اس سال کا آدمی طلب شفعہ کر سکتا ہے اور
- حقی دہائی سے شفعہ کر سکتا ہے، اس پر دو شیعہ اور ان کا جواب۔
 شفعہ کئے کا فرک جائداد میں بھی ہو سکتا ہے۔
 فقہیم مسئلہ کی ایک دلکش تقریر۔
 طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد میں تاخیر کا سوال۔
 صورت مستولہ میں طلب مواثبت ہی طلب اشہاد کا کام بھی دے گی۔
 شفعہ میں طلب خصوصیت سے پہلے دو طلبیں لازم طلب مواثبت اور طلب اشہاد۔
 اگر دار بیعہ یا احد المتعاقبین میں سے کوئی بھی پیش نظر ہے وہ ایک ہی دونوں کے قائم مقام ہوگی۔
 دونوں طلبوں میں سے کسی کے لئے گواہی ضروری نہیں، البتہ ثبوت کے لئے گواہی ضروری ہے۔
 جن تاخیروں کا سوال میں ذکر ہے سب فضول اور بن ضرورت تعین جی سے شفعہ کو ضرر نہیں۔
 اسی معاملہ سے متعلق مقدمہ کی مسئلہ کے ساتھ دوسرا تفصیلی سوال۔
 صورت مستولہ میں وہی طلب دونوں کے لئے کافی ہے۔
 گواہوں کا گھیرے کے پاس لے جانا پردہ کرنا اگر اندر لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔
 طالب اشہاد میں گواہ ہو جائو

- ۱۰۳ صورت میں اس کو مکان دینا ظلم نہیں۔
- ۱۰۲ بقیہ باتیں جو سوال میں ذکر ہوئیں رائے ہیں اس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، مسجد نے اسکان کی قیمت زائد دی اس کی دو صورت ہے، تو کوئی نے چندہ سے مکان کا دام ادا کر کے مسجد کو دے دیا، جب تو کوئی گناہ نہ ہو اگر اصل سے زائد قیمت دیا گناہ نہیں۔
- ۱۰۳ اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلا ضرورت زائد قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گہر گار ہو گا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو اتنا دینا پڑے گا۔
- ۱۰۴ بیع کے پہلے خریداری سے انکار سے حق شفعہ باطل نہیں ہوتا۔
- ۱۰۵ تہ بیع طلب ہو ثبت اور طلب اشہاد میں تاخیر سے حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔
- ۱۰۲ قبل بیع شفعہ کا کوئی حق نہیں، مکان کا اس کے پاس کرایہ ہونا اس کا اس کے خریدنے کا اطلاق کرنا، اس کا ضرور تہ ہونا، یا اس کا کسی حصہ اس سے معاہدہ ہو جانا کہ تجھے دوں گا اسے کوئی ترجیح نہیں دے سکتا۔
- ۱۰۳ بیع کی خبر پاتے ہی طلب ہو ثابت اور طلب اشہاد بجا لایا تو اسی دام پر جس پر بیع شفعہ حاصل کر سکتا ہے۔
- ۱۰۴ اس سے زائد قیمت مانگتے ہیں، اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب بجائے بغیر اس مکان کی خریداری پر تیار ہو گیا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا، ایسی
- ۱۰۵ کتاب القسمۃ
- کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا "سوال"۔
- ۱۰۵ ایسی تقسیم باطل ہے، بیع کا فیصلہ صرف انھیں لوگوں کے حق میں نافذ ہو گا جنہوں نے انھیں بنایا، دوسروں کے حق میں انھیں صرف کا اختیار نہیں۔
- ۱۰۵ قاضی نے اگر ایسا فیصلہ دے گا وہی کے بعد کیا کہ مزید کوئی وارث نہیں، تو وارث ظاہر ہونے

- ۱۸۴ کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی۔
- ۱۸۶ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے۔
- ۱۸۷ چند گھروں کی شرکار میں کب اجتماعی تقسیم ہو اور کب ہر گھر کی علیحدہ علیحدہ۔
- ۱۸۸
- کتاب المزارعة**
- ۱۸۳ کاشتکار کے حق استقرا اور مقدمہ بے دخلی کے تاوان سے سوال۔
- ۱۸۴ مروت و مدت سے کاشتکار کو استقرا کا حق حاصل نہیں ہوتا، یہ کیسی ہی ہو اور چاہے کتنی ہی مدت کاشت کرے۔
- ۱۸۵ زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں چوڑی وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی نہ کر پائی۔
- ۱۸۶ درخت بویا یا مکان بنایا تو سلاطین زمین میں کس حق استقرا مل جاتا ہے، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلاوجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائے گا۔
- ۱۸۷ جامع الفضلین اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۸۸ علیحدگی کے اعتبار۔
- ۱۸۹ زمیندار کی ملکوت زمین میں کاشتکار کو کبھی کسی طرح حق استقرا نہیں۔
- ۱۹۰ اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کر سکتا ہے، اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، و درخت کاٹ سکے اور طبقہ لے جائے۔
- ۱۹۱ درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کسے بھی و درخت اور جائے ہوئے طبقہ کی قیمت کٹائی اور گھر کھدوائی کی مزدوری جیا کرنے کے بعد ادا کر کے وہ درخت اور طبقہ زمیندار خود لے لے۔
- ۱۹۲ سال بسال کا پٹہ ہوتا ہو تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو علیحدہ کرنے کا حق ہے۔
- ۱۹۳ خیر اور شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۹۴ اس امر کی تفصیل کہ ارض ملک میں غرس و بنا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا، اور مصنف کی ترجیح۔
- ۱۹۵ تادیب بدی کی بابت کا محل اور اس کے بارے میں مصنف کی رائے۔
- ۱۹۶ کردار میں حق استقرا کی بنیاد نظر لمجا نہیں۔
- ۱۹۷ خلاصہ حکم دیہات ملک کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موردی نہیں اور اس پر جبراً قابض رہنا ضرور ظلم ہے۔
- ۱۹۸ مدعی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے۔
- ۱۹۹ اپنے حق کی وصولی کی تدبیر۔
- ۲۰۰ اضافہ لگان پر کاشتکار غرض ہے اور زمین نہ چھوڑے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے۔
- ۲۰۱ خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور انکار کے باوجود کاشتکار کاشت کرتا رہا تو بڑھی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔

- اس اضافہ شدہ لنگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے سکتا ہے۔
- ۱۹۱ اگر شرکار کے رویہ اذن کے بغیر از خود کاشت کر لی تو اگر زمین کو نقصان پہنچا غاصب ہے اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تاوان لنگان کچھ نہیں۔
- ۱۹۲ اگر زمین سے زمین کو فائدہ ہو تو یہ صورت اجازت میں داخل ہے، اس صورت میں بھی نہ لنگان نہ تاوان، البتہ شرکار بھی اپنے اپنے حصوں کی مقدار زراعت کر سکتے ہیں۔
- ۱۹۳ متصف کی تحقیق اور مسئلہ کی تفصیل۔
- ۱۹۴ جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔
- ۱۹۵ غصب کی تحقیق کر یہ حکم مضرت میں داخل ہے جامع الفضولین اور شامی سے مسئلہ کا حکم اور اس حکم کے دائرہ عرف ہونے کی تصریح ہمارے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے مسئلہ کا حکم۔
- ۲۰۱ غلط حکم۔
- ۲۰۲ منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا "سوال"۔
- ۲۰۳ ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ہاتھ زمین پہنچانا جائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشتکار سے سال رواں کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جاتا تو جائز ہے۔ دوسرے کو پہلے کی جگہ قائم کرنے کی دشوت کے
- اس اضافہ شدہ لنگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو ملے سکتا ہے۔
- اس کا فائدہ کلیہً کہ اب خرچہ کے نام سے ملے سکتا ہے اور کب نہیں۔
- ایسے نام سے جس میں بدنامی ہو نہ لے کر شریعت میں بُرے کام اور بُرے نام دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔
- ایسی ہی زمین کے بارے میں دوسرا "سوال" اور اس میں اپنے حق کی وصولی کی سبقت تدبیروں کی تفصیل کا جواب۔
- تجربہ بولنا حرام ہے۔
- اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم رفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ صدقیت نہ ہو۔
- مصدق کا مفہوم کذب سے بڑھ جائے تو مجبوری کہہ کی بھی اجازت ہے۔
- مشترکہ گاؤں میں بے اذن شرکار کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا "سوال"۔
- باجازت دیگر شرکار کاشت جائز ہے، اور جب تک یہ تصریح نہ ہو کہ لنگان لیا جائیگا شرکار کے حصہ کا لنگان دینا بھی واجب ہوگا۔
- اگر اور شرکار کی مرضی کے بغیر کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے، اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تاوان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لنگان عائد نہیں۔

- ۲۰۳ طور پر لیا جاتا ہے، اس لئے ناجائز ہے۔
 صورت: باہر میں جب کاشتکار اول دوسرے کیلئے
 دستبردار ہو چکا اور زمیندار نے دوسرے کو
 قبول کر لیا، تو اب یہی مستاجر ہو گیا، اور خراج
 جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو ادا کرنا ہوگا۔
 ۲۰۴ اور اگر کاشتکار دوم زمین کا مستقل مالک سمجھا جائے
 تو زمین کی یہ بیع فضولی ہوگی اور نذرانہ زمین کی
 قیمت پر اضافہ، اور زمیندار کی اجازت سے
 قیمت کاشتکار اول کی اور نذرانہ زمیندار
 کے لئے جائز ہوگا مگر زمیندار کا آئندہ اس سے
 خراج وصول کرنا ناجائز ہوگا۔
- ۲۰۵ مالک کو دسے یہ اقتل ہے یا فخر کو دسے
 مالگزار کی زندگی دینے کاشتکار کے زمین میں
 درخت لگانے، اس کی قیمت میں سے زمیندار
 کے چوتھائی وصول کرنے زمیندار کی غیر آباد زمین
 کے آباد کرنے اور غلطی کی وجہ سے دوسرے
 کی جو زمین اس کے حصہ میں آگئی اس سے فائدہ
 اٹھانے کا سوال؟
- ۲۰۶ مقرر مالگزار کی کا ادا کرنا ظلم و گناہ ہے۔
 ۲۰۷ مالک زمین کا اس درخت میں کوئی حق نہیں اس کا
 مالگزار ظلم ہے۔
- ۲۰۸ اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس
 طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا
 نذر دیا ہوگا، یا قرضدار سے پھل بقایا وصول
 کر کے یہ کہنا کہ مزید اتنا سلم کے دسے اور زائد
 رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی
 جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۲۰۹ مطالبہ وصول کر کے بیع سلم کے نام پر اس
 روپیہ کو وصول کرنا اور اسے سیر بھر گیوں لینا
 کہ ہمارے یہاں یہی بجاؤ ہے، جائز ہے
 یا نہیں۔
- ۲۱۰ یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا
 جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔
- ۲۱۱ یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری
 کے وقت ہی اس طرح معاہدہ کیا جائے کہ
 سال بسال اتنی دکان، اور اگر کسی سال
- ۲۱۲ دوامی پٹ، ششگی کاشتکار اور ۱۲ سال کے
 بعد حق استقرار سے سوال؟
 دوامی پٹ کو مل عقد لازم نہیں، سال تمام پر
 عقد ختم ہو جاتا ہے۔
 قانونی حق استقرار شریعت کے نزدیک کچھ نہیں
 ششگی کاشتکار بنا سکتا ہے، مگر مقررہ دکان
 سے زائد لینا جائز نہیں۔
 رائد لینے کی ترکیبیں۔
 مورد وثیت کے دباؤ سے جو زمین نہ جھوڑے
 پیداوار اس کے لئے ناجائز ہے یا تو زمین کے

کتاب الذباح

- باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زندہ تو جانز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام
- ۲۰۸ جات باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے حرجا نہ طور پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کر لے کر ہے چاہے نام اس کا یساعلم ہی رکھے
- ۲۰۹ اس امر کی تفصیل کہ زندہ رقم کب حساب میں لکھی جاسکتی ہے اور کب نہیں۔
- ۲۱۰ بیع مسلم کی جو صورت سوال میں مذکور ہے کہ میری جگر غلہ کے بدلہ دس روپیہ لیں، غیر مسلم سے باہر اور مسلمان سے باہر خرید اور اس کو دھاک کاغذ ہے کہ یہ دباؤ کی رضا ہے۔
- ۲۱۱ ایسے مال کو حلال کرنے کی ایک تدبیر
- ۲۱۲ عہد اور ایٹیک کی صورت میں لگان میں سال سال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔
- ۲۱۳ پندرہ بیگہ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زراعت اجارہ پیشگی وصول کرنے کا سوال و جواب۔
- ۲۱۴ سرکاری لگان سے کم و بیش شرح پر کمیست کاشت کار کو دینے کا سوال و جواب۔
- ۲۱۵ اصل کاشتکار شکی کاشت کار کو بیش پر دے سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۱۶ صورت مذکورہ کے جواز کی تدبیریں۔
- ۲۱۷ حق استقراض سے متعلق سوال و جواب۔
- ۲۱۸ رات کے ذبیحہ اور ذبیحہ کے خون دینے نہ دینے سے متعلق سوال
- ۲۱۹ رات کا ذبیحہ مکروہ تریبی ہے، اور ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔
- ۲۲۰ کراہت بھی اس فعل میں ہے، صحیح ذبح ہو جائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔
- ۲۲۱ زندگی ثابت ہو اور ذبح کے بعد خون دے حلال ہے، اور حرج ثابت ہے اور خون دے تب بھی حرام ہے۔
- ۲۲۲ علامات حیات
- ۲۲۳ ذبح کے وقت ایوانہ واؤ کے جسم اللہ اکبر کہنا مستحب اور واؤ کے ساتھ کہنا مکروہ ہے۔
- ۲۲۴ قسم اللہ اکبر کہنا ذابح پر ضروری ہے۔
- ۲۲۵ ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر نہیں۔
- ۲۲۶ وقت ذبح جانور کو کس رخ ہونا چاہئے۔
- ۲۲۷ ذبح کر خوالے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رو ہونا سنت ہے۔
- ۲۲۸ ہتھارے ملک میں ذبیحہ کا سر جنوب کی طرف ہو اور جانور بائیں پسٹو پر سویا ہو اور چپٹے مشرق کی طرف ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوگا۔
- ۲۲۹ ذبح کرنے والا اپنا دایہا قدم مذبح کی گردن کے کنارے رکھ کر ذبح کرے۔
- ۲۳۰ قورہ قبلہ ترک کرنا مکروہ ہے، اور بعض اہل مکہ

- ۲۱۰ کے نزدیک وجہ حرمت ذبیحہ ہے۔
 اختلاف علماء سے بچنا موقوف ہے۔
 ۲۱۱ بخاری، مسلم، دارمی، اس، جبر سے طریقہ ذبح
 کی حدیث۔
 ۲۱۲ تسمیہ بشرط ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر
 سنت ہے۔
 ۲۱۳ عقیقی اور نیور سے ذبیحہ کے لٹانے کا طریقہ۔
 ۲۱۴ متعین ذابغ اور اس کے تسمیہ پڑھنے سے
 ”سوالی“
 ۲۱۵ متعین ذابغ وہ ہے کہ ذبیحہ کرنے والے کے
 ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرنے میں مدد
 دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔
 ۲۱۶ دیوبندی مسئلہ کہ تغلیط، پاؤں پکڑے والا
 معین ذابغ نہیں۔
 ۲۱۷ درمختار اور شرح نقایہ سے جزیئہ۔
 ۲۱۸ ذابغ میں گھنڈی کا کوئی حصہ سر میں نہ لگا ہو تو
 کیا حکم ہے۔
 ۲۱۹ ذبیحہ کا ہمارے گٹھے پر ہے، ذابغ فوق العقدہ
 اور تحت العقدہ کا لغا نہیں۔
 ۲۲۰ ذابغ فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قول فیصل
 کیا ہے۔
 ۲۲۱ ذابغ کا مدار ہم سے کم تین رگوں کے گٹھے پر ہے
 فوق العقدہ اور تحت العقدہ پر نہیں، شامی
 سے قول فیصل کا بیان۔
 ۲۲۲ بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی
 تحقیق کو صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک
 متصل ہیں، معلقوم اور مری نہیں۔
 ۲۲۳ پکڑنے والے کے تسمیہ نہ کہنے سے سوال
 ۲۲۴ ذابغ، معین اور پکڑنے والے کے فسق
 کا بیان۔
 ۲۲۵ جب بیچ اور محرم جمع ہوں تو علیہ حرام کو ہوگا۔
 ۲۲۶ درمختار اور شامی سے اس امر کا جزیئہ کہ
 تسمیہ کیس پر واجب ہے۔
 ۲۲۷ ذابغ فوق العقدہ سے تین رگ کٹ جاتی ہے
 یا نہیں۔
 ۲۲۸ یہ بات مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے
 ۲۲۹ ذابغ فوق العقدہ کا سوال و جواب۔
 ۲۳۰ راسی کے بیو کا سلم۔
 ۲۳۱ درانسی آلات ذابغ سے ہے۔
 ۲۳۲ درانسی سے ذابغ ایسا ہی کردہ ہے جیسا
 گند چھری سے۔
 ۲۳۳ ضرورت کے وقت اس سے بھی ذابغ جائز ہے
 ۲۳۴ ٹھنڈا ہونے سے پہلے سر علیہ کرنا اور کھل
 اتارنا تعذیب بلا فائدہ ہے۔
 ۲۳۵ کھانا ایسے ذبیحہ کا بہر حال حلال ہے۔
 ۲۳۶ ذبیحہ کی موت اور زندگی کی تفصیل، اور ذابغ
 پر اس کے اثرات کا بیان۔
 ۲۳۷ ضرورت کھنڈ پتھار سے ذابغ میں تین رگ کٹنے
 سے پہلے جان نکل گئی تو نلت و حرمت میں
 علماء کا اختلاف ہے رجحان جمہور حرمت ہے
 ۲۳۸

- ۲۲۱ اترا گمان برے دل سے نکلتا ہے۔
- ۲۲۰ تفسیر کبیر، ذخیرہ، شرح و بیانیہ، درمختار سے اس بدگمانی کی ممانعت کہ مسلمان اپنے
- ۲۲۲ ذبح سے غیر خدا کا تقرب کرتا ہے۔
- ۲۲۲ مسئلہ کا خلاصہ حکم۔
- ۲۲۸ مسلمان کو ایسے جانور کا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا
- ۲۲۸ اچھی کردہ ہے۔
- ۲۲۲ ذبح کی کھال کی حلت و حرمت کا سوال
- ۲۲۸ ایسی کھال حلال ہے اگرچہ بھینس اور بکری کی
- ۲۲۳ کھال کھانے کے لائق نہیں مرقی۔
- ذبحی کھان سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا
- ۲۲۳ حرام ہے۔
- ۲۲۴ ذبح کے اجزاء سے منوع ہے "سوال"
- سات چیزوں کی تصریح حدیث شریف میں
- ۲۲۴ ہے۔
- ۲۲۴ طہرائی کی حدیث
- ۲۲۸ امام اعظم نے ان میں خون کو حرام اور باقی کو
- ۲۲۴ مکروہ فرمایا۔
- کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے۔ صاحب
- ۲۲۸ بدائع نے اسی کو حرام سے تعبیر کیا اور صاحب
- ۲۲۵ تہذیب نے کراہت سے۔
- ۲۲۹ صاحب درمختار نے کراہت تحریمی کو رائج
- ۲۳۰ بتایا۔
- ۲۳۵ متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد
- ۲۳۱ ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔
- ۲۲۰ تے دستہ کی چھری سے ذبیحہ اور گرم مقامات پر
- گرمی میں روزہ سے سوال۔
- مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے
- روزہ رکھنے میں بیمار پڑ جائے۔
- اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو روزہ رکھنا
- ممکن نہ ہو تو قصداً رکھے۔
- ذبح اضطراری کا سوال و جواب
- ظاہر کے نام کا بکرا مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح
- کیا اس کا کھانا کیا ہے۔
- ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے تو ذبیحہ مردار ہے
- یونہی مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اور اس سے
- غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا تو ذبیحہ
- حرام ہے۔
- وقت ذبح نہ غیر خدا کا نام لیا نہ اس کی عبادت
- چاہی تو ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ کسی کے
- نام کا ہو۔
- مشرک کا ذبیحہ مطلقاً حلال نہیں اگرچہ بسم اللہ
- پڑھ کر ذبح کیا ہو، اور کئی ذبیحہ بسم اللہ پڑھ کر
- ہو تو حلال ہے اگرچہ اس سے حضرت مسیح
- مراد لیا ہو۔ (حاشیہ)
- نیشاپوری اور بدائع سے وجہ فرق کا بیان۔
- مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت
- قرآن و حدیث سے۔
- دک کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت
- قرآن و حدیث سے۔

مسئلہ مسکونہ مولوی سید محمد جان صاحب

۲۳ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی خریدی اور واسطے ثبوت اپنے قبضہ کے ایک شاخ درخت واقع اراضی مشریہ کو قطع شروع کیا، اُس وقت بکر کو اطلاع دینے اراضی کی ہوئی، بکر اسی وقت موقع پر زید کے پاس گیا اور کہا میں اس اراضی کا شفعی ہوں مجھ کو دے دو، زید نے کہا تمہارا شفعہ دوسرے سے جائز نہیں، ایک نظراً دوسرے میں خود شفعی ہوں۔ پھر کچھ گفتگو نہ ہوئی، بعد ایک چھٹنے بارہ روز کے بکر نے زید سے کہا کہ روپیہ لے لو، جس قیمت کو یہ اراضی خریدی ہے اور اراضی مجھ کو دے دو، زید نے دس روپیہ نہ دیا اور کہا کہ حق مواثبت جاتا رہا اور بعد چند عرصہ کے زید نے وہ اراضی بذریعہ ہر مطلق منتقل کر دی اور دستاویز مصدق پر رجسٹری کر دی، وقت اطلاع بہرہ شفعی مدعی ہوا کہ مجھ کو اطلاع بہرہ کی نہ تھی، اب جو مجھے اطلاع ہوئی تو میں اس انتقال کا بھی شفعی ہوں، ان صورتوں میں شفعہ بکر جائز ہے یا نہیں، اور یہ انتقال بہرہ قبل تصفیہ یا بھی زید و بکر کے درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجہ روا۔

الجواب

شفعی اگر بغور استماع نہ طلب شد کہ کے مشتری یا مکان کے پاس ماکر طلب تقریر کرے اور اگر طبع بہرہ قبضہ بالغ میں ہو تو اس کے پاس طلب بھی کافی ہے، اور اس طلب دوم میں بھی بشرط قدرت دیہ نہ لگائے تو ان امور سے اس کا شفعہ مستقر ہوتا ہے کہ لے لے سے و سبطل باطل نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

بطلت الشفعہ طلب لم وثبت ثم یشہد علی
اب بعد بواعتہ فی یدہ و علی مشتری و من
لم یکن وایر، و بعد بواعتہ، و بعد لامد
مہ، حتی لو تکن ولو کتاب او رسول،
و لم یشہد بطلت شفعتہ، وان لم یتمکن مہ
لا تطل آثم ملخصاً۔

شفعی استقرار حق طلب کو کے پھر بالغ کے پاس
گواہ بنائے۔ اگر پڑ پڑی اس کے قبضہ میں برہ مشتری
کے ہاں گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں
نہ ہو، یا فروخت شدہ زمین پر ایسا کرے، وریہ
ضروری ہے حتی کہ اگر اس کو یہ بذریعہ یا مذریعہ صد
بھی ممکن ہو اور ایسا نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل

ہو جائے گا اور اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوئی تو باطل نہ ہوگا اور ملخصاً۔ (مت)

ہماری میں ہے،

الحق حق ثابت واستقر لا یسقط اور حق جب ثابت ہو جائے اور استقرار ہو جائے

روا المختار میں ہے :

تستقر بالاشهاد أي بالطلب الثاني، وهو طلب
انتقري، ومعنى إذا شهد عليها لا قبض بعد
ذلك بالسكوت، لأن يسقطها بلسانها أو يعجز
عن أداء التمسع يبطل الفرضي شعنة ٢٠

ثمن کی ادائیگی سے عاجز رہے تو قاضی اس کے شفعہ کو باطل قرار دے گا الخ۔ (ت)
پس اگر تمام درج طلب ابتدائی و طلب ثانی کے بجایا تو بیشک اس کا حق نہ کہ ہو گیا۔ اور مشتری کا
خود شفعہ ہونا اس کے حق کا مانع نہیں، غایت یہ ہے کہ اگر دونوں مساوی درجہ کے شفعہ ہیں اور مشتری مزاحمت
کرے تو بیع دونوں میں نصف نصف ہو جائے،

في الدار معتد لوكان المشتري شريكاً والصادر
شريكاً اخر فلهما الشفعة ٢١

ہوگا۔ (ت)

اور وہ پیر بطور طلب شفعہ پیش کرے، رتبہ شفعہ میں پایا پیر لے، شمس مستدع مجھے دے کچھ مضر ہیں،
لاہ لا یدل علی لرمیة عما بل فیھا، فی الدار معتد
الصادر ان الشفعة تبطل باظهار ررمیة عنہ
لا فیہا ٢٢

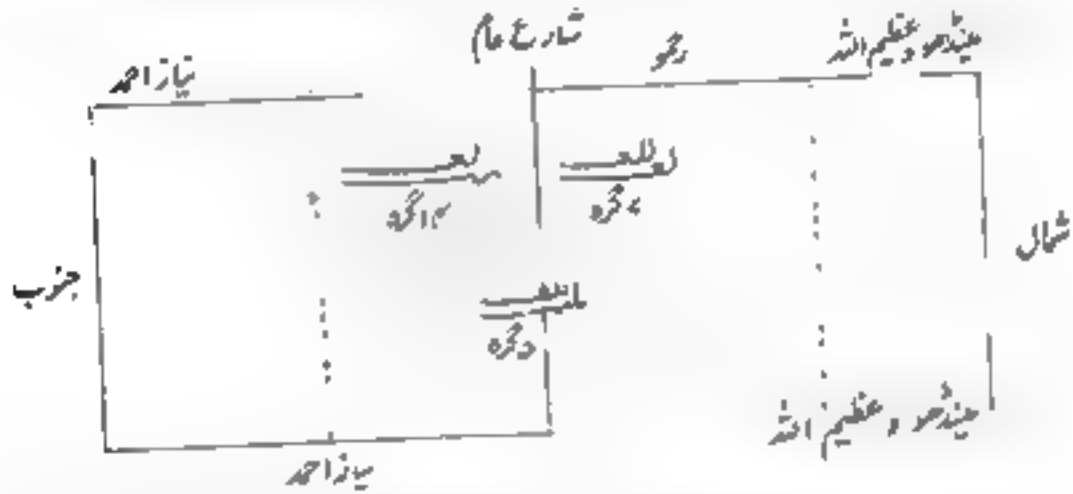
سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

ہاں یوں روپیہ پیش کرنا کہ قیمت لے اور مکان میرے ہاتھ بیچ ڈال، البتہ مسقط شفعہ ہے،
في الدار المختار یطلب ان طلب منه امت
یوبیہ عقد شراء ٢٣

۳۹۲/۴	مطبع دوسنی مکتون	باب طلب الشفعة	لہ الہدایۃ
۱۳۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	کے رد المختار
۲۱۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب اثبت علی میر اولاد	سے رد مختار
۲۱۵/۲	"	"	کے رد مختار
۲۱۵/۲	"	باب ما یطلبها	سے

اور ہر دین اگرچہ شفعہ نہیں، مگر مشتری دوزخ بہ خواہ کسی طریقہ انتقال کے حق شفعہ کو ساقط نہیں کر سکتا کہ اس کا دعویٰ شفعہ بر بنا سکتے ہیں، جو ملک اول نے اس مشتری کے ہاتھ کی، نہ بر بنا اس پر کہ جو یہ مشتری دوسرے کے لئے کرتا ہے، ایسی حالت میں شفعہ کو اختیار جوتا ہے کہ مشتری کے تمام تصرفات کو رد کر دے اور بیع بذریعہ شفعہ لے لے،

فی الدر المختار یقتضی الشفعہ جمیع تصرفاتہ
ی مشتری حتی الوقف و المسجد و مقبرۃ
و اسیۃ سیدی و رھدی۔ (جرب نامکمل)
در مختار میں ہے کہ شفعہ حاصل کر لینے کے بعد شفعہ مشتری کے تمام تصرفات ختم کر دے گا حتی کہ وقف، مسجد، مقبرہ اور بیڑ تک کو توڑ دے گا، زیلی و راہی ات
مسئلہ ۱۹ رجب ۱۳۰۴ھ از بدایین جردی ثلثہ شیخ حامد حسن صاحب مختار



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان تعدادی مالکین عینہ شمال میندھو و عظیم اللہ کا تھا، اس کے جانب جنوب رحو کا مکان تعدادی مالکین عینہ کا، اس سے جنوب کو نیاز احمد کا مکان تھا، رحو کا مکان عینہ کھو و نیاز احمد نے خرید کیا، اور باقیم تقسیم ہو گئی لعل احمد اراضی شمالی عینہ کھو کو ملے، اس سے اپنے مکان شمالی میں شامل کر لے، اب عینہ کھو و عظیم اللہ کا مکان مالکین عینہ کھو کے ہو گیا، اور مالکین جنوبی نیاز احمد کو ملے، اس نے اپنے مکان جنوبی میں ملالی، نیاز احمد اپنا مکان جس میں ارضی مشتری بھی شامل تھی چھوڑ دی اور بیع کر دیا، تحقیق دس دس برس ہوئے کہ وزیر اربعین مشتری نے ہر چار سمت سے بطور خر واپنا بکتر مکان تعمیر کر لیا فرمایا کہ حسب تقسیم ہو کر تین مکان کے دو مکان جوئے، اور درمیان میں دیوار موجود ہے اور کوئی شرکت دیوار میں

بھی نہیں، اور راستے دکانوں مکانوں کے جانبِ غرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی آنکھیں جاسبِ شرق اپنی اپنی
 جہاں گار زمین میں، تو وزیر الدین مشتری مکان یا زاحد کہ نسبت ^{بہ} اراضی مشتریہ میں نہ ہوگی، حتیٰ خلیط کا حاصل
 ہے یا شفعی جار کا، وزیر الدین گمان کرتا ہے کہ ملک مکان میرے بائع یا زاحد اور مشتری نے مشتری کا فریاد تھا،
 لہذا مجھے حتیٰ خلیط حاصل ہے، یہ گمان اس کا شرعاً صحیح یا باطل ہے؟ یتوا تو حودا۔

الجواب

موردت مستفسر میں جبکہ نہ ایک مکان کی راہ دوسرے میں، نہ دونوں کی کسی کوچہ سر بستہ غیرانہ میں،
 نہ ایک کو دوسرے سے آنکھ کا تعلق، تو بالاتفاق ان میں کسی کے مالک کو دوسرے سے علاقہ خلیط نہیں، بلکہ
 ہر ایک دوسرے کا جار محض ہے۔ درمختار میں ہے:

للخلیط فی حق السیوہ وادی قاسم و بقیت
 لہ شرکتہ فی حق معقار کا شرب و لطریق حاصلین
 فلو عامین فلا شفعۃ مہما او ملحقاً۔
 تقسیم شدہ جمیع کے حقوق میں شرکت شدہ پانی اور
 راستہ عام ہوں یا عام، پانی بہرہ بھی خلیط
 کو اس شرکت کی وجہ سے شفعہ نہیں ملتا۔
 ملحقاً۔ (ت)

شرح النہایۃ طحاوی پر جندی میں ہے:

جار ملاصق بابہ فی سکتہ، حریف و یسوں
 بابہ و باب دلت الحیار مع الحب الطریقی
 اعمام علیہ
 پڑوسی ہیں کہ در، وہ دوسری گلی میں ہو یا
 دونوں کا شارع عام کی طرف سے
 ملا ہو۔ (ت)

وزیر الدین کا خیال ہے کہ میرا بائع اور میہ کو ایک زمین مشتری کہ خلیط تھے جس کا ایک حصہ میرے بائع
 اور ایک میہ کو کے مکان میں پڑا، لہذا میں اس کا خلیط ہوں، محض باطل ہے، کہ حسب تقسیم ہونے میں
 پڑ گئیں، دیواریں کھینچ گئیں، راہیں پڑ گئیں، پھر خط کھان، حصہ پڑ گئے اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں:

اد وقعت الحدود و صرفت الطرق
 فلا شفعۃ اخرجہ الامام احمد علی
 جب حد بندی ہو جائے اور راستہ تبدیل ہو جائے
 تو اب شریک کو شفعہ کا حق نہیں، اس کو کسی ری

۲/۲۱۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشفعۃ	جلد درمختار
۴/۲۸	نوکلشور بکھنؤ	"	شرح النہایۃ طحاوی پر جندی
۱/۳۳۹	مستطبی کتب خانہ کراچی	باب شرکتہ فی الارضین	صحیح البخاری کتاب شرکتہ

وغیرہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عہودہ -

اور دیگر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

فَدَوٰی عَالَمِکَرِیْمِی ہے۔

اذا اقتسم الارض وخطا خطا في وسطها ، ثم اعطى كل منهم شيئا حتى يتاحا خطا ، فحصل منهم جازلها حقه في الارض

جب دو شریکوں نے زمین تقسیم کر لی اور درمیان میں خط
کھینچ لیا پھر دونوں نے کچھ خرچہ کر کے دیوار سنا دی تو
دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی قرار پائیں گے (تہ)
عجب دعویٰ ہے جس کا بطلان ہر ذی عقل پر ظاہر ہے۔

مسئلہ عن دی فصل ، واثقہ صحیحہ وثنیٰ علیٰ علمہ۔

مسئلہ از برایوں مردی ٹوہ شیخ مایوس صاحب وکیل ۱۶، رجب ۱۳۰۴ھ

سید محمد رفیع دہلوی

مکان درویش مستقری	مکان درویش مستقری
درین شهر حدیث علیہ	مستقریه حاجت حسن مارون که بعد مستقریه چشمتی مار و دوم
آبچک مکان درویش	آبچک مکان نیمه محدود غیره

سے جاسب شمال ہے، لہذا باستثنا سے آپجک بیچ کی، اس دلیچ میں چوب گز مسجد اس دلیچ گز کے بھی شمال ہے جو خاص مشربینہ جوتھی اور یہ کل مکان تعدادی مالمے گز اس وقت تک بلا کسی حد فاصل ہے، نقتے میں جہاں جہاں نقطے وئے گئے ہیں وہاں کوئی دیوار یا حد کا نشان نہیں، صرف تعین سمت و مقدار گز کے اُسے ایک ذہنی اختیار ہے، یہ قطعہ زمین جسے آپجک کہا جاتا ہے یہ بھی بلا کسی حد و فصل کے مجاور مکان کا، ایک غیر متمیز ٹکڑا ہے جسے بے چائش کے تعین نہیں کر سکتا، غرض کل مکان قطعہ واحد ہے، اس میں سے بقیہ دلیچ گز جو بی وکل آپجک عمکہ واقعہ مشربہ عامہ جس کو عینہ حمود عظیم اللہ سے بدست وزیر الدین جمالیہ جزبی بیچ کیا، اس مکان اور مکان وزیر الدین مشربہ کے بیچ میں ایک دیوار خاص ملکک وزیر الدین حاصل ہے، دونوں مکانوں کی راہیں جانب غرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی آپجکیں اسی اپنی خاص زمین میں جانب مشرق ہیں، دونوں کا پانی اپنی خاص زمین میں ہوتا ہوا مشرقی مکانات مختلفہ میں گز جاتا ہے، ذرا نیچے کو ایسی صورت میں اراضی عینہ عامہ جس کو حق شیعہ حلیط کا ہے یا نہیں؟ اور شرعا اس استحقاق سے وہ کل زمین عامہ جس کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ بیتوا تو حردوا

الجواب

صورت مستعصومی وزیر الدین اسی مکان عینہ حمود وغیرہ کا جارخص ہے کہ ذرا سے کوئی شرکت نفس طبع میں، وحق بیت میں، اور تقریرہ عشرہ سوال سے ہی بہ کر آپجک و زمین میں اہم مسترب نہیں بلکہ دونوں آپجکیں ایسے مختلف مکانوں کے جدا گانہ ٹکڑے ہیں جن میں ایک کا کوئی حق دوسرے سے متعلق نہیں، صرف اتصال ہی اتصال ہے، وچو بار سے زیادہ اُسے کوئی استحقاق نہیں، نفی حلیط کے لئے بیچ میں دیوار ہی بون ضروری نہیں کہ اس آپجک میں جہاں دیوار ہیں، شرکت و حلیط مانیں، بلکہ مجرد تعین و اختیار کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا كان بهما علاه مرجع واسطه لرجل عاشق
رجل نصيب صاحب اعن البهر فطلب اسفل
النهر الشفعة فاشفعة به باجوار وكد ذلك
لو اشترى من رجل نصيب اسفل بهر و الشفعة
لصاحب الاعلى بالحوار، كذا في المبسوط
احد مبصرا.

اگر ایسی نہ ہو کہ اس کا اوپر والا حصہ ایک شخص کا اور
نیچے والا دوسرے کا ہو، تو کسی آدمی نے اوپر والے
کا حصہ خرید لیا تو نیچے والے کو شفعہ کے مطالبہ کا
حق ہے اس کا یہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا، اور یوں ہی اگر
کسی نے نیچے والے کا حصہ خرید لیا تو اوپر والے کا
شفعہ ہو تو وہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا۔ مبسوط میں یوں
ہے (مختصاً دت)

اور عائد حسن خلیط فی حق المبیع ہے، کہ مکان واحد کا ایک حصہ مشاع خریدنے سے مشتری شریک فی العین ہو جاتا ہے
یوں ہی اس میں سے ایک حصہ محین محدود بتعین سمت و مقدار خریدنے سے خلیط فی الحق ہو جاتا ہے، جب تک
حسین حاصل ہو کر انقطاع خلق نہ ہو جائے، زیر قول در مختار،

انما یباع من محل عقار الا ذراعا مشلا فی جانب حد
الشعب فلا شفعة لعدم الاتصال، وکذا
لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري و
قبضه به

دسے دیا۔ (ت)

رد المحتار میں فرمایا،

الظاهر ان المراد و هبه بعد بيع ماعدا هذا
القدر بقية قوله للمشتري، ومثله ما لو
باعه له لانه صار شريكا في الحقوق،
فلا شفعة للجائر اذ يعني مثل هذه فعدم
الشفعة ما لو باع النائم هذا المزارع الباقی
في السهم لول لمشتري القطعة الاولى، لانه
بشرائه القطعة الاولى صار شريكا في حقوق
القطعة الثانية، وهی الدراع المبيع ثانيا،
فجاء الدار وان كان له حق الجوار في هذا
الدراع، لوجود الاتصال بكن لا شفعة له لان
المشتري خلیط فی الحقوق فلا شفعة معه
للجائر المحض۔

ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد بیع کے بعد مشتری کو مہربہ
کرنا ہے اس پر قرینہ مشتری کا لفظ ہے اور دوسری اگر
وہ اتنا حصہ اس نے بعد میں مشتری کو فروخت کر دیا،
کیونکہ وہ مشتری اب حقوق میں شریک ہو چکا ہے اس لئے
اب پڑوسی کا شفعہ کا حق نہ ہوگا، یعنی شفعہ نہ ہونے
میں وہ صورت کہ بائع نے پہلی بیعت میں سے باقی ماندہ
گز کو اپنے مشتری کے پاس فروخت کیا تو بہرہ کی طرح
پڑوسی کا شفعہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مشتری پہلے قطعہ کو خریدنے
کی بنا پر دوسرے باقی ماندہ حصہ کے حق میں شریک
ہو گیا تو اگرچہ گز کے پڑوسی کو پڑوس کی وجہ سے اس
باقی ماندہ میں اتصال ہے لیکن اس کا شفعہ نہیں کیونکہ
مشتری حقوق میں شریک بن گیا لہذا اس کے مقابلہ میں
محض پڑوسی کو حق شفعہ نہ رہا۔ (ت)

اسی میں ہے۔

مشتوی الدرع صار شریکاً قلب الحقوق باقیانہ گز میں مشتری حقوق کا شریک ہوگی ہند وہ
فیقدم علی الجبار، کما قدم علیہ

پس ماد حسن نے جس وقت پہلا قطعہ گز متعین سمت و مقدار خریدی ماتی تمام زمیں ملو کہ جیذا و عظیمہ
میں خلیط فی الحق ہو گیا، اسی طرح دوسرے بار کی خریداری نے اس کا بھی استحقاق قائم رکھا، اور جبکہ وہ مکان مع
آبچک وغیرہ تہا قطعہ واحد ہے، تو اس کے مجروح سے حق ماد حسن منتقل ہوا، جس سے کسی جہ کو مستثنیٰ مانے
کی کوئی وجہ نہیں، کہ لا یخفی علی احد (جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ت) اور خلیط فی الحق بار محض پر شرعاً
مقدم کو بار خریدے تو یہ بندہ راہ شفعہ اس سے سب واپس لے سکتا ہے کما فی المکتب ق طبة (جیسا کہ معتبر
کتب میں ہے۔ ت) عالمگیری میں ہے۔

یراعی فیہا التقرب فیقدم الشریک علی الخلیط، والخلیط علی الجبار۔
اس میں ترتیب کی رعایت ہوگی تو شریک
مقدم ہوگا خلیط پر اور خلیط مقدم ہے
مزدوسی پر۔ ت

پس ثبات ہوا کہ جس قدر زمین آبچک و جیسہ آبچک بدست وزیر الدین جار محض بیع کی گئی تمام و کمال
ماد حسن شعیب خلیط فی حق المبیع کو یہ راہ شفعہ ملنی چاہئے، اگر وہ شرائط طلب کا فیضی بجالا دے، اور عملہ اگر سپہ
جب اپنی زمیں سے بیچا جائے محل شفعہ نہیں، شرح المجمع علامہ ابن ملک میں ہے۔

ویم اسئل وحده اذ النساء وحده ولا شفعة لاسہما لا قس رہما بدون العرصۃ۔
کچھور کے درخت کی علیحدہ یا عارت کی علیحدہ بیع میں
شفعہ نہیں کیونکہ زمین کے بغیر ان کو قرار حاصل
نہیں ہے۔ (ت)

مگر اس کا بیع میں داخل ہونا زمیں میں استحقاق شفعہ کا مانع نہیں۔ رد المحتار میں ہے۔

اصحۃ وان اتحدت فقد اشخت علی مادہ الشفعۃ، وعلی ما لیست فیہ
مرد ایک ہو لہ وہ ایسے حصوں پر مشتمل ہو کہ بعض میں شفعہ
ہو سکتا ہے اور دوسرے بعض میں نہیں ہو سکتا تو شفعہ

۱۵۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ما یطلبہا	کتاب الشفعۃ	رد المحتار
۱۶۵-۶۶/۵	فرائی کتب خانہ پشاور	باب الاثنی		فتاویٰ ہندیہ
۱۳۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشفعۃ		رد المحتار بحوالہ شرح المجمع

فیحكم بما فیما ثبت فیہ اداۃ لحق العبد کذا
فی درر البدر و شرح المجمع ۱۰ . والله یستغفر
و تعالی اعلم

میں بندے کا حق ہونے کی وجہ سے پورے سوئے پر شفعہ کا
حکم ہوگا تا کہ بندے کا حق ادا ہو سکے ، جیسا کہ درر البدر
اور شرح المجمع میں ہے ۱۰ . واللہ سبحانہ و تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ از ہدایوں شیخ حامد حسن صاحب وکیل ۹ رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

ہدایوں سے دوبارہ یہ سوال لبابت طرال ۱۰ یا جس کا خلاصہ یہ کہ کل مکان ۲۰۲ گز کا ظاہر کیا گیا ہے اور بیع
اول بدست حامد حسن میں سے ۷۷ گز نکل کر باقی ۱۲۵ گز باقی تھا ، اس میں سے منجملہ مائتہ ۷۷ گز کے لئے بیع گز شمالی
کہ بروئے تقسیم خانگی حق مندرجہ ٹھہری ، پندرہ حصوں نے باقی حدود معینہ بدست حامد حسن بیع کی ، اراضی آبپاش
زمین حیدر کو کہ مقروہ برابر مقروہ مکان سداقتہ وغیرہ

غربی جنوبی شمالی
راستہ اراضی عظیم اللہ اراضی مشرقی حامد حسن

پھر باقی بدست وزیر الدین بیع ہوئی ، اس مکان اور مکان وزیر الدین کا پانی اپنی اپنی خاص آبپاشیوں میں ہو کر
شرقی مکانوں کے بھی ہو کر مسجد نہ وغیرہ میں ملتا ہے ، دروازہ یہ دونوں پانی اور ان مکانوں کے پانی سب
ایک ہو کر اسی صحن ہو کر کے دروازے سے نکل کر راہ میں گزر جاتے ہیں ، اس صورت میں وزیر الدین کو دہی شرکت
فی حقوق المبیع ہے ، اور حامد حسن شفعہ کو یہی وجہ کہ کوئی تیز خارجی نہیں ، دہی شرکت فی نفس المبیع ہے ، پس شرعا
کی حکم ہے ، اور ملکہ کہ اس بیع بار سوم پر قائم اور بیع میں داخل ہے شفعہ میں داخل رہے گا یا نہیں ، بقیہ تو خود

الجواب

صورت مستفہرہ میں حامد حسن کو حق شفعہ حاصل ہے ، اور وزیر الدین کو اس کے مقابل کوئی استحقاق
مزاحمت نہیں کہ اگرچہ زمین کا محدود بحدود معینہ ہونا اپنی ملک کے امتیاز و ابطال شیوع کے لئے ہے ، جس قلعہ کا
آغاز و انجام جدا بتا سکیں وہ مشاعریک ہو ، مگر انجا کہ ہنوز مکان میں حدیں فاصل نہ پڑیں ، دیواریں نہ کھینچیں ،
راہیں نہ پھریں ، صرف دہنی امتیازات ہیں ، تو حامد حسن کو بیع میں ایک اعلیٰ درجہ کا حق غلیظ فی حقوق المبیع حاصل
ہے ، اور یہ استحقاق اس کے لئے اسی وقت سے ثابت و مسلم تھا جب سے اُس نے سے گز کا پہلا قطعہ
خریدا ۔ رد المحتار میں ہے ،

مشتری لدراع صار شریکاً فی الحقوق فیقصدہ
باقیمانہ گز کو خریدنے والا مشتری حقوق میں شریک
بن گیا ہے تو وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا جیسا کہ پہلے ہم نے
ذکر کیا۔ (دست)

اور مکان وزیر الدین کو اس میں سے کسیل آب سے جو علاقہ ہے اگر روایت تانا رخا پر نظر کیجئے تو اصل قابل انتفات
نہیں، اس میں صاف تصریح ہے کہ ایک مکان کا پانی خود اس دارمید میں بہتا ہو جب بھی یہ شرکت فی الحقوق نہ ٹھہری
اور صرف چار حصص قرار پائے گا عالمگیری میں ہے۔

لرجل مسیل ماء فی دار سبت کانت له الشفعة بالجوار
لا بالشركة ولیس المسیل كالشرب، کسدا فی
الاعتار خانیہ۔
قرونت ہونے والی حویلی میں سے دوسرے شخص کا
پانی بہتا ہے تو اس پانی والے کو حویلی میں پڑوسی ہونے
کی وجہ سے شفعہ کا حق شریک والا شفعہ نہ ہوگا اور

پانی کا بہنا، سیرابی کا حکم نہیں رکھتا، یوں تانا رخا میں ہے۔ (دست)
اور اگر روایت قیظہ و ذخیرہ پر عمل کیجئے تو عامہ حسن کہ شریک فی الطریق ہے، وزیر الدین سے ہر صنف مسیل
آب میں ایک علاقہ رکھنا سے قطعاً مقدم ہے کہ اس کے ہوتے اسے کوئی استتقاق مراعت نہیں عالمگیری
میں ہے۔

صاحب الطریق اولی بالشفعة من صاحب
مسیل الماء کن فی المخیط
روالمختار عاصیہ در مختار میں ہے۔
راستے دو شعبہ میں پانی کے بہاؤ والے سے اولی
ہے، یوں مخیط میں ہے۔ (دست)

قال فی الدر العتیق ونقل المبرجندی مات
الطریق اقوی من المسیل فراجع ما انتہی
قلت نقله عن الذخیرۃ کما رأیتہ فیہ۔
الدر الفسق میں فرمایا جس کو برجندی نے نقل کیا کہ راستہ
کا حق پانی کے بہاؤ سے اقوی ہے، تو اس کی طرف
مراجعت چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اس
کو ذخیرہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔ (دست)

۱۵	۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ما یصلحہا	کتاب الشفعة	۱	۵
۱۶	۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	"	۲	۵
۱۷	۵	"	"	"	۳	۵
۱۸	۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	۴	۵

بہر حال حامد حسن اس تمام زمین میں بیس کو بیس اُس محلہ کے جو اس بیس پر قائم اور اس بیس میں داخل ہے بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے کہ ظہر جب اپنی زمین کے ساتھ بیس میں آئے تو بالبیع وہ بھی محل شفعہ ہو جاتا ہے۔ رد المحتار میں ہے،

خروج البناء ولا شحار ولا شفعة فيها الا بمقتضى
العقار وان بيع بحق القراء، رد مقتضى، والله
تعالى اعلم۔
عمارت اور درخت خارج ہو گئے تو ان میں شفعہ
نہ ہوگا بجز زمین کے تابع بننے، اگرچہ قرار و بقار
کی شرط پر فروخت کئے ہوں، ورنہ منتفی۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (د)

مسئلہ ۳، شوال ۱۴۱۰ھ

علائے دیں و مضیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ طو خاں نے ایک قطعہ حویلی معہ اراضی جس کے شمال میں ملحق حویلی محمد خاں، جنوب میں ملحق حویلی رفیع الدین کی ہے، کلن حان اور علی حسن خاں شخص غیر کے ہاتھ بیع کر دی، اور اس کی خبر پا کر محمد خاں و رفیع الدین جب یہ بائع مستعد علی شفعہ ہوئے، چنانچہ کلن خاں و علی حسن حان مشتری مال نے حسب دعوی شفعہ محمد خاں کے نام بینہ کر لکھ دیا، رفیع الدین نے نالش شفعہ کی ہے، پس ثبوت لیس۔ علی نا جب شفعہ ملتا دیکھ کر حان مشتری شفعہ کے کامیابی شرعاً مامسل ہو سکتا ہے یا دونوں شفیعوں کو قطعہ مشعور تقسیم ہو سکتا ہے تو کس مقدار سے یعنی مساوی یا کم و بیش؟
بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں رفیع الدین کل مکان مشعور بذریعہ شفعہ محمد خاں سے پائے گا کہ محمد خاں کا اس کو مشتری اول سے خرید اس کے ملک کو تسلیم کرنا ہے، اور اس کی ملک تسلیم کرنا بیع اول کے تسلیم شفعہ سے اعراض، اور شفعہ سے اعراض حق شفعہ کا مسقط، تو محمد خاں اس مکان کا شفیع رہا، اور رفیع الدین کا استحقاق باقی، لہذا وہ کل مکان محمد خاں سے لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

لو كان الشفيع معاصرا لشرع الدار
من المشتري ثم حصر العائيب
فان شأ واحد كل الدار بالبيع الاول
ایک حاضر شفیع نے مشتری سے مکان خرید لیا،
پھر دوسرا شفیع جو غائب تھا حاضر ہو گیا تو اس کو
اختیار ہے چاہے تو پورا مکان پہلے سووے پر

وان شاء اخذ كلها بالبيع الثاني له
اور چاہے دوسرے سودے پر پورا مکان شفعہ کے
ذریعہ حاصل کر لے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قد بطل حق الشفعه باعاض بالشراء، يكون
الشراء دليل الاعراض لله والله سبحانه وتعالى
اعلم وعلمه جل مجدده احكم۔
حاضر شفعہ نہ پانچ شفعہ خریداری کی وجہ سے
باطل کر لیا کیونکہ خرید شفعہ سے اعراض کی دلیل ہے
والله بخبره وتعالى اعلم وعلمه جل مجدده واحكم (ت)

میں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔ بیعتوان توجروا۔

(۱) بعد علم بیع قبل قبضہ کرنے مشتری کے شعی بیع پر دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
(۲) ایک شخص کے احاطہ احدہ میں چند منازل ہیں جن کا دروازہ ایک ہی ہے، اور حدود دار بعد اس کی
ایک ہی ہیں، اس احاطہ کے ایک طرف قریہ کا مکان ملحق ہے، اب یہ محل مکان بیع کیا جائے، تو آیا
اس صورت میں قریہ اس قطعہ کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے، جو اس کے مکان سے متصل ہے یا کل
مکان کو۔

(۳) جس محلہ میں رواج شفعہ نہ ہو وہاں شرعاً دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
(۴) اگر قبل بیع ہمسایہ خریداری سے انکار کرے، پھر بعد بیع دعویٰ شفعہ کرے تو مسموع ہو گا یا
نہیں؟

(۵) اگر شفعہ مشتری کی طرف سے وکیل خریدنے کا ہو تو اس کا شفعہ قائم رہے گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) شفعہ بجز بیع ثابت ہوتا ہے، قبضہ مشتری کی حاجت نہیں۔ ہذا یہ میں ہے،
يشهد على، لبا ان كان المبيع قبضه،
معناه لم يسلم الى المشتري بینه
اگر بیع زیر قبضہ بائع ہو تو وہاں گواہی قائم کرے،
اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی مشتری کو نہ سونپا ہو۔ (ت)

۱۶۸/۵	فراتی کتب خانہ پشاور	باب الشفعۃ	السادس	لہ قادی بندید
۱۶۸/۵	"	"	"	"
۲۹۱/۴	مطبع یوسفی کھنہ	باب طلب الشفعۃ	"	لہ الہدیۃ

در مختار میں ہے،

ثم يشهد على البائنة لو انفقر في يده او عوى
لمستري و ان لم يكن ذائلاً باحتصار - والله
سبحه وتعالى اعلم و علمه جل مجدته انه
واحد -
اگر زمین بائنہ کے قبضہ میں ہو تو وہ ہاں گواہی قائم کرے
یا مستری کے پاس گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے
قبضہ میں نہ ہو، باحتصار - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و
علمہ جل مجدہ اتم و اکمل۔ (ت)

(۲) کل کو کہ جب احاطہ واحد، درواریہ واحد ہے تو وہ فار واحد ہے۔ چاہے میں ہے،

الدار اسم سا اور عیہ الحسد و دینہ
اور وار واحد کے کسی ٹکڑے سے جسے اتصال بروہ کل دار کا شفیع ہے، حتیٰ کہ اگر ایک شخص صرف ایک
جانب بقدر ایک باشت کے اتصال رکھتا ہو اور دوسرا تینوں جانب بروہ کمال تو دونوں شفیع ہیں برابر ہیں
روا مختار میں ہے،

اصلاصق من جانب واحد و لو بشجر
کا اصلاصق من ثلثة جوانب، فہما سواء
اقتضانی یہ
ایک جانب سے اتصال اگرچہ ایک باشت ہو تو وہ
باقی تین اطراف سے اتصال کے برابر ہے،

یہاں تک کہ اگر دار واحد اپنے طبع منازل کے ساتھ شخص واحد کے ہاتھ نیچے، اور شفیع چاہے کہ بذریعہ شفیع
ان میں سے صرف وہ منزل سے جس سے اُس کا مکان متصل ہے، تو ہرگز اجازت نہ دیں گے اگرچہ پہنچنے والے جدا جدا
ہوں، ملک کل سے یا کل ترک کرے۔ عالمگیری میں ہے،

اذا اصاب الشفيع ان ياخذ بعض الشجر
دون البعض، وان ياخذ الجانب الذي
يلحق الدار دون الباقي، ليس له
ذلك بلا خلاف حيث اصحابنا، ولكن
ياخذن الفصل او سداً
ایک غیر ممتاز طبع میں سے شفیع بعض حصہ کو لینا چاہے
اور کچھ چھوڑنا چاہے اور اپنے دار سے متصل حصہ کو
شفیع میں لینا اور باقی کو چھوڑنا چاہے تو اس کو
یر اختیار نہیں، اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی
اختلاف نہیں، لیکن وہ سب کو لے یا سب کو

۲۱۲/۲	مطبع مقبباتی دہلی	باب ما یطلبہا	کتاب الشفعة	سہ در مختار
۸۸/۳	مطبع یوسفی مکتبہ	باب المحقوق	کتاب المیراث	سہ اہدایہ
۴۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشفعة		سہ رد المحتار

لائمه لو اخذ المعص دون المعص تفرقت
الصفة على المشتري، سواء اشترب واحد
من واحد او واحد من اثنين او اكثر
حتى لو اراد شفع امث ياخذ نصيب
احد ابنتين ليس له ذلك الخ و الله
تعالى اعلم

چھوڑے چونکہ اگر بعض کو ملے اور بعض کو نہ ملے تو اس سے
مشتري پر سودا متفرق ہو جائے گا خ ۵۔ ایک مشتري
نے ایک بائع سے یا ایک کے متعدد حصہ داروں سے
خریداجوحتی کہ اگر دو فروخت کرنے والوں میں سے
ایک کے حصہ کو لیا چاہے تو شیع کو یہ اختیار نہیں
ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) میٹک ہو سکتا ہے اگرچہ شہر بحر میں رواج نہ ہو کہ شفع حکم شرعی ہے، رواج وغیرہ پر مبنی نہیں،
وہذا ظاہر جدا (یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

(۴) فرد مسوع ہوگا، حق شفع بعد بیع ثابت ہوتا ہے، تو قبل از بیع انکار کوئی چسبہ نہیں
در مختار میں ہے،

یصلحها تسليحها بعد البيع لا قبله
بیع کے بعد شفع کو چھوڑنا اس کو باطل کرتا ہے بیع
سے پہلے باطل نہیں کرتا (ت)

عائگیری میں ہے،

تسليم الشفعة قبل البيع لا يصح و بعده
صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) نعم فی الدر المختار ثبت لمن
شرى اصاله او وكالة
ہا یہ میں ہے،

وكيل المشتري اذا ابتاع حصة الشفعة، والله
تعالى اعلم۔

۱۵۵/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشفعة الباب الرابع	سلفہ فتاویٰ ہندیہ
۲۱۵/۶	مطبع محبتی دہلی	باب یصلحها	سلفہ در مختار
۱۸۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب التاسع	سلفہ فتاویٰ ہندیہ
۳۱۵/۶	مطبع محبتی دہلی	ما ثبت علی غیره	سلفہ در مختار
۴۰۵/۶	مطبع دیرسفی مکسٹو	باب ما بطل به الشفعة	سلفہ الہدیۃ

مسئلہ از دو عین محلہ مرزا باڑی مرسلہ میان آفتاب حسین ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عسکر اپنا مکان فروخت کرتا ہے، زید ہمسایہ عسکر و
خریداری پر مستعد ہے مگر مالک مکان غیر ہمسایہ کو مکان دیتا ہے، پس حق شفعہ خرید مکان میں اول درجہ ہمسایہ
کو پہنچتا ہے یا غیر کو؟

الجواب

شفیع کے لئے حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے، مکان جب تک بیع نہ ہو شفعہ مزاحمت نہیں کر سکتا،
ہاں جب مالک غیر ہمسایہ کے ہاتھ بیچ ڈالے اس کے بعد ہمسایہ کے لئے بذریعہ شفعہ حق مطالبہ ہے، اگر شرائط
طلب بجا لا کر دعویٰ کرے گا مکان خریدار سے ملے کر اسے واپس دیا جائے گا، تنویر الابصار میں ہے: تجب
بعد البیع (شفعہ بیع کے بعد لازم ہوتا ہے۔ ت)، درمختار میں ہے:

استقطب الشفعۃ قبل الشراء۔ لا یصح خریداری سے قبل اگر شفعہ نے شفعہ ساقط کیا تو صحیح
لہ بعد شرطہ، و هو البیع انتہی۔ واللہ تعالیٰ نہیں کیونکہ شفعہ کی شرط جو کہ بیع ہے نہ پائی گئی انتہی
اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ سیگرام پور تحصیل بسرن ضلع بہار مرسلہ شیخ بدست احمد زیندار ۱۲ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار ہے، اُس کو زمیندار نے زمین اپنی سکونت
کے واسطے دی جس میں اُس نے چوپال اور مکان بنایا، اور اس کاشتکار نے کھیت میں باغ لگایا، اب یہ
مکان چوپال اُس نے فروخت بدست زیندار کیا، ایسی حالت میں اُس باغ کے شرکاء شفعہ ہو سکتے ہیں یا
نہیں؟ یتنوا تو تجردا۔

الجواب

جبکہ کاشتکار صرف محلہ مکان و زمین کا مالک ہے، زمین اُس کی ملک نہیں تو مجرد محلہ و درخت
میں کسی کے لئے شفعہ نہیں،

فی سداد المحتار فی البہار صیۃ، لا شفعۃ فی رد المحتار میں رازیہ سے منقول ہے، چوپال میں
اکردار لامہ نقلت کالبستاد والاشجار شفعہ نہیں کیونکہ وہ منقول چیز ہے جس طرح عمارت

۲۱۱/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	کتاب الشفعۃ	سہ درمختار شرح تنویر الابصار
۲۱۱/۴	"	"	کے

و معروہ ، فی النہیۃ والد حیرۃ والتأرعیۃ
عن المسراعیۃ المصححۃ والحدیثیۃ
اور ذخیرہ میں سر اجید سے منقول ہے اح طحش۔ واللہ
فہائے اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے مائت روپیہ قرض لئے اور تین مکان دیں کر دئے جبکہ مدت گزری اور وہ پیرا دہ ہوا، بکر نے مالش کر کے مع سود و خرچہ مائت روپیہ کے ڈگری پالی، اس میں تینوں مکان جن کی حیثیت قریب پانسو روپیہ کے تھی چھپا سٹھ روپیہ میں نیلیم ہو گئے، نیلیم طارہہ بکر نے خریدا اور بعد اپنے آقا کے لئے خریدنا طارہ بکر کے بنام بکر لکھ دیا، مگر نے اُن مکانات پر قبضہ نہ کیا، زید چھ سات برس تک بدستور قرض رہا، اس سے قبل از نیلیم حواہ اس کے بعد بھی کوئی مات ایسی صادر نہ ہوئی جو اسس نیلیم کے، جائت یا رضا سمدی پر دلیل ہو، یہاں تک کہ دونوں انتقال کر گئے، اور بعد زید وارتان زید قرض ہوئے، اب ورتان نے بکر نے مالش کر کے ڈگری و خلیابی حاصل کی، درہنوز دخل نہ ہوا تھا کہ ڈگری بدست خاتمہ بیع کردی، اسس خاتمہ کو بھی دخل نہیں ملا سے، اس صورت میں بکر و خلیابی خاتمہ کا شفعیع مدت دخل یا بی خاتمہ شفعہ طلب کر سکتا ہے یا نہیں، اور اگر حالہ پی ڈگری ضائع کر دے اور قرض دخل یا بی سے بوجض یا بلا عوض و مستبذار ہو تو شفعیع کے حق شفعہ کی کیا حالت ہوگی، یتسوا تو نجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُن مکانات پر ہرگز کسی طرح دعویٰ شفعہ نہیں پہنچتا، کہ شفعہ کے لئے مکان کا مالک مالک سے خارج ہونا ضروری ہے،

فی رد المحتار فی مآدای، الصبری الشفعۃ رد المحتار میں مآدای مغربی سے منقول ہے، شفعہ نقد رد وال بطلان عن الیہ نہ لم کا طرہ بائع کی ملکیت کا زوال ہے (الذات)

اور یہاں وہ مکانات شرعاً ملک زید سے خارج نہ ہوئے، یہ بیع نیلیم جو بلا اجازت واقع ہوئی غیر مالک کی بیع تھی جسے شرع میں بیع فضولی کہتے ہیں، اور وہ اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے،

فی مآدای الاصلہ قاضی حاکم اذا باع المرحل امام قاضی خاں کے مآدای میں ہے جب بائع نے

رد المحتار	کتاب الشفعۃ	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۳۸/۵
۵	۵	۵	۱۳۸/۵

مال الغیر عند تاتوقف العیم علی اجبارۃ غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک المالك لیس

اب کہ زید خود ہی ان مکانات پر قابض رہا، پھر وہ بلا اجازت انتقال کر گیا بیع باطل ہوگی، یہاں تک کہ وارثان زید کو بھی اجازت کا اختیار نہیں۔

فی الہمدیۃ اذا مات المالك لا ینصف فی ہند یہی ہے کہ جب مالک فوت ہو جائے تو باجائزۃ الوارث لیس

درحقیقت نہ تو ان مکانات کا مالک ہے نہ اس کے ورثہ نہ خالد خریدار ڈگری، بلکہ وہ سب متروک زید ہیں اور ورثائے بکر کو صرف اپنی مقدار قرض کے مطالبہ پہنچتا ہے ولس، اور دعویٰ شفعہ فقط مقدمہ دار میں ہے نہ انتقال ہوا تھا،

فی الہمدیۃ لا تحب الشفعۃ ما لیس مالگیری میں ہے، جب تک بیع یا معنی بیع نہ پایا سیم ولا معنی البیم حتی لا تحب بالہمسۃ جائے شفعہ لازم نہ ہوگا، حتی کہ بید، حسد، والصلۃ والیراث والوصیۃ لیس میراث اور وصیت میں لازم نہ ہوگا، (ت)

پس ملوک و زہار استعدا بہم شفعہ میں نہیں، شرع سلفہ کا تو یہ حکم ہے، اور حکم نہیں مگر شرع سلفہ کے لئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

زید ہندو ہے، اُس نے ایک مکان بنایا، ایسی زمین دیہ میں کہ آبادی اور اراضی اس دیہ کی ملکیت مشترکہ ہے دس بارہ اشخاص نے، اب اُس زید مذکور نے صرف اُس مکان و بنا ر سکنی اپنی کو بہمن متعدد یا تھ ایک شخص کے کہ مکان خاص رہنے اس کے کا تجنی پچاس قدم کے فاصلے سے ہے فروخت کیا، مگر اسی داخل بیع نہیں ہے، صرف عہد و بنا کو فروخت کیا ہے، اب بعد انقباض عرصہ دو ماہ کے مجدد اور شرکار کے ایک شریک کہ وہ بھی پچاس قدم اس مکان عید سے رہتا ہے، بگمان شفیع ہونے کے شفعہ شرعی پر بنائے دعویٰ قائم کرتا ہے، ایسی صورت میں عدہ الشرع شریف اُس عہد زید ہندو پر شفعہ جائز ہے یا نہیں، بتینوا توجروا۔

۳۵۱/۶	نو کثیر لکھنؤ	فصل فی البیع الموقوف	کتاب البیوع	سہ فتاویٰ قاضی خاں
۱۵۲/۳	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی عشر	"	سہ فتاویٰ ہندیہ
۱۶۰/۵	"	الباب الاول	کتاب الشفعۃ	"

الجواب

قطع نظر اس سے کہ وہ فی نفسہ شفیع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور طلب مواثبت و شہادہ وغیرہ امور لازم جس کے بغیر شفعہ باطل ہو جاتا ہے بجالایا یا نہیں، دعویٰ اس کا صورت مستفسرہ میں راساً باطل ہے، کہ بنا پر عمل شفعہ نہیں، اور اس میں قصداً وبالذات شفعہ ثابت نہیں ہو سکتا،

کما فی توضیر الالبصار و شرحہ الدر المختار
لا تثبت قصداً الا فی عفا کالبیاء و یخل اذا
یع قصداً و لوم مع حق القرار خلافاً لما فہمہ
ان الکمال لم یخالفہ السقول کیا افساداً
شیخنا، الرمی اء مدخضا، و ذکرہ من قبل
فقد فی دہ شیخنا الرمی و الحق بعد مہم
تبع للزیرۃ و عیہا مدی حفظہ - واللہ تعالیٰ
اعلم۔

جیسا کہ تنویر الالبصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے
کہ شفعہ قصداً عفو زیم میں ہو سکتا ہے، عمارت
اور کجور کے درخت میں شفعہ نہیں، جب ان کو قصداً
خودخت کیا جائے اگرچہ بشرطاً قرار خودخت کیا جائے،
یہ اجماع کمال کے فہم کے خلاف ہے کہ انہوں نے منقول
کے خلاف کہا جیسا کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ کیا افساداً
قبل ازین کر چکے اور کہا کہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اس
کا رد کیا ہے اور ہم شفعہ کا قوی برآزیرہ وغیرہ کا اتباع
میں دیا ہے، پس اسے غفلت کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک کوٹھری جس کا صحن ملوک عمر و اور سسی صحن
میں اس کوٹھری کے آؤر ہے اور سقف اُس کی ملک تجر ہے، اور اس کی دو جانب بھی مکانات تجر واقع ہیں تجر
کے ہاتھ فروخت کی، اس صورت میں شفیع اُس کا تجر ہے یا عمر و، اور عمر و کو یہ دعویٰ شفعہ وہ کوٹھری مل سکتی ہے
یا نہیں، سینوا، تو جرو۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں شفیع اس کا عمر و ہے نہ کہ تجر، اور اگر عمر و شرطاً شفعہ بجالایا تھا تو یہ دعویٰ شفعہ

مع اصل میں اسی طرح ہے، اغلب ہے کہ عبارت اس طرح ہو اسی کوٹھری کے برابر ایک کوٹھری اور ہے، علیٰ غرض

اُس کو ٹھری کو کھڑے لے سکتا ہے کہ جب طریق اس مکان کا زمین عرو میں ہے تو عمر و خلیط فی حق المبیع ہوا اور بجز اسی وجہ سے کہ مالک ملو ہے اور اس کے مکانات کو ٹھری کے دونوں جانب میں محض جوار ہے اور خلیط جوار پر شرعاً مقدم مکانات بجز دونوں جانب ہونے سے وہ صرف جوار ہو سکتا ہے، اسی طرح قبض ملو چون بھی اگر بوز ملک ہو تو فقط مثبت جوار ہے، ورنہ لغو بحث۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے نخل منزل دو حضرات کے مشترک ہے اور دونوں میں سے ایک کا اسس پر بالا خانہ ہے جس میں کوئی تیسرا شخص بھی شریک ہے تو نخل منزل والوں میں سے جس کا بالا خانہ میں حصہ ہے اس نے اپنے بچے اور اوپر والے حصوں کو فروخت کیا تو بچے شریک کو بچے حصہ میں اور اوپر والے شریک کو اوپر والے حصہ میں شفعہ کا حق ہے بچے واسے کو اوپر اور اوپر والے شریک کو بچے واسے حصہ میں شفعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ بچے والا شریک بالا خانہ کا پڑوسی ہے اور اگر بالا خانہ کا راستہ مشترک ہو تو وہ بالا خانہ کے حقوق میں بھی شریک ہے اور یوں ہی بالا خانہ کا حصہ دار بچے واسے حصہ کا پڑوسی ہے اگر راستہ بالا خانہ بچے والی منزل میں سے گزرتا ہو تو وہ بھی نخلی منزل کے حقوق میں شریک ہوگا لہذا پڑوسی یا حقوق میں شریک کی نسبت عین جمیع میں شریک کا حق مقدم اور اولیٰ ہے، اور فتاویٰ قاضی حاکم میں ہے کہ نخلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نخلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے، غرض ہر حال بجز جوار محض سے زائد نہیں، اور عمر و خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان بیع کا اسکی جائزیت ہے۔

في الفتاوى العاصمية سفل بين رجلين و لاحدهما عليه علوبينه و بين آخر فباع الذي له نصيب في السفل و العلو نصيبه فله شريك في السفل الشفعة في السفل و لشريكه في العلو لشعته في العلو و لا شفعة لشريكه في السفل في العلو و لا لشريكه في العلو في السفل لان شريكه في السفل جوار للعلو و شريكه في حق العلو ان كان طريق العلو فيه و شريكه في العلو جوار للسفل او سفلين في الحقوق و ان كان طريق العلو في تلك الدار فكان الشريك في عين الشفعة اولى به وفي فتاوى قاضی حاکم صاحب السفل سفلہ کان لصاحب العلوات یاخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جائزین

شریک کا حق مقدم اور اولیٰ ہے، اور فتاویٰ قاضی حاکم میں ہے کہ نخلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نخلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے، غرض ہر حال بجز جوار محض سے زائد نہیں، اور عمر و خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان بیع کا اسکی

زمین ملوک ہے، اور شرائط غلیظ جاریہ مقدم، کما هو فی عامۃ الکتب (جیسا کہ یہ عام کتب میں ہے۔ ت) پس صورت مسئلہ یہاں بر تقدیر نہ مدعی ہونے کسی شریک فی نفس المبیع کے ٹکرو ہے، نہ بکرا اور عسرو شرائط شفعہ بجا لایا تو در صورت عدم مراحم کل مکان بیع کو کبر سے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم و احکم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان واقع کوچہ غیر نافذہ ایک شخص اجنبی کے ہاتھ کہ اُس مکان سے کوئی علاقہ شفعہ نہیں رکھتا فروخت ہوا، راستہ اس مکان کا اراضی پیش دروازہ زید ہے، اور راہ دونوں کی شارع عام تک مشترک، پس زید بعد بی آوری شرائط شفعہ بحسب شفعہ دعویٰ کرتا ہے، اس صورت میں وہ مکان زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، بینوا تو جہودا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں زید غلیظ فی حق المبیع ہے، اور حق شفعہ اس کے لئے ثابت، پس جس صورت میں کہ وہ سب شرائط بجا لایا اگر کوئی غلیظ فی نفس المبیع مدعی شفعہ نہ ہو، تو مکان اُسے قطعاً مل سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح محمد تقی علی میاں

مسئلہ ۲۷ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی اراضی میں زید کے چند ورثہ شریک ہیں اُن میں سے بعض نے اپنے حصے ٹکرو شخص اجنبی کے ہاتھ بیع کر دیئے، پھر اُن اشخاص میں سے جنہوں نے اپنے حصے بیع نہیں کئے تھے ایک نے اُسی ٹکرو کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا، اب اُن اشخاص مذکورین میں ایک شخص شفعہ ہے، تو یہ شخص ٹکرو اجنبی پر ترجیح رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اس اراضی جزیہ کو ٹکرو سے شفعہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جہودا۔

الجواب

ٹکرو جبکہ ایک عقدہ اسی زمین کا خرید چکا ہے، اور ہنوز حدود جہانہ ہوں تو وہ بھی شریک ہے اور یہ شفعہ بھی شریک ہے تو کسی دوسری پر ترجیح نہیں، اگر اس شریک نے بیع ثانی کی کل بیع کا مطالبہ بذریعہ شفعہ کی اور عسرو دینے پر راضی نہ ہوا، تو نصف شفعہ کو دلا دیں گے، اور ٹکرو راضی ہو گیا تو کل دلا دیں گے،

فی رد المحتار ربع احد شریکین فی دار حصته
 منها الاخر فی ثلث و طلب الشفعة فان کام
 شریکاً قسمت مینہ و بعینہ استوی لایہما
 شفیعتان ای ادا طلب و لم یسلم للشفیع
 الاخر اذ محضراً و الله تعالی اعلم۔

فقہ راہیں یعنی جب تیسرے نے اپنا حق شفعہ نہ چھوڑا اور مطالبہ پر قائم رہا اور محضراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از دیورنیا تحصیل بیڑی ۱۶ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع دیوریا میں تخمیناً دو بسود زمیستداری ہے،
 منہج اس کے تخمیناً ۵ کچا نسی غلیل الدین کے پاس ۱۰ اور ۱۰ کچا نسی خواجہ بخش کے پاس ۱۰ اور نمبر داری دوڑل
 بسود پر خواجہ بخش کی ہے، دیگر شرکا نے انہی دو بسود سے ۱۶ بسوا نسی غلیل الدین کے ہاتھ بیع کی تو شفعہ
 خواجہ بخش اور غلیل الدین کس کو کتنی پہنچتا ہے؟ بیتوا التوجہوا۔

الجواب

اگر وہ دیکھ لو کہ ہے کہ بیسود اس میں اپنے اپنے حقوں سے مالک ہیں، تو بلا شہد اس میں حق شفعہ
 جاری ہے اور غلیل الدین مشتری اور خواجہ بخش دونوں شفیع ہیں، خواجہ بخش اگر طلب مواشت وغیرہ سسرانہ
 بکالایا اور کل بیع ۱۶ بسوا نسی پوری پر بذریعہ شفعہ دعویٰ کیا تو اگر غلیل الدین مزاحمت کرے تو آٹھ بسوا نسی
 غلیل الدین کے پاس رہیں گے اور آٹھ بسوا نسی بذریعہ شفعہ خواجہ بخش کو ولادی جائیگی اس بات پر کہ
 لحاظ نہ ہوگا کہ ان میں ایک وہ کچا نسی کا مالک ہے اور دوسرا دس کا، اور اگر غلیل الدین مزاحمت نہ کرے
 بلکہ کل دے دے تو کل خواجہ بخش کو ملے گی، اور اگر خواجہ بخش نے کل بیع پر دعویٰ نہ کیا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجھے
 آدھی ملیں گی، ابتداً آٹھ ہی بسوا نسی پر شفعہ چاہا، تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوا، اب کچھ نہ پائے گا۔
 رد المحتار میں ہے۔

ذكر في الخيرية ان كون الارض عشورية
 او حرجية لا ينافي الصلح ففي كثير من
 النكبات ارض الغمراة او العشيرة
 خیرہ میں ذکر ہے کہ زمین کا عشری یا غمراہی ہونا ملکیت
 ہونے کے منافی نہیں ہے تو بہت سی کتب میں ہے
 کہ نہ کہ عشری یا غمراہی زمین کا فروخت کرنا، وقف

مملوكة يحوز ميعها وابقعها و تورث فتثبت
فيها الشفعة بحالات السلطانية اسي تدفع
مزارعة لاتع فلا شفعة فيها لم

درمختار میں ہے،

لو كان لمشتري شريكاً ولداً، وشريكاً آخر
فلهما الشفعة

ردالمحتار میں ہے،

في لقية اشترى العبد رادله حاراً حراً
فطلب الشفعة وكذا للمشتري فهي بينهما
نصفين، لاسيما شفعان قال اجب الشفعة
بقوله وكذا للمشتري اي اذا طلب و لم
يسلم للشفيع الاخر، وفي كلام ابن الشحنة
شارة الى ان قول القنية فطلب الشفعة
المراد به انه لم يسلم الكل لاخر لا حقيقة
اطلب، فلا يث في ما قد عناه من الخافضة
ان لا يصح لا يحتاج الى الطلب

کرنا، میراث ہونا جائز ہے، تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا
بکلاف مرکبہ کی زمین جو مزارعت میں دی جائے اور
قابل فروخت نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ہے (۱)۔

اگر خریدار خود شریک تھا جبکہ اس میں کوئی اور بھی
شریک ہو تو دونوں کو شفعہ کا حق ہے (۲)۔

قفیہ میں ہے ایک نے پڑوس والا مکان خریدا جبکہ اس
مکان کا پڑوسی ایک در شخص بھی ہے تو اس کے شفعہ
کا مطالبہ کیا تو وہ اور مشتري دونوں اس مکان میں
شریک ہونگے، کیونکہ وہ دونوں برابر کے شفعہ میں
ابن شحنہ نے کہا: تو اس قانون پر مشتري بھی یعنی
جب وہ شفعہ کا مطالبہ کرے اور دوسرے کو اپنا
حق نہ چھوڑے، اور ابن شحنہ کے کلام میں یہ اشارہ ہے
کہ قفیه کے قول تو شفعہ طلب کیا اس سے مراد ہے
کہ دوسرے کو کل نہ سونپا، یہ مراد اس پر کیفیت طلب
کیا تو یوں نمایہ سے ہمارے ذکر کردہ کے منافی نہ ہوا کہ اصل شخص طلب کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ (۱)۔

تنویر الابصار میں ہے،

تلك بارحة بائتراضي، ويقضاء القاضى بقدر
منه من الشفعة لا الملك

رضا مندی یا قاضی کی قضاء سے شفعہ کر لے والوں کی
تعداد کے مطابق ذکر ملکیت کے مطابق حاصل کرنے
پر مالک ہو جائیں گے۔ (۱)۔

۲۵۹/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العشر والخارج	کتاب الجہاد	ردالمحتار
۲۱۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما ثبتت صحی غیر ادلا	کتاب الشفعة	رد المحتار
۱۵۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار
۲۱۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشفعة	رد المحتار شرح تنویر ابصار

در مختار میں ہے ۱

لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه
يستحقه فقط بطلت شفعته ، اذ شرط
صحتها ان يطلب الكل كما بسعه الزيلعي
عليه حفظه - والله تعالى اعلم -

اگر دونوں شریک حضرات میں سے ایک نے نصف کا
مطالبہ صرف اپنے استحقاق کے مطابق کیا تو شفعہ
باطل ہو گیا کیونکہ شفعہ کی صحت کے لئے شرط ہے کہ
وہ کل کا مطالبہ کرے ، جیسا کہ زیلعی نے اسس کو
بسطوط طریق بیان کیا ، اسے محفوظ کرنا چاہئے ۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (د ت)

مسئلہ ۲۱ از وصین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان صاحب
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان پابند شرع برحق اس مسئلہ میں ، ایک چٹمہ لنگا بائی و متعہ بائی کے
مکان کا شرق روپہ ملحق مکان حکیم رحمت علی صاحب اور طرف جنوب شارع عام اور مغرب روپہ اس مکان کے
صرف مکان رحمت علی صاحب ہے ، اُس چٹمہ کو ایک برہمن غیر ملکہ کو سات سو روپہ میں فروخت کیا ازاں جب ملکہ
دس روپہ بیعنامہ اُس برہمن کے لئے ، جب حکیم صاحب کو خبر پہنچی تو رخصت دستاویز دعویٰ حق شفعہ کیا تو اُس صورت
نے بعد دعویٰ حق شفعہ حکیم صاحب اس چٹمہ کو جو منضم مکان حکیم صاحب ہے اُس برہمن کو خیرات کر دیا اس خیال سے
کہ دعویٰ حکیم صاحب نہ ہو جائے ۔ اس صورت میں بحق شفعہ دعویٰ حکیم صاحب درست ہے یا نہیں ، بین
فرمائیں بعبارت کتبہ عنار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

الجواب

اگر شفعہ شرائط طلب بجا آئے تو اس کا حق شفعہ ثابت ہے ، اور اس خیرات کو دینے سے شفعہ باطل
نہ ہوا ، جب بیع تمام ہو چکی مشتری بیع کا مالک ہو گیا ، بالتمک اُس میں ملک نہ رہی ، اب یہ اسی کا مال اس
پر خیرات کرنے والی کوں ، اور اگر خیرات یہی کوں واقف ہوئی کہ بعد دعویٰ شفعہ بالتمک مشتری نے ، جو بیع کو خیر کر دیا
پھر بالتمک نے بیع مشتری پر خیرات کر دی ، تو یہ مشتری کا ایک تصدق تھا جسے شفعہ توڑ سکتا ہے ، باج و مشتری
کا باجم بیع منع کر لینا میسر سے محض کے حق میں بیع جدید نہ رہتا ہے ، یعنی مشتری نے اب وہ چیز بائع کے ہاتھ بیع
ڈالی اور مشتری کی بیع درکار وقت تک کو شفعہ نہ کر سکتا ہے ، ان تصریحات سے اس کے حق شفعہ میں کوئی خلل

نہیں آتا۔ درمختار میں ہے :

يقص الشيع جميع تصرفات المشتري حتى
الوقف والمسجد والعقورة والهبة ، نهيلجي
ور شدی :

عالمگیری میں ہے :

لو تصرف المشتري في ائدار المشتراة قبل احد
الشيع بان وهما وسلمها او تصدق بها
او ايجرها او جعلها مسجداً وصلی فیہا او
وقعها وقفاً وجعلها مقبرة ووقف فیہا ،
فالشيع اب یا احد ویقتضی تصرف المشتري
کذا فی شرح الجامع الصغیر بقا موضحاً :

اُسی میں ذخیرہ سے ہے :

المشتري له ان يبيع ويطيّب له الثمن غير
ان للشيع ان يفتن أو يختصم

تذریع میں ہے :

الاقالة مع ان حق المتعاقدين ، بيع في
حق ثالث أو ملتقى - والله تعالى اعلم

مشتري کے لئے جوئے تصرفات حتیٰ کہ وقف ، مسجد ،
مقبرہ ، ہسپتال کو بھی شفعیہ کا حکم کر دے ۔ زلیعی و
زاہدی ۔ (ت)

اگر مشتری نے خرید کردہ پر اپنی میں شفعیہ کے قبضہ
سے قبل تصرفات کئے یوں کہ ہسپتال کے قبضہ دے دیا ،
اس کو صدقہ کر دیا ، اُجرت پر دے دیا ، اسی کو مسجد
قرار دے کر اس میں نماز پڑھی گئی ، مکمل وقفہ کر دیا ،
یا قبرستان بنا کر اس میں دفن کا عمل کیا تو شفعیہ کو
قبضہ کر کے ان تمام تصرفات کو ختم کرنے کا حق ہے
قاضی عادل کی شرح جامع الصغیر میں یوں ہے (ت)

مشتري کو فروخت کرنے کا جاز ہے اور وہ ثمن اسس
کے لئے طیب ہے مگر شفعیہ کو اختیار ہو گا کہ وہ ان
تصرفات کو توڑ دے اور مختصراً ۔ (ت)

اقالہ فریقین کے حق میں فسخ ہے اور تیسرے شخص
کے حق میں وہ صدیر بیع ہے اور ملتقى ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۲۱۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب طلب الشفعة	کتاب الشفعة	لے درمختار
۱۸۱/۵	پورانی مکتب خانہ پشاور	ابواب الثامن	"	لے فتاویٰ ہندیہ
۱۸۱/۵	"	"	"	لے "
۳۳ - ۳۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الاقالة	کتاب البیوع	لے درمختار

مسئلہ ۲۲ از شہر کند بریل مرسلہ مولوی سید کرامت علی ۴، محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت عظام تحریر اس صورت میں کہ زید کا ہمسایہ غزوہ ہے اور دونوں کے مکان ایک ہی قطعہ میں واقع ہیں، صرف دیوار درمیان میں ہے، اور دروازہ دونوں کا متصل ہر ایک صاحب کو اپنا حصہ تین پارگز کے، اور کوئی دوسرا شخص ایسا قریب نہیں رہتا ہے جس کا دروازہ ملحق بدروازہ زید ہو سوائے غزوہ کے، اب زید سب غرض خلیفہ دہی غزوہ کی اپنی زمین مذکورہ کا تبادلہ بجز کے زمین سے جو اپنا حصہ تقریباً دو صد گز ہے کر کے اقرار نامہ تحریر کر دیا یعنی اپنی زمین کو بعض زمین بجز کے بیع کر دیا، اب اس حالت میں غزوہ کو حق شفعہ زمین پہنچتا ہے یا نہیں، بیتوا تو جبروا۔

الجواب

غزوہ حق شفعہ پہنچتا ہے، اگرچہ بجائے لفظ بیع مبادلہ زمین زمین کہا، اگرچہ بجائے معینا اس مبادلہ کا اقرار نامہ کیا، اس لئے کہ ان عقود میں معنی ہی معتبر ہیں، خاص لفظ کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے، اعطیت بکذا اوخذ بکذا فی معنی قولہ بعثت واشتريت لانه يؤدى معناه والمعنى هو المعترف بهذا العقود ہے۔ دت، میں نے تجھے اتنے عوض میں دیا یا اتنے عوض میں لئے، یہ بعثت واشتريت کے معنی ہیں ہے کیونکہ یہ ب کے ہم معنی میں دران عقود میں معنی ہی معتبر ہے۔ دت،

اور مال کا مال سے برن بھی معنی بیع ہے۔ عالمگیری میں ہے، اما تعریفه مبادلۃ المال بالمال بالتراضی بیع کی تعریف، رضامندی سے مال کا مال کے بدلے دینا، کافی میں اس طرح ہے۔ دت، اسی میں ہے،

لو قال لاخر هو صحت فربما بفرضك فقال دانا فعلت ايضا فهذا بيع كما في احوالک نے دوسرے کو کہا، میں نے اپنا گھوڑا، تیرے گھوڑے کے بدلے میں دیا، دوسرے نے کہا میں نے بھی کر لیا، تو یہ بیع ہے۔ دت،

لہ الہدایہ	کتاب البیوع	مطبع یوسفی لکھنؤ	۲۴/۴
۱۰۰ فتاویٰ ہندیہ	۱۰۰	ابواب الاول	۲/۴
۱۰۰	۱۰۰	ابواب الثانی	۵/۴

عبارات کثیرہ علماء کہ بظاہر نہایت متخالف و متعارض تھیں بکثرت جمع کیں، اور ان کے محض انظار و متزاع کلام و منظر اور وطن و مرام پر جو فیقہ تعالیٰ نے نظریں ڈالیں، اور بعد تحقیق و تدقیق و تطبیق و توفیق و حکم نفیس مشیدہ اصول و مزید متغایر العقول و المنقول منع کر لیا جس نے بجماعت تعالیٰ نے تمام عبارات متعارضہ کو یک زبان کر دیا اور تصادم تراکم یک تحت آٹھ گیا، اور مختلف ظنون کہ مختلف مناشی سے اکابر علماء مثل علامہ ابن قاضی سہاوی و علامہ حوی و علامہ ابراہیم و اسماعیل و علامہ سبکی و علامہ سیوطی اور شیخ رحمہم اللہ تعالیٰ کو پیدا ہوئے تھے بعد نہ سبب کا کشف و حجاب انہما صواب کیا، فقیر نے اس تحریر کا کل التحریر کا نام أدفعه الصجادة عن حلقه انقلاب طلب المواثبة رکھی، وضاحت مرام و ازاحت ادہام تو اسی تحریر پر محمول، یہاں نفس حکم بکمال اجمال مذکور، سوال کہ یہاں ارسال ہوا، اور دوسرا کہ فتویٰ سنہ میں تھا، دونوں نہایت گولی ہو کر تمام ہیں، ان میں کسی پر ایک حکم قطعی کہ یہاں شفیع کا حلف لیں گے، یا مشتری کا برگز نہیں ہو سکتا بلکہ حق تفصیل ہے، اولاً نظر کیا جائے، آیا شفیع نے طلب اشہاد بتیہ عادلہ سے ثابت کر دی یا وہ بھی ناکام رہی۔ در صورت ثانیہ ہرگز شفیع کا حلف نہ لیا جائے گا، نہ سموع، بلکہ کہ شفیع ثبوت حق شعاع کا دعویٰ کرتا ہے، اور مشتری منکر ہے، اور شرعاً حلف منکر پر ہے کہ مدعی پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں:

البینۃ علی المدعی وایمین من انکر۔ مدعی پر تو۔ در مسک پر قسم لازم ہے (ت)

وہذا عامرتب معتدہ میں مدعی فرمادی کہ بکمال انکار مشتری شفیع اپنی طلب ہے گواہوں کے ثابت کر ہی نہیں سکتا، ہدایہ و تمییز الحقائق و کلمۃ طور میں ہے:

لانه یحتاج الی اثبات طلب عند المقاصد کیونکہ قاضی کے ہاں وہ اپنی طلب کو ثابت کرنے

ولا یمکنہ دلت کلابا لا شہادۃ کا محتاج ہے جبکہ یہ گواہ بنا سنے بغیر اسی کے سنے

حکم نہیں۔ (ت)

اور اگر طلب اشہاد بتیہ شرعیہ سے ثابت ہو چکی ہے، تو اب طلب مواثبت کے باب میں تین صورتیں ہیں:

(۱) اگر شفیع اپنی طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد و مشہود معہود و ثابت بائینہ سے

لئے صحیح البخاری کتاب الرهن باب اذا اختلف الراہی المرئس قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۲/۱

جامع الترمذی الابواب الاحکام باب ما جاز فی البینۃ علی المدعی امین کینی دہلی ۱/۶

سنن اکبری للبیہقی کتاب الدعوی والینات دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

لئے الہدایۃ کتاب الشفعة مطبع یوسفی نکلہ ۳۹۰/۴

پہلے بیان کیا اور مدعی ہوا ہے کہ اسی وقت بجزو علم بالبیع میں طلب مراثیت بجالایا تھا، تو ہرگز بے جہت مسوع نہیں،
 نہ شفع کا صلف، اصلاً قابلِ سہمت کہ وہ باقرار خود بوقتِ علم مان چکا اور اس کی معیت کا ایک ایسی طلب کے لئے
 مدعی ہے جو ہنوز محمول و غیر ثابت ہے،

فکیف یصدق فیما ہو فیہ یب ولا مبیت مع تو غیر واضح چیز میں وہ کیسے تصدیق کرے جبکہ اپنے حق
 توقف ثبوت حقہ علیہ۔ کو ثابت کرنا خود اس پر موقوف ہے تو اور کون
 واضح کرے گا۔ (ت)

وہ محمول طلب فی الماضی کا مدعی ہے اور مشتری منکر،
 والاصل العداء ومن ادعی خلاف الاصل عدم اصل ہے اور جو شخص اصل کے خلاف کا دعویٰ
 فعلیہ تنویر دعواہ بالیقینہ۔ کرے اس پر اپنے دعویٰ کو روشن کرنا گرا ہی کے
 ساتھ ضروری ہے (ت)

وہ ایک ایسی چیز کی حکایت کر رہا ہے جس وقت اس کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ مہبت علم کا مقرر ہوا،
 اور طلب مراثیت کا وقت اسی فور میں تھا، اس وقت احداث طلب پر قدرت نہیں رکھتا، اور جو ایسی مشی کا
 حاکم ہوا اس کا قول بے جہت مسوع ہیں۔ دور و نزدیک ہے،

من حکى ما لا یسئل استثناءه فعال، لا یصدق جس کو فی الحال نافذ کرنے کا مانگ نہیں تو اس کی حکایت
 فی حکم لا یثبت۔ بغیر گواہی قابل تصدیق نہ ہوگی (ت)

یہی معنی ہیں تصریحات کے کہ طلب مراثیت بے جہت کے ثابت نہیں ہو سکتی،

ای اذا کانت طلب المواتیة و حدة بخلاف یعنی جب طلب مراثیت الگ ہو یہ آئندہ امیر الی موت کے رہے
 ما یاق فاسه لم یثبت فیہ العراده ہے جہاں طلب مراثیت میں اس بات کا ثبوت
 عن طلب الاشهاد، کما ستعلم، نہیں کہ وہ طلب اشہاد سے خالی ہے جیسا کہ
 و طلب واحد و بما یقوم مقام الطلبین عنقریب تجھے معلوم ہو گا جبکہ ایک ہی طلب دو
 فبعد اثبات طلب الاشهاد مطالبوں کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو گواہوں کے
 بالشہود او ثبوتہ باقرار مشتری ذریعہ طلب اشہاد کے اثبات یا خود مشتری کے اقرار
 لا یحتاج الی اثبات طلب المواتیة سے ثبوت کے بعد شفع کو اب طلب مراثیت کے اثبات

مصرزعة، فان ادعى اشترى الاغصان
 فقد مر العلم على الاشهاد عليه البينة
 لا على الشفيع۔

کی ایک طرح پر ضرورت نہیں، تو اگر مشتری پر دعویٰ کرے
 کہ شفیع کو طلب اشہاد سے قبل یہ عالم تھا اور اس سے
 مراثت نہ کی تو اس صورت میں مشتری پر لازم ہے
 کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے نہ کہ شفیع پر۔ (ت)

غایۃ لیمان شرح الہدایۃ لمطائر الاتفاقی میں ہے،

مراد من سبطانۃ طلب امر ثبت ولا شہاد
 وہ فی المجلس لیس بشرط والشرط هو
 نفس الطلب، وما یثبت فیہ لای لا یصدق
 عن الطلب الا سیئۃ۔

مطالبہ سے مراد طلب مراثت ہے، رہا اشہاد
 (گواہ نانا) تو اس کا اس مجلس میں پایا جا، شرط
 میں ہے، بشرط معرف نفس طلب ہے، اس میں گواہ
 بنا، معرف اس لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر طلب
 کی تصدیق نہ ہو سکے گی۔ (ت)

نہایہ امام صفاتی و معراج امدادیہ پھر تاج الانکار شروع ہوا یہ میں ہے،

طلب موأثبۃ لا یصدق عن الاشهاد فی
 حق علم انک ہی۔

طلب مراثت قاضی کے علم کے اعتبار سے شہاد
 سے چھ نہیں ہو سکتی۔ (ت)

ان دونوں صورتوں میں سبیل یہی ہے کہ شفیع چاہے تو مشتری سے حلف لے، اور یہاں حلف فعل غیر
 ہے، مشتری کا حلف محض علم پر ہوگا، کہ دائرہ مجھے معلوم نہیں کہ اس ریدہ ملی نے یہ طلب مراثت جس کا یہ مدعی ہے
 ادا کی ہو، ثنویہ الابصار و در مختار میں ہے،

لو انکر المشتري طلب موأثبۃ عامہ یعصف علی
 العلم۔

اگر مشتری طلب مراثت کا انکار کرے تو وہ اپنے علم
 کی قسم کھائے گا (کہ یہ مجھے معلوم نہیں)۔ (ت)

وجہ امام کردی میں ہے،

انکر طلب الشفیع موأثبۃ حلفہ علی
 العلم، وان طلبہ بعد

مشتری نے شفیع کی طلب مراثت کا انکار کیا تو اپنے
 علم کی قسم کھائے گا، اور اگر شفیع نے مشتری سے

سہ غایۃ لیمان

کے نتائج انکار فی کشف المرور وان سطر تکدر فتح التقیر کتاب الشفیع باب یا سبیل رشفقہ مکتبہ فیر زہر سکھر ۳۳۶

سکھ در مختار کتاب الشفیع باب یا سبیل رشفقہ مکتبہ مجتہدائی دہلی ۲/۲

لِقَائِهِ فَعَلَى الْبَيِّنَاتِ لَهُ
 قَطْعِي قِسْمَ كَحَائِنٍ كَاذِبٍ كَشْفِيحٍ نَعْمَ قَبْلِي اَزِيں مَرَاثِبَتِ تَمِيں كِي دَسْتِ
 اشباہ میں ہے،

انكرالمشترى طلب الشععة حين علم فانقول
 له مع يمينه على نفي العلم
 مشتری نے طلب کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی خبر سننے
 پر مراثبت نہیں کی تو مشتری اپنے علم کی قسم کھانیکا
 اور اس کی بات مان لی جائے گی۔ (دست)

فَرَأَيْتَ مَشْتَرِيًا فِي نَادَى كَهْرِي سَعِي

المشترى اذا انكر طلب الشععة حين علم سماع البيم
 فانقول له مع اليمين على العلم بالله ما
 يعلم ان اشفيح حين علم بالبيع طلب

مشتری نے طلب شفیعہ کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی
 خبر سننے پر مراثبت نہیں کی تو اپنے علم کی قسم پر اس
 کی بات قبول کر لی بے گئی اور یوں کہے گا کہ اللہ کی
 قسم مجھے علم نہیں کہ شفیع نے سن کر مرقعہ پر طلب کی ہو۔ (دست)

هَنْدِيَّةٌ فِي مَقْطَعٍ سَعِي

المشترى اذا انكر طلب اشفيح الشععة حين
 سماع البيم يحلف على العلم وان انكر
 طلبه عند لقائه حلف على البينات

شفیع ہندیہ پر جسے پر طلب کا اگر مشتری انکار کرے
 تو اپنے علم کی قسم دے گا، اور اگر اس کی طائعات
 کے مرقعہ پر طلب کا مشتری انکار کرے تو قطع
 قسم دے۔ (دست)

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے، اسی میں محیط امام سرخسی سے ہے،

اد انكر مشتری طلب الشععة فيقول له
 لم تطلب الشععة حين علمت
 من تركت الطلب وقت عن المحسن والشفيع
 مشتری طلب شفیعہ کا انکار کرتے ہوئے شفیع کو کہے کہ
 تو نے بیع کی خبر سن کر شفیعہ طلب نہ کیا بلکہ تو مجھ
 سے اٹھ گیا اور طلب کو ترک کیا، اور شفیع کہے کہ میں نے

لِقَائِهِ فَعَلَى الْبَيِّنَاتِ عَلَيْهِ قَطْعِي قِسْمَ كَحَائِنٍ كَاذِبٍ كَشْفِيحٍ نَعْمَ قَبْلِي اَزِيں مَرَاثِبَتِ تَمِيں كِي دَسْتِ

المشترى اذا انكر طلب اشفيح الشععة حين سماع البيم يحلف على العلم وان انكر طلبه عند لقائه حلف على البينات

اشباہ میں ہے،

فَرَأَيْتَ مَشْتَرِيًا فِي نَادَى كَهْرِي سَعِي

المشترى اذا انكر طلب الشععة حين علم سماع البيم فانقول له مع اليمين على العلم بالله ما يعلم ان اشفيح حين علم بالبيع طلب

يقول طلبت فاقول قول المشتري فلا بد من
الاشهاد وقت الطلب، توثيقاً
اس لئے طلب کے وقت اشہاد ضروری ہے تاکہ
معاذہ نکتہ ہو (ت)

اور اگر شفیع نے طلب موثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد و مشہود سے پہلے بیان کیا، بلکہ صراحتاً
تصریح کر دی کہ جس وقت میں نے طلب اشہاد کی اسی وقت مجھے علم برا تھا اس سے پہلے علم بالبیع نہ تھا، تو
شفیع ہی کا قول علت کے ساتھ مقبول ہے، اُسے طلب موثبت پر جہاد کا دنگ ایسی دینے کی حاجت نہیں، مشتری
اگر دعویٰ کرے کہ طلب اشہاد سے پہلے شفیع کو علم بالبیع ہو رہا تھا، اور اس نے اُس وقت طلب موثبت نہ کی
تو اب مشتری مدعی ہے، یہ گروہ ہی ہے، اس لئے کہ اب یہ حصول علم فی الماصی کا ادعا کرتا اور شفیع منکر ہے،
والحادی یصاب الی اقرب الاوقات، والاصل
لعدم من خالف هذا، بل لا یصل فی فعلیه
البیعة۔
نیا معاملہ اقرب وقت کی طرف منسوب ہو گا، اور
یہ کہ عدم اصل ہے، جو شخص ان دونوں قاعدوں کے
خلاف کرے تو اس پر گواہ لازم ہونگے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے،

لو قال شفیع لم اعلم بالشراء الا بعد
كان لقول قوله، وعن المشتري البيعة
انه علم قبل ذلك ولم يطلب
سراجی میں ہے،

الشفیع اذا طلب الشفعة فقال المشتري علمت
بالبيع قل هذا ولم تطلب و قال، الشفیع
علمت به ساعة، لقول للشفیع
شفیع نے شفعہ طلب کی تو مشتری نے کہا تجھے
قبل از یہ بیع کا علم ہو گیا تھا تو نے مطالبہ نہ کیا جبکہ شفیع کے
کہ مجھے ابھی علم ہوا ہے تو شفیع کی بات قبول
ہوگی۔ (ت)

فرانز الحفین میں فتاویٰ ظہیر اور عالمگیری میں محیط سے ہے،

۶۲/۵	وراثی مکتب خانہ پشاور	کتاب الشفعة	الباب الثالث	سہ فتاویٰ ہندیہ
۸۹۶/۴	ذکشنر لکھنؤ	فصل فی ترتیب الشفعاء	۴	سہ فتاویٰ قاضی خان
۱۱۰ ص	-	باب طلب الشفعة	۵	سہ فتاویٰ سراجیہ

قول الشفيع علم السامع وان طلبها و قال ۱۴۱ اگر شفیع نے کہا مجھے اب علم ہوا اور طلب کر رہا ہوں، مشتری
المشتری علمت قبل ذلك ولم تطلب فاقول ۱۴۲ نے کہا تو نے پہلے علم ہونے کے باوجود طلب نہیں کیے
قول الشفيع ۱۴۳ تو شفیع کی بات مانی جائے گی۔ (ت)

یہیں اگر شفیع نے طلب ثابت کر دی اور طلب مرثیت کیلئے کوئی وقت مقدم اصلاً معین نہ کیا بلکہ گول بجل کہا
کہ معاً علم ہوتے ہی میں نے شفعہ طلب کیا تو اس مرتبہ میں بھی شفیع کا حلف معتبر ہے اگر واقعہ میں سنی وقت طلب تھا تو سے پہلے علم
نہ ہوا تھا جب تک ظاہر اور ہر چکا تھا اور فوراً طلب ثابت کر لی تھی اگر یہ سنی وقت کوئی دوسرا مؤخر تھا تو وہ اپنے اس وقت میں
خداوند تعالیٰ سے ہے اور قاضی اس کوئی لفظ کو اسی طلب معلوم مشہور پر حمل کرے گا اور اس کے زیادہ تفصیل وقت کی شفیع کو
تکلیف نہ دیگا یہی منشا ہے اسی ارشادات علماء کا کہ شفیع کو اگرچہ تنہائی میں علم بالبیع ہو مگر زمان سے طلب شفعہ کر لے
کہ خداوند تعالیٰ اس کا شفعہ ساقط نہ ہو اور وقت حاجت ملت کر سکے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے ۱۴۴ یصدق عن انه طلب كذا علمه مع الحلف ۱۴۵ شفیع نے کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کیا تو قسم کے
دہریں ہے، ساتھ اس کی تصدیق کر دی جائے گی۔ (ت)
اد، مع بالبيع في مكان حال عن الشهود ۱۴۶ جب ایسی جگہ اس نے بیع کی جہاں کسی جہاں کوئی گواہ
فكنت تطل شفيعه، واد قال طلبت ۱۴۷ نہ تھا تو یہ غاموش رہا، اس کا شفعہ باطل ہو جائیگا
الشفعة ولم يسمع حد الشفع حتى ۱۴۸ اور جب یہ کہہ کر میں نے وہاں طلب کیا اور کسی نے
اذا حضر عند القاضي، وقال الشفيع طلبت ۱۴۹ نہ سنا شفعہ باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ جب قاضی کے
الشفعة ولم اتركها وحلف على ذلك كانت ۱۵۰ ہاں حاضر ہو کر شفیع نے کہا میں نے شفعہ طلب کیا
باشراً في بيعه، ويثبت طلب المواثبة ۱۵۱ اور ترک نہیں کیا اور قاضی نے اس پر قسم لے لی اور اس نے
قسم کی تو اپنی قسم میں سہا برگا، اور طلب مرثیت ثابت ہو جائے گی۔ (ت)

مبین المتعاقب میں ہے ۱۵۲ ان لو يكن محصرته احد يطلب من غير اشهد ۱۵۳ اگر کوئی بھی حاضر نہ ہو تب بھی طلب بغیر کہ ہی کر دے
لاست هذا الطلب صحيح من غير اشهد ۱۵۴ کیونکہ یہ بغیر گواہوں کے طلب صحیح ہوگی اور گواہی تو
ولاشهاد لمعانة الجحد، وطلب لايد ۱۵۵ انکار کے مقابلہ کے لئے ہوتی ہے جبکہ طلب ضروری
منه كيلا يسقط حقه فيما يبه و بين الله تعالى ۱۵۶ ہے تاکہ اس کا خداوند حق ساقط نہ ہو اور اس سے
وليكفه الخلف ادا حلف ۱۵۷ قسم لی جائے تو قسم دینا ممکن ہو۔ (ت)

۱۴۳/۵	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷
۱۴۳/۵	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷
۱۴۳/۵	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷
۱۴۳/۵	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷
۱۴۳/۵	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷

کتاب میں ہے،

ذكر في المبسوط ولو لم يكن بحضوره احد
حين سمع يعني ان يطلب الشفعة، والطب
صحيح من غير اشارة، والاشهاد لمخالفة
الجمهور فيمنع له امت يطلب حقه اذا
احده المشتري امكنه ان يحلف انه طلبها
كما سمع

مبسوط میں ذکر فرمایا کہ اگر کوئی بھی اس کے پاس موجود
نہ ہو تو بیع کی خبر سننے ہی شفعہ طلب کرنا سب سے
جیکہ بغیر گواہ بنائے طلب صحیح ہے گواہ تو انکار کے
مقابلہ کے لئے ہے تو اس کو طلب کرنا سب سے
ناگوار اس سے مشتری قسم لے تو اس کو یہ قسم دینا
ممکن ہو کہ میں نے سننے ہی طلب کیا ہے۔ (ت)

شفیع کلمات عمار بہت جبکہ تصریح پائے گا کہ جب دوبارہ طلب شفعہ مشتری میں اختلاف ہے
قول قول مشتری ہے، اور بہت جگہ یہ کہ قول قول شفعہ ہے، اس ظاہری اضطراب میں ترفیق و تطبیق بتانے
والی وہی عبارات کثیرہ ہیں جن میں تفصیل فرمادی کہ شفعہ نے طلب مواثبات کو وقت سابق کی طرف مستند کیا تو قول
قول مشتری ہے، اور قول چھوڑا کوئی وقت اس کا بیان نہ کیا صرف اتنا کہ مجرد علم میں نے طلب کی تو قول قول
شفیع ہے۔ خانہ و برآزیہ و درود فرود جامع الفصولین و سراجیہ و واقعات العتین و فتاویٰ صفری و محیط و
مبسوط و فتاویٰ طبریہ و وہابیہ و حوزہ انیس و کنگہ طور و نور و شامی و شرح وہابیہ و غیرہ
کتب کثیرہ میں یہ ترفیق و تفصیل ارشاد ہوئی، امام اسلم قاضی الشرق والغرب شیخ المہرب سیدنا امام
ابو یوسف نواد میں فرماتے ہیں،

داقل شفعہ طاعت لشعة حين علمت
عاقول قوله، ولو قال علمت اصعب
طاعت او كان البيع اصعب و طاعتها في
ذلك الوقت لم يصدق الا بينة او نقله
العلامة الطوري في تكملة البحر.

جب شفعہ کہے میں نے علم ہونے پر شفعہ طلب
کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اس نے کہا مجھے
گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کیا یا یوں
کہا کہ بیچ گزشتہ روز ہوئی اور میں نے طلب کیا
اسی وقت، قر بغیر گواہی اس کی تصدیق نہ کیا جائیگا
اس کو عمار طوری نے بحر کے تکرار میں نقل کیا ہے۔

امام جلیل خصائص شرح ادب القاضی میں فرماتے ہیں،

لے الکفایۃ مع فتح نقیر کتاب الشفعہ باب طلب الشفعہ مکتبہ نور رضویہ سکسہ ۲۰۴/۵
لے تکرار من البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۹/۵

مشتري نے کہا میں نے یہ دار ایک سال سے خرید رکھا ہے اور شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا اور طلب نہ کی، تو اس سے سوال کریں تو اگر قاضی مدعی شفیع سے سوال کرے کہ اس دار کی خریداری کب ہوئی، تو شفیع نے اگر کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کی تو قاضی اس کی اس قدر بات کو کافی قرار دے گا کیونکہ شفیع کو یہ ممکن نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مشتری نے سال سے خرید رکھا ہے کہ وہ طلب کے اثبات کا محتاج ہے، لہذا اس نے اس بیان سے احتراز کرتے ہوئے طلب شفیع کو ذکر کیا ہے تو اگر مشتری اس کو کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب کیا تھا تو شفیع کی بات معتبر ہوگی کیونکہ اس حالت میں طلب اور علم کچھ قاضی پر ظاہر ہوئے، اس کے برخلاف اگر شفیع یوں کہے کہ میں نے اتنی مدت سے جانا اور طلب کی اور مشتری طلب کا انکار کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ قاضی پر اس وقت کی طلب ظاہر نہ ہوئی تو اثبات کا محتاج ہوگا۔ اور اس کی ٹیکر باکرہ لڑکی کا علاج ہے، اس کو علامہ شرنبلالی نے تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد میں نقل فرمایا ہے (ت)

اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ دار سال سے خرید رکھا ہے جس کو وہ شفیع کی بنا پر حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مدعی شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا تو

قال المشتري اشتریت هذه الدار منذ سنة وقد علموا شفيع بشرائي ولم يطلب ، فأسأله عن ذلك ، فان القاضی يسأل المدعی عن اشتریت هذه الدار فان قال اشيع طلبت الشفعة حين علمت فان القاضی يكتفي منه بهذا المقدار لانه لا يمكنه ان يقول اشترأها منذ سنة لاحتياج الدال اثباته فاحتقرت منه مذكو طلب الشفعة ، فان قال له المشتري طلعت حين علمت فانقول للشفيع ، لانه في هذه الحالة ظهر عليه للقاص مقارنا لطلب ، بخلاف ما اذا قال الشفيع علمت منذ كذا وقت وقال المشتري ما طلبت ، كانت القول للمشتري ، والى يظهر للقاضى بالاستناد لذلك الوقت فيحتاج الى الاثبات ، ونظير البكر داسروحت ^{لحم} ، نقله العلامة شرنبلالی في تيسير المقاصد شرح نظم الفرائد .

امام فقیر النص خایہ میں فرماتے ہیں ،

ان قال المشتري اني قد اشتریت هذه الدار اتق يريدها مني ياخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي بشرائي

ولم يطلب الشفعة ، يقول القاضي للمدعي متى
اشترى هذه الدار فان قال المدعي طلبت الشفعة
حين علمت كان صحيحا كهاه ذلك ، فان قال
المشتري ما طلبت حين علمت كان القول قول
الشفع ، وان قال الشفع علمت منذ سنة
و طلبت و قال المشتري لم تطلب كانت القول
قول المشتري ، و هر كا بكر اذا تزوجت فطلب
الحجر فمرت فاحصا الى القاضي فقال الزوج
حين بلغها الخبر سكنت ، وقالت سددت
حين علمت ، كان القول قولها ، وان
فالت علمت يوم كذا و ردت لا يقبل
قولها ، ان قال ، و نوقيل للشفع متى
علمت ، فقال امس ادنى يومى قبل هذا
الساعة لا يقبل قوله الا سيئه .

اس نے طلب نہ کی تو اس صورت میں قاضی مدعی سے
کہے گا کہ یہ دار کب سے خریدا گیا تو مدعی نے اگر جواب
میں کہا کہ میں نے علم کے وقت ہی طلب کی تھی تو مدعی
کا یہ بیان صحیح ہوگا اور قاضی اس کو کافی قرار دے گا تو
مشتري آخر کے کہ تو نے علم کے وقت طلب نہ کی تو شفع
کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر شفع نے یوں کہا کہ میں نے
سال سے جانا اور طلب کی اور مشتري کہے تو نے اس
وقت طلب نہ کی تو مشتري کا قول معتبر ہوگا۔ یہ معاملہ
بارہ لڑکی کے نکاح کی طرح ہے کہ اس کو نکاح کی خبر
پہنچی تو اس نے نکاح کر دیا تو حاو دی بیوی کا یہ
اعتکاف قاضی کے سامنے پیش ہو تو خاوند کے اس کو
جب نکاح کی خبر پہنچی تو یہ خاموش رہی اور عورت کے
میں سے علم ہوا کہ یہ نکاح کر دیا تھا تو عورت کی بات
معتبر ہوگی اور اگر عورت کہے کہ مجھے فلاں روز علم ہوا
میں نے نہ کر دیا تھا تو عورت کی بات معتبر ہوگی (یہاں تک فرمایا) اور اگر شفع کو کہا گیا تو نے کب معلوم کیا ، تو اس
نے کہاگزشتہ روز یا آج ایک گھنٹہ قبل تو شفع کی بات بعبر کو ای قبل نہ ہوگی۔ (ت)

علامہ مولیٰ غفر فرماتے ہیں :

قال الشفع طلبت حين علمت فانقول له
سبعينه ، و نوقيل علمت امس و طلبته كلت
اقامة البيعة له

شفع کے جس وقت مجھے علم ہوا اس وقت طلب کی
تو اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی ، اور اگر کہے
مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی تو سے
مخواسی کا پابند کیا جائے گا۔ (ت)

درمیں فرماتے ہیں :

کلف اقامة ابينة ولا يقبل قوله لانه اصوات
 طلب في وقت حاضر ، فقد حكى ما لا يملك
 استناده للحال . ومن حكى ما لا يملك
 استناده للحال لا يصدق فيما حكى بلا بينة ،
 واذا لم يضعف الطلب الى وقت حاضر بل
 اطلق الكلام احلاقا تاما فقد حكى ما يملك
 استناده للحال لانا نجعله كاسه علم
 بالشرء الآت ، وطلب الشفعة الآن لهذا
 جعل القول قوله كذا في العمادية وغيرها .
 في الحال مانک ہے کیونکہ ہم اس کو یوں سمجھیں گے کہ ابھی اس کو حریاری کا علم ہوا ہے اور ابھی شفعہ طلب کیا ہے
 اس لئے شفیع کی بات معتبر ہوگی ، عادیہ وغیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اقول وبانتہا توفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) ان عبارات توفیق
 کا جس طرح یہ طلب نہیں کہ مجرد افتد مت طلب زبان با صی شفیع کو مدعی کر ، سے گ کر ا سے قاضی کے حضور
 اضافت الی اماضی سے کیا چارہ کہ دونوں مواثبت و اشہاء کا طلب عند القاضی سے پہلے ہونا لازم ، یہاں تک
 کہ اگر بغور علم طلب ملک سے آغاز کیا اور وہ طلبیں پہنچنے کے لیے شفیع باطل ہو جائے گا۔ عادیہ وغیرہ میں ہے ،
 صرح عندنا قاضیہ انہ مقب تمکن من
 طلب الاشهاد لم يشهد بطلت شفعته
 فلو اضرب عنه ومضى الى
 المحكمة ابتداء وطلب عنه
 القاضى بطلت والطلب عند
 القاضى متأخر عن الطلبين
 اى طلب المواثبة والاشهاد فاذا
 قدمه عيهما او على احدهما
 ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب بھی
 طلب اشہاد پر قدرت ہوئی اور جو نہ بنا سکے تو
 اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے دل
 وقت میں طلب نہ کی اور محکمہ قضا کی طرف چل پڑا تو
 قاضی کے پاس جا کر طلب کی شفعہ باطل ہوگا جبکہ
 قاضی کے ہاں طلب پہلی دو طلب کے بعد ہوتی ہے
 پہلی طلب مواثبت ہے دوسری طلب اشہاد ہے
 اور جب قاضی کے ہاں طلب کو پہلی دونوں یا ایک

بطاعت شیعہ، ولیس فی ہذا اختلاف میں طلب سے مقدم کر دیا تو اس کا شعور باطل ہوگا، اور میرے علم کے مطابق اس میں ہمارے اندر کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

ماہر عمد لغاضی نسبت الی الغاضی ہی کرے گا و ہذا فتح المبین میں فرمایا
انہ لایست حلف الا داسد الطیب الی لرمین
اساضی یہ

اسی طرح یہ معنی بھی نہ ہمارا د نہیں ہو سکے کہ شیعہ کا اتنا کہہ دیا کہ "مطلقاً کافی و کافی ہے اگرچہ اس طلب کا زمانہ طلب اشہاد سے مقدم نہ چکا ہو، ایسا ہوتا ہو تو جس صورت میں اہل توفیق نے قول شیعہ مقرر نہ رکھا، یہی علت اس و طہت (سبب گزشتہ دور علم ہوا اور میں نے طلب کی۔ ت) واجب تھا کہ اس میں بھی قبول ہوتا، اور فرق محض ضائع رہتا کہ شیعہ یہاں طلب اثبات سے غیر دے رہے ہیں، اور وہ نہیں ہوتی مگر بغیر علم، تو اس طلبت کے معنی قلعہ بھی ہیں کہ طہت کما علت (میں نے طلب کیا جب مجھے معلوم ہوا۔ ت) و ہذا اس صورت عدم قبول قول شیعہ کو سراجہ میں بلفظ طے تعقیب بیان کیا کہ :

الشفیم لوقال طہت الشفہ حین علت کان
القول لہ، و یوقد علت مسد کذا
فطہت و قول اشترب ما طہت ما القول
للمشتری یہ
شیعہ نے اگر کہا میں نے اسی وقت طلب کی جب مجھے معلوم ہوا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر کہ مجھے فلاں دن سے معلوم ہے تو میں نے طلب کی تھی اور مشتری کہے تو نے طلب نہ کی تو مشتری کی بات معتبر ہوگی۔ (ت)

شرح مسوط میں خاص انہیں الفاظ اتصال پر حکم عدم قبول دیا :

حیث قال کہ نقل عنہ فی جامع الفصولین
برسر "شصل" معیت بکرا فقالت
بہا انہوں نے فرمایا جیسا ان سے جامع التصیری
میں منقول ہے برسر "شصل" بکہ لڑکی باغ پڑی

۱۵۴/۶	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشفہ	لہ فتاویٰ خیر
۳۲۹	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب طلب الشفہ	لہ فتح المبین
ص ۱۱۰	فرکشتور کھنڈ	~	لہ فتاویٰ سراجہ

(علم ہوتے ہی میں نے طلب کی۔ ت) سے طلب عند القاضی مراد نہیں ہو سکتی۔

لما علمت امت اتصالہ بالعلم مبطل
لشعبة لعدم تقدم الطالبين۔

اس وجہ کی بنا پر جو تجھے معلوم ہوئی کہ قاضی کے ہاں
علم سے متصل کو ایسی شفعہ کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس

سے قبل دو طلب نہ پائی گئیں (ت)

یوہیں کوئی طلب مجہول جس کا بیان محض مدعی کی زبان سے ہو، مقصود ماننا بھی بدیہی البطلان ہے۔
لما تقدم رايه مدع فيه فكيف يقبل قوله
وباعلمت به يضيح على هذا الفرق المطبق
عليه من اهل التوفيق، ولما من نصوص
اسراجية وشرح المبسوط على بطلان به۔

اور گزشتہ کی بنا پر کہ وہ مدعی ہے تو اس کا قول
کیسے معتبر ہو اور اس بنا پر جو تم معلوم کر چکے کہ
وہ تمام اہل توفیق کے متفقہ علیہ فرق کو نظر انداز کر رہا
ہے، اور سراجیہ، شرح المبسوط کی اس کے بطلان

پر نصوص کی بنا پر۔ (ت)

لا جرم اس سے مراد وہی طلب اشہاد ہے جبکہ مشہود و معہود اور بنیہ عادلہ یا اقرار مشتری سے ثابت
معروف ہو، تو حاصل تنقیح و تحقیق و عطر تنقیص و تہ قیق بجز اللہ تعالیٰ وہی نکلا کہ طلب اشہاد ہرگز سبے گواہان یا
اعتراف مشتری ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس کے ثبوت کے طلب مواثبت پر ہرگز صفت شفعیہ یا جاسکتا ہے
ہاں جب وہ ثابت ہو اور طلب مواثبت کے لئے کوئی نہ مانہ طلب اشہاد سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت ضعیفہ
ہو، بیان نہ کیا، بلکہ صراحت اسی طلب اشہاد کو طلب مواثبت بنایا، بایں معنی کہ اسی وقت علم ہوا تھا تھا طلب
اشہاد کی کہ دونوں طبقوں کے قائم مقام ہوئی یا طلب مواثبت کے لئے اصلاً کوئی وقت نہ بنایا، صرف اتنے
کچھ پر قانع ہو کہ میں نے معلوم ہوتے ہی طلب کی، تو اس صورت میں قول شفعیہ بخلعت معتبر ہوگا، ورنہ قول
قول مشتری ہے،

هكذا، يعني التحقيق، والله ولي التوفيق،
تقن هذا حاله لا تحده في غير هذا العبد
الضعيف، والله يعاده بطيف، والحمد لله
سرب اعلمين، والله تعالى علمه وعلمه جل
مجدد اتم واحكم۔

تحقیق یوں مناسب ہے، اور اللہ تعالیٰ توفیق کا
مالک ہے، اس کو مضبوط کر لو کیونکہ اس عبد ضعیف
کے بنیر اس کو نہ پاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں
پر مہربان ہے۔ الحمد للہ رب العالمین، واللہ تعالیٰ
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

۲۴ مسئلہ ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر شفعہ کی اطلاع دے دی گئی ہو دو گواہوں

کے روبرو اور اس شخص نے لینے سے انکار کیا۔ تو اب وہ شفعہ مانگتا ہے، استحقاق اس کا باقی ہے یا نہیں؟
بیٹو! توجہ دو۔

الجواب

اگر بیع ہو جانے کے بعد شفعہ نے شفعہ سے انکار کیا، اگرچہ ہنوز اسے خبر بیع بھی نہ پہنچی ہو، یا خبر
میں کر شفعہ لینے سے منکر ہوا، یا سکوت ہی کیا، تو شفعہ ساقط ہو گیا، اب اسے دعویٰ شفعہ کا استحقاق نہیں
جبکہ اس خبر میں کوئی ایسی بات نہ بیان کی گئی جو اس سے شفعہ لینے لینے میں شفعہ کی غرض ملتی ہو، ورنہ اگر پیش
از بیع اس سے کہا گیا کہ یہ مکان بکنے والا ہے، تو شفعہ چاہے گا، اُس نے انکار کر دیا، اور جب بکا تو فوراً طالب
شفعہ ہوا، یا بعد بیع خبر میں اُسی غلط طور پر پہنچی جس سے رغبت و عدم رغبت مختلف ہو، مثلاً زر غنم زیادہ
بتایا گیا، یا مشتری کسی اور شخص کو ظاہر کیا گیا، پانسو کو بکا تھا، اس سے کہا گیا چہ سو کو بکا ہے تو شفعہ
لے گا، اُس نے انکار کیا، اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانسو کو بیع ہوئی ہے، تو فوراً شفعہ طلب کیا، یا مکان زید
کے ہاتھ بکا تھا، شفعہ کو خبر دی گئی خریدنے پر اسے، اس نے شفعہ سے انکار کیا، پھر اس نے دوسرے کو
زید نے خرید لیا تو فوراً خواستگار شفعہ ہوا، تو ان سب صورتوں میں انکار سے شفعہ قاعدہ پر لگا، وہ پاسکتا
ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

تسیم الشععة قبل البیع لا یصح و بعدہ
صحیح و عدم الشفعہ یوجب الشععة اولم یعدم
و عدم من اسقطا یہ حد الحق ولم یعدم
کد فی المحيط

اسی میں ہے،

ما بعد بہ حق الشععة بعد ثبوته ،
اختیاری و ضروری ، والاختیاری ضروری
ودلالة ، اما الاول نحو ذلک یقول
انشقیم ابطلت الشععة او اسقطها ،
او اسقطک عہا او سلمتها ، او

ثبوت کے بعد شفعہ کو باطل کرنے والا اعلیٰ اختیاری
ہے اور ایک ضروری ہے، اختیاری صریح ہے
اور بطور دلالت بھی، لیکن اختیاری صریح مثلاً شفعہ
یوں کہ میں نے شفعہ باطل کیا یا میں نے اسے
میں نے تجھ کو اس سے بڑی کیا یا میں نے سونپ دیا

ان کی شکل اور الفاظ یہ الفاظ بیع کے بعد کے خواہ بیع کا علم ہو یا نہ ہو۔ بدائع میں یوں ہے۔ (ت)

بعد ذلك سواء علمه بالسليم او لم يعلمه،
ان كان بعد البيع، هكذا في البدائع
اسی میں ہے،

جب اسے بتایا گیا مشتری غلام فسلم
الشفعة ثم علم انه غيره علمه الشفعة و اذا
قيل له ان المشتري يريد علمه ثم علم
انه علمه و يريد صبح تسليمه لثريد وكافت
له ان يأخذ نصيب عمره و كذا في غيره
الحوكة السيرة، ولو احدى ان الثمن العلم
فسلم فاذا الثمن اقل من ذلك فهو علم
شفعته، فلو كانت الثمن الفاء او اكثر
فلا شفعة، كذا في الذخيرة
شفعہ چھوڑ دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے
ہر تو عمر شفعہ نہ ہوگا، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

اس قسم کے مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ
شفعہ چھوڑنے کی ترس بعد میں تبدیل نہیں ہوئی تو چھوڑنا
برقرار رہے گا اور شفعد مائل ہوگا اور غرض تبدیل ہو جائے
تو شفعد باقی رہے گا اور س قطع ہوگا بدائع
میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

والاصل في حسن هذه المسائل ان يسطر
ان كان لا يختص من الشفع في التسليم والصليم و
بطقت لشفعة وان كان بحتت مرصد لم يصح وهو
شفعته كذا في السيرة و الله تعالى اعلم

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معتقان شرکاتین اس باب میں کہ ایک کو چہ غیر مافدہ میں ایک

۱۸۲/۵	نورانی کتب حارہ پشاور	باب التاسع	کتاب الشفعة	کتاب الشفعة	کتاب الشفعة
۱۸۳/۵	"	"	"	"	"
۱۸۳/۵	"	"	"	"	"

مکان رید کا ایسا واقع ہے جس پر حق مشغوعہ خلیط فی الطریق چند اشخاص یا مشغذگان کو چھڑا کر بیٹھا ہے، اور ان میں سے بعض کو علاوہ حق مشغوعہ خلیط فی الطریق کے حق مشغوعہ جار ملاصق بھی حاصل ہے، مکان مذکور کی پچھیت کی طرف عروق کا مکان واقع ہے، اور جس کا دروازہ دوسرے کو چھڑا کر ہے، اور اس کو حق مشغوعہ جار ملاصق ہے، زید مالک مکان مشغوعہ نے اپنے مکان کی کچھ اراضی جو پچھیت کی طرف اور مکان عروق سے متصل تھی، وہ بدست عروق فروخت کی، چونکہ اراضی مذکور مکان مشغوعہ یا مشغذگان کو چھڑا کر نافذہ کا جز ہے، اس لئے استعمار اس امر کا مطلوب کہ شعیان خلیط فی الطریق اور شعیان جار ملاصق کو حق مشغوعہ مکان مشغوعہ کے ایک جز پر شرعاً پہنچے یا نہیں؟ یا تینوں مجبوروا۔

واسطے سہولت کے نقشہ لپیٹ ہذا پر تحریر کیا جاتا ہے

شارع عام	مکان محلہ دار	کوٹھی محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ
کوچہ غیر نافذہ				
شارع عام	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ
کوچہ غیر نافذہ				
شارع عام	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ

الجواب

کل مکان بیع کیا جائے خواہ بعض، برصورت میں غلطی فی نفس المبیع و شریک فی حق المبیع کا شفعہ ہے اور حار ملاحظی کا بھی اگر خاص اس بحر طبع سے اتصال رکھتا ہو، اِن لَّا، اَلَّ عَلٰی رَدِّ اَیْتِ مُشْکِلَةٍ۔ و رحمت رُوغیرہ کا مکتب میں ہے :

کسی نے شفعہ سے متصل ایک گز چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو عدم اتصال کی وجہ سے شفعہ ہو سکے گا۔ والحقہ میں جس حیلہ پر سہا کی گئی ہے اشکال پیش کیا جس کو علامہ شربلانی نے عیون المسائل سے نقل کیا کسی نے بڑی حویل جو کہ کسی چھوٹے کمروں پر ملے ہیں سے ایک چھوٹا مکان فروخت کیا تو اس حویل کے پڑوسی کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ وہ بیع مکان حویل کا حصہ ہے تو پوری حویل کا پڑوسی اس بیع کا پڑوسی ہے اگرچہ یہ بیع مکان پڑوسی سے متصل نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عیون المسائل کا ذکر کردہ خود مشکل ہے نہ کہ جریہاں مذکور ہے، غور کرو، علامہ شامی نے جریہاں کیا وہ ختم ہوا میں نے شامی پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ محشی یعنی علامہ شامی نے کتاب کی ابتداء میں قسمستانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ بیع سے متصل اگر ملکی طور بھی ہو تو وہ شخص حصہ اور حویل فروخت شدہ کا انتہائی حصہ خود میں برابر میں ملتا کسی نے حویل میں سے ایک کمرہ فروخت کیا تو اس کمرہ سے متصل حصہ سمیت تمام دار شفعہ میں برابر ہے۔

ہے عفا رالادب اعمام مثلاً فی جانب حد الشفعہ
علا شفعۃ حد ۱۰، اتصال فی رد المحتار استشكل
الناضحانی هذه الحيلة بما نقله
الشربلانی عن عیون المسائل، و مار
کثیرة ذات مقاصد یرباع صفا مقصودة
فدجاس الدار الشفعۃ لانت المبیع
من جملة الدار و جار الدار جار المبیع،
وانت لم یکن متصلاً به ۱۰، اقول
المشکل ما فی العیون لا ما هنا
تأمل ثم ما قال العلامة الشامی
وکتبت علیه انت المحشی قدم
صدر الكتاب عن القسمستانی
انت الملاصق المتصل
بالمبیع ولو حکما کما اذا بیع
بیت من دار فان الملاصق
له ولاقص الدار
فی الشفعہ سواء ۱۰ وهو

۲۱۹/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشفعہ	باب ما یصلح	سہ در مختار
۱۵۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	رد المحتار
۱۲۰/۵	"	"	"	کتبہ

مثل ما فی الصیون ومثله ایضاً فی
 الهندیة عن المحيط عن شروح
 ادب القاضی للخصاف ، ووجه
 اشکالہ ان ماہن مصروح بہ
 فی عامۃ کتب المذہب المعتمدۃ
 متونا و شروحا و فتاوی ، فما خالفہ
 فهو المشکل لا هذا ، اقول و یؤید
 ماہما ما نص علیہ المتون ، ان
 سبب الشفیعۃ تھماں ملک الشفیع بالمشتوی
 و طہرات المفقری اذا کانت مفترضا
 مفصولا عن ملک الشفیع لیس یکون
 بینہما اتصال ، ولا یکنی الاتصال بانو
 والا مکان الھماں بغير الملاصق المھادی
 ایضا شفیعاً ولا قائل بہ ، ولا ینکر علیہ
 بما صرح بہ ان الملاصق بشر کا ملاصق
 بجمیع حدود ، وذلك لان الاتصال بجزء الشئ
 اتصال ، لثی ، ولا فتل ان الاتصال بجزء من
 شئ ینکون اتصالاً بجزءہ الآخر ، الاتری
 ان العامۃ الملاصقۃ لرأس فرید
 ملاصقۃ لفرید لالرجلہ والنحل المتصل
 برجل فرید متصلاً بفرید لا برأسہ ، فاقبح
 ان سرایۃ الصیون مشکلۃ
 والحاصل ان المصیح اذا
 کانت اکل کفی الاتصال بجزءہ
 واذا کانت جزء معین من شئ

یعیون المسائل میں مذکور کی مثل ہے اور اسی دلیل
 ہند میں محیط سے انھوں نے خصاف کی شرح
 ادب القاضی سے نقل کیا ہے ، اس کے اشکال کی
 وجہ یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہی تمام مقدمہ کتب
 مذہب متوی و شروح اور فتاوی میں تصریح شدہ ہے کہ
 جراح کی تصریحات کے خلاف ہے وہ مشکل ہے نہ کہ
 یہ ۔ میں کہتا ہوں یہاں پر ذکر کردہ کی تائید میں
 تمام متون کی نصوص ہیں کہ شفیع کا سبب خرید کردہ چیز
 شفیع کی ملکیت کا اتصال ہے اور طہرات یہ ہے
 کہ سبب خرید کردہ چیز شفیع کی ملکیت سے علیحدہ غاصد
 پر ہو تو اتصال نہ ہوگا جبکہ باواسطہ اتصال کافی نہیں
 ہے ورنہ پڑوسی کا پڑوسی غیر اتصال والا بھی شفیع
 کی جاسد کا مال نہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے
 اس پر یہ بیان وارد نہیں ہو سکتا جس کی تصریح یہ
 ہے کہ ایک بالشت کا اتصال مع حدود کا اتصال
 ہے اور یہ اس لئے کہ چمبیز کے جڑ سے اتصال
 چیز سے اتصال ہے لیکن میں تسلیم نہیں کہ ایک
 جڑ سے اتصال اس کی دوسری جڑ سے اتصال ہے
 آپ دیکھ رہے ہیں کہ حمار کا اتصال سر سے ہونے
 کی وجہ سے زید کے پاؤں سے اتصال نہیں اور
 زید کے پاؤں کو اس کے جڑ سے اتصال ہے
 اس کے سر سے اتصال نہیں ہے ، تو واضح ہو گیا کہ
 عیون المسائل والی روایت مشکل ہے اور حاصل
 یہ کہ جب کل مع ہو تو اس کی کسی جڑ کا اتصال شفیع
 کے لئے کافی ہے اور جب کوئی معین جڑ مع ہو تو

لم یکف الاتصال بحرہ الاخر، فان الاتصال
بالحرۃ اتصال بالکل مجبلا ، لا یکل جسزہ
مہ فردا فردا فافترقا۔
اس میں بیع کی دوسری جزر کا اتصال کافی نہیں کیونکہ جزر
کے اتصال سے کل کا اتصال مجمل ہوتا ہے نہ کہ ہر
جزر سے فردا فردا ہوتا ہے ، تو یوں دونوں صورتیں
مختلف ہیں۔ (ت)

شریک فی حق المبیع کے لئے بیع سے اتصال ضرور نہیں ، صرف شرکت حق مثل طریق خاص وغیرہ کافی
ہے۔ درمختار میں ہے :

فی شرح المجموع وقد البحر المقابل فی السکة
الغیر ان حدیثا شفعة۔
روالمختار میں ہے :
شرح مجمع میں ہے یونہی بندگی کا سامنے والا پڑوسی
بھی شفوع کا مقدار ہے۔ (ت)

وحدہ ابو السعود بان استحقاقها فیہ
للشركة فی حق المبیع فلا تعتبر لملاصقة۔
اس کی وجہ ابو سعود سند یہ بیان کی کہ بندگی کا
استحقاق شفوع بیع کے حقوق میں شرکت پر مبنی ہے
اس میں اتصال کا اعتبار نہیں ہے۔ (ت)

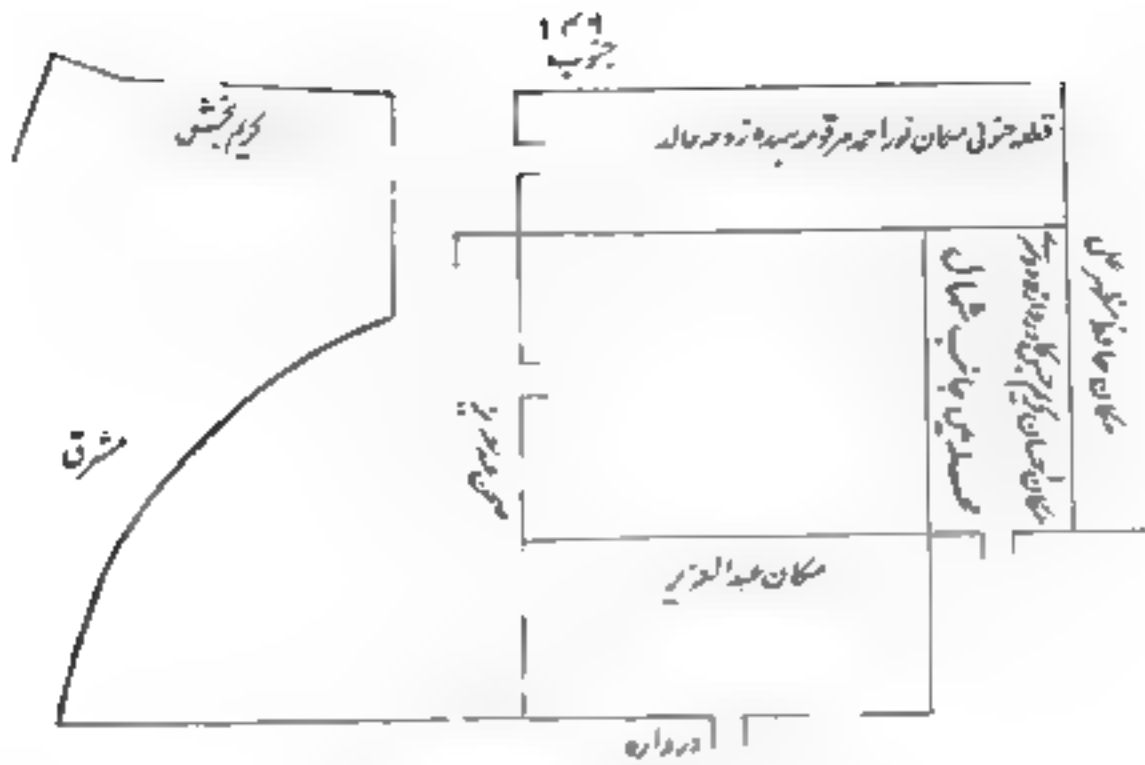
اور چند شرکاء حق میں اگر ایک بار مدتی بھی ہے باقی
سب یکساں ہیں ، عالمگیر یہ میں نتائج سے ہے :

الشفعة لا ھذا السکة کلہم یستوی فیہا
الملاصق و غیر الملاصق لا ھم کلہم خطاء
فی طریق یتہ
بندگی والوں کو شفوع کا حق مساوی ہے خواہ تصا
والے ہوں یا نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گلی کے راستہ
میں شریک ہیں۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں حالہ ، بحر ، حیحی ، یوسف ، یعقوب اور سامیہ کو چاروں مکان اور
کوٹھی والے سب اس جزر بیع کے یکساں شفیع ہیں ، ان کے ہوتے غم و اور اس کے برابر کے چپاروں
محلہ دار جن کے دروازے دوسرے کوچہ میں ہیں شفیع ہیں ہو سکتے جبکہ اور کوئی استحقاق نہ رکھتے ہوں ،
وانہ تعالیٰ اعلم۔

سہ ہد المختار علی رد مختار

سہ درمختار	کتاب الشفعة	مطبع مجتبیٰ دہلی	۲/۴۱۱
سہ رد المختار	”	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵/۱۳۱
سہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ البائع	”	البابہ ثانی فورانی کتب خانہ پشاور	۵/۱۶۶



الجواب

بیان مکان سے واضح ہوا کہ حریہ سرف گھسٹریج ہوئی تھی اور بیٹا مر دیا گیا عقد بیع تمام نہ ہوا تھا، نور احمد لکھتے ہیں ہے، اُس نے اپنے ایک بھائی کو اس قطعہ کی خریداری کے لئے لکھا، اُس نے دکانہ نور احمد کے لئے اس میں سے مشیدہ و خمیدہ کے حصے خرید لئے، عبد العزیز و نور احمد دونوں غلیط فی حق المبیع ہیں اور احسان کریم محض جار ملاصق کہ اس کا راستہ اس کو پتہ غیر نافذہ میں نہیں، جب عبد العزیز کو معلوم ہوا خود اس کا بیان ہے کہ اس نے مشتری مذکور یعنی وکیل نور احمد سے جا کر کہا میری گھسٹریج سابق سے ہے یہ حصے جتنے کو تم نے حریہ سے ہیں انھیں داموں کو مجھے دے دو ورنہ میں شفیق ہوں شعفہ سے لے لوں گا، اس کہنے سے عبد العزیز کا ان دونوں حضروں میں شعفہ جاتا رہا کہ اس نے طلب شعفہ نہ کی بلکہ ابتداء اُنہیں داموں کو خریدنا چاہا، اور نہ دینے کی حالت میں بدریہ شعفہ لے لیے کی دھمکی دی، یہ امر بطل شعفہ ہے۔ درمختار میں ہے،

یطلبہ ان سادہ معاوا، جارة او طلب مہ
ان یولیہ عقد اشراء لے
اگر شفیق نے مشتری سے بیع یا بارہ یا اس کی
شرار کا ولی (وکیل) بننے کا مطالبہ کرے تو اس
شفقہ کا حق باطل ہو جاتا ہے۔ (ت)

پس نور احمد ان دو حصوں کا مالک مستقل ہو گیا جس سے کوئی نہیں لے سکتا، اگر وہاں اور کوئی شفیعیہ
مثلاً کریم بخش وغیرہ مادائے شرائط طالب شفعہ نہ ہوا ہو۔ ربی احسان کریم کے ہاتھ بیع جس میں کل مکان صرفت
زوجہ و پسر خالد نے اُس کے ہاتھ بیچا اور دختران خالد کو ناکستی قرار دیا۔ شفیعیہ، ذکیہ تو جو بوجہ تصدیق و
واقرار ناکستی ٹھہری، مگر رشیدہ و حمیدہ نے اقرار نہ کیا بلکہ اپنی بیع کی کہ بنام نور احمد کے تکمیل کرادی
تو بعض بیع احسان کریم کے ہاتھ سے نکل گیا، اور بقیہ کی بیع معرض زوال میں آگئی یعنی احسان کریم کو اختیار
ہوگا، چاہے دو حصہ رشیدہ و حمیدہ علاوہ بقیہ مکان بھضہ قیمت لیا قبول کرے، خواہ کل بیع کرے۔ فستوی
عالمگیری میں ہے،

اذا كان المشتري شيئاً واحداً واستحق
بعضه قبل القبض او بعده فله شتره
لخياره في الباقي، ان شاء اخذ ما لم يحضره
واست شاء تركه
اگر خرید شدہ چیز ایک ہو اور اس کے بعض حصہ کا
استحقاق ثابت ہو جائے خواہ قبضہ سے قبل یا
بعد ثابت ہو تو مشتری کو باقی حصہ میں اختیار ہوگا
اگر چاہے تو باقی کو اس کی قیمت کے حصہ پر لے یا
چاہے تو چھوڑ دے۔ (ت)

پس اگر احسان کریم سے بیع رد ردی ہو کر سے سے جہاں سے بیع تھی جانا رہے گا، ورنہ
بقیہ قطع ایسا ہو جائے گا گویا سکا ہی نہیں، کسی کو اس میں حق شفعہ نہ ہوگا، اور اگر بقیہ بھضہ قیمت لینا قبول کیا
اور نور احمد شرائط شفعہ نکال دیا، تو اب وہی عبد العزیز وغیرہ سب پر مرج رہے گا کہ اب بوجہ حسرتی ردی
حصہ رشیدہ و حمیدہ نور احمد خلیطی نفس المبیع ہو چکا ہے، اور عبد العزیز صرف خلیطی حق المبیع ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رید و عمر و ایک مکان اور دوکان کے مالک تھے رید
عمر و کی ملکیت کا شیع تھا، عمرو نے اپنا حصہ دوکان و مکان نہ تو رکاب کر کے ہاتھ فروخت کیا، تو رید بغور سُنتے،
اس خبر کے مع چید آدمیوں کے جو کہ گواہ طلب شفیعیہ کے ہیں، اور جن کے سامنے کہ رید سے شرائط شفیعیہ بغور
سُنتے ہر بیع کے ادا کی ہیں، جن میں سے کہ ایک رید کا قریبی رشتہ دار و نیز عمر و کا بھی رشتہ دار ہے
و دیگر لوگ رید کے ملنے والے دوست ہیں بکر کے پاس بغرض طلب شیع گیا، روپیہ رد مال میں پانچ سو

اپنے ہاتھ میں لے گیا اور بکرتے جا کر اس نے کہا کہ میں اس حصہ دکان و مکان کا شفیع ہوں، تم نے اس حصہ کو
 کیسے خرید کیا میں خریدوں گا، خریدنے زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں روپیہ لایا، قیمت کو اور یہ جائیداد میرے نام کرو،
 بکرتے خرید کا گفتگو کے جواب میں جائیداد کو روکنے سے انکار کر دیا، خرید کے اس امر کے اظہار نہ کرنے سے کہ میں
 روپیہ لایا ہوں قیمت کو اور یہ جائیداد میرے نام کرو دیا حالانکہ روپیہ اسی قیمت سے خرید لیا گیا تھا اور وہ اس کے ہاتھ
 میں موجود تھا، صرف زبان سے اس کا ذکر نہیں کیا، تو ایسی حالت میں مراتب شفیع کو جب شرع شریف پر سے طر
 سے ادا ہوئے یا نہیں، بقیہ تو جسدوا۔

الجواب

نہ روپیہ لے جانا ضرور نہ مشتری سے روپیہ لانے کا ذکر ضرور، یہ سب بیکار و مہمل باتیں ہیں، مگر طلب
 ثابت ایسے لفظ سے جس سے فی الحال طلب ثابت ہو، ضرور ہے۔ سائل نے بعد دریافت بیان کیا کہ میں نے
 خبر سچ سنی ہے یہ لفظ کہے تھے کہ میں اس کا شفیع ہوں، یا عرض الدین نے کیسی خریدی میں خریدوں گا، اس سے
 طلب فی الحال ثابت نہیں ہوتی۔ خریدوں گا سے اگر مراد ہے کہ مشتری سے خریدوں گا، جب تو ظاہر ہے
 کہ مشتری سے خریدی کا ذکر شفعہ کو باطل کر دیتا ہے، درمختار میں ہے،

یطلب شراء الشفيع من المشتري وكذا — شفیع یا مستتر سے خریدنا اور یونہی بیع یا احبارہ کا
 ساومها سباعا واجازة او طلب منه ان يولييه سرور کرنا یا عقد شفعہ کا اولیٰ بننے کا مطالبہ کرنا
 عقد الشراء به (مختصا) اس کے حق شفعہ کو باطل کر دیتا ہے (مختصا)۔
 اور اگر مراد ہو کہ بائع سے خریدوں گا تو یہ بھی طلب شفعہ نہیں، خریداری تملک بالرضا ہے اور شفعہ تملک بالجبر
 درمختار میں ہے۔

تليق الشفعة حذرا على المشتري ما قام شفعہ کسی قرار زمین کا مشتری سے اس پر لازم قیمت کے ساتھ
 عليه جبراً مانگ بنے کا نام ہے (ت)

اور اگر مجازاً یہی معنی مراد لے جائیں کہ بذریعہ شفعہ لے لوں گا، تو یہ بھی وہ وہ و انداز ہے، طلب
 فی الحال نہیں، عالمگیری میں ہے،

لو قال الشفعة لب اطلبها بطلت اگر کہا میرا شفعہ ہے میں اس کی طلب کروں گا، تو

نہیں کہ مدعا علیہا دار مشفوع بہا میں ملک مدعیان کی منکر ہے، اور یہ اس طریقہ پر جو شرعاً اور کار ہے یعنی ملک مقدم علی البیع و مستقرالی اذن پر اقامت مینہ نہ کر سکے۔ تویر الابصار و درمختار و رد مختار میں ہے،

اذ طلب الشفیع سأل الله صلی الحصم عن مالکین الشفیع لما یشفع به فان اقرهما او نکل عن العطف علی العله، او برهنت الشفیع انها ملکه (ہاں یقولوا انہا ملکہ ہذا شفیع قبل ان یشترک ہذا المشتري هذا العقار، وهو له الى ساعة ولم نعلم بها خرجت عن ملکہ، فلو قالا انہا لہما، لہما لا یکون کما فی المحيط) سأل من الشراء، هذا شریک امر ۱۰۰۰

بیب شفیع نے طلب کی تو قاضی شفیع کی اس ملکیت کے متعلق سوال کرے جس کی وجہ سے وہ شفعہ کر رہا ہے، تو اگر مخالف حرقی اس کی اس ملکیت کا اقرار کرے یا اپنے علم پر قسم دینے سے انکار کرے یا شفیع اپنی اس ملکیت پر گواہی پیش کرے کہ وہ اس کی ملکیت سے یوں کہ دونوں گواہ کہ دیں کہ مشتري کی خریداری سے قبل یہ زمین اس کی ملک ملک ہے اور اس کی ملکیت سے مارتی ہو چکا کہ ہیں علم نہیں ہے، اور اگر گواہ یہ کہیں کہ وہ اس

پڑوسی کی ہے تو کافی نہ ہو گا جیسا کہ غیب میں ہے۔ قاضی مشتری سے سوال کرے کہ کیا تو نے سے حرم ہے یا نہیں (ت)

جبکہ شہادت گواہان اس طریقت مطلوبہ شرع پر نہ تھی، حاکم پر لازم تھا کہ فقط اسی مقدم پر مقدم ختم کر دیتا اور دعویٰ خارج کرتا، مقدمہ کا آگے بڑھنا بعض تطویل ہوتی۔

ثانیاً گواہان مدعا علیہا جنہوں نے دوبارہ تسلیم مدعیان شہادت دی ہے کہ روز بیع بعد بیع متعین الہیں حال نے مدعیوں کو اطلاع بیع اراضی مشفوعہ دی اور ان سے کہا اگر تمہیں ایسا منظور ہوئے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو ضرورت نہیں بحیثیت ادا نہایت کافی و دافی شہادت ہے اس کے الفاظ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں بے مسمی ہیں، اس میں فقط اتنا دیکھنا چاہیے کہ گواہوں کی حالت کیسی ہے، اگر ان میں دو گواہ بھی قابل قبول شرع ہوں تو فیصلہ کتہ مدعا علیہا لازم ہے، ملاحظہ تحریر سے ظاہر ہوگا کہ حاکم مجوز نے گواہان مشتری پر اعتماد کیا اور ان کے بیان پر فیصلہ دیا، اور جانب مدعیان سے ان پر کوئی جرح قابل لحاظ شرع نہ کی گئی، تو اس صورت واقعہ میں حکم یہی ہونا چاہیے کہ دعویٰ شفعہ ساقط اور مشتری مطالبہ سے بری ہے،

شعبۃ ، و دو خان مشتری انا شعبۃ واحد
 البدار صحت بالشعبة بطلت
 ۱۴۹ اس کا شفعہ باطل ہوگا ، اور اگر مشتری کو کہا میں
 تیرا شفعہ ہوں اور شفعہ کی بنا پر تجھ سے دار
 ہوں جو تو شفعہ باطل ہو گیا۔ (نتیجہ)

لہذا صورت مسترد میں زید کا شفعہ باطل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۲۸ از ریاست رامپور کٹرہ جلال الدین خاں مرحوم مرسلہ پرزادہ غلام محی الدین صاحب
 پنجم صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعویٰ کیا کہ مسماۃ فلاں نے اراضی فلاں اتنی قیمت
 کو فلاں شخص سے میری غیبت میں خریدی ، اور میں خلیطی انصافی ہوں ، مشتریہ جارطامق ہے ، میرا حق
 مقدم ہے اور میں شہداء شفعہ بھی ادا کر چکا ہوں ، مسماۃ عجیب ہوں کہ زید نے ہرگز شرائط شفعہ ادا نہ کئے ،
 نہ مکان مشفوع بہا زید کا ملک ہے ، اور دعویٰ پر تمادی ہے ، بلکہ زید تسلیم الشفعہ کر چکا ہے ، زید اور
 مسماۃ سے ثبوت طلب ہوا ، زید نے جو شہادت پیش کی حوالہ عدالت نا کافی قرار دے کر نامقبول فرمائی گئی ،
 ایک وجہ عدالت نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ شہادت مدعی کو نقص سے مبرا مان لیا جائے تب بھی شہادت جو
 مدعی علیہا کی جانب سے گزری ، اس سے تسلیم شفعہ بعد از بیع ثابت ہے ، لہذا دعویٰ خارج اور بجانب
 مدعی کئی استغناء پیش ہوئے ہیں اس بار میں زید نے طریقہ واسطی پر مقدم ہے ، کیا یہ استغناء مفید
 ہو سکتے ہیں ، مدعی نے تمادی سے بچنے کی غرض سے دو گواہوں سے یہ ثابت کرایا ہے کہ میں وقت بیع مقام
 رچھائی میں موجود تھا یعنی رامپور میں نہ تھا ، مدعی علیہا کی جانب سے جو شہادت تسلیم شفعہ کی پیش ہوئی ہیں اس سے
 کما حقہ ثابت ہے کہ بعد تصدیق میں اسی روز مدعی کو علم بیع ہوا اور مدعی نے تسلیم شفعہ کیا ، تو کیا شہادت
 مذکور منجانب مدعی واسطی ثبوت کے کافی ہے ، اور تمادی مرتفع ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ یتو توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں زوائد سے قطع نظر کے صرف دو باتوں پر نظر کافی ہے ،
 اولاً گواہان مدعیان کا اُن کی ملک دار مشفوع بہا میں ہونے کی نسبت صرف اتنا بیان کہ وہ مکان
 مدعیوں کی ملک یا اُن کا موروثی ہے ، اظہار ثبوت شہود مدعیان دیکھے جائیں ، اگر اُن کے بیان میں صرف اُسی قدر
 ہو اور یہ ظاہر نہ کیا ہو کہ خرائے مشتریہ سے پہلے یہ مکان یا حور مکان ملک مدعیان تھا اور اب ملک ہے ،
 ہمارے علم میں ملک مدعیان سے خارج نہ ہوا ، تو ایسی شہادت ثبوت دعویٰ شفعہ کے لئے ہرگز بکار آمد

گواہ نے مدعی کو اشارہ سے بتایا، نہ اس پر لیا فاکلی حاجت کہ سعید الدین جان دوسرے مقدمہ کا گواہ ہے جس کا مدعی شخصی آخر ہے، گو مدعا علیہ وہی ہے، اس کا بیان اس مقدمہ کا شاہد بنا کر کہاں تک قابل استناد ہے، یہ سب امور زوائد ہیں، دعویٰ شفعہ میں لازم ہے کہ یا تو مدعا علیہ مقرر ہو کہ دار مشغوع بہ شفعہ کی ملک ہے، یا شفعہ اسے بیٹہ سے ثابت کرے، اور یہ بھی نہ ہو تو شفعہ مدعا علیہ کا حکمت چاہے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے، بے ان صورتوں کے دعویٰ شفعہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا، زبانی میں ہے،

شفيع نے قاضی کے ہاں آگے بڑھ کر حنہ یاری کا دعویٰ کیا اور شفعہ طلب کیا اور دعویٰ کی سبب ان میں کوتاہی نہ ہو، پھر قاضی مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اس وار کے متعلق سوال کرے گا جس کی بنا پر شفعہ شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ شفعہ کی ملکیت ہے یا نہیں اگرچہ وہ دار شفعہ کے قبضہ میں ہو قبضہ کے باوجود سوال حال حالانکہ قبضہ ملکیت پر ظاہر دلائل کر سہیہ اس سے نہ ظاہر چیز استحقاق ثابت نہیں کرتی تو اس کی ملکیت کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے لہذا قاضی مدعا علیہ سے مدعی کی ملکیت کا سوال کرے گا، اگر مدعی علیہ اس کی ملکیت کا انکار کرے تو قاضی مدعی کو کہے گا کہ اپنی ملکیت پر گواہ پیش کر، تو اگر وہ گواہ لانے سے عاجز ہے اور مدعی علیہ سے اس پر قسم لینے کا مطالبہ کرے تو قاضی مدعی علیہ سے یوں قسم لے کہ مدعی حسن نادر پر شفعہ کر رہا ہے تو اس ذکر کردہ پر اس کی ملکیت کو جاتا ہے، تو مدعی علیہ اگر قسم سے انکار کرے یا شفعہ کے گواہ شہادت دے دیں یا خود مشتری اس کی ملکیت کا اقرار کر دے تو جس در کی بنا پر شفعہ طلب کرتا ہے اس کی ملکیت شفعہ کے لئے ثابت

اذا تقدم للشفيع ، و ادعى الشراء و طلب
الشفعة عند القاضى ، و لم يخل
يشئ من شروطه ، اقبل عليه
المدعى عليه فساله عن الدار التي
يشتم بها هل هي ملك الشفيع ام لا ، و
ان كانت هي فيد الشفيع و هي تبدل
على الملك ظاهرا ، لان الظاهر لا يصلح
للاستحقاق فلا بد من ثبوت ملك بحجة
فيسال عنه فام انكر ان يكون
ملكه يقول للمدعى اقم البيئته
انها ملكك ، فام انكار عن
البيئته و طلب يمينه استعمل
المشترى بالله ما يعسر
انه مالك للمدعى ذكره
ما يشتم به ، فام
كل او قامت للشفيع بيمينه ،
او اقر المشتري بذلك ثبت
ملك الشفيع في الدار التي
يشتم بها و ثبت السبب
و بعد ذلك يسأل القاضى

لمدعی علیہ هل اشتريت
مر لا الم مخصا
ہو جائیگی یوں شفعہ کا سبب ثابت ہو جائیگا، اس کے
بعد قاضی مدعی علیہ (مشتری) سے سوال کرے کیا تو نے
یہ وار خرید ہے یا نہیں انظر مخصا دت

اس مقدمہ میں ظاہر ہے کہ مدعا علیہا ملک شفیع کی منکر ہے، نہ شفیع نے حلف چاہا نہ اس نے حلف
سے انکار کیا، تو صرف صورت شہادت رہی، اور وہ محض ناکافی گوری، یہاں شہادت اس مضمون کی درکار
ہے کہ دار مشغوع ہوا شفیع کی ملک تھی، اور اب ملک اس کی ملک ہے جائے
علم میں جب سے اب تک اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی۔ عیاد و ہندیہ میں ہے،

ن یقر المدعی علیہ بشراء المدعی وینکر
کون المدعی شفیع بالدار التي حدها
ویسکر کوست الدار التي حدها ملک المدعی
احد المدعی الشهود و شهود کل صہم
(مخصا)
مدعی علیہ وار کی خریدی گئی اقرار کرے اور شفیع جس
مکان کی بنا پر مدعی ہے اس کے شفیع ہونے کا
انکار کرے اور مدعی کے بیان کردہ وار پر مدعی کی
حکیت کا انکار کرے تو مدعی گواہ پیش کرے اور ہر گواہ
شہادت دے (مخصا)۔ (د ت)

میں کراہی، یہاں کہ جو مکان حلال موضع میں ہے
اس کی حدود یوں یوں ہیں وہ اس مدعی کی
حکیت میں مدعی علیہ کے اس خاص مکان کو خریدے
سے قبل تھی اور آج یہ مکان اس مدعی کا
ہے۔ (د ت)

اور یہ اس لئے کہ اگر وقت بیع دار مشغوع ہوا ملک شفیع میں رہتا، تو اس کے سبب سے اس میں
استحقاق شفیع نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد بیع یہ دار مشغوع ہوا وراثت یا بیع یا ہب یا وصیت وغیرہ سے
ملک مدعی میں آجائے۔ عالمگیریہ میں ہے،

الشفعة شرطها ملك الشفيع وقت
الشراء فـ الدار التي ياخذها
شفعة کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ جس وار کی
بنا پر شفعہ کا دعویٰ ہے اس پر مشتری کی خریداری

تک شفیع کی ملکیت قائم ہو۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

رجل اوصله بدار، ولم يعلم حتى بيعت دار بعضها، ثم قبل الوصية فلا شفحة
 ایک شخص نے اس کے لئے ایک مکان کی وصیت کی حالانکہ اس کو ابھی تک وصیت کا علم نہ ہوا حتی کہ اس مکان کے پڑوس میں کوئی مکان فروخت کیا اس کے بعد اس کو علم ہوا تو وصیت قبول کی، تو اب شفحہ نہ ہو گا۔ (ت)

اور اگر شفیع بعد بیع و طلب شفحہ قبل قصائے قاضی دار مشفوع بہا کو بیع کر دے، تو شفحہ باطل ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے ۱

بطلها بيع ما يشفع به قبل انقصاء المشفحة مطلقاً
 جس کے سبب شفحہ کا حق ہو اس کو قاضی کے فیصلہ سے قبل فروخت کر دینا شفحہ کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے (ت)

تو لازم ہے کہ قبل بیع دار مشفوعہ سے اس وقت تک مشفوع بہا میں شفیع کی ملک ستم پر شہود شہادت دیں، اس کی طرف کچھ میلان اس مقدمہ میں خاصہ صاف دیا گیا ہے۔ یہاں سے یہاں تک کہ اس مکان مشفوعہ کے پورب کی جانب مکان اصغر علی خاں موروثی واقع ہے، اور پور قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک وہ اس پر مالک و قابض ہیں، اور حقیقتہً دیکھئے تراصفا سے بھی اس مطلوب سے مس نہیں، مکان مشفوعہ سے پورب کی جانب ہزاروں میل تک ہے، یہیں معلوم ہو گا کہ جس مکان کو اصغر علی خاں کا موروثی و مملوک بملک ستم بنا رہا ہے، کس محلہ بلکہ کس شہر میں واقع ہے، جبکہ دار مشفوع بہا کی طرف نہ اشارہ نہ اس کے حدود کا بیان تو صرف اتنی تقریب کہ وہاں پورب کو سب کیا کام دے سکتی ہے، باقی آٹھ گواہوں سے چار نے تو ملک شفیع کا اصرار ذکر ہی نہ کیا، صفہ رعلی خاں ولد شاعر علی خاں نے اتنا کہا کہ یہ بات کہہ کر اصغر علی خاں اپنے مکان موروثی میں گئے، اصغر علی خاں کو پور غیر نافذہ میں اپنے مکان موروثی کے دروازہ پر بیٹھے تھے، میں نے آٹھ روز سے نماز نہیں پڑھی، وارثی منظر کی جبرابر ہے اس کا بھی وہی حال ہے، اس سے یہ بھی

۱۶۱/۵	فرانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	کتاب الشفحة	نہ ناولی ہندیہ
۱۶۲/۵	"	"	"	"
۲۰۵/۶	مطبع مجتہائی دہلی	باب مایطہا	"	درمختار

تہ کھلا کہ اصغر علی خاں کا مکان موروثی دار مشغوعہ کے محلہ میں واقع ہے یا شہر کے دوسرے کنارے پر، تو مشغوعہ بہا کی ملک سے اس میں بھی اصلاً بحث نہیں۔ علی بہادر خاں نے کہا "سیّد تصور شاہ کے مکان سے پورب کو مکان موروثی مدعی کا ملا ہوا ہے" معلوم نہیں تصور شاہ کے کس مکان سے، ہاں دو گواہیاں ملک مشغوعہ بہا کا پتا دے رہی ہیں۔ صفدر علی خاں و عباس خاں نے کہا "مکان موروثی مدعی سے کچھ میل مکان متنازعہ کے دکن کو دیوار درمیان میں ہے" اس سے جادہ مخلص ہونا معلوم ہوا، اگرچہ مدعی خلیفہ فی المبیع جوئے کا مدعی ہے، بشیر الدین صاحب نے کہا "جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے اس مکان سے پورب کی جانب کو مکان اصغر علی خاں کا ہے، اور وہ مکان اصغر علی خاں کا موروثی ہے ان دونوں مکانوں کا در ستر بھی ایک ہی کوچہ میں ہے" اور یہی گواہ بھندہ سید محمد شاہ بنام شمشاد ہی گیم مذکورہ بیان کر چکا ہے کہ اسس کی ڈرامی چٹکی میں آجاتی ہے۔ دلی ڈرامی کتروانا تھا اب تو یہ کرنی اب ہمیں منڈا سنے گا، ان سب گواہیوں میں یہی گواہی چست ہے کہ اسس نے ان معطلوں سے کہ جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے، اپنے تنگ خیال کے مطابق نصیب مکان بھی کی اور دونوں کا راستہ ایک ہی کوچہ میں جوئے سے خلیفہ فی المبیع بھی بنایا، مگر تم نقائص سے قطع نظر کر کے ان میں سے کسی نے نورت کا منہ نہ دیا، اسس کی تاریخ موت بتانا تو بڑی بات ہے۔ تو بڑی موروثی ہوئے سے کیا لھلا کہ یہ مکان کب سے اصغر علی خاں کی ملک ہے، لیکن کہ وہ مورث جس کے ترکہ سے یہ مکان مدعی کو وراثتہ بعد بیع دار مشغوعہ مراد ہو، تو اس مکان کے ذریعہ سے مدعی کو کیا استحقاق شفعہ ہو سکتا ہے، شہادت اس لئے ہوتی ہے کہ حق حاکم پر ظاہر ہو، ان شہادتوں کا اجمال و ابہال یہ ہے کہ مجوز نے فیصلہ میں کہا کہ گواہان مدعی نے یہ نہ بیان کیا کہ مدعی مورث کا بیٹا ہے یا بجائی ہے یا کون ہے، جب خاصی کو مورث کا ہی پتا نہ چلا تو تاریخ موت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے جس سے جہاں ملے کہ دار مشغوعہ بہا عدہ المبیع ملک شفیق تھی یا نہیں، و جرم شہادتیں محض محمل ہیں اور دعویٰ اصلاً پایہ ثبوت کو نہ پہنچا۔ رد المحتار میں ہے،

لَوْ قَالَ لَا أَنَا لَهَذَا الْجَارُ لَا يَكُنْ كَمَا خُبِرَ
المحيط۔

اگر دونوں گواہ یہ کہیں کہ مکان اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہیں، جیسا کہ قیط میں ہے۔ ۱۰۱

لہذا واجب تھا کہ دعویٰ خارج ہو، جیسا کہ مفتی ریاست نے کیا، اور لازم ہے کہ اپیل نامعلوم ہو۔ وائے
تعالیٰ اعلم۔

(۲) حکام شریعت علامت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ سید محمد شاہ مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشرعیہ و قسطنطنیہ
 بائع مدعا علیہا نمبری ۲۵ دعویٰ شفیعہ براہی و واقعہ کثرہ جلال الدین خاں، فیصلہ مفتی ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر
 ۱۹۰۷ء کی نقول، شاہد حاضر کے معروض کہ شرع شریعت کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ بحق مدعا علیہا ہو گا
 صحیح ہے یا کیا؟ میتوا تو حسروا۔

الجواب

اس مقدمہ کے متعلق عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ از جانب شہنشاہی بیگم، و رد جواب از جانب مدعی و انصار
 عثمان خاں و عبد الرزاق خاں و سیدہ دلاور علی و شہو خاں و بشیر الدین خاں و عبد الغفار خاں گواہان مدعی و
 میاں حسین خاں و عزیز محمد خاں و امین الدین خاں و سعید الدین خاں گواہان مدعا علیہا و روکار مفتی صاحب حاکم
 مجور کے نقول با ضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اس دعویٰ کی حالت دعویٰ اصغر علی خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم
 مذکورہ سے بھی بدتر ہے شہود مدعی میں صرف تین گواہوں نے مکان مدعی ملک مدعی ہونے کی طرف توجہ کی، زیر
 جملہ عبد الغفار خاں کا بیان ہے کہ مکان جانب مشرق ملک بائع کا ہے اور جانب عرب شفیع کا ہے، پکا دوازل
 مکان کا مشترک ہے یہ گواہ ایک ایسے دو مکانوں کا قسطنطنیہ کہتا ہے جس کا پکا مشترک اور ان میں ایک
 ملک بائع، دوسرا شفیع کا ہے، مگر اس ل شہادت کچھ پناہیں دینی کہ وہ مکان بس شہر یا شہر کے کس گوشہ میں
 واقع ہیں، شہادت میں نہ مکانوں کی تقسیم، نہ ان کی طرف اشارہ، یہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ مقدمہ اصغر علی
 خاں بنام شہنشاہی بیگم میں شہادت علی بہادر خاں تھی، شہو خاں نے کہا یہ مکان سید محمد شاہ کا جس کی وجہ سے
 دعویٰ شفیع کیا ہے موروٹی ہے، سید دلاور علی نے کہا مکان شفیع کا ملک موروٹی ہے، لفظ اگر حسب مطلق
 تھا مگر انہار میں لکھا ہے کہ نشان دہی کر دی، تو انہیں دو گواہوں سے ملک مشغوع بہا کا پتا چلا، شہنشاہی بیگم
 یہاں بھی مشغوع بہا میں ملک مدعی سے منکر ہے، اور مدعی نے نہ اس سے حلف لیا نہ اس نے حلف سے انکار
 کیا، بلکہ مدعی نے شہادت پر اپنے کام کا مدار رکھا، اور وہ حسب قاعدہ شرع ادا نہ ہوئی کسی شہادت میں یہ
 مشغوع سے پہلے مشغوع بہا کا ملک مدعی ہوتا اور اب تک بالاستمرار اس کی ملک میں رہنا اصلاً مذکور نہیں،
 مقدمہ اصغر علی خاں میں اگرچہ عرضی دعویٰ جس محل تھا، بحواب استفسار حاکم اور تفصیل رک رکھا، تو نام مرث
 تو سادیا، یہاں اس قدر بھی نہیں، بیان مدعی یا بیان شہد ان کسی سے پتا نہیں چلتا کہ یہ مکان محمد شاہ کو
 بیع مشغوعہ کے کتنے عرصے بعد میراث میں ملا، بیع مشغوعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ہوئی، اور شہادتیں ۱۳۹۹ جو
 ۱۹۰۷ء کی ہیں کیا اگرچہ جون ۱۹۰۷ء تک سید محمد شاہ کا کوئی مرث باپ یا بھائی یا چچ وغیرہ اس مکان
 مشغوع بہا کا مالک رہا، اور اس تاریخ اس کی وفات ہوئی، اور مکان ملک سید محمد شاہ میں آیا تو ۹ جون

کو گواہوں کا کہنا کہ یہ مکان شفیع کا مرووثی ہے، غلط ہو گا، ہرگز نہیں، فردر صحیح و حق ہو گا، مگر مدعی کے کسی مصحف کا نہیں، اُس کی ملک تو وقت بیع مشغوعہ سے پہلے ہو اور اب تک ستم رہے، اس کا ثبوت درکار تھا، جس کا نام تک کسی شاہد نے نہ لیا، تو ایسی شہادتیں محض ناکافی و بے معنی ہیں، اور دعویٰ اصلاً پایہ ثبوت کو نہ پہنچا اجناس و وغیرہ و محیطہ وغیرہ میں ہے۔

یفخی ن یشہد وان ہذا الدار التی بجوار
الدار المبیعة ملک ہذا الشفیع قبل ان
یشتری ہذا المشتري ہذا الدار وہی لہ الی
ہذا الساعة لاعلمہا خرجت عن ملکہ
فلو قال اب ہذا الدار لہذا الخباس
لا ینکفی بہ

گواہوں شہادت دیں کہ بیع مکان کے پڑوس
میں یہ مکان اس مشتری کے اس مکان کو خریدنے
سے قبل شفیع کی ملکیت میں اس وقت تک ہے
اور اس کی ملکیت سے خارج ہونا ہمیں معلوم
نہیں۔ تو اگر صرف یہ کہیں کہ یہ مکان اس پڑوسی کا
ہے تو اتنا کافی نہیں ہے۔ (ت)

معہذا شہنشاہی بیگم کی طرف سے جو شہادتیں نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں و سید الدین خاں نے
دیں، وہ اُس بیان پر جو آج کل تمام ہمسد میں رائج اور جملہ مقدمات اور خود اس مقدمہ میں مدعی مدعیہ
سب کے شہود اسی رنگ پر پے اور پتے میں اس مرکز ثبوت سے رہے ہیں کہ سید محمد شاہ نے
بعد بیع خیر بیع سن کو تسلیم شفعہ کر دی، اور طلب سے انکار کیا، اگر یہ بیان مقبول نہیں تو خود شہادت شہود مدعی
ایک اور وجہ سے مردود ہوئی، اور مقبول ہو تو بطلان شفعہ ثابت ہو گیا، جیسا کہ فیصلہ میں مذکور ہے۔ بحال
دعویٰ شفعہ محض ثابت ہے، اور اپیل اصلاً قابل منظوری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ مکان کا قبل نکاح بنام زبیدہ
جس کا نکاح اس کے پسر کے ساتھ ہونے والا ہے، بدین مصوص لکھ کر زین کی وصولیابی کا اقرار لکھ کر
معاف کر دیا، اس قسم کا بیعنامہ معافی کا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اگر بعد نکاح زید یا اس کے ورثہ
انکار وصولیابی زین کا کر کے کہیں کہ بیعنامہ بطور قرض لکھا گیا تھا، شرعاً قرض قرار پائے گا یا نہیں؟ اور
کبھی شفیع کی شفعہ اس قسم کے بیعنامہ میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟ حینا تو جروا۔

میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن رامپور جو کہ ایک منزلی مکان چنیں و چناں واقع رامپور محدودہ ذیل

ملوک و مقبوضہ میرا ہے، وہ اب میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل بکراہ و اجبار و رغبت اپنے مع جميع حقوق و مرافقہ بوجہ صلح پانچ سو روپیہ چہرہ دار بھرت مستحقہ زبیدہ، جس کا صلاح حسب خواہش میری بکری پر نطے میرے سے بتاریخ امروز ہوگا، بیچا اور بیع کیا میں نے اور مکان بطریقہ مشترکہ مذکورہ کو مکمل ذات اپنی کے مالک و قائل کر دیا، میں نے در ثمن تمام وکیل مشترکہ سے وصول پایا، میں نے یعنی در ثمن اس کے بوجہ حجت خطی بکری پر مذکور کے زبیدہ مشترکہ کو معاف کیا میں نے، پس بخشش و معافی مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعویٰ در ثمن کا نہیں ہے اور نہ ہوگا تعاقب بعض البیہین واقع ہوا، اب مجھ مانع کو مکان عید سے کچھ سروکار نہ رہا، اگر کوئی سہیم یا شریک پیدا ہو تو جواب دہ میں بائع ہوں۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع مطلقاً صحیح ہے، اور اگر ایجاب و قبول بیع قبل معافی ثمن واقع ہوئے تھے تو معافی ثمن بھی صحیح ہے، اب زبیدہ یا وارثان زبیدہ کو اس جائیداد خواہ اس کے در ثمن میں اصلاً دعویٰ نہیں پہنچتی۔ ہاں اگر قبل قبول مشترکہ یا وکیل مشترکہ معافی ثمن بائع نے مکمل اور اس کے بعد مشترکہ کی طرف سے قبول واقع ہوا تو معافی صحیح نہ ہوگی، بیع صحیح ہوگی، اور ثمن دینا آئے گا حسب تکالیف و قدر، ان مشترکہ ثمن معاف نہ کرے اور ہا شفعہ وہ ہر حال میں ثابت ہے، اگرچہ ثمن معاف ہو جائے، کل ثمن سے جو بیع گڑھا بجا لائے گئے اسکے گائے کہ ثمن کی معافی سے شفعہ کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ عالمگیری میں ہے،

ادخل کل الثمن او ذهبه او امرأه عنه فان كان ذلك قبل قبض الثمن صحیح
بطل الخیر
جب مشتری کو بائع تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا ثمن سے اس کو بری کر دے تو اگر ثمن پر بائع کے قبضہ سے قبل ہو تو یہ سب جائز ہے الخیر

رد المحتار میں ہے،

قال في الدخيرة اذا دخل كل الثمن او ذهب او امراه عنه فان كانت قبل قبضه صحیح البطل ولا يلتحق باصل العقد، في ابدان من الشفعة ولو دخل جميع الثمن ولا يسقط عنه شيء لان
ذخیرہ میں فرمایا، اگر تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ کر دے یا اس کو بری کر دے اگر ثمن پر اپنے قبضہ سے قبل کرے تو سب صحیح ہے اور یہ ثمن چھوڑنا اصل عقد سے ملحق نہ ہوگا۔ بدائع کے شفعہ میں ہے، اگر بائع نے مشتری سے کل ثمن ساقط کئے تو وہ شفعہ سے

ساقط نہ ہو گئے کیونکہ کل ٹمن کا استقاط اصل عقد سے ملحق نہیں ہوتا کیونکہ اگر اصل بیع سے ملحق ہو تو بیع باطل ہو جائے، اس لئے کہ وہ بیع بلا ٹمن قرار پائے گی تو وہ شیع کے حق میں استقاط نہ ہوگا، مشتری کے حق میں صحیح ہوگا اور مشتری کو ٹمن سے برأت ہوگی (دست)۔

خط کل الثمن لا يلتحق باصل العقد،
لأنه لو اتفق لبطل البیع لانه یكون بیعاً
بلا ثمن فلم یصح العقد فی حق الشفیع و
صح فی حق المشتري، وكان امره له عن الثمن

فتاویٰ قاضی حان میں ہے،

قال بعتك هذا الشيء بعشرة دراهم ووجبت
لك العشرة ثم قبل المشتري البیع حیث
البیع، ولا یبرأ المشتري من الثمن
لا یجب الا بعد قبول البیع، فاذا ابرأ من
الٹمن قبل لقبول كالمثل برأ قبل السبب
فلا یصح أم - والله تعالى اعلم

مائع نے کہا میں نے تجھے چیز دس درہم کے بدلے
فروخت کی اور میں نے تجھے وہ دس درہم کے پھر مشتری
نے بیع قبول کر لی تو بیع صحیح ہو گیا اور مشتری ٹمن سے
بری نہ ہوگا جبکہ ٹمن کا وجوب بیع کو قبول کرنے کے بعد
ہوتا ہے اگر قبول کرنے سے قبل مشتری کو بری کر دے
تو یہ سب سے قبل بری کرنا ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے (دست)
والله تعالى اعلم (دست)

مسئلہ از بہاریں شریف محمد مرشد نواب عبداللہ خان ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ
عنفی المذہب جاد کوہ پانی غیر مقلد برقی شفعہ حاصل ہے یا نہیں، بیو تو بعد از
الجواب

جیشک حاصل ہے، تمام کتب فقہ میں حکم شفعہ عام مطلق ہے، پیر میں ہے،
الشفعة واجبة للعبد فی نفس البیع، ثم
للعبد فی حق من یباع کشرک والطریق، ثم
للجارية
میں بیع میں شریک کو شفعہ کا حق لازم ہے پھر بیع
کے حقوق میں شریک کو جیسے زمین کو سیراب کر پالنے
پانی اور اس کے راستے میں شرکت ہو، اس کے
بعد پڑوسی کو حق ہوگا۔ (دست)

سہ رد المحتار کتاب البیوع فصل فی التعرف فی البیع والٹمن دار الخیار التراث العربی بیروت ۱۶۰/۴
سہ فتاویٰ قاضی حان کتاب البیوع فصل فی احکام البیع العاسد نوکشتورنگہ ۳۴۹/۴
سہ الہدایۃ کتاب الشفعۃ مطبع یوسفی مکنہ ۳۸۴/۴

در مختار میں ہے :

سبھا اتصال ملك الشفيع بالمشتوى بشركة
او جوار له
شفعہ کا سبب خرید کردہ کے ساتھ شفیع کی ملک کا اتصال
بطور شرکت یا بطور پڑوسی ہو۔ (ت)

اسی میں ہے :

الشفعة للحبار الملاصق
عالمگیری میں ہے :

اداملا الحلیط وجعلت للحبار
جب شریک شفعہ چھوڑ دے تو پھر پڑوسی کا حق
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

للجار حق لشفعة اذا كان اى رقة حطب الشفعة
حين سمع، سیم
قاضی خاں میں ہے :

الشفعة حق شرع بطر من كان شفعه
صدا لبعیم
تو شفعہ شریک پڑوسی کی رعایت کے لئے مشروع ہے
بوقت بیع۔ (ت)

اصلہ کہیں یہ قید نہیں کہ مانع یا مشتری کا متقد ہو نا ضرور ہے ورنہ حق شفیع نہ ہو گا جو اس کا ادعا کرے کسی
کتاب معتبر میں دکھائے اور ہرگز نہ دکھائے گا۔ اور جب تمام کتب میں حکم بلا مشہد عام ہے، تو اپنی طرف سے
تخصیص کب قابل سماعت ہے، تا واقعہ جاہل کر یاں دہری شیعہ عارض ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ غیر متقد
شفعہ جار کا قائل ہیں، تو وہ اپنے زعم میں اس مطالبہ سے بری ہے، دوسرے یہ کہ غیر متقد بہت مسائل
اصول دین پر عمل حق کا مخالفت ہے وہ ایک دین ہی بدالغانہ رکھتا ہے، تو ہمارے دین کے احکام اُسے
شامل نہ ہونگے، اور دوسروں شیعہ محض باطل و بے معنی ہیں، کتابوں میں صاف تصریح ہے کہ اگر کھیلے کافر نے

۲۱۰-۱۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشفعة	لے و لے در مختار
۱۶۱/۵	فرانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	لے فتاویٰ ہندیہ
۱۶۵/۵	"	"	لے " " " " " "
۸۶۰/۴	فرکشر لکھنؤ	"	لے فتاویٰ قاضی خاں

دوسرے کے ہاتھ مکان بیچا اور مسلمان اس کا شفیع ہے، مسلمان کو شفعہ ملے گا۔ تو کھیلے کفار جی کے یہاں شفعہ سرے سے کوئی چیز ہی نہیں، اور وہ صراحتہ نفس اسلام سے منکر ہیں، جبکہ اپنے خیال میں عدم شفعہ یا مخالفت دین کے سبب شفعہ سے بری نہ ہوئے، تو غیر مقلد کو اصل شفعہ کا قائل ہے، اگرچہ شفعہ جو ارمی کلام کرے، اور دین اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے اگرچہ اپنے دعوے میں غلط کار ہو، کیونکہ اپنے خیال یا مخالفت مذہب کے باعث شفعہ سے بری ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

لو اشتری دمی من دمی دارا محمد او خنبرو
و شعیبہ دمی و مسلمہ و جب الشفعة عند
اصحابہ
اگر کسی ذمی نے ذمی سے مکان بعوض شراب یا
خنزیر خرید اور اس پر شفعہ کر لیا، ذمی ہو یا مسلمان
ہو اس کو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ کا
حق ہے۔ (د ت)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے،

المسلم والكافر و النکیر و المصفر و الذکر
و الانثی فی الشفعة لهم و علیہم سواء
مسلمان، کافر، بڑا، چھوٹا، مرد اور عورت
شفعہ ان کے حق میں ہو یا خلافت ہو سبب
برابر ہیں، (د ت)

ہدایہ میں ہے،

اذا اشتری ذمی بخمر او خنبر انت کانت
شعیبہ مسلماً اخذ بقيمة الخمر و الخنبر
و بالاسلام یناکد حقہ لان یسطل
مستقطا۔
جب شراب یا خنزیر کے عوض کسی ذمی نے مکان خریدا
اگر مسلمان شفعہ کا حقدار ہو تو شراب اور خنزیر کی
قیمت کے عوض شفعہ حاصل کرے گا، اسلام اس کے
حق کو مضبوط بناتا ہے نہ کہ باطل کرتا ہے اور قطعاً

بالجملہ علیہ اپنے کسی خیال و مذہب کے باعث اس حق کو مدعی کے لئے باطل نہیں کر سکتا، اور
جو اس کی ظاہر ہے کہ شرع مطہر نے حق شفعہ شفیع وقوع ضرر کے لئے مشروع فرمایا ہے، مدعی کہ اپنا ضرر دفع کرنا
چاہتا ہے، مدعا علیہ یہ جواب کیونکر دے سکتا ہے کہ میرے خیال و مذہب میں تو اپنے ضرر کے دفع کا استحقاق نہیں

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الخامس عشر نوافی مکتب خانہ پشاور ۱۳۴/۵
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة مطبع نوکلشور کھنؤ ۸۹۰/۴
۳۔ البدایہ کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع یوسفی نوکلشور کھنؤ ۹۸۰/۴ ۲۹۶

رکتہ، ایسا جو جب کہ قابل انتفاع ہو سکتا ہے۔ پدایہ میں ہے،

لا تضاع علی هذه الصفة اما استصحب حسیا
فیه لدفع ضرر الجواراد هو مادة المصار
عن ما عرفت - والله تعالی اعلم
اس طریقہ کا اتصال پر دوس کے ضمیر کو
دفع کرنے کے لئے سبب ہے کیونکہ پر دوس
محلی ضرر ہے جیسا کہ معروف ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳ مسنونہ محمد حیدر حسن خاں لاہوری ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کا حدود مت ہو، شفیع جو خلیط فی نفس المبیع
ہے اس نے خبر بیع سن کر فوراً طلب مراثیت کی، ادا کے وقت چند اشخاص شفیع کے پاس موجود تھے، اور اس جگہ
سے مکان میں بھی نظر آتا ہے، شفیع طلب مراثیت کر کے خود اشخاص مذکورہ کو ساتھ لے کر مکان میں لے گیا،
آپ، سب آدمی مکان کے دروازے کے پاس کھڑے رہے، شفیع مکان کے اندر چلا گیا اور وہاں پر وہ کرایا اور
پھر باہر آکر سب آدمیوں کو مکان کے اندر لے گیا، تب شفیع نے طلب اشہاد ادا کی، شفیع اگر چاہتا تو جس جگہ
اس نے طلب ادا کی تھی اور وہاں سے مکان میں بھی نظر آتا تھا اس جگہ طلب ثانی بھی ادا کر سکتا تھا،
یہ امر دریافت طلب ہے کہ شفیع نے جو دو تہیریں لے کر سب نہادیں ہیں، یہ دونوں تاخیر یا ن میں سے
کون مفضل شفع ہے یا نہیں؟ یتوا تو اوجہ و

الجواب

صورت مستفروضہ میں نہ شفع باطل ہوا، طلب اشہاد میں تاخیر بُری، نہ یہاں طلب مکرر کی حاجت
تھی، بلکہ وہی طلب مراثیت جو اس نے دارمبیع کے سطر میں کی جہاں وہ مکان کے سامنے، اور حسب بیع ن
زبان سے صرف پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا، وہی وہ فون طلب کا کام دے گئی، اصل یہ ہے کہ یہاں
طلب خصوصت سے پہلے دو طلبیں لازم کی ہیں، ایک بعور علم اگرچہ اس وقت وہاں اور کوئی نہ ہو، دوم
احدا العاقین یا بیع کے سامنے، اور اگر وقت علم اصدا بالائین حاضریا میں پیش نظر ہے، تو یہی طلب اول
دوم دونوں ہو جائیں گی، پھر طلب اشہاد میں حاضرین سے یہ گنا کچھ ضرور ہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ، ملک فی الواقع
دونوں میں سے کسی طلب میں گواہوں کا موجود ہونا ہی شرط نہیں، وہ صرف ثبوت دینے کے لئے درکار ہوتے
میں جبکہ مشتری، انکار کرے تو گواہوں کے سامنے طلب مراثیت منظر مبیع میں کرنا بدرجہ اولیٰ طلب اشہاد

بھی ہے اگرچہ گواہوں سے نہ کہا ہو کہ گواہ رجو، اور یہیں سے ظاہر ہو، کہ اس کے بعد شفیع کا شہود کو دروازہ پر پھر اندر لے جانا اور طلب کرنا سب فضول و زوائد از حاجت تھا۔ جس کی تاخیر بکاہدم سے بھی شفیع کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور محارمیں ہے۔

بواشہد الی طلب المواثیۃ عند احد هؤلاء ای
بائتین و البیہ کفالا و قام مقام
الطلب
اگر شفیع کو طلب پران میں سے کسی کے پاس گواہ بنائے
یعنی خرید و فروخت کرے والدین اور بیٹے کے پاس تو
اس کو کافی ہے اور یہ عمل دوسروں طلب کے قائم مقام
ہوگا۔ (ت)

عالمگیری میں ہے

ما یحتاج الی طلب المواثیۃ ثم الی طلب
الاشہاد بعدہ اذا لم یجدہ، لاشہاد عند
طلب المواثیۃ بان سمع الشراء حال عیسیہ
عن المشتري والبانہ والدار، اما اذا سمع عند
حضرة هؤلاء الثلث (ای احدہم کما
لا یحیی) واشہد علی ذلک فذلک یکنیہ،
ویقوم مقام الطلبین، عند فقر حرات
لمعتین۔
تو فیوں و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے،
انہا سمی الثانی طلب الاشہاد لان الشہادۃ
شرط بل لتکمہ اثبات الطلب عند حضور
محکم۔
نتائج الافکار میں ہر آئے سے ہے،

چنانچہ دوسری طلب کا نام طلب اشہاد اس نے
دکھایا ہے کیونکہ اس میں گواہ بنانا شرط ہے تاکہ
مخالفت مرتبی کے انکار پر ثابت کر سکے (ت)

۲۱۲/۶	مطبع مجتہدی دہلی	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۴۳۵	نورانی کتب خانہ دہلی	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۲۲۱/۶	ولکشر کنٹر	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰

۱۔ لاشہد علی ہذا، الطلب فلیس بشرط و
انما هو لتوثقة علی تقدیر لا سکارکما فی الطلب
الاولیٰ

فتح اللعین میں ہے ۱

الاشہد علی طلب التقریر لیس بشرط
کما فی ابدا الثعلبی

تقدیر میں فیحیط شخصی سے ہے ۱

۱۔ طلب الاشہاد فہو ان یشہد علی طلب
المواثبة حتی یتکد ارجوب بالطلب علی
المور ، ولیس الاشہاد شرط لصحة ، طلب
لکن یتوثق حق الشفعة اذا انکر المشتري طلب
الشفعة ، والله تعالیٰ اعلم

طلب اشہاد یہ ہے کہ طلب مواثبت یعنی پہل طلب
پر گواہ بنائے تاکہ فوری طور پر طلب کا وجوب بختم
ہو جائے جبکہ صحت طلب کے لئے اس وقت گواہ
بنانا شرط نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مخالف فرق
جب اسکار کہے تو یہ اپنے حق شفعہ کو مضبوط بنا سکے۔
واللہ دلی اعلم ۱

۳۲
۳۸
مہتمم از ریاست رامپور مستور مفتی عبدالقادر خاں صاحب مفتی ریاست رام پور
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

مقدمہ فخر الدین خاں نام حیدر حسن خاں و مسماۃ منور بیگم بنت محمد شفیع خاں میں مسل مع قاضی مد جسند
بغرض ملاحظہ حاضر ہے ، بعد ملاحظہ رویداد و اظہار مات غرام ان سوالات ذیل کا جواب عطا ہو :
(۱) آیا جس حالت میں کہ شفیع کو اطلاع بیچ ایسی ہو گئی کہ دار مشغومہ سے قریب ہو اور دار مشغومہ پیش نظر
ہو ، اس وقت شہود کے سامنے طلب و امہ طلب مواثبت و طلب اشہاد دونوں کی جگہ کافی ہو جائیگی
یا دو طلب جدا گانہ کی حاجت ہے ؟

(۲) صورت مذکورہ میں اگر ایک بار طلب کر کے وہاں سے اٹھ کر دار کے پاس شہود کو لے جائے اور ہنوز
طلب ثانی نہ کرے ، بلکہ اندر جا کر پرودہ کرا کر شہود کو اندر لیجا کر وہاں طلب دوم کرے تو یہ تاخیر موجب

لے نتائج افکار فی کشف الزمور والاسرار تکمیل فتح القدیر کتاب الشفیع باب طلب الشفعة مکتبہ نوید رمویہ ستمبر ۳۰/۸
۳۵ فتح اللعین کتاب الشفعة باب طلب الشفعة ایچ ایم سعید کمپنی کرچی ۳۳/۴
۳۶ فتاویٰ ہندیہ " باب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۲/۵

بطلانی شفعہ ہوگی یا نہیں،

(۳) گواہوں کے سامنے اگر طلب بروجہ شرعی کر لی اور یہ نہ کہا کہ گواہ ہو جاؤ، تو طلب اشہاد میں کوئی خلل ہے یا نہیں؟

(۴) اگر طلب اول بروجہ کافی ایسے طور پر نہ کی کہ طلب اشہاد کے بھی قائم مقام ہو تو، اور چھپرہ کارروائی مذکورہ سوال دوم غل میں طایا، تو یہ دلیل اعراض و مسقط شفعہ ہے یا اس قیاس پر کہ مصر واحد میں اقرب کو چھپرہ ذکر البعد کے پاس جانے سے حرج نہیں ہوتا شفعہ باطل نہ ہوگا؟

(۵) طلب اول کے جو الفاظ مدعی و مشاہدین نے بیان کئے ہیں، کیا وہ کافی دوانی ہیں جن سے وہی طلب قائم مقام طلبین ہو جائیگی یا نہیں؟ بالآخر حکم اخیر مطلوب ہے کہ اس روئے و مسل کی رو سے شفعہ ثابت ہے یا ساقط، یتیم اتوجہروا۔

الجواب

کائنات ملاحظہ ہوئے، پہلے تین سوالوں کا وہی جواب ہے جو قبل ملاحظہ مسل کیا گیا تھا۔ شرح مقررہ دو باتیں لازم فرمائی ہیں، ایک طلب بنور علم دوم اس طلب کا تعیین مطلوب بالغ یا مشتری یا مشغوع کے سامنے ہونا طلب دوم کی حقیقت ہے خاص میں عدول نہ ہو، و کچھ حاجت نہیں، نہ یہ کہ اصل حقیقت اشہاد ہے، اشہاد اعطائے مانع ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تعارف پر تحصیل شہادت اور یہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صرف وقوع درکار ہے، نہ یہ کہ متعرف اسے اشہاد باللسان بھی کرے، یہاں تک کہ اگر متعرف بعد تعارف شاہد کو شہادت سے مستبعد کر دے، اصطلاحاً تو نہیں، فتح القدر میں ہے۔

الاتفاق علی ان من معمر اقرار رجل، لہ ان
یشہد علیہ بما سمعہ، وان لو یشہد
بل و بوضوح من الشہادۃ بما سمعہ۔
اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سنا تو
اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سنی بات پر گواہی دے
اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے، بلکہ وہ گواہی
سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے (مت)

اور جب حصول شہادت ہے اس قول کے گواہ ہو جاؤ ثابت ہے، تو جو تعارف متعرف بمشہد شہود اس لئے کرے کہ وہ شاہد ہو جائیں، قطعاً وہ شاہد ہو جائیں گے، اور قطعاً ان کے لئے اسی وصف شہادت کا حصول اس لئے

چاہا، اور اسی کے فعل مذکور سے یہ وصفت اُن کو حاصل ہوا۔ تو بلاشبہ اس نے دونوں کے لئے تحصیل شدت کی، اور اسی قدر حقیقتِ شہاد ہے، حال ہی میں وہ شہد و اد شایعہ فوریہ و دخت کرتے وقت شہاد کر لو، وقار ہی میں وہ شہد و ردی عدل منہم حسب طلاق دو بار جہت کر داسے میں سے دو ثقل کو گزہ کر لو، عام میں کوئی اس کا قائل نہ ہو، مگر وہ فرخ این گرتے وقت متذکرہ ہوں۔ کہ جس درجہ سے کہ وہ ہوں تو، ملاحظہ ہو، خواہ وہ کسی میں نص ہو و شہود میں ضرور نہیں، بلکہ نص عدل ہی رہا شیخ و محدث و لمحظوظ ابی ہاشم، و قدیم و جدید، ایسا کہ اس پر مدائح، صریح اور محیط، خصوص میں اور مدآء وغیرہ میں، اس کی طرف اشارہ سے، متعلقہ مفسر و شرع و دی دہا، تیس ہیں، بات طلب فوری، دوسرے محض، اور اسلئے میں طلب تھیں، اکثر یہ ہوتا ہے کہ شیعہ کو جہت پر دہاں پچھتی ہے کہ عاقدین و بیعت سے کچھ ضرر نہیں، چار دو ظلموں کی حالت میں کہ محض کا انتظار کرے تو فوری جاتا ہے، اور فقط اور پر قانع ہوتا محض نہیں، اور جب جہت میں محض ہی پچھی تو تعدد طلب کی اصل عانت نہیں، طلب واحد ہی دونوں کا کام دے گی،

اجتماع العور والی محض معا والمسلک و دامن
فی کتب، وقد ذکر بعض نص ص ۸۰
تس ماقدم ما من معنی الاشهاد و من
حقیقۃ طلب الاشهاد کیلاترل من ص ۸۰
کثیر من العبارات
فوریہ اور عاقری دونوں کے اجتماع کی وجہ سے،
بجایہ کتب و تہذیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب
کتب کی خصوص ذکر کردی ہیں اور ہمارا مایا معنی اشہاد
اور طلب کی حقیقت کو ملاحظہ تاکہ تو بہت سی کتب کی
ظاہر عبارات سے پچھلے (ت)

جواب سوال چہارم صورت مستفرد میں ضرور شہد باطل ہو جائے گا، اور قریب کو چھوڑ کر
بعید کی طرف جانے سے استثناء محض باطل و غلط القیاد، معروضہ میں اس کا جو، نہ اس صورت میں ہے کہ بعد
تک جانے میں قریب پر گرنہ ہو، اور اگر راہ میں قریب پر گرا اور اسے پھوڑ کر بعید کی طرف گیا، قطعاً شفعہ
باطل ہو جائے گا، اور یہ ضرور دلیل اعراض ہے، قیط، شخصی، برتریہ، حقانید، ہندیہ وغیرہ عامہ کتب
میں ہے،

نورین اسکل فی حکاات حقیقۃ و طلب صحت
اگر یہ تمام امور بر عمل پاسے جائیں اور بعید چگوائے کو

ان بعد و ثلث الاقرب جار . فكذا هذا الا
ان يصل الى الاقرب وينتهي الى الابد
هيئته تبطل

اور یہاں بھی جو ، بیروں ، ربی طلب اور درستی اور اسے چھوڑ کر دیکھنا ، درپور دیکھنا ، رشوت
کو لے گیا ، اس وقت بعد کی کوئی رہب پرور ، کی عورت جانا ، اور درستی میں خود ہے

جواب سوال پہ چشم بانی کی دریاں ربی نے علامت سے جو کچھ نظر حق میں واضح ہوتا ہے
کی الفاظ کا کافی ہونا ہے ، نہ کہ عیسائیت سے جوئی ہے اور غائب کی عیسائیت سے کہ داریں درود
شریب علیہا امیں احد نہیں نہ مال ہیں ، در تفریق ہے کہ بچوں کی طلب یہ ہیں علامت و حسیہ
امام کردی میں ہے :

يستحق بطلب ، وهو مواعاة موأنة وقد ذكره
اشهد وهو ان يشهد قائلًا طلبها او عسامة
يفهم منها طلب الدار وينكر الحدوث
شفعة طلب کر رہا ہوں ، یا کوئی دربارت جس سے اس کی طلب بھی ہے ، کہہ کر گواہ بنائے اور مکان
کے حد و بھی ذکر کرے ۔ (ت)

محیط سرخسی و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :
انما يصح طلب الاشهاد بحصره المسترى او
ابن او لعمية ، بقول عبد حضرة واحد
مهم ، ان قلنا اشتري هذه الدار واساسا
وينكر حدودها الاسبقية الخ

فتاویٰ ذخیرہ و نتائج الافکار میں ہے :
صورة هذه الطلب ان يحضر الشفيع عند

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی
۲۔ فتاویٰ برازیہ علی ہامش الفتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة باب الشفعة
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الثانی

۱۴۶/۵ نورانی کتب خانہ پشاور

۶۳/۶

۱۴۲/۵

الدار ویقول ان فلانا اشتري هذه الدار او
يحضر المشتري ویقول هذا مشتري من
فلان دار التی حدودها كذا الف او البسائط
ویقول هذا باع من فلان دار التی
حدودها كذا الف

غامضی تا فیضانی میں ہے ،

صورة طلب الاشهاد است یقول الشفیع
للمشتري حین لقیه اطلب منك الشفعة فی
دار اشتريتها من فلان التی احد حدودها
كذا او اثنی كذا الثالث كذا او الرابع كذا
(القولہ) ولا بد ان یبین انه شفیع یا شركت
او باعور او فی الحقوق ، ویبیح الحدود
لتصیر الدار معلومة

میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)
چاہیہ میں ہے ،

صورة هذا الطلب ، ان یقول است فلانا
اشتری هذه الدار الف
یہ محضر دار میں ہے ، پھر فرمایا ،

وعن ابی یوسف ، یشترط
قسمة السمیم و تحدید
لامن المطالبة لا تصح الا

کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ تحقیق فلاں نے یہ مکان
خریدا ہے یا مشترک کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ اس نے
فلاں حدود دار بعد وال مکان خریدا ہے یا بائع کے
پاس حاضر ہو کر کہے اس نے فلاں حدود وال مکان
فروخت کیا ہے (ت)

طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع جب مشتری کے
پاس آئے تو کہے میں تجھ سے اس مکان کا شفعہ
طلب کرتا ہوں بڑا نے فلاں شخص سے خریدا ہے اور
جس کی حدود میں سے ایک یہ ہے دوسری یہ اور
تیسری یہ ، اور چوتھی یہ ہے (اس کے قول) اور
ضروری ہے کہ وہ بیان کرے کہ میں شرکت کی بنا
پر شفیع ہوں یا پڑوس کی بنا پر شفیع ہوں یا حقوق
میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)

اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ فلاں نے یہ مکان
خریدا ہے (ت)

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے
کہ بیع کا نام اور اس کی حدود کا ذکر شرط قرار
دیا گیا ہے کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیز میں

۱۔ نتائج افکار فی کشف الرموز والاسرار مکملہ فتح القدیر کتاب الشفعة والخصومة فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ بکھر ۳۰/۸
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة فصل فی الطلب نوکثر نکھنو ۸۶۲/۴
۳۔ البزازی باب طلب الشفعة مطبع یوسفی نکھنو ۳۹۱/۴

فی معلوم

صحیح ہوتا ہے۔ (ت)

یغیبت دار و محض احد العاقدین میں ہے، غایۃ البیان علامہ آقا فی میں مختصراً نام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے،
یسعی الدار والارض والموضع و یحسد و
حتی یتوثق لنفسه
دار زمین اور موضع کو نام لے کر ذکر کرے اور
اس کی حدود کو بیان کرے تاکہ اپنے لئے معاملہ کو
پختہ کر لے۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

قال القندی فی شرحہ، وانما شرط
ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تسمیۃ المبیع
والتحذیر، لان المطالبة لا تصح الا فی
معلوم، فاذا اشهد علی الطلب ولم یبین
المطلوب لم یکن للمطالبة اختصاص
ببیم دون مبیع، ولا یتعلق بها
حکم یم

قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیع کا نام اور اس کی حدود
کو ذکر کرنا شرط قرار دیا ہے کیونکہ مطالبہ معلوم چیز
میں ہی صحیح ہوتا ہے تو جب اس نے طلب اشہاد
کیا اور مطلوب کو نہ بیان کیا تو پھر مطالبہ کا اختصاص
کسی ایک بیع سے نہ ہو سکے گا اور نہ ہی حکم کا
تعلق اس سے ہوگا۔ (ت)

یہاں جبکہ دائر مشغوم سامنے حاضر تھی، اشارہ ضرورتاً، اس کا ذکر مسل بھر میں کہیں نہیں، لہذا
حکم وہی چاہئے جو امام قدوری نے فرمایا، لا یتعلق بها حکم (نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا۔ ت)
ایسی مہل طلب پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا، دوسرا فتویٰ مدخلہ مدعی کا غلط ہوا، وہ صحیح نہیں اور اس پر کلام اسی
فتویٰ فقیر سے واضح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۹ مسئلہ از ریاست رامپور محلہ مستور جناب علام حبیب خاں صاحب عرف بدھن میاں صاحب
۲۹ ذی الحجہ ۱۲۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں، کہ زید و تکر ایک باغ میں
نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصف بدست مالہ بیع کیا، تکر بھی شفعہ دعویٰ دار ہوا، اور

فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے،

طلب المراثۃ فوقہ عور علم الشہیم بالسیع و
روی ہشام عن محمد بن علی - اشہد ان طلب
عور العلم محضہ و اللہ تعالیٰ اعلم
طلب مراثتہ لا وقت شیعہ کو بیع کے علم سے عور سے
ہے، اور ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ
علم کے عور سے طلب کر شرعاً قرار دیا گیا ہے، اللہ
وائتہ تعالیٰ اعلم دت،

مسئلہ ۳۲ از موضع شوپری تحصیل آہور ضلع بریلی مسطورہ احد علی خاں ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ء
ایک بڑے قطعہ اراضی میں جو صرف ایک زمیندار کی ملکیت ہے اور بہت سے اثنی میں بطور دی یا اسس
اراضی میں اپنے اپنے عہدہ لاکھ سے مکان تیار کر کے رہتے ہیں جب تک وہ آباد رہتے ہیں، ان سے زمیندار
کچھ مزاحمت میں کرنا اور بروقت بھاگ جانے یا اٹھ جانے کے اس طرہ وغیرہ کا زمیندار ملک ہو جاتا ہے، یا
بروقت فروخت کر ڈی، تختہ، ایسٹ وغیرہ زمیندار اس قیمت سے چارم لیتا ہے، لیکن کسی باشندہ کو زمین فروخت
کرنے کا اختیار نہیں ہے، ایسی حالت میں جب ایک باشندہ اپنا طرہ وغیرہ کسی دوسرے باشندے کے ہاتھ
فروخت کرے، تو غیر اشخاص جو عید کے حق دیتا ہے، دعویٰ حق شفعہ کرتا ہے، تو یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے یا
باطل ہے، اور اگر مالک زمین زمیندار کے ہاتھ دعویٰ اپنے حق شفعہ کرے تو وہ لے سکتا ہے یا نہیں،

الجواب

جبکہ وہ زمین کا مالک نہیں، اور تنہا ملو جیتا ہے، تو اس میں ہرگز حق شفعہ نہ جارہے، نہ مالک میں
زمیندار کو، درختا میں ہے،

لا تثلث فی بء و یحل بیع قصد، ولو جمع
حق لقرآنہ بالاحتصار - واللہ تعالیٰ اعلم
ممارت اور درخت کی تصانیع میں شفعہ ناست
نہ ہر گز وہ برقرار رکھے کی شرط بھی رکھی ہو، الا تنسأ
واللہ تعالیٰ اعلم دت،

مسئلہ ۳۳ از شہر بریلی فراشی محلہ مسطورہ مقصود علی خاں ۹ محرم ۱۳۶۹ء

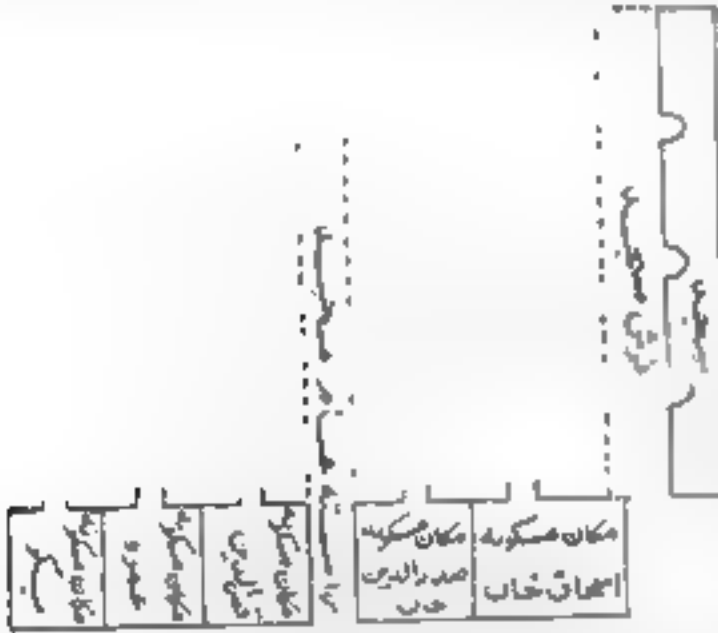
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بھیر، اسال سے، وہ شرائط شفعہ طلب کر سکتا ہے
یا نہیں، اور اس کو اختیار طلب شفعہ کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں، جینوا فوجہ رد۔

الجواب

شفہ طلب کر سکتا ہے، اور اگر اس انتظار میں کہ مجھے طلب کا اختیار ہے یا نہیں طلب نہ کیا تو اب نہیں کر سکتا انہوات السواشیہ (مراثیت کے فوت ہونے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ از موضع ریلوڈ، ڈاک خانہ مرندہ، ضلع مراد آباد، مسئلہ مکمل حال کارندہ ۱۳ شعبان ۱۳۲۴ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو نے اپنا مکان زید کے ہاتھ فروخت کیا زید اس مکان میں خریداری کا نہ تو شفہ رکھتا ہے اور نہ اس مکان پر قابض ہے، اور نہ اس کے پاس کہ یہ پر ہے بلات زید کے بچہ کا مکان عمرو کے اس

مکان فروخت شدہ کے درمیان دیوار کے نیچے واقع ہے، ایک درمیانی دیوار عمرو کے مکان اور بچہ کے مکان کو قطع کرتی ہے، اگر اس مکان کا شفیع ہے اور کچھ ماہ پیشتر سے یہ مکان بچہ کو کرایہ پر لے کر اپنا قبضہ کر رہا ہے، اور اس سے جامع مسجد کے پیش امام صاحب اور اکثر مسلمانوں کے رد و رد اس زید والے مکان کے خرید لینے کا



اعلان کیا ہے، زید والے مکان میں کئی حصہ دار ہیں، مہملان حصہ داروں کے کہ جو آپس میں بھائی بہن کا رشتہ رکھتے، ایک حصہ دار کا معاہدہ ہو چکا ہے کہ مکان بچہ کو دیا جائے گا، اور اطمینان کے لئے پیشتر بذریعہ کرایہ نامہ قبضہ کرایا گیا ہے، زید نے یہ مکان جامع مسجد کے لئے چندہ فراہم کر کے خرید کیا ہے، جامع مسجد اس مکان سے چار مکان درمیان میں دسے کو واقع ہے، مسجد نہ تو بچہ کے مقابلہ میں شفہ رکھتی ہے، نہ مسجد کے کسی صرف کا یہ مکان ہے، مشتہا جاتا ہے کہ ایک صاحب نے کہ اپنا مکان جامع مسجد کو ملالیت دیتے ہیں، یہ شرط کی ہے کہ اگر وہ مکان جو بچہ کے پاس بطور کرایہ کے ہے، اور جس میں وہ شفیع ہے بطور قیمت مسجد کے نام خرید لیا جائے گا تو میں بھی ملالیت مکان دسے دوں گا، غالباً بچہ کی ایذا رسانی اور تکلیف بد نظر رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی گئی ہے، بچہ کو اولیٰ تو مکان دیا بھی نہیں جاتا، اور اگر براہست وینا گوارا کیا جاتا ہے تو قیمت بے حد اضافہ کر کے دینا بیان کیا جاتا ہے، بچہ اضافہ قیمت کو بالکل گوارا نہیں کرتا اور وہ ہرگز اس بات پر رضامند نہیں کہ کچھ بھی اضافہ دے

ایسی ضرورت میں کیا مسجد کو ایسی خریداری جائز ہے، اور زید کا اصلی قیمت سے اضافہ لیا کس حد تک داخل حسنت ہوگا اور زید کو ایسا کرنے میں کچھ ثواب مل سکتا ہے جبکہ بکر مکان کے شفیع کا حق باطل کیا جا کر مکان خریداجائے، اور پھر مسجد کی منفعت کے لئے قیمت اصلی سے زادہ بڑھا کر دینا گوارا کیا جائے، باہم مسکنوں میں اس بارے میں اتفاق ہیں، اکثر اس مکان کی خریداری کے خلاف ہیں کیونکہ مسجد ایک سوکھی روپیہ کی معروضہ ہے وہ ادا ہونا چاہئے، پھر شامیاء اذہر میں پڑے ہیں جس کے نہ ہونے سے غازیوں کو تکلیف ہے، ایک مکان میں مسجد کے فرش پر واقع ہے اس کو خرید نہیں کیا جاتا ہے، اس غرود والے مکان سے پہلے کچھ دن ایک مکان اور مسجد کے ساتھ کا حوضت ہو گیا وہ نہیں خرید کر گیا، مسجد کے بعض ممبران کی رائے اس مکان کی خریداری کی نہیں، مسجد کے پیش امام کو معلوم تھا کہ یہ مکان بکر نے خریداری کی نیت سے کرایہ پر لیا ہے، اور بکر کو تنگی مکان کی سمت تکلیف ہے، جواب براہ کرم پشت عربیہ ذرا پر مہر وغیرہ سے مرتب فرما کر رحمت فرمایا جائے، جواب کے لئے پتہ یہ ہو گا، بمقام موضع ربوہ ڈاکخانہ موئدہ، ضلع مراد آباد، ڈیرہ ہندواری میں پہنچ کر محمد اسماعیل خاں کا زندہ کوٹے۔

الجواب

قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں، نہ پہلے سے اس کے پاس کرایہ پر چرما، یا اس کا اعلان کرنا کہ میں اس مکان کو خریدوں گا، یا پیشتر کسی حد نہ، عاقد ہر حال، کوئی تہیج دے سکتا ہے، بعد بیع خبر پاتے ہی اگر طلبہ حواشیت و طلبہ اشہاد بجالائے تو اس وقت ان کا حق ثابت ہوتا ہے، اور اس حالت میں اسے اضافہ کی کیا ضرورت، جتنے کو بیع ہوا اتنے ہی میں لے گا، یہاں سوال میں یہ ہے کہ بکر سے اضافہ مانگتے ہیں اور وہ اضافہ پر راضی نہیں، یہ اگر یوں ہے کہ وہ طلبہ کو بکر بکا نہ دیا، یا اس کے بعد خریدنا چاہا، اور اضافہ پر راضی نہ ہوا تو اس کا کوئی حق نہ رہا، اور اسے نہ دینا اصل ظلم نہیں، اور دوسرے کا شفیع نہ ہوا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا جبکہ خود اس کا شفعہ نہ رہا، باقی جوابات میں سوال میں لکھی ہیں کہ دوسرے نے اس مکان کی خریداری پر اپنا مکان مفت دینے کو کہا یا مسجد پر قرض ہے، یا شامیاء نے اصرار میں، یا قریب کا مکان پہلے بکا، نہ خرید، اب موجود ہے، سے نہیں یہ جاتا، بعض ممبروں کی رائے اس کی خریداری کی نہ تھی، امام کو بکر کا ارادہ معلوم تھا، بکر کو مکان کی تکلیف ہے، سب بے علاقہ باتیں ہیں، چندہ چندہ دہندوں کی ملک رہتا ہے، اگر انہوں نے سپرد متولی مسجد نہ کر دیا تھا، اس سے پہلے یہ مکان مولے کے ہاں مسجد کیا، جب تو یہ سوال ہی متعلق نہیں کہ اصل قیمت سے زیادہ لینے میں کوئی گناہ برا، خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے مضاد ہے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تكون تحارة عن تراخص اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر یہ کہ کوئی سود اتھاری باہمی

رضا مندی کا ہو۔ (د ت)

منکویہ

سنة القرآن المکرم ۱۴۰۹ھ

اور اگر سپرد متولی مسجد کر دیا، متولی نے اصل قیمت سے زائد کو خرید لیا، تو اگر ریادت فاحش ہے اور اس میں کوئی مصدقہ
 واجبہ مسجد کی نہیں، تو بیشک وہ گنہگار ہوا اور تہہ و نسیج مسجد کو دے گا، یا بیع فسخ کی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ از ضلع شاہجہان پور ڈاکخانہ جگام پور پورہ واسے پور مسطور علی حسن خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا تو عمرو کو کہہ بھیجا عمرو نے
 کل تین ہزار روپیہ اس زمین کا لکھایا، زیادہ سے اسکا ریکارڈ کر کے ہاتھ زید سے اپنی زمین نہ کورہ فروخت کر دی
 پانچ ہزار پر، اب عمرو بذریعہ حق شفعہ اس زمین کو لینا چاہتا ہے، دونوں کا یعنی عمرو و زید کی زمین سے دہرا
 ملا ہے، اور عمرو نے بیع زمین نہ کورہ کے وقت سے بہت روز کے بعد اپنی ماحشری ظاہر کی، ایسی صورت میں عمرو کو
 حق شفعہ اس زمین میں بیع کا حاصل ہے، اور بیع ادل مائل ہو جائے گی یا اس کے عکس، یتوا اتحصرو

الجواب

بیع سے پہلے عمرو کا خریداری سے اسکا ریکارڈ کر دینا اس کے حق شفعہ کو ساقط نہیں کرتا، اگر بکر کے ہاتھ بیع کی
 خبر سے ہی عمرو طالب شفعہ ہوا و اپنی طلب پر گواہ حسب قاعدہ کرے تو اسے دعویٰ شفعہ پہنچتا ہے، اور اگر
 دیر کے بعد ناراضی ظاہر کی اور طالب شفعہ ہو تو اس کا حق ساقط ہوگا، و یتوا اتحصرو اعلم

کتاب القسمة

(تقسیم کا بیان)

مسئلہ از سہلی صحت یکم جمادی الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علما سے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں نے استعمال کیا، چار پسر دوست محمد، حفیظ اللہ، کریم اللہ، رحمت اللہ، دو بھتیجیاں، مرقیہ اور ثانیہ، جو کہ میری بیوی نے وفات پائی، اس کا بیٹا محمد ہے رحمت اللہ فوت ہو، اس کی بیٹیاں انجوبہ و محمدی ہیں۔ دوست محمد، حفیظ اللہ، تنہو نے جائیداد متروکہ مشترکہ کی تقسیم کے لئے زیہ کو بیچ متروکہ مگر جو ان مرقیہ انجوبہ، محمدی اس بیچاریت میں اصل شامل نہ تھیں، بیچ کے تمام جائیداد متروکہ جس میں ان سب کے حصص شریعہ تھے، صرف انہیں تین وارثوں پر جسوں نے اسے بیچ کیا تھا تقسیم کر دی، اور بیچاریت نام میں لکھ دیا کہ حصہ شریعی دختران اکبر اور دختران رحمت اللہ کے ہر سہ فریق بقدر ہر سہ ذمہ دار و دیندار رہیں گے، وہ چاروں حوزہ میں اس تقسیم پر راضی نہیں، اس صورت میں یہ بیچاریت صحیح و نافذ ہے یا نہیں، اور بیچ نے جو تقسیم کی وہ بحال رہے گی یا توڑ دی جائے گی؟ یتقوا تو جسدوا۔

الجواب

یہ بیچاریت محض مہل اور تقسیم بیہودہ و مختل ہے، بیچ کو باقی وارثوں کے حصص میں تصرف کا کس نے اختیار دیا تھا، حکم بیچ کا صرف انہیں تک ہوتا ہے جو اسے بیچ کریں، باقی کسی پر کچھ ولایت نہیں رکھتا، ہدایہ میں ہے، حکم لا بد من عدم التحکم منہ ۱۔ اس کا حکم لازم نہ ہو گا کیونکہ اس کی طرف سے حکم نہیں ہے۔

تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ جسے جدا جدا ہو جائیں، یہاں جدائی نہ ہوتی کہ چاروں عورتوں کے حصے سب میں منقطع ہیں، تو یہ تقسیم شرعاً نہیں۔ چاہیے میں ہے۔

ماستحقاق حصص شائع طہر شریک ثالث
لہما والقسمة بدون مراءاة ماطلة
چیز کے کچھ شائع حصہ میں استحقاق پائے جانے سے ایک
تیسرا شریک بھی پہلے دونوں کے ساتھ ظاہر ہوا جبکہ
شریک کی رضا کے بغیر تقسیم باطل ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے۔

ماستحقاق حر۔ ثالث بعد مراءاة القسمة
وہو الاخرارین
شائع چیز میں استحقاق کی وجہ سے تقسیم کا معنی فوت
ہو جاتا ہے اور تقسیم یہ جدا کرنا ہوتا ہے۔ (ت)

علم فرماتے ہیں، اگر چند ورثہ قاضی کے یہاں رجوع لائیں کہ مورث نے انتقال کیا اور یہ ترک چھوڑا ہم میں
تقسیم ہو جائے، اور گواہی یہ کہ ہمارے سوا کوئی وارث نہیں، قاضی تقسیم کر دے، پھر وارث ظاہر ہو چکے مگر وہ
میں سے کسی حصہ شائع مثل سدس یا ثمن وغیرہ کا مستحق ہو، تو بالاجماع وہ تقسیم توڑ دی جائیگی۔ چاہیے میں ہے۔
لو استحق لصیب ثالثی النکل نفسه بالانفاق
اگر نکل میں سے کسی شائع حصہ کا کوئی مستحق ظاہر
سوا تو بالانفاق تیسرے نسخ ہو جائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے۔

لاہ یوقیت القسمة لتصور انک تفرق نصیبہ
فی نصیبین
کیونکہ اگر تقسیم کو باقی رکھا جائے تو تیسرے کے نقصان ہو گا جو
اس کو اس کا حصہ باقی دو حصوں میں متفرق ہو گیا (ت)

بعد قاضی کی تقسیم جس کی ولایت مقرر رکھتی ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ اُس نے دانستہ کسی وارث کو
خبر نہ پہنچایا تھا بعد ظہور وارث دیگر کے یقیناً نسخ کی جاتی ہے تو پنج کی تقسیم جس کی ولایت فقط اس کے پنج کرنے
والوں پر ہے، اور وہ بھی یوں کہ اس نے دیدہ دانستہ اور وارثوں کے ہوتے ہوئے ترک صرف تین پر باسٹ دیا،
اور باقیوں کو حصہ رسد ہر ایک کے حصہ میں سے ٹکڑا ٹکڑا لینے کا مستحق ٹھہرایا، کیونکہ قابل تقسیم ہو سکتی ہے، پس
صورت مستفسرہ میں واجب ہے کہ وہ پنچا پستہ رو کی جائے اور وہ ناروا تقسیم توڑ دی جائے، اور از سر نو سب وارثوں
پر تقسیم شرعی عمل میں آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/۴	مطبوعہ پوسنی کھنہ	باب دعوی المطلق القسمة	کتاب القسمة	۱۹/۴
۱۸/۴	"	"	"	۱۸/۴
۱۹/۴	"	"	"	۱۹/۴

مسئلہ ۴۵ از ریاست رامپور، محلہ کندہ، مسئلہ کہ جناب محمد سعادت علی خاں صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص چند گھروں کے جواہر شہر
میں ہیں بالاشتراك مالک ہیں، ایک حصہ دار اُن گھروں میں سے اپنے حصہ کی تقسیم چاہتا ہے، اور وہ اپنے حصہ
سے بعد عظیمہ ہونے کے بھی نفع اٹھا سکتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر گھر میں سے بھر کو عظیمہ حصہ ملے، ایسی حالت
میں از روئے شرع شریف سب گھروں کی یکجائی تقسیم کی جائیگی یا ہر گھر کی جدا گانہ تقسیم ہوگی؟ ۹ بیتواتوجہ روا۔

الجواب

اگر ہر مکان میں اس کا حصہ قابل انتفاع ہے تو ہر مکان سے جدا جدا اسے حصہ دیا جائے گا، ہر گھر میں
عظیمہ تقسیم ہوگا۔ درمختار میں ہے ۱

دور مشترکہ قسم کل وحدہا منفردہ	چند مشترکہ مکانات میں ہر ایک مکان کو جدا جدا تقسیم
مطلقاً ولو متلازمۃ وقف محبتین او	کیا جائے گا اگرچہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہوں یا
مصرین ۱۰ و لله تعالیٰ اعلم	دو محلوں میں یا دو شہروں میں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۱

کتاب المزارعة

(مزارعت کا بیان)

مسئلہ مسئولیۃ سارک اللہ اور سلسلہ تصنیف برائے ۲۶ رجب ۱۳۶۹ھ

(۱) شرع شریف کے نزدیک کاشتکار کو کئی حق موروثیت جیسے قانون انگریزی کے اندر ہے کہ جو شخص بارہ سال سے ذائد ایک زمین کو کاشت کرے تو زمیندار کو پھر کوئی مجاہدہ نہیں دیتا، اس مسئلہ سے یا نہیں، اگر ہے تو خیر اور حق۔

(۲) نہیں یہ کاشتکار حلف تلف اور ظالم ہے یا نہیں،

(۳) اور اس وقت یہ کاشتکار جو زمین کو نہیں چھوڑتا ہے اور لیجان حیثیت زمین سے کم دیتا ہے، اور زمیندار بحیثیت قانون انگریزی دعویٰ سے مجبور ہے، تو یہ کاشتکار قبیح قانون انگریزی کا، اور مقدم و مرتجع قانون کا حکم شریعت پر ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ظالم اور زمیندار مظلوم ہوا یا نہیں؟

(۴) اور اگر کوئی زمیندار زمیندار کاشتکار کے دعویٰ سے دخلی مجبوراً دائر کرے تو صرف اس کا جو کچھ کپڑی میں ہوا، اس کے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب

مجرد مرور مدت سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ جس برس کاشت کرے، جب مدت اجارہ ختم ہوگئی شرعاً

اُس سے سال کرد و سرے کو دیا مطلقاً جائز ہے، خواہ زمین ملوک ہو، یا موقوف، یا سلفانی۔ رد المحتار میں
اوائل بیوع میں ہے،

اما مجرد وضع اليد على الدكان و نحوها و
كونه يستاجرها عدة سنين بدوئنت شئ
مما ذكر (او ياتي) فهو غير معتبر، فلم يجز
اخراجها من يده اذ اصبحت صدقة اجارته
و يجزى له لغيره كما اوضحنا في رسالتنا
تحرير العباسية

ہاں اگر زمین قابل زراعت تھی اُس نے اُسے بنایا، کمایا، اس میں چرگزی وغیرہ کھودے یا اس میں اپنی دوسری
زمین سے لا کر مٹی بچائی یا پٹر لگائے یا کوئی عمارت بنائی،

و يقال للادوي الكرايب الاخر دھوما، اذا
اصاب فيها شئ من ملكه كتراب و غرس
وساء الكور، والعقبة، واداءه في
الحويت يسمي جدكا، وكدكا فكل كان مما
لا ينقل ويركب للمقرر كالبنا و الاغلاق يسمي
سكنی، و كل يقال له مسكة، و مشهد مسكة، و هناك
اطالقت اخرها يسمون مسافة العقود و يجمعون عابدين

بھی ہوں ہیں جیسارے عقد الدریۃ کے باب مسافۃ اور ابن عابدین کے بیوع سے معلوم کیے جاسکتے ہیں (ت)
تو اگر وہ زمین ملوک نہیں بلکہ سلفانی ہے یعنی بیت المال کی جسے یہاں سرکاری کہتے ہیں، یا وقف ہے
تو اسے ای کارہ انہوں سے اس کے لئے حق قرار ثابت ہو گا کہ بلا وجہ شرعی وہ زمین کبھی اُس کے قبضہ سے نہ نکال
جائے گی، اور وہ مرہائے تراکس کا بیٹا اس کے قائم مقام ہو گا، مع تفصیل مذکورہ فی الفقہ، جامع الفصولین
وجیز میں ہے،

بني المستاحصرا و غرضه في ارض الوقف — اجارہ پر لینے والے نے وقف زمین میں تعمیر کیا

رد المحتار کتاب الاجارہ میں قول مصنف ،

لو استاجر عرض وقت ، وغیرہ فیہا
ثم مضت مدة الاجارة ، فلم تاجر استبقاها
باجر المثل ، اذا لم يكن في ذلك ضرر
ولو ابي الموقوف عليهم الا القدر ، ليس
بهم ذلك بل

کے تحت فرمایا ،

قيد بالوقت لما في الحيرية عن حاوی
الزاهدی عن الاسرار من قوله
بمخلاف ما اذا استاجر عرضا ملكا
ليس للمستاجر ان يستبقاها
كذلك انت ابي المالك الا القدر ،
بل يكلمه عن ذلك ، الا اذا كانت

قيمة الغراس اكثر من قيمة
الارض ، فيضمن المستاجر قيمة
الارض للمالك ، فيكون الاغراس
والارض للغراس ، وقف
العكس يضمن للمالك قيمة الاغراس
فتكون الارض والاشجار له ، وكذا
الحكم في العارية اعم مافی
اشاعی ۔

اقول واستثناء ما اذا كانت قيمة

اگر کسی نے وقت زمین کو کرایہ پر لے کر وہاں پودے
لگا سنے پھر کچھ مدت اجارہ جاری رہا تو اس کو
مثلی اجرت پر اس اجارہ کو باقی رکھنے کا حق ہے
بشرطیکہ اس سے ضرر نہ ہو اور اگر نگران ان کو ہٹانے پر
بضد ہو تو اس کو یہ حق نہیں ۔ (ت)

مصنف نے وقف کے ساتھ مقید اس سبب سے
جس کو خیر نے حاوی الزاہدی سے اس نے
الاسرار سے نقل کیا یہ قول کہ بخلاف جب فہ نجی ملکیت
کو اجارہ پر لے تو مستاجر کو اس دخل کی بنا پر
اس زمین کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے جبکہ
مالک ان درختوں کو اکھاڑ دینے پر مجبور کہے بلکہ
مالک اس کو اس پر مجبور کر سکتا ہے ہاں اگر درختوں
کی قیمت زمین کی قیمت سے زائد ہو تو پھر مستاجر
زمین کی قیمت کا ضمان مالک کو دے کر درختوں اور
زمین کا خود مالک بن جائے گا ، اور اگر معاملہ
بالعکس ہو تو پھر مالک درخت اکھاڑ دینے کا
ضامن بنے گا اور درختوں اور زمین کا مالک
ہو جائے گا ، اور عاریتاً لی ہوئی زمین کا حکم بھی
یہی ہے اھ ، شامی کا بیان ختم ہوا ۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا درختوں کی قیمت کا

رد المحتار کتاب الاجارہ باب ما يجوز من الاجارة الخ مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۴۳/۲

رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۵

الغراس اکثر مبنی علی مسألة غصب
الساحة بالمهملة، وفيها معترك عظيم،
والا لارجح عندنا انه لا يملك الارض
كرب و ان كانت قيمة بناءه وغرسه
كثير، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
ليس لعرق ظالم حق

در مختار میں ہے :

ان مصت المدة قلعها وسلمها فارغة،
الات يغرم له السو حرقية البناء و
العرب مقلوعا و يتمدكه ، قال في
البصر اعدانه لا يلزمه القدم و لو
رعى السو حرقية القيمة كسار كس
تنقص يملكها جبرا على المستاجر
والا فبرص

زمین کی قیمت سے زائد ہونے کو مالک کے اختیار
سے مستثنیٰ کرنا یہ خالی زمین کو غصب کرنے پر
مبنی ہے اس میں عظیم معرکہ آرائی ہے جبکہ ہمارے
ہاں ارنج یہ ہے کہ مستاجر زمین کا جبراً مالک نہیں
ہی سکتا اگرچہ عمارت اور پودوں کی قیمت زمین سے
زائد ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد
ہے کہ ظالمانہ دخل کا کوئی حق نہیں ہے۔ (ت)

اگر قیمت اجارہ ختم ہو گئی ہو تو مستاجر اپنے دخل کو
ختم کرتے ہوئے درختوں کو اکھڑا کر خالی زمین مالک
کو واپس کرے مگر یہ کہ اگر مالک اکھڑے درختوں
اور تعمیر کی قیمت کو برداشت کرے خود ان کا مالک
ہی رہے۔ بحر میں دریا کہ اس سے یہ فائدہ ہوا
کہ مستاجر کو درخت اکھڑنا لازم نہیں اگر مالک
قیمت دے کر کو تیار ہو، لیکن اگر درخت اکھڑنے
سے زمین کو نقصان ہو تو پھر مالک جبراً درخت لے سکے گا ورنہ مستاجر کی رضا سے درختوں کا مالک

در المختار میں ہے :

قوله مقلوعا ، في الشوبلا لية ،
اعب ما مورما لكهما بقدرهما و

ما تن كقول " اکھڑے درختوں کی قیمت " شریعتی
سے فرمایا : یعنی درختوں اور تعمیر کے مالک کے اکھڑنے

۱۶۹/۱	امین کمپنی دہلی	باب احیاء ارض الموت	لہ جامع الترمذی ابواب الاحکام
۹۹/۶	دار صادر بیروت	کتاب الغصب	سنن الکبریٰ للبیہقی
۸۱/۵	آفتاب عالم پریس لاہور	باب احیاء الموت	سنن ابی داؤد
۱۶۳/۲	مطبع معتبائی دہلی	باب ما یجوز من الاجارة	لہ در مختار کتاب الاجارة

وانت علی علم انت الشیخ یا ابی الفسوس
 خصوصاً والناس علی هذا ، وفي
 القلم ضرر علیهم ، وفي الحديث الشريف
 عن النبي المختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ^۱ ^۲ ^۳
 وفي وقف الدار فی المنیة ، حانوت
 لرجل فی الرضف وقف ، فابی صاحبہ
 انت یتاجر الارض باجر المثل
 انت العمارۃ لو رفعت یتاجر
 بالحدک ثمر ما یتاجرہ ، امر برفع العمارۃ
 و توجر بغیرہ ، والا تترك فی یدک
 بذلک الاحسار ومثله فی
 البحر ^۴ قال یتاح لانت
 فیہ ضررہ ، بحر عن المحيط ، و
 ظاہر التعلیل ترکہا بیدہ ولو بعد فراغ
 مدة الاجارۃ لانه لو امر برفعها لتوجر
 من غیرہ یتلزم ضررہ ^۵ ، و
 حیث کانت یرفع اجرة مثلہا
 لم یوجد ضرر علی الوقف ،
 فتترك فی یدہ لعدم
 الضرر علی الجانبین ^۶ ، الخ ، و

میں حرج بھی نہ ہو ، اور آپ کو معلوم ہے کہ شریعت
 ضرر کو برداشت نہیں کرتی خصوصاً جب عوام مبتلا ہوں
 جبکہ درخت اکھاڑنے میں ضرر ہے ، حدیث شریف میں
 حضور نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 "اسلام میں ضرر دینا اور ضرر میں مبتلا رہنا نہیں
 ہے" ^۱ ، اور درختوں میں غیہ سے منقون ہے کہ کسی
 شخص کی وقف زمین میں ٹوکان ہو اور وہ دکان والا
 مثلی اجرت پر آئندہ اجرت پر انکار کرے جبکہ عمارت
 اٹھادی جائے تو وہ زمین اس کی اجرت سے زیادہ
 اجارہ پر دی جاسکتی ہے تو اس مستاجر کو اپنی عمارت
 اٹھالینے کا پابند کیا جائے اور وہ زمین غیر کو چارہ پر
 دی جائے ، ورنہ اسی اجرت میں اسی کے قبضہ میں
 رہے دی جائے ، اس کی مثل بحر میں ہے ، ^۲ ^۳ ^۴
 علامہ شامی نے فرمایا کیونکہ اس میں ضرر ہے ، غلط
 سے بحر میں ہے اور علت کا ظاہر بتاتا ہے کہ اس کے
 قبضہ میں رہنے دی جائے ، اگرچہ مدت اجارہ ختم
 ہو چکی ہو کیونکہ اگر اس کو عمارت اٹھانے کا پابند
 کیا اور غیر کو دی جائے تو اس سے مستاجر کو ضرر ہوگا
 جسک اٹھا دینے کے باوجود مثلی اجرت نہ ملے تو وقف
 کو نقصان ہے لہذا اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے
 اس میں دونوں فریقوں کی رعایت ہے الخ ، اور

۱۳۱/۲	دار العرفۃ بیروت	کتاب الاجارۃ	۱۱	۱۱	۱۱
۳۸۴-۸۵/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الوقف	۱۱	۱۱	۱۱
۳۹۱/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱

علی کل ، فلفظة الملك لام محل له هنا كما
قد منا عن نفس حاوی الزاهد عت
الامرار فضلا عت سائر معتادات الاستعار
بهر صمدت حاوی الزاهدی کا وہاں ملک کو ذکر کرتا ہے محل
ہے جیسا کہ خود حاوی الزاهدی کی الاسرار سے محل ہم
پہلے ذکر کر چکے ہیں چہ جائیکہ باقی معتدہ کتب کو ذکر
کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ دیہات ملک میں کاشتکار کے لئے کسی حال کسی مدت میں حق قرار جسے آج کل حق موروٹی کہتے
ہیں شرعاً ہرگز حاصل نہیں ہوتا، وہ صرف قانونی بات ہے، تو اگر بے رضا سے زمیندار بدعویٰ موروٹی جزاً قاضی
ہے، یا لگان اس کی مرضی سے کم دے تو عند اللہ وہ کاشتکار ضرور ظالم و غاصب و گنہگار اور حق العبد
میں گرفتار ہے، یہاں اگرچہ قانونی مجبوری زمیندار کو عاجز رکھے مگر روز قیامت اللہ عزوجل کے حضور کاشتکار
کو کوئی عذر نہ ہوگا، یا اس جہر اگر زمیندار بدعویٰ ہے وہی دارکر دے تو کاشتکار کے خرچہ پانے کا مستحق نہیں
کہ مدعی کو خرچہ دلانا بھی حکم شریعت کے بالکل خلاف ہے اگرچہ مدعی مظلوم ہی ہو۔ عقود دیر میں ہے،

مثل فی رجل کفیل انصر عند نرید بدیعت
معلوم ثم طایبه نرید به والنزہ به لیدی
القاضی ، فطلب نرید ان یدفع له الرجل
قد رما صوفه فی حلفه الزام ، قد دفعه
له ، ویبید الرجل مطالبة نرید بما قبضه
من حلفه الزام ، فهل له ذلك ، الجواب
بعدم ام باختصار وکتب الصولی المسقع رحمه
الله تعالیٰ حاشہ لایا زمر بکلفه الزام۔

واپس لینے کے لئے مطالبہ کافی ہے، الجواب، ہاں حق ہے، اس کے حاشیہ پر تنقیح کو نیوالے حضرت
نے لکھا کہ الزام کی کاروائی کا خرچہ لازم نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

ہاں اگر زمیندار اس سے کہہ دے کہ آئندہ سے اس زمین پر اتنی لگان تجھے دی ہوگی، او کاشتکار
نہ اضافہ کرے زمین چھوڑ دے بلکہ فحش دے اور زراعت کئے جائے، تو اس کا وہ سکوت ہی شرعاً
قبول ٹھہرے گا، اور اس دن سے وہی لگان اس پر لازم ہوگی، مگر زمیندار اس سے وصول نہیں کر سکتا

تزیین خرچ کی رقم اُس آتے ہوئے میں وصول کر لے کر اُس کا لینا قانوناً باجم خرچہ ممکن ہے، اور شرعاً بوجہ اضافہ جاتا ہے، درمختار میں ہے،

السكوت في الاجارة رضا وقبول، فلو قال
هناكن اسكن مكذا او الا فاستقر، او قال
الارضى لا ارضى بالمسعى بل كذا، فسكت
لزمه ما سعى له
حقہ اجارہ میں سکوت رضا اور قبول قرار پاتا ہے تو اگر
مالک نے کرایہ دار کو کسی کو کہا، اتنے معاوضہ پر
رہائش رکھتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ یہاں سے منتقل
ہو جاؤ، یا نگران نے اسے کہا میں مقررہ معاوضہ
لیے پر راضی نہیں بلکہ اتنا چاہتا ہوں تو کرایہ دار خاموش رہا تو اس پر مالک کا ذکر کردہ لازم ہو جائے گا۔ (ت)
ردالمحتار میں ہے،

في التنازع حاسية، أكتوى داراً سنة بالعتا،
فإذا انقضت قال ان فخرتها اليوم والا فهي
عليك فصل شهر مايف، والمتاحر مقرله
بالدار، فانا جعل في قدر ما يقل متاعه
باجرة المثل، وبعد ذلك بما قال له ذلك
في مدت مثلی اجرت پر تم تسلیم کرینگے اور اس کے بعد مالک کے قول کے مطابق ادا کرے گا (ت)

اسی طرح اگر حود زمین کی مکان بڑھ گئی، وہ اور اس کے گرد و پیش کی زمینیں پہلے ایک روپے بگیو
تھیں، اب مثلاً دو روپے بگیو ہو گئیں، اور اس کی مدت اجارہ ختم ہو گئی، اور مالک نے اضافہ چاہا،
تو اس پر بھی شرعاً دو روپے کی شرح لازم ہو گئی، اگرچہ نہ صرف سکوت بلکہ کاشتکار صراحتاً انکار کرتا رہا ہو
لانہ لما تمت اجارته، وطلب المالك
الزيادة، فاف صار غاصبا، والارض
معدة للاستغلال، وليس
للمزارع تاويل، فذلك لعدم
ولا عذر لانتهاؤه، فيجب عليه
کیونکہ جب کرایہ داری کی مدت ختم ہو گئی ہو اور مالک
زائد کرایہ طلب کرتا ہو تو مستاجر کے انکار کر دینے
کے بعد وہ پائش غاصبانہ ہوگی جبکہ زمین کرایہ حاصل
کرنے کے لئے ہی مختص ہے اور مزارع کو ملکیت
کا بھی عذر نہیں کیونکہ وہ مالک نہیں اور نہ ہی مدت

ماجرة المثل، وهي الاذن لبيتان.

اجارہ کے ختم ہونے میں غدر ہے تو اس پر شلی اجرت کا کرایہ لازم ہوگا جو کہ اب دورِ پیہ (مثلاً) ہے (ت)

در مختار میں ہے،

منافع العصب لا تمنع عدنا، الا في ثلث،
فيحب اجرا لمثل ان يكون المنصوب وقفا
او مال یتیم، او معد الاستغلال، الا في
المعد الاستغلال اذا سكن، بتاويل ملث
او عقد فلا شئ عليه اذ ملث.

غصب کے منافع ہمارے نزدیک قابل ضمان نہیں ہیں ماسوائے تین مواقع کے، ایک یہ کہ منصوب وقف ہو تو اس کی شلی اجرت لازم ہوگی، دوسرا یہ کہ وہ منصوب حبسینہ تخیم کا مال ہو، تیسرا یہ کہ وہ چیز کرایہ حاصل کرنے کے لئے مختص ہو، ہاں اگر ملکیت کی تاویل سے اس کرایہ والی زمین میں رہائش پذیر ہو تو پھر اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا اذ ملث (ت) تو بنام خرچہ جو کچھ اس اضافہ میں جو شرعاً اس پر لازم ہو چکا وصول کر لے لے طفرہ بجنس حقہ (کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قابض ہوا ہے) رد المختار میں ہے،

او ان لم یکنه الرفعة للحاکم، فاذا طفر بمال
حدیوہ، لم یأخذ دیارہ، بل لم یأخذ
من خلاف الجنس علی ما ذکرہ قریباً.

اپنے حق کی جنس کے خلاف بھی اس کا مال ملے تو قبضہ کر لے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ (ت) اور اگر اجارہ کی کچھ مدت مقرر نہ کی ہو ہی سال بسال کاشت کرتا چلا آتا ہے، جب تو ختم ہر سال پر زمیندار کو اختیارات مذکورہ حاصل، اور احکام مذکورہ نافذ ہیں، کہ اس سے ہر سال پر سیا اجارہ منعقد ہوتا ہے کما اشترنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے) در مختار میں ہے

أجر حانوتاً محل شهر بكذا، صح في
واحد فقط، واذا قسم الشهر، فحل
ففيها يشروط حضور الآخر
لاستبعاد العقد الصحيح، وفي

ایک مکان کسی معینہ منہ پر ماہوار اجرت پر دی
تو صرف ایک ماہ کا یہ اجارہ صحیح
ہوگا اور جب معینہ ختم ہو جائے تو دونوں میں سے
ہر ایک فریق کو اس کے فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ

کل شہر سکون فی اولہ صحہ العقد فیہ ایضاً
الخ باختصار۔

دوسرا فریق وہاں موجود ہو، کیونکہ صحیح عقد ختم ہو گیا
ہے اور جس حیثیت کی ابتداء میں وہاں رہائش پذیر
رہا اس حیثیت کے اجارہ کا عقد بھی صحیح قرار پایا تھا البتہ اختصار

باجملہ یہ قاعدہ کلیہ لغیرہ جلیلہ حفظ کرنے کا ہے کہ جب کسی کا دوسرے پر کچھ آتا ہو، یا اس سے لینے
کا شرعاً حق رکھتا ہو، اور اپنے اس حق تک قانوناً نہ پہنچ سکتا ہو، تو اس کے وصول کے لئے کسی ایسے
امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو، اور مجرم کی حد تک پہنچے شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لئے جس پر
قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور دولت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔

قال تعالی لا تلتقوا بایدیکم والی الہدیکۃ،
وقد جاء الحدیث عنہ صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم ینہی المؤمن ان یمذل
نفسہ ۛ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں ہلاکت میں
نہرؤ۔ اور حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوۃ
والسلام کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے من
کو اپنا نفس ذلت میں ڈالنے سے منع فرمایا
ہے۔ (دلت)

مگر جب کوئی ایسا ذریعہ سے نہ قرار دیا جی رقم اس سے وصول کر کے قراہات ہے کہ اس
نیت جائزہ سے اسے لے اگرچہ قانوناً کسی دوسرے نام سے لے،

فان الشئ اذا وصل الی مستحقہ من المستحق
علیہ، جمل واصل من البیعة النقص
یستحقہ، کما فی الدر المختار، وقد قال
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اما لا عمل بالمیت
وانما لکل امرئ ما نوى ۛ
تو بیشک جب مستحق کو اپنے مدین کی کوئی چیز ہاتھ
لگے تو اس کو استحقاق کے طریقہ پر پہنچا تصور کیا جائیگا
جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے، حالانکہ حضور علیہ
الصلوۃ والسلام نے فرمایا، اعمال کا اعتبار
نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسکی نیت کا اثر ہے۔ (دلت)

۱۷۸/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۷۵/۲	سہ در مختار کتاب الاجارۃ الاجارۃ الفاسدۃ
۲۰۵/۵	دار الفکر بیروت	۱۹۵/۲	سہ مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
۲۸/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی		سہ در مختار کتاب البیوع باب البیوع الفاسد
۲/۱	مستدعی کتب خانہ کراچی		سہ صحیح البخاری باب کیف کان بد الوعی الخ

اور یہ ضرور ہے کہ شرعی اجازت سے آگے نہ لے، مثلاً خورد و پے آتے تھے تو سو یا سو سے کم لے سکتا ہے زیادہ بڑے نہیں، اور یہ بھی غلط ہے کہ شہا مطہر کسی طرح بڑے کام سے منع فرماتی ہے یا نہی بڑے نام سے، تو ایسے ذریعہ سے بچے جس میں اگرچہ ریائی نیت کے سبب لیتا آتا، یا ایک شئی مباح لیتا ہو جس میں اُس پر براۓہ نہیں، مگر وہ ظاہری ذریعہ ایسا ہو جس سے بدنامی ہو، لوگ اسے ترک مباح سمجھیں، غیبت کریں، جیسے سود کا نام، تو اس سے بھی بچے اور صبر کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع محکمہ ہریہ، تحصیل برانہ، ڈاک خانہ بہاولپور، ضلع میرٹھ، مسئلہ سید اکبر علی شہباز ۱۲۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیدہ کاشتکار موروثی ہے، اور لگان بکساب دُور و پیہ فی بیکھ زمیندار کو ادا کرتا ہے، اور وہ زمین جو زیر کاشت موروثی زیدہ ہے اصل میں لعدہ فی بیکھ کے لگان کی ہے کیونکہ اس اراضی سے طعہ اور ہم عیشیت اراضی مبلغ لعدہ فی بیکھ لگان پر کاشت کرائی جا رہی ہے، ورنہ سر کاشت کار خوشی سے لعدہ فی بیکھ لگان پر کاشت کرتے ہیں زمیندار کا بہت بڑا نقصان ہے اور کاشتکار مذکور زمیندار کے کھنے سے لگان میں اضافہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شرعاً مالش کر دو، لعدہ جو بے ڈگری کے لگان زیادہ دُور کا، اور زمیندار خود تو اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ کاشت کار رضامند نہیں، اور پکھری سے بچند وجہ ہو نہیں سکتا اس میں سے مالیت بہت زیادہ چینی کی ہے لڑکاشت کار لگان سے وقت جبکہ قانون نے اس پر واجب کیا ہے نہ ادا کرے اور زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے لگان کے روپیہ پر سود لگا دے اور کہوے کہ میں اپنے لگان میں لیتا ہوں تو کچھ گماہ تو ہیں ہے، اس طریقہ سے کچھ تلافی نقصان ہو جائے گی۔

دوم یہ کہ اگر زمیندار پکھری میں ایک چچی مات کو چھپائے اور جھوٹی بات کو ظاہر کرے تو اپنے نقصان کی معمولی سی تلافی کر سکتا ہے اور اراضی موروثی کا اس کے قصہ سے نکل جانا بھی ممکن ہے، اس جھوٹی بات کو ظاہر کرنے سے جو زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے کرتا ہے کوئی گناہ ہو گا یا نہیں؟

سوم یہ کہ کاشتکار موروثی کا کوئی حق ہے یا نہیں؟

چہارم یہ کہ شریعت مطہرہ کے نزدیک زمیندار کی مالی نقصان کی تلافی مالی سے کیونکر ممکن ہے؟ فقط۔

الجواب

جواب سوال اول و سوم و چہارم، شرع مطہر کے نزدیک ملوک زمینوں میں جیسی عام دیہات کی زمینیں ہیں کہ زمیندار ان کے مالک ہیں اصلاً کبھی کسی طرح حق موروثی حاصل نہیں، شرعاً

زمیندار کو اختیار ہے کہ جب پڑے کی میعاد ختم ہو، یا اگر کاشتکار سے کوئی میعاد معین نہ ٹھہری تو جس ختم سال پر چاہے کاشتکار سے کہ دسے کہ اب سے کاشت چھوڑ دے مجھے زمین کچھ کو دینا منظور نہیں، اس کہنے سے وہ زمین سے شرعاً بے تعلقی ہو جائے گا اور اسے حرام ہوگا کہ قبضہ نہ چھوڑے، اگر نہ چھوڑے گا عاصب ہوگا اور اس کے بعد سے عند الشرع اس پر وہی چار روپے بجیکہ واجب ہوگا جو وہاں اس حیثیت کی زمینوں کی عام شرح ہے اگر نہ دے گا اور وہی دو روپے بجیکہ ادا کرتا رہے گا تو بلکہ شرح وہ فی بجیکہ دو روپے سال کا دیون ہوتا رہے گا، مثلاً ایسی زمین پچاس بجیکے اس کی کاشت میں ہے تو زمیندار کے سو روپے سال ہیشہ اس پر چڑھتے رہیں گے جب تک زمین نہ چھوڑے، نیز زمیندار کو اختیار ہے کہ ختم میعاد یا صورت ثانیہ میں جس ختم سال پر چاہے اس سے زمین نکالنے کو نہ کہے، بلکہ یوں کہے کہ آج سے یہ زمین چار روپے یا دس روپے بجیکہ ہے وجود ہاں اس زمین کی عام شرح ہو رہی ہے، خواہ اس قدر کہے یا اس سے کم یا جس قدر چاہے زیادہ، مثلاً سو روپے بجیکہ، ہزار روپے بجیکہ، مگر کاشت کار اپنے زلم پر کہ یہ بھر چارہ جوئی قانونی کیا کر سکتا ہے، خارش رہا اور کاشت کی، تو جتنا اس نے کہہ دیا تھا اس پر دین ہو رہے گا، اور اگر وہ سکوت نہ کرے حکم زد کر دے، مثلاً کہے میں تو وہی دو روپے دوں گا زیادہ دوں گا، تو یہ بعد اسے کلام کا اعادہ کر دے یہاں تک کہ وہ خارش ہو جائے اور دیکھے کہ نہیں جیتا تو کہہ دے بجیکے نہ خود یا منظور ہیں، اس کے بعد نہ دے گا، تو وہی عام شرح مثلاً چار روپے اس پر لازم آئیں گے، ان طریقوں سے یہ تو ہو گا نہیں کہ زمیندار قانوناً دو روپے بجیکہ سے زائد لے سکے، جس تک باضابطہ اضافہ نہ کر اسے جو ہزار ققیں رکھتا ہے، وہی جس کی زمیندار اس بنا پر کہ شرعاً اس کے اجارہ سے نکل گئی اسے خود دے دخل کر دے اور نہ صرف قانوناً بلکہ عند الشرع بھی زمیندار کو جائز ہوگا کہ شیعہ مطہریسی بات کے لئے اپنے آپ کو ہلکت میں ڈالنے یا ذلت کے لئے پیش کرنے کی سخت جانست فرماتی ہے تو ایسی صورت کا ہر جرم قانونی اس عارض کی وجہ سے خود جرم شرعی اور گناہ ہے۔ ان طریقوں سے یہ نفع ہوگا کہ جب کاشتکار عند الشرع اس کا دیون ہو یا اور وہ دین قانوناً وصول ہو نہیں سکتا، تو کاشتکار سے جو رقم قانوناً وصول کر سکے، اور شرعاً وہ رقم نا واجب ہو اسے قانونی ذریعہ کے نام سے وصول کرے، اور اپنے سے آتے ہوئے میں عجز کرنے جبکہ یہ رقم اس قدر دین سے زائد نہیں، مثلاً کاشتکار پر لگان یا اضافہ یا بیہ دخل یا کسی قسم کی کوئی نالیش کرے جس کی حاجت زمیندار کی کو اکثر پڑتی ہے، اور وہ نالیش ڈگری ہو تو شرعاً مدعی کو اگرچہ حق پر سودا علیہ سے خرچ لینا جائز نہیں، یہ خرچ لے اور اسے اپنے دین میں محسوب کرے یا زمینداروں میں اکثر معمول ہے کہ کاشتکاروں سے ٹکڑی، اچھا بھسا وغیرہ اگھائی جیتے ہیں، یا بل بیل گاڑی سبیل وغیرہ میں اور یہ شرعاً جائز نہیں، ان کو وصول کرے اور اس میں عجز اسے، ٹکڑی وغیرہ قیمت کے اعتبار سے، اور بیل

یحب احرام المثل فی السعد للاستغلال بلہ
خواہ حاصل کرنے کے لئے مخصوص شدہ زمین کی مثل
اجرت لازم ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے :

الاصول ان المستحق بجهة اداء وصل الى المستحق
بجهة اخرى اعتبره اصلا بجهة مستحقه
ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا ،
وتامره في حاحه الفصولين .

روا مختار میں ہے :

ادالم يملكه الرقة لمحاكم ودا طغر بسمال
مدبويه له لاحد ديامه ، بل له الاحد من
خلان المحسنين .

اسی میں ہے :

الغری الیوم علی جوار الاحد عبد القدیر
من ای مال کان . واللہ تعالیٰ اعلم .

جواب سوال دومہ : بھٹ بونا حرام ہے ، ہاں اپنا حق وصول کرنے یا اپنے اوپر سے ظلم
دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کی اجازت ہے ، جس کا ظاہر کرب جو اور باطن میں صحیح معنی مراد ہوں ، وہ بھی
اسی حالت میں کہ صدق محض سے وہ حق نہ لے اور ظلم نہ لے ، ورنہ یہ بھی جائز نہیں ، در مختار میں ہے :

المکذاب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن
نفسہ ، والمراد لتقریب لا یعیب

اپنے حق کو ثابت اور ظلم کو ختم کرنے کے لئے بھٹ
مباح ہے ، اسی بھٹ سے مرد قمر نہیں ہے نہ کہ

۲۰۰-۸/۲	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب النصب	۲۰۰-۸/۲	۲۸/۲	۲۰۰/۲	۹۵/۵
۲۸/۲	~ ~ ~	باب البیع الفاسد	کتاب البیوع	۲۰۰/۲	۹۵/۵	
۲۰۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب السرقة	کتاب السرقة	۲۰۰/۲	۹۵/۵	
۹۵/۵	~ ~ ~	کتاب الحجر	کتاب الحجر	۹۵/۵		

ردالمحتار میں ہے،

حيث ابيح التعريض للحاجة لا يباح
لغيرها، لانه يؤهم الكذب به

جہاں کسی حاجت کی وجہ سے تعريض جائز ہے وہاں
غیر حاجت جائز نہیں، کیونکہ تعريض جھوٹ کا وہم
پیدا کرتی ہے (ت)

ہاں اگر ظلم شدید ایسا ہو کہ قابلِ رواشت نہیں، صرف ایسا سخت ہے جس کا مفسدہ کذب کے مفسدہ سے بڑھ کر
ہے اور اس کا دفع بے کذب ناممکن ہو تو مجبوری اجازت پاسکتا ہے لان الصدورات تدبر المحظورات
(کیونکہ ضروریات منزع چیزوں کو مباح کرتی ہیں۔ ت) ردالمحتار میں منقول

ينبغي ان يقابل مفسدة الكذب بالمفسدة
المترتبة على الصدق فان كانت مفسدة
الصدق اشد فله الكذب، وان بالعكس
او شك حرم، وقد بقا القول فيه ف
فتاؤنا. والله تعالى اعلم

جھوٹ کے فساد اور صدق پر مرتب جو نیو اسے فساد کا
قابلِ کیا جا نا مناسب ہے اگر صدق پر مرتب فساد
شدید ہو تو جھوٹ مباح، اور اگر معاملہ بالعکس ہو
یا دونوں صورتوں میں شک ہو تو پھر کذب حرام ہے
اور فصل کس قول کرنے پر ہے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جمادی الثانیہ ۱۳۳۳ھ

مسئلہ از گزرتی مسئلہ حکیم رضا حسین خان سکنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشترک گاؤں میں اگر ایک شریک بے ادب دیگر شرکار خود
کاشت کرے، تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر شرکار اس سے اپنے حصے کی لگان لیں گے یا کیا؟ یقیناً
تو حرموا۔

الجواب

زمین مشترک میں ایک شریک کا زراعت کرنا اگر باذن جمیع شرکار ہے، بلا شہرہ روا ہے، پھر جبکہ
وہ زمین گاؤں کی ہے، اور دیہات کی زمین اجارہ ہی کے لئے ہوتی ہے، تو جب تک تصریح نہ ہو جسے کہ
لگان نہ لیا جائے گا، شرکار کے حصے کا اس پر لگان آئے گا۔

۲۵۲/۶	مطبع محتبائی دہلی	فصل فی البیع	لے در مختار کتاب المحظورات بائتہ
۲۵۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۵۵/۵
۲۵۴/۵	"	"	۲۵۴/۵

لان الاجارة من الشريك جائزة ، لعدم الشيوع
في المنافع المأثمة اذا لكل تحدث على صدق
امانته له او للاجارة ، بخلاف الاجارة من
احد شريكه ، او اجارة البعض من غير
الشريك حيث لا تجوز للشيوع كما في الهداية
والندوة

تمام شرکار کی طرف سے اجارہ حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ
اب منافع میں شیوع نہ ہوگا کیونکہ پیدا ہونے والے
تمام منافع اس کی اپنی ملکیت کی وجہ یا اجارہ کی وجہ سے
حاصل ہوں گے بخلاف جبکہ تمام شرکار میں سے ایک یا
بعض سے اجارہ کرے تو ناجائز ہوگا ، کیونکہ ان صورتوں
میں شیوع پایا جاسکے گا ، جیسا کہ ہدایہ اور درمختار
میں ہے۔ (ت)

اور اگر شرکار کے خلاف مرضی زراعت کرے گا گنہگار و غاصب ہوگا ، پھر اگر اس کی زراعت سے زمین کو نقصان
پہنچا تو حصص شرکار کے لئے اس نقصان کا تاویل دے گا ، اور اگر کوئی نقصان پہنچا تو کچھ نہ دے گا ، اس
صورت میں لگان عامہ نہیں ہو سکتا ،

لا ممانات كانت معدة للاستعمال فان شريك
يتصرف فيها بتاويل الملك ، والتصرف به
بتاويل ، لعقد يصح الاجرة في المعد بخلاف
الوقف ومال ايتيم حيث يجب فيهما مطلقا
كما بينه في الدر المنثور ورد المختار .
کیونکہ اگرچہ وہ زمین کرایہ داری کے لئے تیار رکھی ہے تو
شریک کا اس میں تصرف ملکیت کی تاویل سے ہے
حدود کی تاویل کرایہ داری وال چیز میں اجرت کے لئے
نافع ہے خلاف وقف اور مال یتیم کے کیونکہ ان میں
اجرت لازم ہے ، جیسا کہ درمختار اور رد المختار نے
یہ بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اگر نہ شرکار کا صریح اذن تھا نہ ممانعت ، بلکہ ان سے بے پوچھے بطریق خود اسی نے زراعت کی تو اس میں
حکم منقول و منصوص تو یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت یا اس خاص زراعت سے زمین کو نقصان پہنچے گا ، یا
زراعت نہ کرنے سے زمین کی طاقت بڑھے گی ، تو اس صورت میں شرکار سے بے پوچھے اس کا زراعت کر لینا
صورت غصب میں داخل ہے ، اور حکم وہی ہے کہ نقصان کا تاوان پہنچان کچھ نہیں ، اور اگر معلوم ہے کہ

۳۹/۲	مطبع یوسعی بکھنہ	باب الاجارة الخاصة	کتاب الاجارة	لہ اہدایہ
۱۴۶/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	" "	" "	لہ درمختار
۲۰۸-۰۹/	"	کتاب الغصب	"	لہ درمختار
۱۳۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	لہ رد المختار

زراعت سے زمین کو منفعت ہوگی، قریہ صورت صورت اجازت میں داخل ہے کہ اگرچہ ہر اذن نہ ہو، مگر بوجہ منفعت دلائل اذن ہے، اس صورت میں بھی حکم یہ نکلتے ہیں کہ مکان دینا نہ آئے گا، ۱۰ شرکار کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے اپنے حصوں کی قدر دو بھی اتنی اتنی تک اس کی زراعت کر لیں، مثلاً دو شریک تھے، ایک ایک ٹلٹ کا دوسرا دو ٹلٹ کا ٹلٹ والے نے ایک سال زراعت کی، تو دو ٹلٹ والا دو سال زراعت کر سکتا ہے، **اقول** مگر یہ حکم اس صورت کا ہے کہ زمین اجارہ کے لئے معدوم معروف نہ ہو کہ اس صورت میں اگرچہ بوجہ منفعت دلائل اذن ہے، مگر اذن عاریت و اجارہ دونوں کو محمل ہے، اور عاریت اقل ہے، تو یہی متعین ہے اور اجارہ بلا دلیل ثابت نہیں، لہذا جہر واجب نہ آیا، مگر جو زمین معدوم مستعمل ہے، جیسے زمین دیہات، اس میں ثبوت اذن حکم اعداد و جہر بوجہ اجارہ ہی مانا جائے گا، جب تک صراحت لفظی اجازت یا تصریح عاریت نہ کر دیں لان المعروف کا معشروط و عہد اظہار جہدا (کیونکہ معروف چیز مشروط کی طرح ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے۔ ت) قریہ صورت مثل صورت اولی یعنی زراعت بآدن صریح شرکار ہوگی، اور مکان لازم آئے گا، اسے نہ مانتے تو بحال منفعت اذن دلائل ثابت ہونا، اگر وہاں چل سکے جہاں کوئی مزارع موجود نہیں تو باوجود دیہات میں اس کا ثبوت منفعت دشوار ہے کہ غیر شخص زراعت کرتا تو شریک دیگر کو اپنے حصہ کی اجرت ملتی، اور شریک نے خود کاشت کی، درمکان دلائل نہیں، صرف یہ قیاریں کہ تخیلات یہ بھی زراعت کر لے، اور ممکن کر یہ زراعت کسے لئے آمادہ نہ ہو اس کے اسباب نہ رکھتا ہو، اس کے کاموں کا مکمل نہ ہو، ان کی فرصت نہ پاتا ہو، تو اس کا حصہ بلا معاوضہ دوسرے کے تصرف میں رہا، اس پر رضا و اذن دلائل مانتا بہت مشکل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مکان لازم کریں کہ صریح نفع حاصل ہے، یہ دونوں صورتیں علم کی تھیں اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ زراعت سے زمین کو مضرت پہنچے گی یا منفعت، اس کا حکم نہیں نکلتے، **اقول** وہ صورت مضرت کے حکم میں ہے کہ دلائل ثبوت اذن بوجہ علم منفعت تھا، جب یہ نہیں وہ نہیں، تو رہا مگر مطلقاً بلا اذن تصرف، اور یہی غصب ہے۔

ود بک لان الاصل فی التصرف یمایہ ملکت
لغیرہ الحظر الا باذنتہ ولود کالائۃ، ولہ یوجد
ہو ولا ہی

جامع الفصولین فصل ۲۲ بحث "انتفاع بمرکز" میں ہے،

یغیرہ الزرع لشریکہ نقصان نصف
الارض لو انتقصت لامہ عاصب
ایک شریک نے زمین کاشت کی تو وہ دوسرے
شریک کے نصف حصہ کے نقصان کا ضمان دے گا

فی نصیب شریکہ (من) وعن ہر مرحۃ اللہ تعالیٰ، لو غاب احدہما فلیشریکہ ان یزود نصف الارض، ولو اراد الزامہ فی العام الثانی فیرجع النصف الذی یکان مزرعہ، ویلتحق یا تہلوعلم ان المزرع ینقسم الارض ولا ینقسمہا فہما ان یزود کلہما، ولو حضر الغائب فہما ینقسم کل الارض مثل تلك المدة، لرضا الغائب فی مثله دلالة، ولو علم ان المزرع ینقسمہا او لترك ینقسمہا ویزیدہا قوۃ فیس للعاصر ان یزود فیہا شیئاً اذا الرضا لم یثبت ہذا کذا (قسط)

بشرطہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غاصب ہے (نہ)، اور اگر وہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہو تو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے، اور اگر دوسرے سال بھی زراعت کرے، چاہے تو اسی حد کو کاشت کرے، اور فتویٰ یہ ہے اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے لئے مفید ہے فقصد نہ ہو نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آجائے تو اس کو حق ہو گا کہ وہ بھی تنہی ہی بہت کل زمین کو اپنے لئے کاشت کرے، یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالت رضا ہے اور اگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے

یا ترکیب در علت مفید ہے اور زمین سے یہ زیادہ وقت و محنت ہے تو بموجب ترتیب کو کوئی چہر کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضامندی نہیں ہے یوں قطع نہیں ہے ابتدا و آخر کتاب النصب میں ہے،

نقل (ای فی تنویر الاضداد) او لا عن العلویۃ عن محمد (قد کرمنا قد مناعن المجامع قال) ثم نقل عن القنیۃ "ان المحاصر لا یزید فی المدة المشتركة اجر، وليس للعائف استعماله بقصد تلك المدة، امت المعاصاة بعد العصومة، قال وینہما متدافع لانت یصرف بیت الارض و

تنبیہ لاجہار میں اور علامہ یہ ہے بحوالہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کیا اور جامع القصص میں سے ہمارے نقل کردہ کے موافق ذکر کیا، پھر انہوں نے قنیۃ سے یہ نقل کیا کہ حاصر شریک پر مشترکہ ملکیت میں کوئی اجرت لازم نہیں ہوتی اور غائب کو اتنی مدت زمین کو استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ بدلتہ کالیں دین قاضی کے ان خصوصیت کے بعد ہوتا ہے، اور کیا ان دونوں منقولہ جہاتوں میں اختلاف ہے اقل یہ کہ زمین اور

الدار، وهو بعيداوانهما روايتان، ثم نقل
عن الخليفة انت مسئلة الدار كمسئلة
الارض وان للدار يمكن مثل ما سكن
شريكه، وانت الشئ من استحوذوا بذلك و
هكذا روى عن محمد وعنه الفتوى

دار کا فرق قائم کیا جائے اور یہ بعید ہے یا یہ کہا جائے
یہ دو مختلف روایتیں ہیں، اس کے بعد انھوں نے خلیفہ
سے نقل کیا کہ دار کا مسئلہ اور زمین کا مسئلہ ایک ہے کہ
مکان میں بھی شریک غائب کو اتنی مدت سکونت کا حق
ہے جتنی مدت حاضر شریک سکونت پذیر رہا، اور اس کو
مشائخ نے پسند فرمایا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (رت)

نیر جامع الفصولین میں یہ عبارت مذکور ہے،

(فصل، سكن دار مشتركة بجمعة شريك لا يلزمه
اجر حصته ولو بعد الاستعلاء) الخ قوله،
على ما، بان سكن بتأويل استل، فلا اجر
(واقعة فتوى) ربح ارضانية ومن غيره
هل لشريكه ان يطالبه بربح وثلاث حصص
نعمه كما هو حرف ذلك الموضع الخ
بان لا يملك ذلك ولكن يعرضه نقض حجة
في الارض لو استقصت

رخص ایک شریک مشترک مکان میں دوسرے کے
غیر موجودگی میں سکونت پذیر رہا تو اس پر کوئی اجرت
اور مہر ہوگی اگرچہ مکان کے ایذا دہی کے لئے تیار کیا ہو،
ان کا بیان اس قول تک کہ (ف) میں اس کی علت
یہ بیان کی گئی کہ وہ ملکیت کی تاویل پر سکونت پذیر
ہوا ہے تو اگرچہ یہ نہ ہوئی، واقعتاً فتویٰ میں ہے
کہ اپنی اور غیر کی مشترک زمین میں کاشت کرے تو
کیا دوسرے شریک کو اس سے ربح یا ٹمٹ کا
اپنے حصہ کے طور پر مطالبہ کا حق ہے جیسا کہ وہ ان معروف ہے، جواب دیا گیا کہ دوسرے شریک کو یہ حق نہیں
ہے، ہاں اگر زمین کو کاشت سے نقصان ہوا تو اس کو اپنے نصف کے نقصان کا مکان لیا روا ہوگا۔ (د)

اقول یہ ہے وہ حکم کہ اس صورت زراعت سے اطلاع شرکاء پر کتب میں مذکور ہے، مگر یہ احکام
عرف کے ساتھ دائر ہیں، اور یہاں دیہات میں عرف دائر دوسرے جیسے کہ زمین کا جاریہ پر اٹھنا ہی
مستفہم جانتے ہیں اور اس کا پڑا رہنا ہی نقصان سمجھتے ہیں کہ وہ صرف معدل جاریہ ہوتے ہیں، اس کے
بعد اس پر کوئی نظر نہیں ہوئی کہ زراعت اس کے لئے نفع ہے یا ترک، تو یہاں یہ صورت ادنیٰ یعنی
دن دلائے میں منحہ ہے، اور بوجہ اعداد اجر لازم، مگر کوئی خاص زراعت ایسی فرض کی جائے کہ زمیندار اس پر

راضی نہ ہوتے ہوں اور اُسے مضار عن جانے ہوں، تو وہ مستثنیٰ رہے گی، اسی تقریر پر دوبارہ دیہات خلاصہ حکم یہ ہے کہ شریک کو زراعت کرنا مطلقاً جائز اور حقد شرکار کا لگان مطلقاً لازم ہے، مگر اُس صورت میں کہ دیگر شرکائے صراحت منہج کر دیا ہو، یا کوئی ایسی زراعت کو جس سے زمین بگڑتی ہو، اور زمیندار اس پر راضی نہ ہوتے ہوں ان دونوں صورتوں میں متعاقب زمین کا تادان دے گا، اگر واقع ہو، اور لگان نہ آئے گا، اور شرکار نے صراحت بلا لگان، جائز دی، تو لگان نہیں، اور زراعت جائز ہے، ھذا اما عندی والحمد للہ العالیٰ علیہ وسلم
 یہ میری طرف سے ہے اور علمی میرے رب کے پاس ہے۔ (ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۵۵ مستول محمد سید علی صاحب طالب العلم، از کا پور سجد حاجی بدو، شطرنجی محل، ۴۰ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ
 ملک بنگال میں کی ہر ملک تین قسم پر منقسم ہے،

اول ملک شاہی،

دوم ملک زمینداری،

سوم ملک رعیتی۔

رعایا زمیندار کو خراج دیتے ہیں، اور زمیندار بادشاہ کو، بادشاہ ہی اصل مالک زمین کا ہے، اور بالکل تصرفات کا اختیار رکھتا ہے، زمین بادشاہ کے تحت میں زمین کا مالک ہے، اور زمیندار کے تصرفات بادشاہ کے تصرفات کے تابع میں، اور رعیت زمیندار کے تابع ہے، زمیندار رعایا کو زمین و مکان میں جتنے تصرفات کے لئے حکم دیتا ہے، اُسی کا اس کو اختیار ہوتا ہے، زیادہ ہیں، اس حالت میں کوئی رعیت دوسری رعیت کے پاس اگر اپنی رعیتی زمین کو بیچے تو قیمت کے فی تولد چار آنہ حساب سے (یا کم و بیش) زمیندار کی سرکار میں نہ راندہ دینا ہوتا ہے مثلاً خرید اگر اپنی رعیتی زمین کو غلاموں کے پاس قیمت دو سو روپے بیچے، اور غلام دو سو روپے دے کر قبضہ کر لے، اور زید غلام غریب و فردخت ہوگی، تو اب غلام زمیندار کے سرکار میں فی تولد چار آنہ کے حساب سے دوسرے کی مدد پر پیس روپے علاوہ خراج کے جب تک ادا کرے گا تب تک غلام غریب کی بدولت زمین کی بدولت زمیندار کے نام کو خراج کے غلام کے نام کو اپنے دفتر میں ثابت نہ کرے گا، غلام کو اس زمین پر تصرف کرنے نہ دے گا، پس نہ مذکور علاوہ خراج کے زمیندار کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میتوا انہو موجود بالذات (دلائل کے ساتھ بیان کر کے احوال معلوم کیجئے۔ ت)

الجواب

جوز زمیندار آباد و اجساد کے وقت سے وراثتہ مالک زمین چلے آتے ہیں، یا جس نے ایسے مالکوں
 علیہ فی الاصل کذلک لحدہ "زمیندار"

سے بیع و غیرہ کسی عقد صحیح شرعی سے ملک حاصل کی زمیندار اس زمین کا طرفہ مالک ہے اب یہ زمین جو ایک کاشتکار نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی، اس بیع سے اگر وہ غریہ نے والا کاشتکار اس زمین کا مالک مستقل نہیں سمجھا جاتا بلکہ زمیندار کو نذرانہ دینے کے بعد بھی کاشت کار ہی سمجھا جاتا ہے تو یہ بیع محض باطل ہے۔

کاشت کار اولیٰ نے جو زمین کاشتکار دوم سے لیا وہ اس کے لئے ناجائز ہے، اس پر واجب ہے کہ کاشتکار دوم کو واپس دے، اور یہ نذرانہ کہ زمیندار کو دیا جائے گا کہ سال اولیٰ اجرت زمین میں اضافہ تصور کیا جاتا تو زمیندار کو جاتر ہوتا، مگر ظاہر اہل حق ہیں سمجھا جاتا، بلکہ پہلے کاشتکار کی جگہ دوسرے کو قائم کرنے کی رشوت قرار زمیندار کو بھی جاتر نہیں، ہاں جبکہ کاشتکار اولیٰ اس اجارہ سے دوسرے کے لئے دست بردار ہو چکا، اور زمیندار نے دوسرے کو مستاجر قبول کر لیا تو یہ دوسرا طرفہ مستاجر ہو گیا، غرض کہ زمیندار اس سے لے گا زمیندار کو حلال ہے، ظاہر اس صورت یہی واقع ہوتی ہوگی، نیز کہ کاشتکار کی بیع صحیح شرعی سمجھی جائے اور کاشتکار دوم زمین کا مالک مستقل قرار پائے، اور اگر بالفرض کہیں ایسا ہو کہ کاشتکار اول کا دوسرے کے ہاتھ بیعت بیع فضلی ہو، اور زمیندار کا اس نذرانہ پر قبول کرنا زمیندار میں اضافہ اور بیع کی اجازت ہے، تو وہ دوسرے کو کاشتکار اول کو ظاہر ہوا ہے زمیندار اس کے لئے حلال ہے، ورنہ نذرانہ کہ زمیندار نے لے لیا اس کے لئے ناجائز ہے مگر اب جو خراج زمیندار اس کاشتکار دوم سے لے لیا ہے، اس سے اس زمین پر کاشتکار دوم زمین کا مالک مستقل ہو گیا، غیر ملک کا مالک سے خراج لینا کیا معنی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر ربیع مملہ فراشی لولہ مرسلہ مقصود مل غاں ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، کہ اگر زمیندار بٹائی کے کھیت کو خود وہ کفار کی کاشت میں ہو یا مسلمان کاشتکار ہو، چارہ شخص اہل بنو یا مسلمان کے بیع اس بٹائی کے کھیت کی کنگوت کرادے اور کاشتکار جو زمین کی کاشت کرتا ہو اس سے کہہ دے کہ اگر قبضہ کو یہ تخمینہ منظور ہو تو اس کو کاٹ لے، اور زمیندار کا حقہ جو ملے پایا ہو دے دینا، اور اگر منظور نہ کرے تو اس تخمینہ کو خسار کر دے ایسی صورت میں جبکہ کاشتکار بھی تخمینہ منظور کر لے تو یہ تخمینہ شرعاً جائز ہو گیا نہیں، اور اس کی کٹی ہوئی کا مواخذہ ہو گیا نہیں، جبکہ زمیندار کو اگر اس تخمینہ سے بیشی ہو تو اس کا کچھ خیال یعنی بیشی کا نہ ہو، اور اگر اس تخمینہ سے کم ہو تو زمیندار پر کاشتکار کا مواخذہ جبکہ وہ تخمینہ منظور کر چکا ہو، ہو گیا نہیں، ۱۰ یقیناً التوجہ۔

الجواب

کنگوت باطل ہے، شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، تو سے من تخمینہ ہوا اور زمیندار کاشتکار دونوں نے منظور کر لیا، اور آدھے پر بٹائی ہے، تو اگر سو من پیدا ہوا زمیندار کے پانچ من کاشتکار پر اور رہے ۱۰ سے

جائز نہیں کر چکا پس من کی جگہ پچیس من خود لے اور پچیس من زمیندار کو دے، اور اگر اتنی من پیدا ہو تو زمیندار کا حق صرف پچیس من ہے پانچ من زیادہ لینا اسے حرام ہے، ورنہ مسلمان کا شتکار کے حق میں، خورج ہنگا اُس کی باطل منظوری کہ برخلاف مقتضائے عقد و بے ادب شرع ہے کچھ معتبر نہیں۔ ہدایہ میں ہے،

من اشتری منینا عن ابن برونہ بطرفہ، فی طرح
عہ مکان محل طرف حمین من طلا،
فہو فاسد، وان اشتری عن ابن یطرح یوزن
الطرف جار، لان الشرط الاول لا یقتضیہ
العقد وان فی یقتضیہ
اگر کسی نے اس شرط پر زمین خرید لی کہ میں اپنے پچاس سے
ناپ کروں گا اور اس پر پچاس رطل کاٹوں گا،
تو یہ عقد باطل ہے، اور اگر اس شرط پر خرید لیا کہ
پیارے کے وزن برابر شمار ہوگا تو عقد جائز ہوگا کیونکہ
پہلی شرط عقد سے لا تعلقی ہے جبکہ دوسری شرط عقد
کے موافق ہے (ت)

ہاں ہندو کا شتکار سے اس کی مرضی و منظوری کی بنا پر اگر ایسے زیادہ مل جائے تو حرج نہیں،
لہذا اب یا بعد مہم لغیر عدد، ولو
بعقد یا وقع بین مسلمین کا، وعد اکما
یبداء فی بیع قلوب۔ والله اعلم
ہاں ہندو کا شتکار سے اس کی مرضی و منظوری کی بنا پر اگر ایسے زیادہ مل جائے تو حرج نہیں،
کیونکہ ہندوؤں سے خدر کے بغیر ملے لینا جائز ہے
اگر وہ ایسے عقد کے ذریعہ ملے جو مسلمانوں میں ہو
تو فاسد قرار پے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے
یروع میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بنارس گرانٹ بازار مسجد نواب جنگ مرشد علی شیع صاحب ہر جیب الفرجب ۱۳۳۶ھ
ایک زمیندار نے کا شتکار کو بخوشی و رضا مندی اپنی بیس بیگہ اراضی کا پٹہ دوا می لکھ دیا اس شرط پر کہ
فی بیگہ اراضی روپے لگان جس کا جملہ پچاس روپیہ ہوتا ہے، اس قدر مالگزار ہی سال بسال ادا کیا کروں، ورنہ
ان اراضی کو چاہے خود کا شت کر دیا دوسروں سے کا شت کر او، مگر مالگزاری اس کی حسب تحریر مندرجہ رقم سے
ادا کریں گے، اگر قسط پر ادا نہ کرو گے تو بنالاش حق ادا کرنے کا ہم زمیندار کو ہوگا، اب کا شتکار ان اراضی
کو خود ہی کا شت کرنا ہے اور دوسروں سے بھی کا شت کرتا ہے، اور جیب دوسرے کا شتکار کے ساتھ
بندوبست کرتا ہے تو فی بیگہ پانچ روپے لیتا ہے اور جب بارہ برس گزر گیا تو وہ اراضی انگریزی کاغذات
میں قانوناً مورد وثق کی گئی، یعنی اب ان اراضیوں کو زمیندار زبردستی بے دخل کرنے کا مستحق نہیں، مگر
بخوشی و رضا مندی اپنی کا شتکار واپس کر دے تو زمیندار واپس کر سکتا ہے، یا اگر مالگزاری کا شتکار

نے ادا نہ کیا تو بنائش گورنمنٹ زمیندار کو بذریعہ ڈگری کاشتکار سے وصول کرادے گا، اور اراضیوں کو بھی واپس کر دے گا، اگر کاشتکار بعد ڈگری زمیندار کے مال گزاری پکھری میں داخل کر دیا، یا زمیندار کو دے کر رسید حاصل کیا تو پھر کاشت کار اُن اراضیوں سے بے دخل نہ ہوگا بدستور قائم رہے گا، ایسی حالت میں کاشتکار کو کاشتکارشکی سے نفع لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور کاشتکار جو خود کاشت کرنا ہے اس کی پیداوار سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر زمیندار کاشت کار کو زبردستی بے دخل کرے تو پکھری میں استغاثہ کرنے کا حق شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب

پیشہ دہانی شرع میں کوئی عقد لازم نہیں، ہر سال تمام پر وہ عقد ختم ہوتا اور طرفین کی رضا سے نیا شروع ہوتا ہے، ہر سال حق ہونے پر شریعت مطلقہ کے نزدیک طرفین کو اختیار ہے کہ اس عقد سے باز رہیں، ملک زمین میں مدت گزرنے سے شریعت کے حکم میں عقد فارم نہیں ہوتا، یہ قانونی بات ہے شرعی حکم نہیں، اگر رضا سے زمیندار ہے تو جب تک بھی ہے کاشت کار اس میں کاشت کر سکتا ہے اور دوسروں کو ذیلی بھی بنا سکتا ہے مگر زمیندار جتنا طرادا کرتا ہے اُس سے زیادہ دوسرے سے نہیں لے سکتا، اگر سنے گا مال حبشہ ہوگا، مگر تین صورتوں میں یہ سیکرٹس کی حصہ بدل دے مگر زمیندار سے روپے ٹھہرے ہیں یہ دیلی سے سونایا نوٹ ٹھہرائے یا اس زمین میں کوئی مالیت کی چیز مثلاً کنویں کے اضافہ کرے یا اس میں کے ساتھ دوسری زمین ملا کر محروغ کو ذیلی کی کاشت میں دے، مثلاً ڈھائی روپے بیگمہ پر اُس سے لی ہے، یہ ایک بیگمہ زمین اس میں اور شامل کر کے مجموعہ ۲۱ بیگمہ بلا تفضیل، ذیلی کو ایک سو پانچ روپے پر دیے۔ یہ صورتیں جائز ہیں، اور اگر زمیندار کی رضامندی نہ ہو اور وہ اس سے زمین چھوڑ دینے کو کہے اور بددست کے دباؤ سے جبر نہ چھوڑے تو شریعت کے نزدیک گنہگار ہوگا، اور اس میں جو تنا اس کو جائز، جو ناج پسید ہوگا کاشت سے حالی ہوگا اور ذیلی کو دے گا تو وہ روپیہ بھی اس کے لئے ناجائز ہوگا، اور اسے حکم ہوگا کہ زمیندار کو دے دے یا فقیروں پر تصدق کرے، اور اولی اولی ہے، جو شخص ایک مسلمان ہوئے کی حیثیت سے حکم شریعت پر عمل کرنا چاہے، تو حکم یہ ہے وہ نہ جانے اور اس کا کام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہم ارحمنا حسنا وسخا بحق مولانا محمد
اسی الاقی ہی الا نبیاء والمرسلین
ہمارے آقا محمد النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وصحبہ اجمعین کے وسیلہ سے۔ (ت)

مسئلہ ۵۸ از پندرہول بزرگ ڈاکٹر ذرا سے پور ضلع مظفر پور سرحد نعت علی صاحب ۳۱ ربيع الاول ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) ملک کا فرہو یا مسلمان رعایا اس کو بعض زمین کی مال گزاری دے اور بعض کی نہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے، آیا وہ رعایا عند اللہ و عند الرسول ماخوذ ہو گا یا نہیں؟

(۲) جس زمین کی رعایا مال گزاری دیتی ہے اس میں درخت لگایا، اب اس درخت کے فروخت کر سکتے وقت ملک اس کی قیمت کا چوتھائی حصہ مانگتا ہے، خریدنے پر اللہ و رسول کے نزدیک ماخوذ تو نہیں؟

(۳) کسی ملکیت کے قریب ملک کی زمین غیر آباد ہے، رعایا نے اسی زمین کے ساتھ اس غیر آباد زمین کو آباد کر لیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شخص کی زمین مثلاً ۵۰ کھائے سروے ناپ نے غیر کی زمین لے کر ۵ کھائے دیا ہے، اب اس زمین کو وہ شخص اپنے تصرف میں دے سکتا ہے یا نہیں، اگر تصرف میں لے لے تو عند اللہ ماخوذ ہو گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) جو مال گزاری متہ سرقہ اسی کا زنا، اگر ظلم دے اور سب گچہ میں دلا کا فر ہو۔

قل اللہ تعالیٰ یا ایہا الدین امنوا اذفوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے ایمان دلا اذفوا کو بالعقود لی

پورا کرو۔ (ت)

(۲) ملک زمین کا اس درخت میں کچھ حق نہیں، اس کا مانگنا ظلم ہے۔

(۳) جائز ہے جبکہ ملک کو لگان دے یا وہ صاف کر دے

(۴) اگر وہ کھائے دوسرے کی ملک ہے تو بے اس کی اجازت کے غصب و حریم ہے، اور اگر وہ بھی کا شتکار ہے اور اس کے پٹے کی میعاد ابھی ماتی ہے تو بے اس کی اجازت کے ناجائز ہے لایہ ان حویسک رقیبتھا فقد ملک منعہا (اگرچہ اس کے رقبے کا ملک نہیں تو وہ اس کے نفع کا ملک ہے۔ ت) اور اگر یہی نہیں تو سابقاً یا لاحقاً اجازت زمیندار و کار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ مستورہ برلوی محمد رضا خاں مسئلہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

(۱) لید سے اس کی رعایا نے جس میں مسلم و مشرک دونوں ہیں، بیس روپے ایک سال کے واسطے قرض مانگے اور لگان کھاتے کا جو قرض چاہ رہا ہے بیس روپے ہے، اس نے کہا کہ بیس روپے تم کو بلا سودی

بغیر کسی نفع کے دئے جاسکتے ہیں، مگر تم کو اپنے کھاتے پر معبر سال بھر کے اضافہ کرے ہوں گے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن اسایموں سے کہ بقایا کھلی وصول کرنا، خواہ وہ تم تک ہے یا معاہدہ زمانی، ان سے ۳۳ روپیہ یا چھ آنہ روپیہ اس صورت میں لینا، اول اپنا اصلی مطالبہ لے یا لگیا تھا پھر قید نے مشرک کا شتکار سے کہا کہ مطالبہ تیرا ادا ہو گیا اب توبیح سلم کے اس قدر روپے اور ادا کر دے، یہ رقم لینا جائز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر کاشت کار نے اپنا حساب کجی تو وہ رقم جو زائد ہے اُس کو حساب میں بتایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) جو تمسکات کہ ۱۳۲۱ اف میں لکھے جاپکے کئی کا وصول بھی اسی طرح ہو سکتا ہے یا نہیں کہ تمہارا اصل مطالبہ ادا ہو گیا، اب اتنا بیع سلم کا دے دو، اگر دسترس روپے کسی مسلمان سے زائد لئے گئے اور اس کا مطالبہ صحیح اول لے لیا اور ان دس روپوں کے عوض مسلم یا مشرک کو سیر ہو گئیں یہ کہہ کر دے دے کہ ہم یہ تمہیں اتنے کو فروخت کرتے ہیں اور اس سے بخوشی لے لئے، تو یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیا صورت ہے کہ مال مشرک سے قسطنج ہوں؟

الجواب

(۱) یہاں کے مشرکین کے ساتھ یہ صورت جار ہے، مسلمان کے ساتھ حرام ہے کہ یہ قرض سے نفع لینا ہے، اور حدیث میں ہے:

كل قرض جرم مفسدة فهو ربا

قرض کے ذریعہ جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔ خلاصہ میں ہے:

القرض بالشرط حرام والشرط لغو بات
یقرض علی ان یکتب بہ فی ملک کذا الیوق
دینہ اھ کذا فی الدر مختار واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرض کے ساتھ شرط لگانا حرام ہے اور شرط لغو قرار پائے گی مثلاً یوں کہ اس شرط پر قرض دوں گا کہ مجھے لکھ دے کہ یہ قرض غلام شہر سے وصول کروں

در مختار میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عن فی الاصل در مختار میں ہے والی ادا ان عیارة الخلاصة فی الدر المختار۔ علیہ السلام الاظمی

ملک کز المال حدیث ۵۱۹ د۱ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲۲۸/۹
ملک خلاصۃ الفتاوی کتاب البیوع الفصل الخامس
ملک در مختار بحوالہ خلاصۃ الفتاوی فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۵۳۰۵۲/۳
۳۰/۲

(۲) یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتدائے معاہدہ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مشقاً اتنے سال کے لئے روپے بیگے پر تھیں دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جربہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی، تو سوائی یا ڈیڑھ سی یا دوئی (جو قرار پائے) اُس زمین کی اجرت متصور ہوگی، تو حسبِ قرار داد ملے سکتا ہے، اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیگے پر ہوا، اور باقی ٹٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کیا پاس ہے تو یہ حرام ہے کہ خلاف معاہدہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الدین صوا ادھوا ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! عقود کو بالعقود علیہ

اور اگر باقی میں زیادہ نہ ملے بلکہ اس سے صاف کہہ دے کہ باقی پوری ادا ہو گئی، اُس کا تم پر کچھ نہ رہا، مگر وقت پر ادا نہ کرنے کا اتنا حرج دے، تو یہاں کے مشرکین سے جائز ہے چاہے اس کا فرضی نام بیع سلم رکھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پہلی صورت میں کہ وہ داخل معاہدہ تھی حساب میں بتائی جاسکتی ہے، اور دوسری صورت میں اس کا حساب سے ادا کرنا لازم ہوگا، یعنی یوں کہے گا کہ بقایا لگان تو کچھ برا اس قدر ہے، اور بوجہ تاخیر اتنا بیع سلم کا دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ہاں ہو سکتا ہے جبکہ نزارع یہاں کا مشرک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، مسلمان سے مطلق ناجائز اور فرض ہے کہ اُس کے وہ روپے اُسے واپس دے نہ رہا ہو، اس کے ورثہ کو دے، اُن کا پتہ نہ چلے تو اس کی طرف سے تصدق کرے بخوشی کا لفظ، لفظ بے معنی ہے، بلعربہاؤ کے نامکس ہے کہ کوئی دس روپے کے برابر سیر بھر گیہوں پر راضی ہو، اور اگر یہاں کا مشرک ہے، اور اُس سے قید معاہدہ پر زیادہ لیا گیا تو وہ بھی حسبِ بیان جواب دوم ناجائز ہے، گیہوں کا یہ معاملہ اُس سے کہنا فضول ہے کہ یہ دس روپے بدوچہ نبیث آئے، اس مشرک کی ایسی رضا سے وہ نبیث نہ جائے گا کہ وہ دباؤ کی رضا ہے نہ کہ حقیقت، اور حقیقت بھی ہو تو اس پر مواخذہ حق اللہ کا ہے کہ خلاف حکم کیا، بلکہ سیر بھر گیہوں کسی مسلمان محتاج کے ہاتھ جتنے کہ وہ بخوشی راضی ہو یہ کوئی پھر وہ روپیہ بنیت تصدق مال نبیث اس محتاج کو دے، پھر اس سے گیہوں کے ذرٹن میں ملے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶ از سنبل ضلع مراد آباد محکمہ دہلی دروازہ مسئلہ محمد علیہ الدین - ارجادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید زمیندار نے ایک کاشتکار کو اپنی اراضی بنا برکاشت
 بدیں شرط وکسٹل روپیہ لگان پر دی کہ پانچ روپیہ فصل غریب پر اور پانچ روپیہ فصل ربیع پر ادا کرتا رہے، بحالت
 عدم ادائے زربق یا سوا یا معنی بجائے ایک روپیہ کے سوا روپیہ لگان کا کیا جائے گا، وقت مقررہ پر لگان کے
 نہ ادا کرنے کی صورت میں فصل ہر سال ورسال لگان میں زیادتی ہوتی رہے گی، یہ زیادتی لگان کے
 بمقابلہ اراضی کے کی گئی ہے، کیا یہ زیادتی لگان کی جائز ہے یا ناجائز داخل ٹیوڈ ہے ؟

الجواب

یہ محض حرام و ٹیوڈ ہے بلکہ اس شرط کی وجہ سے وہ اجارہ ہی فاسد و حرم ہو گیا، و ان بعد مرآۃ
 تصد بالشرط العاسد کا لہجہ ماہذا احد السعین (کیونکہ فاسد شرط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے
 جس طرح بیع فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ شتر میں سے ایک ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۶۷ از سنگرام پور ڈاکنی نہ خاص ضلع بدایوں مسئلہ شیخ ضیاء الدین
 جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب !

بعد سلام علیک کہ گزارش ہے کہ میرے قریب میں ایک زمین دھڑ پروردہ ہے، وہاں پہ ٹھکر
 دلاور سنگھ زمیندار موضع نہ کور کے ہیں، اس پر ایک ہزار روپیہ ۱۳۱۳ آنے کے ٹیوڈ سے دیگر اشخاص کا قرض
 ہے، اب دلاور سنگھ ایک ہزار ہم سے ملا ٹیوڈ مانگتے ہیں، اور شرط پختہ اراضی میر واسطے پانچ سال یا بالعرض
 ایک ہزار روپیہ کے دیتے ہیں، بعد پانچ سال کے ان کی اراضی چھوٹ جائے گی، اور ہمارا روپیہ بے باقی
 ہو جائیگا، شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہے تو کس طریقہ سے جائز ہو سکتی ہے، فقط زیادہ والسلام

الجواب

یہ صورت بلاشبہ جائز ہے، زمیندار اپنی ملک کو خالی زمین کے دوسرے کے دین یا اجارے میں نہیں، ایک
 مدت معینہ پانچ برس کے لئے ایک اجرت معینہ پر ہزار روپیہ پر اجارہ دیتا ہے اور باہمی رضا سے زراعت پر چٹائی دینا
 قرار پاتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از موضع دیورنیا ضلع برٹی مسئلہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک اراضی کا لگان بند و بست میں غیر مقرر ہوا،
 اب اسی اراضی کی حیثیت عیار کی ہے کسی شخص نے مبلغ ۵۰ پشلی پانچ سال کا لگان اس وقت کی حیثیت سے
 ادا کر کے لی، اس طرح پر اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی شخص نے بجائے عیار روپیہ کی شرح کے عیسے بھی

وہ بڑ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہوگی تو کن کن وجوہات سے جائز ہوگا؟

الجواب

بندوبست میں جو مقرر ہوا اس کی پابندی عاقدین پر لازم نہیں، باہم زمینداروں کا اشتکار میں جس قدر پر رضامندی ہو جائے کم پر خواہ زائد پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۹ از موضع دیورنیا صلح برقی مسئلہ شریف الدین و مسیح الدین زمیندار ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کا اشتکار کو اپنی عروقی اراضی مصدقہ بندوبست بشرح عہدہ سیکرنامہ کسی دوسرے شخص یعنی اپنے ذیلی کا اشتکار کو مبلغ ۵۵ لے کر پانچ سال کو پٹر پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مبلغ پچاس روپے اسی میعاد پچیس سالہ میں ذیلی کا اشتکار کے وصول ہو جائیں گے اور پچیس سال زمیندار کو یہی ذیلی کا اشتکار اد کرے گا، مگر یہ کہ شرح مکان مصدقہ بندوبست عہدہ لحاظ نہ کیا جائے خواہ بجائے عہدہ کے ۶ روپے کا اشتکار اصلی و ذیلی ملے ہو یا مبلغ یکا یا دو کم و بیش؟ بقیہ اتوجروا۔

الجواب

کا اشتکار کو جائز نہیں کہ جو زمین اس کے پاس جتنے مکان کو ہے اُس سے ایک پیسہ زائد پر ذیلی کو دے، جتنا زیادہ مقرر کرے گا اتنے اس کے پاس ملے گا۔ اسی سورتوں میں جائز ہے۔

(۱) اس کے ساتھ اپنے پاس سے اور کوئی چیز ملے کہ دونوں کو مجموعہ زیادہ پر دے۔

(۲) اس زمین کو کٹواں کھود کر یا اور کام نفع کا کرے کہ اس پر دے۔

(۳) کرایہ کی مجلس بدل دے، مثلاً اس کے پاس دس روپے سال پر ہے یہ ذیلی کو ایک اشرفی کر اسے پرنے یا جتنی شرفیاں ملے ہیں وہی نوٹ یا پیسہ یا اکتیاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع سکھرنہ ڈاک خانہ دھرم مقام بھرنہ دی شریف درگاہ عالیہ سلسلہ قادریہ

مسئلہ خدا بخش صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ھ چہار شنبہ

بخدمت عظامی منزلت شمس الشریعت حضرت مولانا صاحب سکرریہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی قانون کے مطابق جو شخص پانچ برس متواتر اپنی غیر آباد زمین کا محصول (یعنی خراج) نہیں دیتا وہ زمین اُس کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ کی ہو جاتی ہے کہ بعد اس برس گزرنے کے بغیر رضامندی شخص مذکور کے دوسرے کو دے دیتے ہیں، آیا زمین مذکورہ بالا بموجب شرح شریف مالک کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ بنی ہے یا نہیں؟ اور اس زمین کا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے خریدی ہو تو واپس دے یا نہیں؟ اگر ملے تو جو خرچ اس زمین پر کیا ہے اُس سے واپس لے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر مشتری مالک کو دے جب بھی گورنمنٹ

اس کو نہیں کیا بغیر درخواست کے، اور درخواست بسبب مفلسی کے وہ نہیں دیتا۔ یتیموا تو عمر و!۔

الجواب

شریعت میں اس وجہ سے زمین ملک مالک سے نہیں نکل سکتی یا اس کا خریدنا ناجائز ہوگا، اور خرید لی تو مالک کو واپس دینا واجب ہوگا، اور جو قیمت وغیرہ دینے میں خرچ ہو وہ مالک سے واپس نہیں لے سکتا، لہذا ہوا فیضیہ اعلیٰ (کیونکہ اس نے اپنا مال ضائع کیا۔ ت) اس پر حکم شرعی یہ ہے یہ بجالائے اگرچہ اس کے کہنے کو گورنمنٹ تسلیم نہ کرے، اس کا الزام اس پر نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الذبائح

(ذبح کا بیان)

مسئلہ شہر بریلی محلہ ابراہیم پورہ مسئلہ از عظیم الدین ۳ شوال ۱۳۳۳ء
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذبح بعد غروب آفتاب و قبل طلوع
 آفتاب مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کس طرح کا؟ اور اگر ایسے ہی وقت نہ کر میں بتی کسی پر نہ یا مرغ
 کو ہلاک کرے اور ذبح کچھ تھوڑا خون ذبح فوراً یا کچھ دیر بعد دے، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ آیا ذبح سے
 جائز ہو گیا یا نہیں؟ اور وہ ذبح اگر جائز ہو گیا تو وہ بھی مکروہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مکروہ ہے تو کیسا؟ بیوا تو جبرو۔

الجواب

رات کو ذبح کرنا اندیشہ غلطی کے باعث مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے، اور ضرورت واقع ہو مثلاً صبح کے
 انتظار میں جا اور مر جائے گا تو کچھ کراہت نہیں لائنہ الان ماحصورہ حذر عن اصاعة المال (کیونکہ مالی
 کے ضائع ہونے کے خطرہ کی بنا پر وہ اب اس کا ماسور ہے۔ ت) پھر کراہت اس فعل میں ہے ذبح اگر صحیح
 ہو جائے ذبح میں کچھ کراہت نہیں لنبین ان العطل لم یقع (واضح ہو جانے پر کہ غلطی نہ ہوئی۔ ت) ورنہ
 میں ہے،

مکروہ تنزیہی الذبائح لایلا لاحتمال غلطی کے احتمال کی وجہ سے رات کو ذبح کرنا

مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

حالت حلت کا دار خون نکلنے نہ نکلنے پر نہیں، بلکہ یہ ثابت ہونا چاہیے کہ وقت ذبح ہوا تو زندہ تھا، اگر یہ معلوم ہو اور خون اصلانہ دسے حلال ہے، اور اگر نہ ثابت ہو اور خون زندہ کا سادے تو بعض وقت کہیں زکاء ہوا خون کچھ دیر بعد مژدے کے بھی نکلتا ہے، جاوے حلال نہ ہوگا۔ حیات کی علامت یہ ہے کہ جاوے ترشپے یا مٹا کچھ بند کرے یا پاؤں سمیٹے یا اس کے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں۔ درمختار میں ہے:

وَمِنْ شَاةٍ مَرِيضَةٍ فَحَرَكْتُ وَخَرَجَتِ الدَّمُ حَلَّتْ
وَالْأَلَا ان لَمْ تَنْدِرْ حَيَاتَهُ عَسَدَ الذَّبْحِ وَ
انْ خَرَجَ حَيَاتُهُ حَلَّتْ مُطْلَقًا، وَامْتِ لَمْ
تَتَحَرَّكَ وَلَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ، فَشَاةٌ
لَمْ تَنْدِرْ حَيَاتَهُ وَقَدْ الذَّبْحُ، انْ فَتَحَتْ
فَاهًا لَا تُوَكِّلُ، وَانْ ضَمَّتْ أَكَلَتْ، وَامْتِ
مَتَحَتْ عَيْنَهَا لَا تُوَكِّلُ، وَانْ صَمَّتْهَا
أَكَلَتْ، وَانْ مَدَّتْ وَحَلَّهَا لَا تُوَكِّلُ، وَانْ
قَصَّتْهَا أَكَلَتْ، وَانْ نَامَتْ شَمْرُهَا لَا تُوَكِّلُ،
وَانْ قَامَتْ أَكَلَتْ، وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا لَمْ تَعْلَمْ
الْحَيَاةَ وَانْ عَلِمْتَ وَانْ قُلْتَ أَكَلَتْ مُطْلَقًا
مُكَلِّ حَالٍ، رِبْعِي ۞

یہ سب اس صورت میں ہے جب ذبح کے وقت زندہ ہونا یقینی نہ ہو اور اگر زندہ ہونے کا یقین ہو تو مطلقاً کھانا جائز ہے خواہ کسی حال میں ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے:

قوله اوخرج الدم اي كما يخرج من الحي
قال في البزارية وفي شرح الطحاوي
اس كما قولك ان خون نكله يعني جس طرح زندہ سے
نکلتا ہے، بزانیر میں کہا اور شرح غلادی میں ہے

خروج الدماء لا يدل على الحياة الا اذا كانت
 يخرج كذا يخرج في الحي عند الامم وهو
 طاهر الروية (باختصار) - والله تعالى
 اعلم -
 خون نکلنا زندہ ہونے کی دلیل صرف اس صورت میں ہے
 کہ اس طرح نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے، امام
 اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں، اور وہی ظاہر ہے
 ہے (باختصار) - (ت)

مسئلہ ۱۲۱۹ ارشہر کنند بریلی ۱۳۱۹ھ

ایک مولوی صاحب آئے ہیں، وہ کہتے ہیں بسم اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہم صلی و علی
 کتنا چاہتے بسم اللہ اللہ اکبر بغیر واؤ کے جو رائج ہو رہا ہے مکروہ ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو غیرہ۔

الجواب

بغیر واؤ کے مستحب ہے، اسے مکروہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ تخریفاً لا بعبارہ وغیرہ میں واؤ بڑھانے کو مکروہ
 فرمایا، بہر حال بلا واؤ کے خالی از کراہت و پسندیدہ و مستحب ہونے میں کلام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۱۲۲۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ذبح کرتا ہے، دوسرا پاؤں یا سر ڈبچہ کا
 پکڑے ہے، دونوں پر بسم اللہ ضرور ہے یا نہ؟ کی کافی ہے؟ اور اگر دکان نے بسم اللہ ترک کی قصداً
 یا یہ مددگار کوئی کافر مشرک ہندو وغیرہ تھا، تو ذبحی حلال رہا یا مردار ہوا؟ بینوا تو جسدوا۔

الجواب

اصل ذابح پر تکبیر کہنی لازم اور اسی کی تکبیر کافی ہے، سر یا پاؤں پکڑنے والے کی تکبیر کی اصلاحات
 نہیں، نہ اس کا کافر مشرک ہونا کچھ مضر،

فان الذبح انما هو قطع العروق لا الاخذ
 بالاساس وانقو ثم کما لا یحقی۔ ذبح جانور کی رگوں کے کاٹنے کا نام ہے، ہاتھ کے
 سر پاؤں پکڑنے کا نام نہیں، جیسا کہ غلطی نہیں ہے

ہاں اگر ایک نے دوسرے کو غرض ذبح میں مدد دی، مثلاً زید ذبح کرتا ہے عمرو نے دیکھا اس کا ہاتھ
 ضعیف ہے ذبح میں دیر ہوگی اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا اور دونوں نے مل کر چھری پھری تو بیشک دونوں میں
 جو کوئی قصداً تکبیر نہ کہے گا جانور حرام ہو جائے گا۔ یونہی اگر اُن میں کوئی کافر مشرک تھا تو بھی ذبح مردار ہو گیا
 فی الدار المحت رقت شرط التسمیة من درختار میں ہے کہ ذبح کرنے والے پر بسم اللہ

الادب الخ و فيه عن الحسية ارادة التصحية
فوصف ينداء من يدا القصاب في الذبيح و
اعانه على الذبيح ، معى حكن وحبيا فلو
تركها احد هما ، او طنان قسيمة احدهما
تكنى حرمت الخ . والله سبحانه وتعالى اعلم
بالصواب .

مسئلہ ۱۲ رصفر ۱۳۳۲ھ

چو فرمايند علمائے دين اندريں مسئلہ کہ ہنگام ذبح
کردن حيوان و ذابح ٹوٹے کہ اسے ہايد استوار
و راس حيوان کہ ام جانب می کند ، استقامت
اشاعت ست کہ بوقت ذبح حيوان سر دی بجنب
می کند و چہرہ ذابح بقبلہ سے کند ، غلامہ آنکہ
اگر بی جنب شمال و جنوب و مشرق و مغرب ذابح سارہ
پس چو حکم دارد ، آيا کہ جائز سے شود یا بدعت ، اگر
بدعت شود کہ ام بدعت ، و کہ ام اولی ست ، مع
اولہ تصریحاً تحریر فرمايند ۔ يفتوا تو نجس روا ۔

الجواب

سنت متوارثہ آن ست کہ رُوسے خود و رُوسے ذبیح
ہر دو ٹوٹے قلم کنند ، و سر ذبیح در بلا و ما کہ قبلہ
ٹوٹے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ
بر پہلو سے چپ خودش خوابیدہ باشد ، و پشت او
جانب مشرق ، تا رُوسے سمت قبلہ بود ، و ذابح

پڑھنا لازم ہے ، ماوراس میں خنیر سے ہے قربانی کہتے
ہوئے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح میں
رکھا اور ذبح میسر نہ دکی تو ہر ایک قسم اللہ پڑھے ، تو
اگر ایک نے نہ پڑھا یا خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی
ہے تو جانور حرام ہوگا الخ ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
بالصواب (ت)

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ حیوان کو
ذبح کرتے ہوئے حیوان کا سر کس طرف ہونا چاہیے
اور ذبح کرنے والا کس جانب کھڑ ہو ، مشہور ہے
کہ ذبح کے وقت جانور کا سر جنوب کی طرف اور ذابح
کھڑنے والا رُوسے قبلہ ہو ۔ غلامیہ کہ جنوب ، شمال اور
مشرق کی طرف سر کر این ہوا تو کیا حکم ہے ، کیا
جائز ہو یا بدعت ہوئی ، اگر بدعت ہے تو کون سی
اور کون سی جانب اولی ہے ؟ دلائل کے ساتھ
صراحت تحریر فرمایا جائے ۔ يفتوا تو نجس روا (ت)

سنت یہ چلی آ رہی کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں
قبلہ نہ ہوں ، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے
اس لئے سر ذبیح جنوب کی طرف ہونا چاہیے تاکہ جانور
بائیں پہلو لیٹ ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ
اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے ، اور ذبح کرنے والا

پائے راست خود برصغیر راست گردش نہادہ ذبح
 کنند، اگر توجہ یا توجہ پر قبلہ ترک کردہ است
 اور اگر پھلوئے راستش خوابانہ نزد بعض اہل انبیا کی
 حرام گردو، خوردنش روا نبود، پس اگر از زنی شکست
 و متوکل تر شد حد و حاکم الخلاف، احمد و دارمی و
 ابو داؤد و ابن ماجہ از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی
 قال دہم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یوم الدہم کلشیں اقربین امحییس موحوین
 فہما و حہما قال انی وجہت وجہی للذک
 فطر السموت والارض الحدیث، و بخاری و مسلم
 اسامی و ابن ماجہ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آورند
 قال صحی السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 بنشیں امحییس، فسرأیتہ
 واصعاً قدمہ علی صفا نحہما
 مستقی و یکسر فذبحہما بیدۃ
 امام عینی در عمدة القاری منہجہ
 والتکبیر مع التسمیۃ
 مستحب و کذا وضع الرجل
 علی صفحۃ عنق الاضحیۃ

پسندایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر
 رکھے اور ذبح کرے اور خود پایا جانور کا منہ قبلہ کی
 طرف کی ترک کیا تو مکروہ ہے، اگر جانور دائیں پہلو
 لٹایا تو بعض اہل انبیا کی کے نزدیک حرام ہو جائیگا
 اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، لہذا اس سے پرہیز میں
 تاکید ہے تاکہ خلاف سے بچا جائے، احمد و دارمی
 ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے قربانی کے روز دو حصی، چنگبر سے، سینگوں کے
 دسبے ذبح کرے، آپ نے جب ان کو قبلہ رو نہایا تو
 آپ نے برآمدہ پڑھی انی وجہت وجہی للذی فطر
 السموت والارض الحدیث بخاری، مسلم، دارمی و
 ابن ماجہ نے اس روایت میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کہ انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 دو چنگبر سے، دو دسبے ذبح فرماے تو میں نے دیکھا
 کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک جانور کی گردن کے ساتھ
 والے حصہ پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی تو دونوں کو
 اپنے اتر سے ذبح فرمایا امام عینی نے عمدة القاری میں
 فرمایا بسم اللہ کے ساتھ تکبیر مستحب ہے اور یوں قربانی کے

عہ ہکذا فی الاصل لعلہ "الدائی"

سنن ابی داؤد کتاب الصحایا باب ما یستحب من الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰
 صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵-۲۳۲
 صحیح مسلم " " " " " " " " ۲/۱۵۶

شمل ما ادا كان الذابح اشيع فوسعي احدهما
وتركه الثاني عمدا حرم اكله
پڑھا ترک کیا یا پر خیالی کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے کھانا حرام ہو گا۔ (ت)
در مختار میں غایہ سے ہے :

فوضع يده مع يده ان تصاب في الذبح و
اعانه على الذبح ، مسمى كل وجوب باخلوئكها
احدهما اوطن ان تسمية احدهما تنكح حرمت
ذبح کرنے میں معاون نے تصاب کے ساتھ اپنا
ہاتھ بھی ذبح میں پھری پر رکھا تو دونوں بسم اللہ بطور
وجوب پڑھیں ، ایک نے پڑھا دوسرے نے ترک کیا
یا ایک کے پڑھنے کو کافی مانا ، باخلوئہم ہو گا (ت)۔

شرح فقہ عظیم بر جندی میں ہے :

يشترط تسمية من اعان الذابح بحيث وضع
يده على الذابح كما وضع الذابح حقه لـ
ترك احدهما التسمية لا يحد ، ذكره فـ
فتاوى قاضى خان گنہ و فتنہ نقابى احمد
مسئلہ مرسلہ بھولا گھیار دکانہ تیسراؤں ، ڈاکخانہ پکی ، تحصیل قصور ، ضلع لاہور ۵ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ
کی فرماتے ہیں علامہ دین حفیظ اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنٹی سر کی طرف ایک چھلہ
بھی نہ رہے وہ عند الشرح حلال ہے یا حرام ، بیتوا تو احرروا۔

الجواب

اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنٹی کا اعتبار نہیں ، چاروں دگوں میں سے تین کٹ جانے پر
مدار ہے ، اگر ایک یا دو رگ کٹی حلال نہ ہو گا اگرچہ گھنٹی سے نیچے ہو ، اور اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں
تو حلال ہے اگرچہ گھنٹی سے اوپر ہو۔ رد المحتار میں ہے :
ان کامب بالذبح فوق العقدة حصل اگر گھنٹی سے اوپر ذبح میں چار میں سے تین رگیں

۱۹۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	لے رد المحتار
۲۳۵/۶	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الاضحية	لے رد المحتار
۱۹۱/۳	نوکلشور کھنؤ	کتاب الذبائح	۳ شرح النفاۃ للبرجندی

قطعة ثلثة من العروق فالحق ما قاله
شرح الهداية تبعاً للاستغنى، والا فالحق
خلافه، ادله يوجد شرط الحل باتفاق
اهل المذهب، ويظهر ذلك بالشهادة
اوسوال اهل الخبرة، فاعتمد هذا المقال
ودع عنك الجدل، وهو تعالى اعلم.

مسئلہ از چوٹی زیریں مسجد کلاں ضلع ڈیرہ غازی خان مرسلہ جناب عبداللہ صاحب

۱۲ رمضان ۱۳۳۵ھ

جناب حضرت مولانا با المعصل اولنا جناب شمس العلماء مفتی العصر سلامت، حضور انور! بذلہ
فوق العقدہ کا مسرد جو اختلاف میں مضبوط ہے، اس صاحب مہربانی فرما کر مزید قوں کو بذلل تحریر فرما کر
دستخط فرمادیں، تکلیف سے بالکل غفر کریں۔

الجواب

اس مسئلہ پر تحقیق و قوں یہ ہے کہ دین حق عقدہ ہے نہ دین یا مین رنگیں کٹ گئیں ذبح ہو گیا
بانور عدل، اور اگر صرف دو ہی کٹیں معلوم و مری نیچے رہ گئے ذبح نہ ہوا، اور جانور مردار۔ یہ بات
دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے، خود ہیچین نہ ہو تو ہیچان دلوں کے بیان سے رد الخمار میں ہے،
والعبرہ بالمقارن يقال ان كان بالسفوح
فوق العقدہ حصل قطع ثلثة من
العروق، فالحق ما قاله شرح الهداية
تبعاً للاستغنى والا فالحق خلافه، ادله
يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب،
ويظهر ذلك بالشهادة اوسوال اهل
هذا المقال، ودع عنك الجدل

مقام کی وضاحت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر گھنٹی
سے اوپر ذبح میں تین رنگیں کٹ گئی ہوں تو شروع
ذایہ نے رستغنی کی اتباع میں جو کما دہ حق ہے
ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب
کی متفقہ شرط برائے حلت نہ پائی گئی، یہ معیار
مشاہدہ سے یا ماہرین کے بتانے پر ظاہر ہوگا،
اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کروادو، اس

وفيما كتبت عليه فان قلت سيأتي علم
البدائع بالاولاد بمتصلة من القلب
بالدماغ فيحصل فيها بالبد بحد فوق
العقدة ايضا لا محالة ، ولا شك ان
ذهن من القبة والخيال ، فيجب الحصول
قلت منذ كرهنا ان المراد شبه بالاولاد
الودجان اذ هما المتصلان من الدماغ
الى قلب لا بمقوم والصري والله تعالى
عز و عله جل مجددا اتموا حكم

پر عین نے تاثیر میں لکھا اگر تجھے اعتراض ہو کہ ذراع سے
عنقریب فقل ہو گا کہ اوداج رگیں دل و دماغ سے
متصل ہوتی ہیں تو گھنٹی سے اوپر ذراع کرے میں
لازمًا یہ رگیں کٹ جائیں گی اور اس میں شک نہیں کہ
یہ جڑوں اور لبہ کے درمیان میں ہے ، تو گھنٹی سے
اوپر ذراع میں طال پر جانا لازمی ہے ، میں جواب
میں کہوں گا کہ وہاں اوداج سے دو دوجان رگیں
مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں دل تا دماغ متصل ہوتی ہیں
باقی دو یعنی مقوم اور صری مراد نہیں ہیں ۔ واللہ
تعالی اعلم و علمہ بل مجددا اتموا حکم

مسئلہ از شہر گوردکپور محلہ جمیل پور مسئلہ محمد عبدالواسع صاحب جنفی ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے اور اس کے
ساتھ دوسرا ایک اور شرکیہ مال جو کہ وہ بیچ کے انصار پڑے ہوئے ہے ، اگر ذبح کرنے کے بعد وہ ر
ایک اس کا شرکیہ مال تکبیرہ کے تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا ، یعنی کیا ذبح کرنے والے اور اس کے شرکیہ مال
دونوں کے ذبح کے وقت تکبیرہ کتنا لازمی و ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب

ذبیحہ کا ہاتھ پاؤں پکڑنے والا بندش کی رسی کی طرح ہے ، اس پر تکبیر کچھ ضروری نہیں ، بلکہ وہ اپنی تکبیر میں
سے بھی جو نا ضروری نہیں ، اگر مشرک یا مجوسی ہو جب بھی ذبیحہ میں فرق نہ آئے گا ، وہ معین ذابح جس پر تکبیر کتنا
ضرور ہے وہ ہے کہ ذابح کا ہاتھ ضعیف ہو تنہا اس کی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو ، یہ شخص نفس فعل میں اس
کی امداد کرے اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھے اور ذبح دونوں قوتوں کے اجتماع سے واقع ہو ، اس حالت میں
دونوں پر تکبیر لازم ہے ، ایک بھی قصداً چھوڑے گا ذبیحہ مردار ہو جائے گا لہذا اجتماع المعین و المحرم
غلب المحرم کیونکہ مباح کو نیوالی اور حرام کو ریولی دونوں دلیلیں جمع ہوں تو حرام کی دلیل کو غالب کیا جاتا ہے ۔ تنہ
در مختار میں ہے ،

وقتی شرط التسمیة من الذابح حال الذبح ثم
قدلی علی عدد اشتراطها من غیر الذابح۔

حالت ذبح میں ذبح کرنے والے کے لئے بسم اللہ پڑھنا
شرط قرار دیا گیا ہے اور تو اس بات پر ولایت ہے
کہ غیر ذابح کے لئے یہ شرط نہیں ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

اذا كان الذابح اثنين فلو سعى احدهما و
ترك الثاني عمدا حرم اكله كما في التا تر حاية۔
والله تعالى اعلم۔

جب دو مل کر ذبح کریں تو ایک نے بسم اللہ پڑھی
اور دوسرے نے قصد ترک کی تو اس کا کھانا حرام ہے
جیسا کہ تاتار حانیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مرسلہ قاری بخش ۴۴۱ دینا، لاوی شریف ۱۳۳۷
علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں :

مسئلہ ۹۱ از چوب کوٹ بارکھان ملک قزچستان
چہ فرمایند علمائے دین دریں مسائل :

(۱) فوق العقدہ (گھنٹی کے اوپر) ذبح کا حکم
کھانا بوجھے ملا۔ لیکن صاحب المحضات نے فیصلہ فرمایا
اس ملک میں اس مسئلہ میں کثیر اختلاف ہے کوئی کہتا ہے
پارہ ہو نہ ہو ذبح ہونی چاہیے، کوئی اس کے
خلاف کہتا ہے، برائے مہربانی مولوی صاحب جس
روایت کے قائل ہوں اور جو رائے ہو اور فتویٰ صاحب
پر اتفاق ہو وہ نکھیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔
(۲) یتیم پر قربانی واجب ہے یا نہیں :

(۱) حکم ذبح فوق العقدہ نوشتہ شدہ بمن رسید
لیکن جناب المحضات فیصلہ باندہ کردہ، ہمیں اختلاف
دریں ملک بسیارست۔ کسے می گوید کہ سر جبار رگ
بریدہ شود، کسے می گوید کہ نہ۔ بزرگوار صاحب
بکدام روایت قائل است، ہرچہ رائے مولوی صاحب
و اتفاق فتویٰ است، تحریر فرمایند تاکہ براں مل
درآمد کردہ باشد۔

(۲) یتیم قربانی واجب ست یا نہ ؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر تین رگیں
کت گئی ہوں تو ذبیحہ عدل ہے، یہ معیار مشاہدہ
سے یا ماہر سے دریافت کریں، پہلے فتویٰ میں یہی
لکھا گیا تھا اور یہی فیصلہ علامہ شامی کا رد المحتار میں

(۱) اجماع ائمہ است کہ اگر سر رگ بریدہ شود
ذبیحہ ملال ست، و ایں معنی بمشاہدہ یا رجوع باہل
تجربہ توان دریافت، ہمیں در فتویٰ سابقہ نوشتہ
شدہ و ہمیں است فیصلہ علامہ شامی و رد المحتار،

وانچہ یکبار برائے امتحان مشہور فقیر شدہ آنست کہ بذبح فوق العقد نیز گہا بریدہ سے شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سے ۱۰ اور ایک بار اس فقیر نے طور امتحان مشاہدہ کیا تو فوق العقدہ سے بھی تمام رنگیں کٹی ہوئی تھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)

(۲)

مسئلہ از سرال ڈاکانہ بشندور تحصیل ضلع خلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۱۸ شعبان ۱۳۲۴ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقدہ مذکور بطرف صدر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔

قال عینی و ذکر العقد لا فی کلام اللہ و لا فی کلام رسول اللہ عروحد و صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا عقدہ (دگھنڈی) کا ذکر افتر عروحد و صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقدہ (دگھنڈی) کا ذکر کے کلام میں موجود نہیں ہے۔ (ت)

اس مسئلہ میں تردد ہے۔

الجواب

کم از کم تین رنگیں کٹنا لازم ہے، اگر عقدہ طوف اس رہا اور تین سے کم رنگیں کٹیں مردار ہو گیا۔ و عقدہ طرف صدر رہا اور ذبح نہیں ہوا لیکن جو ۱۱ اور تین رنگیں کٹیں کٹاں ہو گیا، ہو تحقیق ندی لا یحل بعد دل عہ (یہی تحقیق ہے اس سے عدول نہ چاہئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند ہمایوں پوسٹ پشیمان قلعہ شکار پور ضلع سکس

مسئلہ محمد حسن علی ہاشمی مدرسہ اول ۸ شوال ۱۳۲۵ء

چوسے فرمایند علمائے عظام دریں مسئلہ کہ مذکور فوق العقدہ حلال است یا حرام؟ یتنوا تو خود

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ فوق العقدہ ذبح کیا ہوا جانور عدل ہے یا حرام؟ یتنوا تو خود

یتنوا تو خودوا۔ (ت)

الجواب

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذکاة ما میت اللبۃ و للحيین، ولا شئ من

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ذبح لبتہ اور ذبح لبتہ کے درمیان ہے، اہم ملک نہیں کہ فوق العقدہ

ما فوق العقدۃ صاریطہا بین المخلین وحکامہ
انتفعة والکافی وعبرہا یدل علی ان المخلق
یستعمل فی الحق کما فی ابن عابدین فتحریر
بعلامہ عندی ما افادہ فی رد المحتاس ، اذ
قال واستحسیر بمقام ان یقال امت کان
بالدبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثۃ من
العرف ، فالحق ما قالہ شراح المہدایۃ تبعاً
لمستعفی ، والا فالحق خلافہ اذ المر یوجد
شرط الحد بالتعاق اهل المذهب ، ویظهر
ذلک بالشاہدۃ او سؤال اهل الحدرۃ ما تم
ہذا المقال ووجع عند الجدل والحمد للہ والیوم
اعلم۔

ابن دونوں کے درمیان سے متصل ہے ، اور کافی ور
تکفیر وغیرہما کا کلام دلالت کرتا ہے کہ حلق کا استعمال
گردن پر ہوتا ہے جیسا کہ ابن عابدین کے کلام میں
ہے تو علامہ ابن عابدین کا فیصلہ کن کلام میرے نزدیک
معتبر ہے جس کا انہوں نے رد المحتار میں افادہ کیا
جب انہوں نے فرمایا ، تحریر مقام یہ ہے کہ یوں کہا
جائے کہ فوق ، العقدۃ لریح میں اگر تین رگوں کا کٹنا
پایا گیا تو حق وہ ہے جو شرح بدیر نے مستعفی کی اتباع
میں کہا وہ حق اس کے خلاف ٹیکہ ہے کیونکہ تین رگیں
نکٹے کی صورت میں اہل مذہب کی متفقہ شرط مسال
برے کی نہ پائی گئی اور یہ بسیار مشاہدہ یا ماہرین سے
جو چھنے پر معلوم کیا جاسکتا ہے ، اس مقدمہ کو غنیمت
سمجھو اور تسارع و تم فرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (شہ)

مسئلہ ۸۳ از شہر بریلی قلم بہاری پرر مسئلہ جناب مولوی ذاب سلطان احمد خاں صاحب لید مجہم
بتاریخ ۲۴ صفر المظفر قدسی ۱۳۳۰ھ

بندوق سے ایک برن شکار ہوا ، چونکہ اس وقت چاقو یا پتھری موجود نہ تھے ، تو ایک سوار کو گاؤں کی
طرف پتھری لینے کو دوڑایا ، اسنے میں برن قریب مرنے کے ہو گیا ، تو ایک زمیندار سے جو اسی قبیلہ وہاں موجود تھا
درشتی جس سے چارہ کاٹھا آتا ہے ، وندازدار ہوتی ہے ، لی گئی ، اور ایک مرد عادل مسلمان نے ذبح کیا ، اس
شکار کو کیا گیا ، اس پر چند روگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے آلہ سے ذبح کیا ہوا حرام ہے ، تو یہ اعتراض کا
جواب یہ ہے ، ۱۔ یتوا ، تو جبروا ۔

الجواب

درانتی بھی آلات ذبح سے ہے ، رد المحتار کتاب الصيد میں ہے ،

لو نصب شبکۃ وکان بہا آلۃ جارحۃ اگر ایسا جال لگایا جس کے ساتھ کوئی آلہ جارحہ

لگا ہوا جو شل منجیل اور مسم القہر پٹھی ہو اور آلہ نے
اسے زخمی کر دیا تو ہمارے نزدیک حلال ہو جائیگا
جیسا کہ آلہ جارح پھینکنے کی صورت میں حلال ہو جائیگا
اسی مختصراً۔ (ت)

کنجیل و سہمی علیہ وجرحہ حل عندنا
کما لو رماہ بہما انتھی مختصراً۔

منجیل بروزن منبر، وہ ایک دانتوں والا لوہے کا
آلہ (درانتی) ہے، اس کے ساتھ فصل کو
کاٹا جاتا ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ
دھت کی ٹہنی کاٹی جاتی ہے۔ (ت)

تاج العروس شرح قاموس میں ہے :
السجل کنجیل حدیقة ذات استن یقضب
بہا الزرع وقیل ہوما یقضب بہ العود منت
الشجر۔

مگر اس سے ذبح کرنا منوع و گناہ ہے کہ بے سبب ایذا ہے، جیسے گڈ چھری یا اس سے بھی زائد، ذبح ہندو
میں محیط امام سرخسی سے ہے۔

انکلیلہ بجور الذبح مہما و میکروہ
لیکن ایسی صورت میں کہ پورے مرچا جاتا ہے اور اس کے سوا کوئی آلہ نہیں، اجازت بعید نہیں،
فان الضرورات تلحق بالحدورات، ورماییدہ
قول الدرہاتر حکل تعدیب ملافاندة،
مثل قطع الراس والسلیخ قبل امنہ قیود
ای تسکی عن الاضطر ب شہ فہدا وان کان
تعدیبا فلا فائدة بل للضرورة۔
قویہ اگرچہ سبب فائدہ عذاب دینا ہے لیکن ضرورت کی
وجہ سے ہے۔ (ت)

۳۰۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصيد	۱۰۰
۱۲۸/۸	"	"	۱۰۰
۲۸۶/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الذبح الباب الاول	۱۰۰
۱۸/۱	ادارۃ القرآن کراچی	القاعدة الثانیة	۱۰۰
۲۲۸/۴	مطبع مجتہاتی دہلی	"	۱۰۰

پھر اگر گریں کٹنے سے پہلے جانور میں مذبح کی حیات سے زیادہ حیات باقی تھی جب تو ہال تفاق ملال ہو گیا، اور اس کا کھانا بے تامل روا، اور اس پر اعتراض محض باطل و بے جا، اور اگر آدہ گندہ تھا اور بہت سختی کرنی پڑی کہ اکثر گریں کٹنے سے پہلے ہی ماتوں کی رگڑوں صدیوں سے اس کی روح فنا ہو گئی، یا رہی تو صرف اتنی ہی رہی جو بعد ذبح ہوتی ہے کہ فقط موت کا ترپنا باقی ہوتا ہے، اس کے بعد دو چار پرچی نہیں سکتا، تو اس صورت میں یہاں کہ اور کوئی آدہ ملتا ہی نہ تھا اختلاف علماء ہے بعض فرماتے ہیں حرام ہو گیا کہ ذکوۃ اختیار کی یعنی رگوں کے کاٹنے سے اس کی موت نہ ہوئی، بلکہ سبب موت قطع عروق سے پہلے ہی متحقق ہو گیا، اور بعض نے کہا ملال ہے کہ جب آلہ میسر ہی نہ تھا تو یہ بھی ایک ذکوۃ اضطراری کی شکل میں آگیا اور رحمان موجودہ جانب حرمت ہی پایا جاتا ہے، اور اسی میں احتیاط

نقل المصنف ان من استقدر على اداء ذك حيد
حيا، او اشرف ثوره على الهلاك، وصاف
الوقت عن انذباح، ولو لم يجد الذابح
فجرحه حل في رواية.
مصنف نے نقل کیا کہ امتہ مصررتوں میں، یہ کہ شکار کو
زندہ حالت میں پایا یا وہ موت کے قریب تھا،
اور ذبح کرنے والے کو وقت کی تنگی تھی یا ذبح کا آلہ
نہ تھا یا تو ایسی صورتوں میں اگر زخمی کر دیا تو حلال ہو گا
یہ ایک روایت ہے۔ (ت)

روا مختار میں ہے :

الاولى ان يقول في قول لانه نقده المصنف
عن ابقية معز، ان بعض المشايخ، وقال
البعض لاخر لايجز اكله الا اذا قطع
العروق، افاداه ط.
روایت کی بجائے، ایک قول کہنا مناسب ہے کہ
اس کو مصنف نے قیہ سے بحوالہ بعض مشائخ نقل کیا
ہے، اور بعض دیگر نے کہا اس کا کھانا ملال نہیں جب
تک اس کی رگیں دکاٹ دے، اس کا اعتداد
علماء طحاوی نے کیا۔ (ت)

اور ہندہ کی عبارت یہ ہے :

اشرف ثوره على الهلاك وليس
معه الا ما يجوز مذبحه،
جانور موت کے قریب ہے اور ذبح کرنا لے کے
پاس صرف ایسی چیز ہے جو ذبح والے مقام کو زخمی

ولو طلب الہ الذبیح لایدرک ذکاتہ فجرح
مذبحہ لایجوز، لا اذا قطع العروق، قال
القنیه یلہ
تقاضی عبد الجبار یحل ان جرحہ کذا فی
کرسکتا ہے اور اگر وہ ذبح کا آلہ تلاش کرے تو جانور
مردار ہو جائے ایسی صورت میں مقام ذبح کو زخمی
کر دینے سے حلال نہ ہوگا جب تک اس کی رگوں کو
کاٹ نہ دے۔ تقاضی عبد الجبار نے کہا ہے کہ اگر

زخمی کر دیا جس سے موت واقع ہوئی تو حلال ہے قنیه میں ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار و رد المحتار کتاب الصيد میں ہے

ان اذکرہ النعمی والمرسل حیاً ذکا وجوبا،
فوترکہا حرم، وکذا یحرم لو تجزعت
التذکیۃ (بان لہ یجد الہ اولاً یقی من
الوقت ما یشکک تحصیل الالہ والاستعداد
للمذبح) لان العجز عن التذکیۃ لایحل
لجزارہ اہم ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ علیہ
ہل مجدد اتم واحکم۔

کتی چھوڑنے والے یا تیرا کرنے والے نے شکار کو
زندہ پایا تو اس کو ذبح کرنا واجب ہے اگر نہ کیا
تو حرام ہوگا، اور یونہی اس صورت میں ذبح کرنے
سے عاجز رہا تو بھی حرام ہوگا۔ بخیر کی صورت یہ کہ
ذبح کا آلہ نہ پاسے یا اتنا وقت نہ پایا کہ آلہ حاصل
کر سکے یا ذبح کی استعداد نہ پاسے، کیونکہ عجز نہ
حرام کو حلال ہیں نہ اہم ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ملہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ از ڈیرہ اسماعیل خاں ملک وزیرستان چھاؤنی ٹانک پوسٹ کرگئی دیکس کمپنی

مرسد مولوی اکبر حسین صاحب اسٹون ۲۹۰۴ ۳۰ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، تو ہے گی تپ کی ٹھری جی ہو، نہ اس میں دستہ جوہ دستہ
کی جگہ پر کوئی سوراخ ہو، اس سے ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ جگہ فیلڈ ہے، اور گرمی بہت سخت اور
دھوپ میں کام کرنا پڑتا ہے، یہاں دورہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس میں کسی طرف دھار دیکھی گئی ہو جیسے ٹھری میں، تو دھار سے ذبح جائز ہے، اور دھار نہ ہو

۲۸۸/۵

نورانی کتب خانہ پشاور

کتاب الذبائح

ملہ قادی ہندیہ

۲۹۳/۴

مطبع مجتہائی دہلی

ملہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصيد

۳۰۳/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

۵

رد المحتار

روزِ بک ناممکن اور جانور مردار ہو جائے گا، نص علیہ لھام النسخی فی الکافی (اس پر امام نسفی نے کافی میں نص فرمائی ہے۔

اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے۔ اور اگر نہ ہو سکے روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضرورتی پہنچے، تو مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے۔ مگر ترک پر قدرت نہ ہو اور کسی طرح نہ ممکن ہو قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سرنیا ضلع بریلی مرشد امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ
کوئی جانور دیوار سے دب گیا، گردن مٹی سے دب گئی، تو کس ترکیب سے ذبح کرے؟

الجواب

اگر اندیشہ ہے کہ نکلنے تک اُس کا دم نکل جائے گا، تو جہاں چاہے تکبیر کہہ کر خون نکال دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرشد عودنا مولوی محمد موسیٰ احمد صاحب محدث سورتی پہلی بحیثیت ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے غار کے نام کا بکرانا، اُسے ایک فقیر مسلمان نے بھنگی کے گھر جا کر ذبح کیا اور اس کے کچھ نہاں کر بیٹھا اور اس فقیر کے ہمراہ چار مسلمان اور تھے، پانچوں نے کھایا، فقیر کا فرہوایا مسلمان رہا؟ مرکب حرم ہوا یا نہیں؟ اور بقیہ آنکھیں کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ مثل مبتہ ہے یا اس سے کچھ اترتا؟ اور جو اس ذبیحہ کو حلال بنائے وہ بر تقدیر حرمت کافر ہے یا نہیں؟ بیعتنوا تو اجروا۔

الجواب

ذابح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقت ذبح جس طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے کر مثلاً بسم اللہ کی جگہ یا بسم فلاں کے تو ذبیحہ قطعاً حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ وما اھل بہ بغیر اللہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ مت کا مٹی میں اگر مسلمان کلمہ گئے اُس ذبح

عنہ خصصت الکلام بالاسم لا بالتشکک میں نے مسلمان کو خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگر چہ (باقی اگلے صفحہ پر)

سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہل اسلام اراقم و مروجہ اللہ سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ وصفہ تعالیٰ کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کئے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اہل کتاب (یسودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ عدل ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک شافعی، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کریں تو اس نے یقیناً غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا، لہذا ضروری ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پر وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر فقط کا اعتبار نہ ہوگا، ہندیہ میں فرمایا کہ اگر میں سے ہے اگر کتابی عیسائی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیں اس نے اللہ تعالیٰ سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہاء نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یوں کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہوگا الخ اقول (میں کتابی) (باقی اگلے صفحہ پر)

لا تحل ذبیحۃ مطلقاً وان سمی اللہ تعالیٰ وقصد بہ لتقرب الیہ وحدۃ عز و جیل والکتاب فی محل ذبیحۃ ادا سمی اللہ تعالیٰ وحدۃ و امت قصد بہ لتقرب الی عیرہ تعالیٰ قال النیشاپوری فی تفسیرہ قال مالک والشافعی و ابو حنیفۃ و اصحابہ اذا ذبحوا علی اسمہ المسیح فقد اھلوا بہ لغیر اللہ فوجب امت یحرم، واذا ذبحوا علی اسم اللہ فظاہر اللفظ یتضمن الخصال ولا حیرۃ بعیر اللفظ اللہ و قال فی الہندیۃ عن البدائع لو سمع منہ یعنف من الکتابی ذکر اسم اللہ تعالیٰ لکنہ عفی باللہ تعالیٰ و ہر وجل المسیح علیہ السلام قالوا تو حکل الاذ نصب فقال بسم اللہ الذعب ہو ثالث ثلاثۃ فلا یحکم الخ، اقول

لہ غرائب القرآن (تفسیر النیشاپوری) تحت آیت ۱۴۲/۲ مصطفیٰ اباباوی مصر ۴۲/۲

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۵/۵

پہتے ہیں، اس سے اس ذبح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا کی طرف چاہا، تو بھی حرمتِ ذبیحہ میں غلام نہیں، اگرچہ اس پر
 وہاں سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جبہ اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا یا اس ذبح سے اس کی عبادت کا قصد کیا نہ
 ہو گیا، اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں، مگر نازلہ مستورہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو
 ذبح کرتے وقت بسمِ اللہ کی جگہ ماسمِ ظاہر ہرگز نہیں کہتا، نہ نہا کسی مسلمان پر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ
 غیر خدا کی عبادت چاہتا ہے اور ظاہر و باہر بھنگیوں وغیرہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو
 ظاہر اس نے اللہ ہی کے نام ذبح کیا اور عبادتِ غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اصلاً اس پر بھی
 کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرّد تعظیم و جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ فنا نہائے
 تعظیم الہی سے نہیں ہو سکتی (منظور رکھی ہو، کہ مسئلہ ذبح عند قدم الامیر کو اس سے قطع ہو سکے، انصاف یہ ہے
 کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بلا کر لے گیا، انھوں نے تکبیر کہہ کر بطور مسلمانان
 ذبح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا انھیں دوسری نیت فاسدہ کا ترکب جاننا مسلمان پر نرمی
 و گمانی ہے جو منہجِ قطعی قرآنی حرام،

قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا
 كثير من اكلن ان بعض، بحر
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! بہت سے
 کچھ نہ کھاؤ۔

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گزشتہ)

والمرغیہ ما اشربا الیہ ان اکتفی لا یخرج
 بهذا عن کتابہ کتابا متحصلا اجبرہ
 التسمیۃ للہ تعالیٰ کما ان
 المشرک لا یخرج عن الاشرار تجرید
 التسمیۃ فلا تحل وامن مع اللہ
 تدی اما المسلم لیخرج بهذا المقصد
 عن الاسلام فلا تحل ہکذا ینبغي
 ان یفہم ہذا المقام ۱۲ منہ قدس
 سرہ العزیز

اس میں کتب یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ
 عیسائی و کتابی مالمس اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور
 مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی جو سننے سے باہر
 نہ ہوگا لہذا اس کا ذبیحہ حلال جس طرح مشرک خاص
 اللہ تعالیٰ اور اسی کا تقرب مراد لینے سے شرک سے
 باہر نہ ہوگا لہذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا بلکہ مسلمان
 غیر اللہ کا تقرب و عبادت مراد لینے پر اسلام سے
 باہر ہو جاتا ہے لہذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس
 مقام کو یوں سمجھا مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز

وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
يا أيكم وانظروا فان الظن أكذب الحديث
رواه الأئمة مالك والبخاري ومسلم وأبو داود
والترمذي عن أبي هريرة رضي الله تعالى
عنه .

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، گمان سے ڈرو، یہ کہ گمان سے بڑھ کر کوئی بات چھوٹی نہیں۔ الحدیث (اس کو ائمہ مائتہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ - ستہ)

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحت خلاف ظاہر و موہوم مفصل بلکہ محض غلط باطل ہے۔
مشکب بزمِ عظیم ہے۔

قال، سه تعالی ولا تفتق ما یس لك به علم
ان السموم والنصر والمؤ دكل ادویك كانت
عنه مستفولاً

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ یقینی بات کے کیچھے نہ پڑ
 بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال پڑنہ ہے
 (متن)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 أفلا شققت من قبله حتى تعلموا ما تقولون
 لا - أخرجه مسلم عن سفيان بن عيينة عن
 تعالى عنهما -

(رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا)
 جو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے
 عیب سے یہ علاج پاتا (اس کو مسلم نے اسامہ
 بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ متذکرہ)

سیدی عارف بائند احمد زرق روح اللہ تعالیٰ روح فرماتے ہیں،

نعتیں : اظہارِ حق پر تیار ہو کر اپنے دل سے نکلتا ہے۔ (اس کو
 خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے۔)
 سیدی عسکرناسی نے حقیقت النبی نے
 میں ذکر کیا ہے۔ ت

۳۹۶	۶۴۲/۲	تذکرہ کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری کتاب السجود باب لا یخطب علی حلیۃ اخیر
۳۱۹	۲	"	صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحريم النطن
۲۰	۲	امین گنپی دہلی	جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب اجار فی ظن السوء
			۳۶/۱۷ القرآن حکیم

قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۸/۱
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۸۶/۲

تفسیر کبیر میں فرمایا۔

اسا کلما بالظاہر لا یالہ من فاداد بحہ علی اسم اللہ وجب ان یصل ولا سبیل لہ الی الباطن لہ
ہم ظاہر کے مکلف ہیں باطن کے نہیں، تو جب اس نے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا تو ضرور حلال ہو گا، ہمیں اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے (ت)

فقیر و ذخیرہ و شرح و ہدایہ و در مختار و غیرہ میں ہے،

انا لاسئی انظن بالمسلم انہ یتقرب الیہ الاذی بہذ النحر
ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے (ت)

دیکھو ان ترمذین و علما کے معتمدین کی نکرکھات تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں، ہم پر عمل کا حکم ہے، جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہوا کہ ذبیحہ حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو، جبکہ فقہائے عدول کے یہ اقوال، خدا اور رسول کے وہ ارشاد، تو اب سوائے ظن پر ہنا نہ کرے گا مگر خبیث الباطن کے نہاد۔

وما اللہ بعاقل عما تعملون، واللہ لایحب الصادق
اللہ تعالیٰ غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ سادہ لوح پسند نہیں فرماتا، (ت)

پس صورت مستفسرہ میں وہ ذبیحہ تھا حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے لکھ مذکب کھایا نہ مردار۔ فقہائے کرام نے خاص اس مجربہ کی تصریح فرمائی کہ شکار مجوسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری مدلی ہے، کھائی جائے۔ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاجدار نیر و جامع الفتاویٰ میں ہے،

صلوہ ذمہ شاة المجوسی لبیت نارہم، مسلمان نے مجوسی کی بکری ایسے آتشکدہ کے لئے یا کافر او الکافر لانہم توکل، لامہ سمی اللہ کی بکری ان کے بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے

اللہ تعالیٰ کے نام کو ذکر کیا ہے (ت)

سہ معانیہ الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۶۲/۲ المطبوعۃ ابینہ مصر ۲۳/۵

سہ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۰/۴

سہ انقرآن الکبیر ۸۵/۲ سہ انقرآن الکبیر ۲۰۵/۲

سہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ القارضانیہ عن جامع الفتاویٰ کتاب الذبائح نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

البتہ مسلمان کے لئے اسی صورت میں کراہت نکلتے ہیں، ہندیہ میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے، ویکولا
 للمسلم (مسلمان کے لئے) اس میں کراہت سے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل کرنا نہ تھا کہ اس
 میں بظہر گویا اس کا ذکر کام پورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصد محوم کا آرٹنا ہے، اگرچہ حقیقت امر
 بالکل اس کے بعینہ ہے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) بالجلد اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں
 صرف وقت ذبح قول و نیت ذاب کا اعتبار ہے، اگر ذاب مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقت ذبح اللہ
 ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال، اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھی ہو۔

قال الله تعالى وما لكم ان لا تأكلوا مما حلت
 ذکر اسم اللہ علیہ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ
 کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھاتے (ت)

یوں ہی کتابی کا ذبیحہ، اگر وقت ذبح حلال نام خدا لے۔
 قال تعالیٰ طعام الدین اوتوا الکتاب حل
 لکد اللہ سبخنہ و تعالیٰ اعلم۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اہل کتاب کا طعام تمہارے
 لئے حلال ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانے کے حلال جانور کی کھانے کا کھانا منوع نہیں، اگرچہ گائے بھینس کے
 حلال ہے یا نہیں؟ یتنوا تو جبروا۔

الجواب

مذکورہ حلال جانور کی کھانے کا کھانا منوع نہیں، اگرچہ گائے بھینس
 بکری کی کھانے کے قابل نہیں ہوتی،

والدراستحار اذا ما ذکیت شاة فکھلھا
 سورۃ سبہ فیہن الوباں، فحار شمس حار
 ثم عین، و دال ثم میعان و دن، سقی، فالحا، الحیا،
 و تقریریں جب بکری دبا کی گئی تو سات احرار جن میں قبائل سے
 کے ماسوا کو کھاؤ، سات یہ ہیں، ح، پھر خ،
 پھر خ اور د، پھر دویم اور ذ، انتی، عار حیا کی

۲۸۶/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	لہ فتاویٰ ہدیہ
		۱۱۹/۶	لہ القرآن الکریم
		۵/۵	لہ
۲۲۹/۶	مطبع مجتہدانی دہلی	مسائل مشقی	لہ درمختار

وهو الفرج ، والمشاء الخصية ، والغين
 بعدة ، والذال الدم المغسوح ، والميم
 المرارة والمشاء ، والذال الذکر۔ والله
 سبحانه وتعالى اعلم۔
 وہ شہر مگاد ، حشر خصیہ کی ، غین
 غدد کی ، ذال دم مغسوح کی ، اور ذمیم
 مرارہ (پتہ) اور مشانہ ، اور ذال ذکر ہے۔
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدن حیوان ماکول الطعم میں کیا کیا چیزیں مکروہ ہیں ؟
 بینواؤنوحسروا۔

الجواب

سات چیسزیں تو حدیثوں میں شمار کی گئیں (۱) مرارہ یعنی پتہ (۲) مشانہ یعنی پھکا (۳) حیا یعنی
 فرج (۴) ذکر (۵) انشیں (۶) قندہ (۷) دم یعنی خون مسفوح۔

الخروج الطماني في العجم الاوسط عمن
 عبد الله بن عمرو بن عدي ، والبيهقي
 عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كان
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يكره من
 اشاة سباع المرارة والمشاء والحياء والذکر
 والانشیں والعلة والدم وكان احب
 اشاة اليه مقد مها
 طبرانی نے عجم الاوسط میں عبد اللہ بن عمر اور ابن عدی
 سے منقول روایتی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 روایت کیا کہ در بدر العلوۃ والسطم ذبیحہ
 جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے سات یہ ہیں ا
 مرارہ (پتہ) ، مشانہ ، حیا (شہر مگاد) ، ذکر ، فحیہ
 غدد اور خون۔ اور آپ کو بکری ذبیحہ کا مقدم
 حصہ پسند تھا۔ (ت)

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص
 اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ ان سے گھن کرتے ہیں اور انھیں گندی سمجھتے ہیں اور اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے و یحرم عظیم الخبیثات یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیسزیں حرام فرمایا گا۔
 حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے :

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما الدم
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لیکن خون

بلکہ صرف باتجاربہ فقہ حدیث و فقہ امام ابن پراقتصار واقع ہوا، اور خود ان علامہ کے زائد ہی نے بھی قصہ استیعاب فرمایا
 یہ امر انہیں عبارات نہ کورہ سے ظاہر، اور اس پر دوسری دلیل واضح یہ کہ مگر و طحال و گوشت کے خون گئے اور ۱۲۶ خون
 قلب چھوڑ گئے حالانکہ وہ قطآن کے شکل ہے، یہاں تک کہ عتبارہ و خوار و قنیہ و غیرہ میں اس کی نجاست پر جرم کیا
 اور اسی طرح امام برہن الدین قرغانی صاحب ہدایہ نے کتاب التنجیس والزیہ میں فرمایا، اگرچہ روخہ ناطقی و مرآتی
 المضاح و در مختار و رد المحتار و غیرہ اسفار میں طہارت کو مختار رکھا، اور ظاہر ہے کہ نجاست ثبوت حرمت ہے
 اور طہارت مفید علت نہیں۔ علیہ میں ہے ۱

فی البقیۃ دم مقب الشاة نجس والیہ مال
 کلام ص حب الہدیۃ فی التنجیس و فہ
 حرۃ الفتاویٰ دم القلب نجس و دم الکبد
 والطحال لا ۱۲۷

قنیہ میں ہے کوی کے دل کا خون نجس ہے، تنجیس میں
 صاحب ہدایہ کا میلان اسی طرف ہے، اور رد المحتار
 میں ہے کہ دل کا خون نجس ہے قلی اور مگر کا خون نجس
 نہیں ہے دت ۱

رحمانیہ میں ہے ۱

فی العنابیۃ دم نصف نجس، و دم الکبد
 والطحال لا ۱۲۸

قناریہ میں سے دل کا خون نجس ہے، مگر اور قلی کا
 خون نجس نہیں دت ۱

اور نیز عدم مصر پر ایک اور دلیل قاطع یہ ہے کہ عامۃ کتب میں دم مسفوح، اور ان کتابوں میں دم لحم و کبد و طحال
 کو شام کیا، تو اس سے واضح کہ کلام المضار سے اخلاط تک متجاوز ہوا، اور بیشک اخلاط سے (۱۴) مرہ
 بھی ہے یعنی وہ زرد پانی کہ پتر میں ہوتا ہے جسے صفر کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کتاب الطہارۃ میں تصریح
 فرماتے ہیں کہ اس کا حکم مثل پیشاب کے ہے، بلکہ بعض نے تو مثل خون کے ٹھہرایا۔ در مختار میں ہے ۱

مرارۃ فی حیوان بمولۃ (حیوان کا پتر پیشاب کی مانند ہے۔ ت، علیہ میں ہے،
 قبل مرارۃ انشاء کالدہ و قید کو سہب
 حمیۃ عندہا، طاہرۃ عند محمد ۱۲۹
 بعض نے کہا ہے پترہ بانور کا خون کی طرح ہے
 بعض نے کہا پیشاب کی طرح ہے۔ تشخیص کے
 نزدیک نہی ست خفینہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے۔ دت ۱

لے علیۃ الملکی شرح غیۃ المصلی

لے رحمانیہ

لے در مختار کتاب الطہارۃ باب الاستنجاء مطبع معتباتی دہلی ۱۴۷
 لے علیۃ الملکی شرح غیۃ المصلی

بہر حال کھانا اس کا بیشک ناجائز ہے کما ہوا الذہب فی البول (جیسا کہ پیشاب کے بارے میں ان کا مذہب ہے۔ ت) باوجود اس کے یہاں شمار میں نہ آیا، یونہی اخلاط سے بلغم ہے کہ جب براہ مہجہ منسلخ ہو جیسے بھیرہ وغیرہ میں مشاہد ہے، اسے عربی میں مخاط اور فارسی میں آب مہجہ کہتے ہیں (۱۵) اس کا کھانا بھی یقیناً ناجائز، صریح بہ فی العقود الدریۃ تنقیہ الفتاویٰ الحدیثیۃ (یہی تصریح عقود الدریۃ تنقیہ الفتاویٰ الحدیثیۃ میں ہے۔ ت) یہ بھی یہاں غیر معدود اور منکر و مار (۱۶) وہ خون بھی سبہ جو رحم میں لطفہ سے بنتا ہے منجھ ہو کر علقہ نام رکھا جاتا ہے، وہ بھی قطعاً حرام۔ نہایت وہیمین الحقائق ورد المختار وغیرہ میں ہے ۱

العقۃ والعضۃ بحسان کالمخفیۃ علقۃ (منجھ خون) اور مضغۃ (ابتداء تحمیل کا خون

اور لوتھڑا) منی کی طرح ناپاک ہیں (ت)

یہ بھی نہ لگنا گیا، تو واضح ہوا کہ عامر کتب میں لفظ مسبوع (سات) صرف باتباع حدیث ہے، جس طرح کتب کثیرہ میں شاة (بکری) کی قید، کہ مرعین تمویلا لاصار و مغنی المستفق و مثلہ فی غیرہا (جیسا کہ تنویر الابصار اور مفتی مستشرق اور اس کی مثال ان کے غم میں ہے۔ ت) حال کہ مکمل فقرہ بکری سے خاص نہیں، یقیناً سب جانوروں کا یہی حکم ہے۔ حاشیہ الطحاوی یہ ہے ۱

قوله من الشاة ذکر اشاة اتفاق لامت بکری کا ذکر اتفاق ہے کیونکہ دوسرے جانوروں کے احکام لا یختلف فی غیرہ من الماکولات ماکولات میں فرق نہیں (ت)

تو جیسے لفظ شاة محض باتباع حدیث واقع ہوا، اور اس کا مفہوم مراد نہیں، یونہی لفظ مسبوع، اور اہل علم پر مستقر نہیں کہ استدلال بالفقہ یا اجرائے طلت منصوصہ خاصہ مستند نہیں کما نص علیہ العلامة الطحاوی تبعاً لمن تقدمہ من الاعلام (جیسا کہ اس پر علامہ طحاوی نے اپنے گزارشے ہونے بزرگوں کی اتباع میں نص کی ہے۔ ت) اور یہاں خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشیائے ستر کی علقہ کراہت پر نص فرمایا کہ خباثت ہے، اب فقیر متذکر اعلیٰ اللہ تعالیٰ کوئی محل شک نہیں ہانت کہ (۱۷) دُبر یعنی پاخانے کا مقام (۱۸) کرش یعنی اوجھڑی (۱۹) امعار یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بیشک دُبر فروج و دکر سے اور کرش و امعار مشابہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی

طرح کم بھی نہیں، فرج و ذکر اگر گزر گا بول و منی میں دُبر گزر گا سرگس ہے، مثلاً اگر معدن بول ہے مشکبہ و رُو دہ مخرب، قرٹ ہیں، اب چاہے اسے دلالت النّص سمجھے خواہ اجرائے علتِ منصوبہ، الحمد للہ بعد اسکے فقیر نے ینایع سے تصریح پائی کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُبر کی کراہت پر تخصیص فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ ہے:
 فی الینایع کولا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الشاة سبعة اشياء الذکرة والانیس والقبیل والدبیر والغدة و المثانة والدمر، قال ابو حنیفة النحر حرام بالنص، والستة نکرہا لا مہا نکرہا
 ینایع میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکری کے سات اجزاء ذکر، خبیثہ، مادہ کی ششہ منجاء، پانخانہ کی جگہ، غدود، مثانہ اور خون کو مکروہ فرمایا۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خون نص کے ذریعہ حرام اور باقی چھ کو کم مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ
 لمباح ان سے نفرت کرتی ہیں (ت)

(۲۰) وہ گوشت کا ٹکڑا جو رم میں نطفہ سے بنتا ہے جسے مضغہ کہتے ہیں، اجزائے حرام سے ہے، اور وہ بھی بلا شُبہ حرام، عام ازیں کہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ، یعنی جنود اس میں اعضا کی کلیاں چھوٹی ہوں یا صرف قطرہ ہو،

قد اسلمنا عن السخاقي والريبي والشمسي انها نجسة، ومعلوم ان كل نجس حرام، وقد قال في الهداية في العين المتاهة المخلقة انه جزء من الاخر حقيقة لانه متصل بهم حتى يعصل بالمقرض ان قلت وبيد عليه صحة الاستئذان، وهو حقيقة في الاتصال، واذا كانت كذلك فالبضعة اولى بالجرئية، وهذا يدل ان السبعم لم تستوجب الاجزاء، فضلا من الاضلاط اخوات الدماء۔
 ہم سقّی، بین، در شامی سے چھ نفل کر چکے ہیں کہ وہ نجس سے اور ہر نجس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ہر آید میں فرمایا ہے کہ ہر کرمان کے پیٹ میں مکمل خلقت بچہ مان کا جز ہے کیونکہ وہ حقیقی جز ہے حتیٰ کہ اس کو کاٹ کر جہاں کیا جاتا ہے الخ، میں کہتا ہوں، اور اس پر استثناء کی صحت دلالت کرتی ہے اور استثناء کی حقیقت اتصال ہے تو جب معاطہ یوں ہے تو مضغہ بطریق اولیٰ مان کا جز ہے، اس سے اس بات پر دلالت ہے کہ سات کا عدد پورے اجزاء کو شامل نہیں چہ جائیکہ خون کی آمیزش سے پیدا ہونے والے امور کو شامل ہو (ت)

لہ رحمانیہ

لہ الہدایۃ کتب الذبائح

مطبع یوسفی مکتبہ

۱۳۸۶ھ

(۲۱) ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بچہ تمام المحتقر بھی کہ من وجہ جزو حیوان سے متصل باکلام ویتعدی بغذاشہا، ویتنفس بتنفسہا (ماں سے متصل ماں کی ندر اسے نذر اور اس کی سانس سے سانس پاتا ہے۔ ت) حرام ہے خواہ اس کے پوست پر بال آئے ہوں یا نہیں، مگر جبکہ زندہ نکلے، او ذبح کر لیں۔ ہر ایسی ہے؛

من بحر مرقۃ اودیح بقرۃ، فوجد فیہ
جس نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ
بطنہا جیسا میتا لہر ہوکل، اشعر اولہ
میں بچہ مردہ ہو تو نہ کھایا جائے اس پر بالی ہوں
یشمریہ
یا نہ ہوں۔ (ت)

شامی میں عقدہ مضغ کی نجاست کھ کر فرماتے ہیں، وکذا الاول اذا لم یستہل (یوں ہی بچہ جب
نہ پیجے۔ ت) (۲۲) یوہی نطفہ بھی حرام ہے، خواہ نر کی منی مادہ کے بقم میں پائی جائے یا مرد اسی جانور کی
منی پر۔ رد المحتار میں ہے؛

فی لحد والتمیخانیۃ انت صف حکم
بحر اور تمار عاید میں ہے کہ ہر حیوان کی منی نجس
ہے۔ (ت)

اب سائنٹ کے سرگرم سے بھی مدد و برکت تیار ہو اور ریادت نکلیں، وہ سائنٹ اشیاء حدیث میں آئیں
اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں، اور دس فقیر نے زیادہ کیں۔ ان بائیس مسائل اور باقی فروغ و تعاریج
سب کی تفصیل تمام تحقیق تمام فقیر کے رسالہ الصبح المبیحۃ فیما فیہ من اجزاء الذبیحۃ میں
دیکھی جائے، الحمد للہ علی ما الہم۔ واللہ مہجدہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جرودہ ضلع میرٹھ
مرسلہ سیدہ عابدہ جیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور کی کون سی چیز جائز اور حلال ہے اور کون سی چیز
ناجائز و حرام ہے؟

الجواب

حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا منوع یا مکروہ ہیں (۱) رگوں کا خون (۲) پتہ

۲۳۶/۴	طبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الذبائح	۱۰۰
۲۰۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الانجاس	۱۰۰
۲۰۸/۱	۰	۰	۱۰۰

(۳) چمکنا (۴) و (۵) علامات مادہ و ز (۶) بیضے (۷) غرود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹے کہ
شانوں تک پہنچنے تک ہیں (۱۰) جگر کا خون (۱۱) تلی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعد ذبح گوشت میں چمکتا ہے (۱۳) دل کا وزن
(۱۴) پرت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے (۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پانخانہ
کا مقام (۱۷) اوچھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ کہ خون ہو گیا (۲۱) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا
ہو گیا (۲۲) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا بے ذبح مر گیا۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندہ جانور کا کوئی عضو مثلاً دُنب کی چکی کاٹ کر استعمال کرنا
ہائز ہے یا نہیں؟ بیعتوا قسوجروا۔

الجواب

جو عضو چمکی اور ٹھری کے سوا کسی زندہ جانور سے جدا کر لیا جائے مردہ ہے اور کھانا اس کا حرام۔

ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے ابو واقد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب
مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں
کی کہانوں اور دُونوں کی چکیوں کو کاٹ کھانا پسند
کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
زندہ جانور کا کاٹنا ہر حصہ مردار ہے حافظ ترمذی
نے فرمایا: اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ ہدایہ
کے چمکی کے مسائل میں ہے کہ اگر چمکی کا کچھ حصہ
کاٹ کر جدا کر لیا اور چمکی مر جائے تو اس کے دونوں
ٹکڑے حلال ہیں کیونکہ اس کی موت سہادی ہوتی ہے
تو زندہ سے ٹکڑا جدا کیا ہوا اگرچہ مردہ ہے لیکن اس کا
مردہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال بہتہ

جانتا ہے (ت)

رواہ الحافظ ابو عیسیٰ محمد الترمذی عن
ابی واقد الليثی رضي الله تعالى عنه قال قدم
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المدينة
وهم يحبون اسمة الابل، ويقطعون
اليات النعم فقال صلى الله تعالى عليه وسلم
ما يقطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة
قل الحافظ والعلم على هذا عند اهل العلم
في الهداية في مسائل السمك، يقطع بعضها
فما يقطع يحل ما بين وما بقى لا
موتة بأفة وما بين موت الحيوان
وان كانت ميت فميتة حلال، والله
اعلم بحقيقة الحال۔

لے جامع الترمذی باب الصيد باب ما جاز ما قطع من الحي فميتة امین کمپنی دہلی ۱۴۹/۱
سہ اہدایہ کتاب الذبائح مطبعہ یوسفی کھنڈ دہلی ۳۳۱/۲

مسئلہ ۹۲ مونس کبر جمعی والا، علاقہ جاحل، تختہ ہری پور، ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خان

مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذبح کس شخص کا جائز اور کس کا ناجائز ہے؟

الجواب

بجن، مرتد، مشرک، مجوسی، مجنون، نانجہ اور اس شخص کا جو قصد تکبیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے، اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں، اگرچہ ذایع عورت یا بچہ یا گونگا یا بے فتنہ ہو، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبح حرم میں نہ ہو، ذایع احرام میں نہ ہو۔

فی الدار المختار شرط کون الذی اہم مسلما حلالا
او کتابیا ولومجوسا و امراة او صغیرا یعتق
التسمیة والذبح ویعتد رواقف او حریم
لاوشی و مجوسی و مرتد و حسی و تارک تسمیة
عمدا ۱۔ منحصار رد المحتار قولہ صحنونا،
المرا د بہ المستوفی کما فی النہایة عن - ۲ - یث
لان المذبح لا قصدہ ولا نية لان التسمیة
شرط باص وھی بالقصد ۱۶۰ واللہ تعالیٰ اعلم
ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی جبکہ بسم اللہ پڑھنا نص سے ثابت ہے الخ، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۳ از او جہین مرسلہ قلیعقوب علی ماں
یکم رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے نامدار مفتیان ذوی الاقتدار اس مسئلہ میں کہ قوام برادر اور عوراست اور خرد یعنی اور کتابی اور مجوسی اور نصرانی اور مردم مشرک، یہ سب پر تکبیر اللہ الذی بکرمہ سے یا نہیں؟ اور ابن علم ذبح کرے اور ہندو یا بونکر کو دباے تو وہ دھار اور ذایع دونوں پر تکبیر کتنا واجب ہے یا فقط ذبح کندہ

عہ حکمہ فی الاصل ۱۳

۲۴۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الذبائح	سہ در مختار
۱۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سہ رد المحتار

پر اور سوائے ذابح کے اور نے تکبیر نہ کہی تو وہ جانور حلال ہے یا حرام، پسند عبارت کتب بیان فرمائیں نیز ان کو

الجواب

مسلمان و کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اگرچہ عورت یا عینین ہو، اور ان کے سوا مشرک، مجوسی، مرتد کسی کا ذبیحہ اصلاً حلال نہیں اگرچہ تکبیر کہہ کر ذبوح کریں۔ در مختار میں ہے،

شرط كون الذابح مسلماً او كتابياً و لو امراً لا ذبیحة غیرت فی من وثقی معجوسی و
وہ شرط ہے، کافر غیر کتابی مثلاً بت پرست، مجوسی اور مرتد نہ ہو۔ (مختصاً بت)

قوم بڑے ہیں جو شخص صرف بدعت، رفض وغیرہ رکھتا ہو اور اسی کے سوائے ضروریات دین کا منکر نہ ہو تو اس کا بھی ذبیحہ حلال، کہ اگرچہ بدعتی مذہب ہے مگر اسلام رکھتا ہے اور اگر ضروریات دین سے کسی امر کا انکار کرے گو دعویٰ اسلام رکھتا ہو مگر طبعاً پڑھتا ہو جیسے آج کل اکثر وہاں رفض زمانہ کا مال ہے تو کافر مذہب ہے اور اس کا ذبیحہ حرام مطلقاً حکماً حقیقتاً فی السیر میں متاوانا متوفیق اللہ سبحانہ تعالیٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے باب سر میں اس کی تحقیق کی ہے ترمذی رحمہ تعالیٰ ت انصاری زمانہ کہ علی الاطلاق لا یمیت و اہلیت بندہ خدا و زاوہ لیسر خدا سیدنا یا نبی بن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں، ان کے بارہ میں علماء مختلف، بہت مشائخ کرام ان کے ذبیحہ کو حرام فرماتے ہیں، یہاں تک کہ کہا گیا اسی پر فتویٰ ہے مگر ظاہر الروایہ الملاق علی ہے والتحقیق فی سیر فتاویٰ ساز اور ہمارے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق ہے۔ ت) ہر حال اسی قدر ضروری ہے کہ مسلمان کو ان کے ذبیحہ سے احتراز چاہئے، بلکہ مجمع الانہر میں ہے،

انصاری فی مرما صا یصرحون بالابتنیۃ
قبہم اللہ تعالیٰ، و عدم الضرورة متحقق
والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتہم احتلاً
العصماء، کما یتناہی لاحذ بجانب المحرمۃ
اولیٰ
ہمارے زمانے میں نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی اہلیت کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے جبکہ عدم ضرورت بھی تحقیق ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے لہذا احرام نہ کرنے کا پہلا دلی ہے (ت)

پھر یہ بھی اُس حالت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں ورنہ جانور کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، یا گلے میں ایک طرف پھری ہو تک دی رگیں نہ کاٹیں جیسا کہ فقیر نے جہاد میں مجتہد خود معاینہ کیا تو اس کے حرام قتل ہونے میں اصلاً کلام نہیں کہ ایسا مقول تو مسلمان کے ہاتھ کا بھی مردار ہے نہ کہ کافر کا۔ اور جو شخص جانور کو دبا سکے یا ہاتھ پاؤں کٹے ایسے مددگار پر تکبیر ضرور نہیں، نہ اس کے ہند و خیر ہونے سے کچھ حرج کہ وہ ذبح نہیں، ان جو نفس فعل ذبح میں مدد دے یعنی ذبح کا ہاتھ مثلاً کمر در تھا اُس نے بھی اُس کے ساتھ پھری رہا تھا رک رک کر پھیرا کہ دونوں کے فعل سے ذبح واقع ہوا، تو ایسی حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے، ان میں جو قصد تکبیر نہ کئے گا یا حرام الذبیحہ مثلاً ہندو، بھوسی، مرتد ہوگا تو جانور حرام مردار ہو جائے گا۔ درمیان میں ہے، تشترط التسبیحۃ من البدن بخ (ذبح کا تسبیح پڑھنا شرط ہے۔ ت)، اُسی میں ہے،

اراد انتضیحة فوضع یدہ مع ید القصاب
فی الذبیحہ و غانہ علی الذبیحہ مع کل وجوب
فلو ترکھا احدھما اوطن ان تسمیۃ احدھما
تکفی حیوۃ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

قربانی کرنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ قصاب کے
ہاتھ کے ساتھ ذبح کرنے میں شریک کیا اور ذبح میں
مدد کی تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اگر
ایک نے پڑھنا ترک کر لیا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی
ہے تو بدیع حرام ہوگا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۴ از گلٹ چھانوٹی جو سنل مرطبیہ محمدیہ مفت علی صاحب، شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ کے یہاں کا ذبح کراکھانا، دیگر جس کا عقیدہ درست
نہ ہو اُس کا ذبح کھانا کھیا ہے؟ بینوا تو جبردا۔

الجواب

آج کل کے رافضی تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں، شاید ان میں گنتی کے ایسے نکلیں جو اسلام سے کچھ
حد رکھتے ہوں، ان کا عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ قرآن شریف جو کھادہ تھا نے ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پورا نہ رہا، اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں صحابہ کرام یا اور اہلسنت نے
معاذ اللہ کم کر دیں، اور یہ بھی ان کے چھوٹے بڑے سب مانتے ہیں کہ حضرت مولا علی و دیگر ائمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ
وجہہم اگلے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل تھے، یہ دونوں عقیدے خاص کفر ہیں، جو شخص

قرآن مجید سے ایک حرف، ایک نقطہ کی نسبت ادنیٰ احتمال کے طور پر کہ شاید کسی نے گننا دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا ہو وہ کافر ہے، اور قرآن عظیم کا منکر، یونہی جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ بھی کافر، اور جبکہ ان اشعار نے باوصف ادمائے اسلام عقائد کو اختیار کئے تو مرتد ہوئے، غاصبی عالمگیری میں ہے:

هو لاد الطور خارجون عن حلقه الاسلام و
احکامہم احکامہ المرئین^۱۔
مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اور مرتد کے ہاتھ کا زبیحہ نرا حرام و مردار سرور کی مانند ہے، اگرچہ اس نے لاکھ تکبیریں پڑھ کر ذبح کیا ہو۔ در مختار میں ہے:

لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وشی و معوج و
ہو، جو کسی ہو یا مرتد ہو۔ (ت)

اسی طرح جس بد مذہب کا عقیدہ حد کفر تک پہنچا ہو، جیسے نجری کہ وجود ملائکہ و وجود جن و وجود شیطان و وجود آسمان و صحت معجزات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حشر و نشر و جنت و نار بطور عقائد اسلام و غیرہ بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں، یونہی وہ دہائی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یا دو یا ایک خاتم النبیین کسی ہمت و ذہن میں نہیں آتا کہ اسے یا بھارے یا سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز یا نہ، اور اُسے آیت و خاتم النبیین کے مخالف نہ سمجھے یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لئے حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کہے، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ ناپاک کلمہ کہے کہ در کٹلی میں مل گئے، و علیٰ نہ التیاس جو بد مذہب ضروریات دینی اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اُس میں شک کرے یا تاویس گھرے، یا بھارت تمام علاقے اسلام وہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں اگرچہ لوگوں کے سامنے کلمہ نماز، قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جانتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انہوں نے خدا و رسول و قرآن کو صاف صاف جھٹلایا، پھر یہ جھوٹے طور پر کلمہ و غیرہ کیا نفع دے سکتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زب نہیں بھی منافی لوگ کلمہ نماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کہ مسلمان جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی ایک نہ سنی اور صاف فرمادیا ان الشفیعین لکن موت اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بڑا جھوٹا

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر باب التاسع نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۶۲/۲
۲۔ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۸/۲

دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر کچھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، درمختار میں ہے،

من شك في كفره وعدا به فقد كفر آثم و اثم ارتدادهم فهو الصحيح الثابت المصووع عليه كما اوضحه توفيق الله تعالى في السير مست قد و ما في رسالتنا "المقالة المسفرة عن احكام لبدعة المكرة"

جوان کے کفر اور مذہب میں شک کرے وہ کافر ہے لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت اور مخصوص علیہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کے باب السیر میں واضح کر دیا ہے، نیز اپنے رسالہ المقالة المسفرة عن احكام المكرة

میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اس قسم کے ہر مذہب کا ذبیحہ مراد و حرام، ان کے ساتھ نکاح حرام و باطل و محض زنا، ان کے ساتھ کھانا پینا بیٹھا اٹھنا، خانہ، کوئی برتن مسلمان کا سا کرنا ہرگز ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو مذہب دین اسلام کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف ان سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالفت ہو جیسے رافضیوں میں تفصیل یا دہاویوں میں اسحاقی نیز ہم وہ اگرچہ گمراہ ہے کافر نہیں ہے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ دانہ تلے اعلم۔

مسئلہ ۹۵ از گزشتہ حکم اوداد مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرسہ مدرسہ مذکورہ ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

یہ جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے، تو آج کل یہ دونوں نصاریٰ جو ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

شک نہیں کہ یہ نصاریٰ الوہیت و انجیت عبد اللہ و ابن امہ، سینا مسیح ابن مریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صاف تصریح کرتے ہیں، جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یوہی وہ یہود کہ انجیت عبد اللہ عزیر علیہ صلوٰۃ والسلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے اندر کا اختلاف ہے، بجز و مشائخ جانب حرمت گئے، اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں یہی ظاہر روایت اور یہی قوی من حیث الدلیل ہے

وقد حققنا في فتوننا ما يتعين المراجعة اليه (اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے رت) مستحقی میں ہے ،

فی مبسوط شیخ الاسلام ریجیب ان لایاکلو ذبا شر
اہل الکتاب اذا اعتقدوا ان الصیحة الہ ، وان
عن یرالہ ، ولا یقرؤ حوائفہم ، وقیل
علیہ الفتویٰ لکن بالنظر الی الدلائل المستفی
ان یحوز الاکل والتزوج یتہ

شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب اہل کتاب کا
عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے ، تو ان کے ذبیحہ
کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو ،
اور نیکو اگر تحریر علیہ السلام کو الٰہ کہتے ہوں ، بعض کے
نزدیک اس پر فتویٰ ہے ، لیکن دلائل کی روشنی میں
کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے ،

صحیح کاح کتابیۃ ، وان اعتقدوا المسیح
الہ ، وکن احل ذبیحتہم علی المذہب ، بخبر
مختصراً۔

کتاب یہ عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے
الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے ، یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب
میں جائز ہے ، بخبر اہ مختصراً (ت)

ہاں کہ بہت میں شک ہے کہ یہ در مختار قاضی حاکم کے ذبیحہ کو کھانا پسند کرتے ہیں تو یہ ہر
درجے میں ہیں ، فتح القدر میں ہے ،

یجوز تزوج الکتابیات ، لا ولی ان لا یعصر ،
ولا یاکل ذبیحتہم الا للضرورة۔

کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ
نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے ماسوائے
ضرورت کے۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے ،

النصارى في ضماننا يصوحون بالابنية
قبحهم الله تعالى ، وعدم
الضرورة متحقق ، والاحتياط واجب ، لان

ہمارے زمانہ کے نصرانی عیسے علیہ السلام کی ابنیت کی
تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے ضرورت
بھی ممکن نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے

لے رد المحتار بحوالہ المستحقی کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار ایام التراث العربی بیروت ۲/۲۸۹
لے رد مختار مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۸۹
لے فتح القدر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۳۵

فی حدی دیحتهم اختلاف العلماء کما یقتضاه
فالاحد بجایب المخرجة اذنی عند عدم الضرورة
وہیچہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جبکہ
ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمت کی جانب
کو ترجیح ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں، اور وقت ذبح عاصی اللہ عز و جل کا نام پاک لیں، مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگر چہ ذبی میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالجلد نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک
نظاہر کریں، ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے چاہے جیسے کہ کتابی۔ رد المحتار میں ہے،
لا تحسن ذبیحة من تعمد ترك التسمية مسلماً
اوکت بیا نص القرآن ﷺ
وہ مسلم ہو یا کتابی، قرآن کی صحت کی بنا پر۔ (ت)
رد المحتار میں ہے،

شرط كون الذابح مسلماً او كتابياً ذمياً او حریباً
لا اذا سمع منه عند الذبح ذكر السيئة
ذبح کر سنے والے کا مسلمان یا کتابی یا ذمی یا حربی ہونا
شرط ہے، ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے کسی گناہ کا نام
سنا جائے تو ناجائز ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

ووسمعه منه ذكر الله تعالى لكنه عني بالمسيح،
قلوا يوكل الا اذا نص فقال باسم الله
الذي هو ثالث ثلثة، هندیہ
اگر عیبائی سے اللہ تعالیٰ کا نام سننا لیکن اس سے
مراد اس نے مسیح یا توفیقار نے فرمایا کھایا جلنے
ہاں اگر صراحتاً باسم اللہ جو کہ تین کا تیسرا ہے کہیں
تو نہ کھائیں، ہندیہ (ت)

نصارائے زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں،
اور بھیڑ بکری کو اگر چہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔
ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا جسے وہ چالیس روپے

۳۲۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	لے مجمع الانهر شرح ملحق الابحر کتاب النکاح باب المحرمات	۱۸۸/۵	رد المحتار
۱۹۰/۵	"	کتاب الذبائح	۲۲۸/۲	رد المحتار
۲۲۸/۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	۱۸۸/۵	رد المحتار
۱۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"		

کر دیا جاتا ہے جس کا گوشت گھر میں پکتا ہے کھانا کیسا ہے؟

الجواب

وہابی رافضی قادیانی وغیرہم جن جن کی گمراہی حد کفر تک ہے اُن کا ذبیحہ مردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از بشارت گنج شمع بریلی مسئلہ حاجی عتی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابی یا رافضی کا ذبیحہ گاسے یا بکری یا مرغی کا جائز ہے
یا نہیں؟ اور وہابیہ اور رافضی کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بطور دھوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وہابیہ اور رافضی کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ فتاویٰ طہیریہ و
فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہم میں ہے، احکامہم احکامہ الصلہ تدین (ان کے احکام مرتبین کے احکام ہیں)۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ڈاکٹر پور ملک میاں راجہ تانا مکان عبدالرحمن درخاں مسئلہ عبدالرحمن ذوق خاں

۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) بوسروں کے یہاں کا ذبیحہ کیا ہوا گوشت، ان کے یہاں کا پکا ہوا کھانا اہلسنت وجماعت کھا سکتے
ہیں یا نہیں؟

(۲) اور کوئی شخص ذبیحہ کرتا ہو اور اس سے اپنی اور اپنے بچوں کی گزاراوقات کرتا ہو وود خدا کے پیسوں
مواحد حشر میں تو نہ ہوگا؟ یا نافرہ اعمال میں اس کے کچھ لکھا جائے گا؟ بیتو، التوحسروا۔

الجواب

(۱) بوسرے کہ اسماعیل رافضی ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بھی حرام ہے
مگر یہ کہ مسلمان نے ذبیحہ کیا اور اس وقت سے اس وقت تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو، گوشت
کے علاوہ باقی کھانوں پر اگرچہ قطعی حکم حرمت نہیں، مگر بہر حال احتراز ہی مناسب ہے۔

(۲) ذبیحہ کا پیشہ شرفاً منوع نہیں، نہ اس پر کچھ مواخذہ ہے، اگرچہ گاسے ذبیحہ کرنے کا پیشہ ہو، وہ جو
حدیث لوگوں نے دربارہ ذابک بقرہ و قاطع شجر بنا رکھی ہے محض باطل و مرفوض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲ از شہر کند برلی محلہ کوٹ مرسد محمد علی صاحب بنگال
عورت کا ذبیح کیا برا عمل اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت کا ذبیح جائز ہے جبکہ ذبیح کرنا جانتی ہو اور شرائط ملت مجتمع ہوں۔ در مختار میں ہے :
شرط كون الذاب مسلماً ادكتسيا ، ولو ذبیح کرتے والے کا مسلمان یا کتبی ہو نا شرط سے
امراً لا يختص به ، والله تعالى علم . اگرچہ عورت ہو (بالاختصار) - (۳)

مسئلہ ۱۰۳ مرسد احمد شاہ خاں از مفتح نگر یا سادات ضلع برلی

عورت کے ہاتھ کا ذبیح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیح جائز ہے جبکہ وہ ذبیح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبیح کر دے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴ از مقام سید پور ڈاکٹر ذبیح بدایوں مسئلہ سید احمد حسین صاحب
کیا فراتے ہیں علامہ دین اسی مسئلہ میں رائے اس عار و رورہ ہے کہ عورت خور ہے، سفید و چمندر
و بھنگ وغیرہ، زنا و حرام خوری، چوری، لگ وینا ہے، مگر ان فعلوں کو بڑا جانتا ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ
درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تردید فاسق ہے، مستحق عذاب جہنم ہے، مگر اس کے ہاتھ کا ذبیح درست ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ از جھڑا بھوٹی موٹو لنگر علاقہ جام نگر کاٹھیاوار مرسلہ حاجی اسماعیل میاں صدیقی خٹھی ابن امیر میاں
۲۲ صفر ۱۳۲۹ھ

(۱) اگر ایک مرد نے طاهر عورت کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھا ہے، آیا اس شخص کا ذبیح کھانا درست ہے
یا نہیں؟

(۲) قربانی کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد اور نماز سے

پہلے قربانی کو ستودہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟
(۳) قربانی کے غنہ تین کرنا، ایک حصہ اپنا، دوسرا خویش واقارب کا، تیسرا مسکینوں کا، آیا اگر مساکین لوگ اسلام میں سے نہیں ہیں تو اس حصہ کا کیا حکم ہے، اور اگر کسی شخص نے قربانی کی اور تین حصے نہیں کئے اور سارا گھر میں رکھ لیا آیا قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر بالفرض اس پر ذنا ثابت بھی ہو بسبب بھی زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے کہ ذبیحہ کے لئے دین مساوی شرط ہے اعمالی شرط نہیں، اور اتنی بات پر کہ گھر میں رکھا ہے اور ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، نسبت زنا کر بھی نہیں سکتے، سنن قطعی قرآن مجید حرام شدید ہے، مگر اگر گھر میں بیبیوں کی طرح رکھتا ہو اور بیبیوں کا سب برتاؤ برتا ہوتا ہو تو ان کو زوج و زوجہ ہی سمجھا جائے گا اور ان کی زوجیت پر گواہی دینی حلال ہوگی، اگرچہ ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، کما فی الہدایۃ والدراۃ الحارۃ والہمدیۃ وغیرہا (جیسا کہ ہدایہ، درمختار اور جندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیہات میں عید بھی تو نہیں، قربانی اگر گاؤں میں ہو طوبیٰ صبح کے بعد ہو سکتی ہے اگرچہ شہری نے اپنی قربانی وہاں بھی دی ہو اور اگر قربانی شہر میں ہو جہاں سورۃ عید واجب ہے تو لازم ہے کہ بعد نماز ہو، اگر نماز سے پہلے کر لی قربانی نہ ہوئی اگرچہ قربانی دیہاتی کی ہو کہ اس نے شہر میں کی۔ درمختار میں ہے۔

(اول وقتہا بعد الصلاة الذبیحۃ فی مصر، ای لو اسبق صلاة عید ولو قبل الخطبة لکن بعدھا احب) و بعد طلوع فجر یوم المحرم انت ذبیحہ قرب غیرہ، والمعتمر مکات الاصحیۃ لا مکات من علیہ فحیث مصری اراد استعیدل انت ینخرج من خارج المصر حیث ینحی بہا ادا اطلع الفجر، محتمل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر شہر میں قربانی دینی ہو تو اس کا وقت نماز کے بعد شروع یعنی نماز عید پہلے ہو اگرچہ قربانی خطبہ سے پہلے کرے بعد از خطبہ افضل ہے، اور قربانی شہر میں نہ ہو تو اس کا اول وقت بعد از طلوع فجر بروز عید قربان، اس فرق میں قربانی کا مقام معتبر ہے نہ کہ قربانی والے کا مقام شہری کے لئے قربانی عسکری کرنے کا جلدیر ہے کہ وہ جانور کو شہر سے خارج لپٹا کر فجر کے بعد قربانی کرے، محتمل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ت

(۳) تین حصے کرنا صرف سبائی امر ہے کچھ ضروری نہیں، چاہے سب اپنے صرف میں کر لے یا سب عزیزوں قریبوں کو دے دے یا سب مسکین کو بانٹ دیں، یہاں اگر مسلمان مسکین نہ ملے تو کافر کو اصلاً دے دے کہ یہ کفار ذمی نہیں، تو ان کو دینا قربانی ہو تو وہ صدقہ، اصل کچھ ثواب نہیں رکھتا۔ رخصت میں ہے، اما العربی ولو مستامنا فحسب الصدقات۔ عربی اگر مستامن بھی ہو تو اسکو کوئی بھی صدقہ دینا لایجوز لہ اتفاقاً، بحر عن الخایة و غیرہا۔ بالاتفاق ناجائز ہے، بحر سے خایہ وغیرہ اسے نقل کیا۔ (ت)

بحر الرائق میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے،
صلتہ لا تكون بواشری، و هذا لا یجوز اس سے صلہ شرفائیگی نہیں اسی لئے اس کو فصل صدقہ
المنطوق یہ فہر یقع قرۃ۔ واللہ تعالیٰ بھی جائز نہیں لہذا اجابت نہ بنے گا۔ واللہ اعلم۔
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از سرینا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ
ذیہ نماز روزہ سے بالکل بے خبر ہے، اور ذبح کے وقت کئی بھی نہیں کرتا، تو اس کا ذبح
کیسا ہے؟

الجواب

اگر مسلمان ہے اور ذبح کرنا جانتا ہے اور تکبیر کے تو ذبح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از گوری ڈاکا۔ راستے پر ضلع مظفر پور مرسلہ عبد الجبار صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ
ایک شخص مسلمان کلمہ گو اپنی بد قسمتی سے اداسے نماز میں غفلت کرتا ہے، پس اس صورت میں ذبیحہ
ضیافت اُس کا مسلمانوں کو کھانا و نماز جنازہ، و دفن مقبرہ و منین میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل
سے، و بیچ اہل کتاب و ضیافت مسلمانوں کو جائز کیا گیا؟

الجواب

ضرور اس کا ذبیحہ جائز، اور اس کے جنازہ کی نماز، اور اُسے اسلامی طور پر دفن کرنا مسلمانوں پر
مفروض،

۱۳۱/۱	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	کتاب الزکوٰۃ	لے در مختار
۲۳۶/۶	ایچ ایم سعید پبلی کیشنز کراچی	۲	لے بحر الرائق

مَقُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا الدِّيُونُ
الَّتِي لَا يَحْتَمِلُهَا إِلَّا بِشَيْءٍ فَظَنُّوا أَنَّهَا
فِيهِمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَبِّهِمْ ، مِنْ صَوْمٍ يَوْمٍ تَرَكُوا ،
أَوْ صَلَاةٍ تَرَكُوا ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَعْلَمُ دَنَّتْ
أَنْتَ شَاءَ وَيَتَحَادَرُ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ
گناہوں کا دفتر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی حیثیت نہیں
ہے تو بندے کا اپنے نفس پر ظلم اس کے اور اس کے
رب کے درمیان معاملہ ہے کسی دن کار و زور یا کوئی
غماز ترک کی ہو تو اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے بخش دے
اور درگزر فرما دے۔ (ت)

ضیافت بھی جائز ضرور ہے اس سے بچنے نہ بچنے میں کل سلف مختلف ہے کما حقہ الامام محمدؑ الاسلام
فی الاحیاء (بسیا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے)۔
اس کا بیان ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ اندر مدرسہ ہمدانی ڈاکٹر کو راہی ضلع میں پوری مدرسہ محمد بن حنیف صاحب مدرس
۱۵ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

قصاب پیشہ شخص جو ذبح کرے اس کے ہاتھ کا ذبح درست ہے ؟

الجواب

درست ہے جبکہ تکبیر کے ساتھ ذبح کرے۔ ہمدانی بزاز میں ہے ،

یَلْزَمُ عَنْ هَذَا الْجَاهِدَاتِ كُلِّ مَسْأَلَةٍ
الْقَصَابِ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ۔
کو نہ کھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از کانپور مدرسہ فیض عام مدرسہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصاب کا ذبح جائز ہے یا نہیں؟ بٹوہ توجرو۔

الجواب

ذبح میں قصاب وغیرہ سب کا ایک حکم ہے ، مسلمان یا کتابی ، عاقل ہونا چاہیے کہ ذبح حالت ہر او
عذر التسمیہ ترک نہ کرے کسی قوم یا پیشہ کی تخصیص محض جمالت ہے۔ درمختار میں ہے :

لے مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ و ارجاء التراث العربی بیروت ۳۴۲/۷
از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا المكتبة الاسلامیہ بیروت ۲۴۰/۶
لے فتاویٰ برائے علی ہاشم الفتاویٰ ہندیہ کتاب البیہ و تفصیل الرابع فورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۲/۶

لا يعطى اجر الحزارة منها لانه كسبه له
قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے
کیونکہ یہ مبادیہ سوداکاری کے معنی میں ہے (ت)

روا مختار میں ہے :

لانه انما يعطى الجزاء بمقابلته جسد من يذبحه
کیونکہ یہ قصاب کے عمل کے بدلے میں دینگا۔ (ت)

تائید میں ہے :

وضع صاحب الشافعية معريد القصاب في
الذبح واعانته على الذبح ، معى هكل
وجوب الخ (ملخصاً)۔
بجری دالے نے ذبح میں قصاب کے ساتھ اپنا
ہاتھ شریک کیا تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا
واجب ہے الخ (ملخصاً)۔ (ت)

بزاز میں ہے :

لا يرب ان القصاب يذبح للربح ولو علم
انه ربح لا يذبح ، فيلزم على هذا ان هكل
ان لا يهكل ما ذبحه القصاب بئيه و الله
سبحانه وتعالى اعلم۔
بے شک قصاب نفع حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتا
ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو ذبح نہ کرے گا
تو ایسے جاہل پر لازم آتا ہے کہ قصاب کا ذبحیہ
مکمل ہے۔ و نہ سبحہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۲ زمین ملاؤ گوالیار مکان میر خدام علی صاحب اسسٹنٹ مرسل حاجی محمد یعقوب علی خالصاً

۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

غنشی ہا نور کا ذبحیہ جائز ہے یا نہیں ، بیتواتوجروا۔

الجواب

غنشی کہ نور مادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو، کوئی وجہ ترجیح
نہ رکھتا ہو، ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں جکتا، ویسے ذبح سے
حلال ہو جائیگا۔ اگر کوئی کچا گوشت کھائے، کھائے، درخت میں سے

۲۳۲/۲	مطبوع مجتبیٰ دہلی	کتاب الاضحية	سہ درمختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سہ رد المختار
۴۵۰/۴	نوٹکسورنگھنؤ	فصل مسائل متفرقة	سک ماوی قاضیخان
۳۰۲/۶	مورانی کتب خانہ پشاور	الفصل الرابع	سک ماوی بزازیہ علی ہاشم الفتاویٰ الہندیہ کتاب الصيد

ولا بالخنثی لان لحمها لا یضیع ، شرح
وهما نیتہ

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ،

لا تجوز التصحیۃ بالاشاق الخنثی لان لحمها
لا یضیع ، کذا فی التقنیۃ : و اللہ تعالیٰ اعلم۔

خنثی بکر سے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت
پکتا نہیں۔ قنیزہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳ ارکلتہ دھرم تھل اشریٹ ۱۶۲ مسئلہ عاقلہ عبد الرحمن صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری بچہ جی ، اور بعد بیچنے کے مرغی ، اب وہ بچہ ایک گتیا
کا دودھ پی کر سیانا ہوا ، پس وہ بچہ حلال ہے یا حرام ، بیچنا اقحسودا

الجواب

اگر ایسا سیانا ہو گیا کہ دودھ بچے کچھ مدت گزری ، جب تو بالاتفاق بدکراہت حلال ہے ، یونہی دودھ
پیتے کہ چند روز اس دودھ سے جدا رکھ کر حلال جانور کا دودھ باچارا مانا اور اس کے بعد ذبح کیا ، جب بھی
بالاتفاق بدکراہت حلال ہے ، اور اگر اسی حالت میں بدکاریا تو اس سے حرام مکروہ ہے ، اس صورت میں
کراہت بھی محل نزاع نہیں ، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تخریسی ہے یعنی کمانا بہتر نہیں ، اور کھلے
توگہ نہیں ، یا تحریمی معنی کمانا ناجائز و گناہ ہے ۔ عامہ کتب معتبرہ مذہب مثل فرائز و خلاصہ وغالیہ و
ذخیرہ و بزازیرہ و مبیین المتعانی و تکملہ لسان الکلام و عللہ و ابراہیم الخلیلی و درمختار و غیرہ میں قول اول ہی پر جزم
فرمایا اور خود محرر مذہب سنیہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس پر نفس صریح آیا ، اور شک نہیں کہ وہی
اقرنی من حیث الدلیل ہے ، درمختار میں ہے ،

حل اکل جدی غزی مدس حریر لان لحمہ
لا یتعیر و ما غزی بہ یصیر مستہلکا ، لایق
لہ اثرہ

عید کے میں بچے سے حزیر کا دودھ بطور خوراک پیا تو
تو اسے کھانے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اس کا گوشت
متغیر نہ ہوا اور خوراک دی گئی وہ ہلاک ہو گئی اس کا کوئی
اثر باقی نہ رہا۔ (ت)

۲۳۲/۶	مطبع مہتابی دہلی	کتاب الاضیحة	سے درمختار
۲۹۹/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	ابواب المحاسن	سے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضیحة
۲۳۶/۶	مطبع مہتابی دہلی	کتاب الخطر والا باحہ	سے درمختار

خلاصہ میں ہے :

فی السوازل لو ان جدی یا عدی بلعن الحدییر فلا یاس
 بالکلمۃ یعلیٰ ھد قالوا لا یاس بالکل السد جازج
 الذی یخط ولا یتعین لحیمہ ، والذی روی
 عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 انہ قال تحبس الدجاجة ثلثة ايام کانت
 لتسریۃ (باحتصار)
 اُسی سے تکرار لسان میں فرمایا، اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے۔ ہندیہ کی کتاب الکراہتہ میں قنیہ

سے ہے :

ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جدی او حسل
 یرضہ بلعن الاتان یحسل اکلمہ ویکرمہ

طال سے اور مکروہ ہے (ت)

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول ثانی قس یا وہی طاہر حرام مادی بیری وخرانہ الکفتین کا مفاد ،
 اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے مستفاد۔ رد المحتار میں ہے :

فی شرح الوہابیۃ عن النقیۃ راقما انہ یحسل
 اذا ذبح بعد ایدہ والا لاکتہ

بعد ذبح کیا تو طال ہے ورنہ نہیں (ت)

سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں :

الجبدی او اسر بنی بلعن الاتان ، قال
 ابن المبارک یمکرہ اصکھ قال واخبرنی
 من جبل عن الحسن ، قال
 ان سرق الجبدی بلعن الحدییر لا یامس

بھیر کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو
 ابن مبارک نے فرمایا اس کا کانا مکروہ ہے لہٰذا
 ایک شخص نے حسن سے خبر دی انہوں نے کہ بھیر کا
 بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج

یہ ، قال معناه اذا اعتقت اياما بعد ذلك
كالجلالة كذا بخط شيخنا عن الحنفية

نہیں۔ انہوں نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے
بعد دو چارہ کھا تا رہا تو وہ حلال یعنی گندگی کھا کر اسے
جانور کی طرح ہے، چارہ سے شیخ کے کلم سے یوں جائز
سے منقول ہے۔ (دست)

ہندی کی کتاب العید والذبايح میں ہے،

الجدی اذا كان يربى ببيت الامان والخزيران
اعتقت اياما ، فلا بأس لانه بمنزلة الجلالة
والجلالة اذا احسنت اياما فعلقت لا بأس
بها فكذلك هذا ، كذا في الفتاوى الكبریٰ

بحری کا بچہ گدھی یا خنزیر کے دودھ سے پرورش پئے
پھر چند روز چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ
گدھی کھانے والے جانور کی طرح ہے اور یہ گندگی
کھانے والا اگر چند روز قید میں رکھا جائے اور
چارہ کھائے تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح یہ بھی ہے۔ فتاویٰ کبریٰ میں ایسے ہی ہے۔ (دست)

اسی طرح خزانۃ المفتیین میں برزک فتاویٰ کبریٰ سے منقول،

فقد عني نفی البأس على الاعتلاف فافاد
وجوده عند عدمه ، و...
نہیں جتہ۔

لہذا اختلاف علماء سے بچنے کے لئے اسلم دی ہے کہ چند روز کا وقفہ دے کر ذبح کریں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ شیر پر ضلع پیل حیت مرسلہ محمد منگل خان صاحب تعلقہ دار ۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بچہ بہرہ کی کاٹھی کا دودھ پی کر پرورش ہوا اس کا
گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر اب دودھ چھوڑے ہوئے ایک زمانہ گزرا تو اس کا گوشت حلال ہے، اور اگر اب بھی پیتا ہے
تو چند روز وہ دودھ چھڑائیں، پاک دودھ پلائیں یا چارہ کھلائیں، یہاں تک کہ پیٹ میں وہ دودھ

لے فتح المعین علی شرح الکفر لئلا مسکین کتاب النکاحیۃ فصل فی الاکل والشرب ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۳/۳۸۹
لے فتاویٰ ہندیۃ کتاب الذبايح ابواب الثانی ذرائع کتب خانہ پشاور ۲۹/۵

بالکل ضرر ہے، اُس وقت اُسے ذبح کر کے کھا سکے ہیں، عالمگیری میں ہے،

الجدي اذا كان يربى بلبن الالبان والخنزير
انما اعتلت اياها فلا باس، لانه بمنزلة
الجملة، والجلالة اذا جبت اياها
فعلقت لا باس بهما فكذا هذا، كذا في
فتاوى الكبرى، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تو یہ بھی ایسا ہے۔ فتاویٰ کبریٰ میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵ از شہر کھنہ اپر برہما مرسلہ محمد یعقوب صاحب امام مسجد شہر مذکور، ۱۲۲۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی جانور آدمی کا دودھ پئے گا تو اس کا گوشت
کھانا کیسا ہے، شیوا تو جبروا۔

الجواب

جس جانور نے آدمی کا دودھ پیا ہو وہ اس کے باعث حرام نہیں ہو جاتا، اگرچہ پوری پرورش انسان
بلکہ خنزیر کے دودھ سے پانی غایت یہ کہ چند روز بندہ کر کے چار دھند میں یا نہ ل جانور کا دودھ پلائیں، اس
کے بعد ذبح کریں۔ حائضہ میں ہے،

لو ن جد یا غذی بلبن الخنزیر لا باس
باصحہ

ہندیہ میں ہے،

الجدي يربى بلبن الالبان والخنزير انما اعتلت
اياها فلا باس، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بجیر کا بچہ اگر گھری یا خنزیر کے دودھ سے پرورش
پائے تو اس نے چند روز بعد میں چارہ کھا لیا تو
کھانے میں حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	کتاب الذبائح	سہ فتاویٰ ہندیہ
۴۵۲/م	مطبع نوکلشور کھنہ	کتاب الذبائح		سہ فتاویٰ قاضیخان
۲۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	کتاب الذبائح	سہ فتاویٰ ہندیہ

مسئلہ ۱۱۶ مسئلہ مولانا بخش جولا پانڈنگ چاہ بنگان ڈاکٹر لٹا کو باری ضلع ڈونگ

بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

جناب مولانا احمد رضا خان صاحب مصدر اشفاق فراوان و محزون الطاف بیکراں بر حال بیکیاں، بعد سلام مسنون اسلام مشہود، ضمیر معین باد کے عرصہ بعد منقضی ہوتا ہے کہ خاکسار نے حضور کے گوش گزار کیا تھا کہ کوئی مشرک یا کافر کسی جانور کو کالی یا بھوانی کے بھوک چڑھا دے، اور بکلی دینے کو لے جائے اور بکلی نہ دے یعنی گردن نہ مارے صرف کان کاٹ کر چھوڑ دے یہ کہہ کر کے یا بھوانی یا کالی یہ تمہارا بھوک ہے۔ تو اس جانور کو ذبح کرنا اور کھانا مسلمانوں کو جائز اور درست ہے یا نہیں؟ ہم نے ان کو بحر حسب آیت شریف وما اھل بہ لغیر اللہ (ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ ت) منع کیا کہ جس جانور یا مشائی وغیرہ کو مشرک یا کافر اپنے بھوک کو چڑھائیں وہ نہ کھانا چاہئے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ عالموں نے فتویٰ دیا ہے کھانے کے لئے، اس وجہ سے ہم لوگ چڑھائے ہوئے جانور کو کھاتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں بہت سا اختلاف ہو رہا ہے اور لوگوں نے کئی ایک طریقہ اختیار کیا ہے اس لئے آپ سے انتہا ہے کہ آپ گویا اس وقت کے امام ہیں مادی گمراہوں کو کھانا درست کرتے ہیں شاید مخطی پر ہوں اور آپ کے باعث ہم کو راہ راست نصیب ہو، بشہ جواب خط سے ضرور سر فرزند فرمائیں، اس کا اجر آپ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، جواب کے لئے مفاد خط کے شامل خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں۔

الجواب

مشرکین اپنے بھوک کے لئے ساند چھوڑتے اُسے سائبہ کہتے جسے کان چیر کر چھوڑتے اُسے بکیرہ کہتے اور ان جانوروں کو حرام مانتے، اللہ تعالیٰ نے اُن کا رد فرمایا کہ

ما جعل اللہ من بعیرة ولا سائبة ولا وحیلة ولا حام ولا لکن الذین یعترفون علی اللہ
الکذذب واکثرھم لا یعقلون
اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چیرا ہوا اور نہ بھار اور نہ وحیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں اور ان میں اکثر ترسے بے عقل ہیں۔ (ت)

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں نہیں لیکن کافران پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا

قول، اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ اہل بہ لعید اللہ اُس جاہل کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جاہل سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچنے، یہ قصبہ دہلیوں کے جاہلانہ خیال ہیں کہ جاندار یا بے جان، ذبح ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے مسہرہم ہو جائیگی۔ ایسا ہوتا ان کی عورتیں بھی اُن پر حرام ہوں کہ کھابھی انھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے، ہاں بُت کے چڑھا دے کی مٹھائی پر شاد مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافرا سے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ لینا ذلت بھی ہے اور صاف اللہ جو چیز انھوں نے تعظیمِ بُت کیلئے بانٹی اُس کا اُن کے موافق مراد استعمال بھی ہے بلکہ چھوڑے ہوئے جاہل کے کہ اُس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ فقہ نہ ہو، ورنہ فقہ سے بچنا لازم ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّهُ مَاتَ اَلْقَتْلُ نَبِيٍّ اِنَّهُ قَتَلَنِي لَمْ يَفْرَا يَا اَقْتُلْ قُلَّ سَ شَدِيدَةً هُ

وَاللَّهُ تَعَالَى اَعْلَمُ اَتَا

مسئلہ مسئلہ مسلمانوں کا ٹیٹا دار جام جو دھور معرفت شیخ عبدالستار پورندہ کا ٹیٹا دار

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

اس ملک میں یہ رواج ہے کہ اہل ہنر، فنیوں کے چہرہ اب مندرجہ پر پڑا چڑھانے کے واسطے لے جاتے ہیں اور اس کے ذبح کرنے کے واسطے مسلمان قصاب کو بٹاتے ہیں اور اکثر قصاب نہیں جوتے تو پیش امام کو لے جاتے ہیں، اور بعد ذبح کے وہ گوشت انھیں لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، اس گوشت کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ذبح کرنے کے واسطے جانا چاہئے یا نہیں؟ اور قصاب وہاں سے گوشت لے کر فروخت کرتے ہیں اُن سے خرید کر کھانا جاتا ہے یا نہیں؟ بیعتوا تو جسدوا۔

الجواب

ذبح میں ذبح کی نیت شرط معتبر ہے، اگر کافر اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرے اور مسلمان اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام لے کر ذبح کرے جاہل حلال ہو جائے گا مگر یہ فعل مسلمان کے لئے مکروہ ہے، اور اس گوشت کا اس سے لینا بھی نہ چاہئے کہ اس میں کافر کے دُغم میں اُس کے مقصد باطل کا پورا کرنا ہے اور یہ گوشت گریا اس کی طرف سے قصہ ق لینا ہے،

وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى اور والابلہ تھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے تو یہ

ولا ینحی بید کا حق ان تکون عن صحت ید
مسلم، والسئلۃ منصوص علیہا فقہ
العالمگیریۃ والتاخر غایۃ ۱۰ انه یحل ویکره
للمسلم۔
مناسب نہیں کہ کافر کا ہاتھ مسلمان کے ہاتھ سے
اقطع ہو، اس مسئلہ پر عالمگیری میں نص ہے، تاہم غایۃ
میں ہے حلال ہے اور مکروہ ہوگا مسلم کے لئے۔
(ت)

ہاں قصاب وغیرہ جس مسلمان نے اُس سے گوشت لیا اور بعد ذبح مسلم نظر مسلم سے غائب نہ ہوا تھا
اس کے خریدنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۸۵ مسئلہ شیخ گھورا عرض یکسر ڈاکخانہ ایساری ضلع شاہ آباد ۱۴ صفر ۱۳۲۵ھ
اگر ہندو کسی جانور یعنی بکرا بکری، بھیڑا بھیڑی وغیرہ کسی اپنے دیتا کے نام پر یا دیوتا کی جگہ پر
لے جا کر اس کا کان کاٹ ڈالے اور بعد میں اس جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور وہ مسلمان اس جانور
کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے کھائے تو وہ جانور یا اس کا کھانا حلال ہے یا حرام، بیسوا تو جبروا۔

الجواب

حلال ہے،
قل اللہ تعالیٰ وما حکم الا تاکلو مما ذکر اسم
اللہ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے
جس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹۰ از چتر گڑھ علاقہ اوہ پور راجپوتانہ مسطور مولوی عبد الحکیم صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ بروز شنبہ

(۱) سانڈ حرام ہے یا حلال، فتاویٰ عبد الحی صاحب لکھنؤی جلد سوم میں حرام لکھا ہے اس بنا پر کہ وہ سانڈ
مالک کی ملک سے خارج نہیں۔

(۲) خراطین یا کسی مکروہ تحریمی یا حرام شے کا جلا کر کھانا یا جس شے میں جلانی ہے مثلاً لکھی وغیرہ، اس کا
کھانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کر لیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،

لے فتاویٰ ہمدانیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

لے القرآن الحکیم ۱۲۱/۶

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ مَحْذُورَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ ۖ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجبور اور سائبہ

نہیں بنائے۔ (ت)

کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بجا کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رد فرما دیا، رہا ملک غیر کی وجہ سے حرام ہونا یہ معصوم وغیر معصوم میں عدم تفرق سے ناشی ہے، کافر کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن نہ مستامن منہ، یعنی نہ وہ اس کی امان میں ہو نہ یہ اس کی امان میں، اس سے صرف غدر حرام ہے، ہاں ایک اور راہ سے یہاں عدم جواز آ سکتا ہے، وہ یہ کہ یہ صورت اگر قانوناً جرم ہو تو ایسا مباح جو مسلمان کو معاذ اللہ ذلت پر پیش کرے شرعاً منوع ہو جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حرام شئی چلنے کے بعد بھی حرام ہی رہے گی، اور دوسری شئی میں اگر ایسی مخلوط ہوگی کہ تمییز ناممکن ہے، تو اسے بھی حرام کر دے گی۔

اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْمَحْرَامُ غُفِرَ الْحَرَامُ ۖ
حلال اور حرام مجتمع ہوں تو حرام کو غلبہ ہوتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از ملک آسام مقام فو علی کل کاؤن ضلع شیپ ساگر در سلسلہ پیر پٹا سروی سید عبد المجید صاحب

۱۶ رمضان ۱۳۱۳ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بیل غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا ہے، آیا اس ہانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں یہاں پر بہت اختلاف ہے اس کو مدد دینا تحریر فرمائیں۔

الجواب

اس چھوڑ دینے سے وہ حافور حرام نہیں ہو جاتا،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ مَحْذُورَةٍ وَلَا
سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيَاةٍ وَلَا حِمٍّ وَكَانَ الَّذِينَ
كُفَرُوا يَعْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ وَكَثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُونَ ۖ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجبور، سائبہ، وصیاء اور حیم اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا فقر ابادہ ماحاسب کہ ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ (ت)

سہ القرآن الکریم ۱۰۳/۵

سہ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانیة ادارة القرآن کراچی ۱۳۲/۱

سہ القرآن الکریم ۱۰۳/۵

تفسیر مدارک شریفین میں ہے،

يعتزون عن الشفاء مذنب في نسبتهم هذا ۱
التعظيم اليه ، واكثرهم لا يعقلون ۲
الله تعالى لا يحرم ذلك ۳
اللہ تعالیٰ پر اس کے حرام کرنے کی نسبت میں نافرمانی ہے
یہیں جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالیٰ نے
ان کو حرام نہیں کیا ۱۔ ۲۔ ۳۔

مگر اس چھوڑ دینے سے وہ ملک ملک سے بھی خارج نہیں ہوتا، اُسی کی ملک پر باقی رہتا ہے کہ بیل چھوڑنے
والے چھوڑتے وقت یہ کہتے کہ جو اسے پکڑ لے اس کا ملک ہو جائے، نہ وہ ہرگز اس کا پکڑنا روارکتے ہیں،
بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ کوئی چھوٹا پھر سے، تو جانور بدستور انھیں کا ملک رہتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ
میں ہے،

لو سبب دابة ، وقال لا حاجة لي اليها ، ولم يقل
هي لمن احذها فاحذها الا صان لا تكون له ۱
اگر کوئی جانور آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ نہ کہا جو پکڑ لے
اس کا ہوگا تو کوئی انسان پکڑ لے تو وہ اس کا
ملک نہ بنے گا۔ (ت)

اس وجہ سے اس کا پکڑنا، ذبح کرنا، کھانا کچھ جائز نہیں کہ وہ ملک غیر ہے، یہاں تک کہ اگر ملک اجازت دینے
بلاشبہ بدل ہو جائے، یا اگر کسی شخص کا اس بیل چھوڑنے والے یہ کہے کہ میں اتنا سونٹا اس نے کچھ مال اس کا
چھینا یا چرایا یا شہد یا رشوت میں لیا ہو اور اس سے وصول کی امید نہیں تو یہ شخص اپنے آتے میں اس بیل کو
لے سکتا ہے جبکہ اس کی قیمت اس کے مقدار حق سے زیادہ نہ ہو،

وهي مسئلة نظير لمخلاف جنس الحق المقتضى
الآن بجواز احد لا كما في رد المحتار وغيره ۱
یہ مسئلہ اپنے حق کے خلاف جنس پر قابو پانے کا
ہے جس پر آج کل فتویٰ ہے کہ قابو پانا جائز ہے
جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲

مسئلہ از اودے پور، میوات مہارانا بانی اسکول مسئلہ مولوی وزیر احمد صاحب ۱۸ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بکرا جو شیخ سقہ کے نام سے یاد دوسرے
کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جائے، اور وہ بکرا اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا کھانا مسلمان

۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر النسخی) تحت آیت یفتریون علی اللہ الکذب ۲۔ دار الکتاب العربی بیروت ۳۰۵/۱
۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب البہتہ الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۲/م
۴۔ رد المحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۵/۵

کو باز نہ ہے یا نہیں؟ اور وہ اہل لغیر اللہ بے سے مراد قبل ذبح کے پکارا جانا ہے یا وقت ذبح کے؟
الجواب

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے قسمیہ کا اعتبار ہے، اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت کی اور ذابح نے بسم اللہ کی جیسے بسم فداں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقب دم سے جمادات غیر خدا مقصود رکھی ذبیحہ مردار ہو گیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا، گرچہ بت یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کو دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا بھنقہ قطعی قرآن حلال ہو گیا،

قال اللہ تعالیٰ وما مکول لا تاكلوا مما کبر
 اسم اللہ علیہ بے
 عالمگیری میں ہے۔

مسئو ذبیح شاة المجوسی، لبیت مارہسم او
 الکافر لالہتہم، تو حکم اللہ سبحی، اللہ
 تعالیٰ ویکبر للمسلم، کد فی التاتارخانیہ بے
 مسلمان نے مجوسی کی بکری ذبح کی ان کے تشکدہ
 کے لئے یہ کسی فاجر کی بکری ان کے مہبودوں کیلئے
 ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا
 نام لے کر ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے،
 تاتارخانیہ میں یونہی ہے (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے سبل الاصفیاء فی حکم المذبح للاولیاء میں ہے، اور
 شیخ سدو کوئی بزرگ نہیں بلکہ ایک خبیث روح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۱۲۳ از قصبہ کلی ماگر، تھانہ مادھو ٹانڈہ، برگنہ پورنپور، ضلع پٹی بھیت مرسلہ محمد اکبر علی صاحب
 ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیخ سدو کے نام سے مرغ وغیرہ ذبح

لہ القرآن الکریم ۱۴۳/۲

۱۴۱/۶

۲۸۶/۵ فراتی کتب خانہ پشاور کتاب الذابح لہ فتاویٰ ہندیہ

کر یا، اور میلاد بھی زید نے پڑھوایا تو زید کے مکان پر میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور کھانا زید کا میلاد خواں نے کھایا تو وہ اس کے حق میں کیسا ہے؟ بیتنا تو جسد واد۔

الجواب

ذکر میلاد شریف بریت ہدایت پڑھے، اور اس میں ایسی ارواح کی تحریم سے مخالفت کر سنے جی کا اسلام تک معلوم نہیں، بلکہ بعض علماء نے انھیں ارواح خبیثہ ٹکھا، اور وہ مرغا وغیرہ ذبیحہ نہ کھاتے جو ایسے دیکھتے ذبح ہوا، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یہاں کا اور کھانا بھی نہ کھائے، بہت تک وہ توبہ نہ کرے دجوا لہ د تو بیخ، اور اگر یہ عالم مقتدی ہے تو ایسوں کے ساتھ اور ان کے یہاں کھانا کھانے سے احتراز اور اہم ہے کہ نفس علیہ فی البندیۃ وعبودھا (جس طرح کہ جندیہ وغیرہ میں اس پر نفس کی گئی ہے۔ ست) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از کل ناگر ضلع پٹی جیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان میں چپ اور بھائی اور بھتیجا رہتے ہیں، اور حقہ پانی ان سب کا ایک ہے، اور بھتیجے نے ٹیٹا سدا کے نام سے جانور ذبح کیا، اور کوئی مولوی صاحب اس کے چپ یا بھائی کے یہاں آکر ٹھہرے، اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ ان کا بھتیجا غیر انتہ کے نام کا جانور ذبح کر دیا، ہے، چپ اور بھائی کو کھانا ہے، تو مولوی صاحب اس کے چپا کے یہاں مقیم ہیں، ان مولوی صاحب کو ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں، اور مولوی صاحب سے کہا گیا کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ، تو در جواب مولوی صاحب نے کہا کہ تم کون ہو ہم کسی کا کھانے کو نہیں مان سکتے ہیں، مولوی صاحب کے چپے نماز درست ہے یا نہیں، بیتنا تو جسد واد۔

الجواب

جانور جو اللہ عزوجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عزوجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہو، اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا کرام، یا ادیار کرام کا، حواہ اموات مسلمین کو ایصال ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل تقریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز انتفاع مثل مرگشت فروشی تصاواں بر تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وہا لکم ان لا تأکلوا مما ذکر اسمہم اللہ علیہ

تھیں کیا ہوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ سبحانہ کا نام پاک پڑا گیا۔

مگر حیثیت روحی کو مٹانا تقرب الی اللہ نہیں ہو سکتا، شیخ سند بھی ادوار حیثیت سے شمار کیا گیا ہے۔ تو ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سند کی طرف تقرب کی ہو جانور بلاشبہ مردار ہو جائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر ہی کہہ کر ذبح کیا گیا ہو، یہاں ذابح کی ہی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو، مثلاً مالک نے خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کرنے کو جانور دیا ہو، ذابح نے اسے کسی بُت کی بھینٹ چڑھا دیا جانور بیشک حرام ہو گیا مالک کی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یوں مالک نے اگر کسی بُت یا شیطان ہی کے لئے ذبح کرنے کو کہا اور ذابح نے معبودِ برحق جل جلالہ کے لئے ذبح کیا جانور بیشک حلال ہے، مالک کی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ پس صورتِ مذکورہ میں اگر ذابح نے سند کی طرف تقرب کی نیت سے ذبح کیا ہو ان مولوی کو اس کا یہ حال معلوم تھا، پھر اس سے گوشت کھایا، قریرہ شخص مردار غوار ہوا اور اس کے پیچھے نماز منع ہے، اور اگر اسے ذابح کی نیت معلوم ہو گئی تھی کہ اس نے وہ نیت فاسدہ رکھی بلکہ خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا، تو اگرچہ جانور حلال ہو گیا مگر بہتر اس سے بچنا تھا جبکہ مالک نے غیر خدا کے تقرب کے لئے دیا تھا، خصوصاً اس شخص کو مولوی کہلاتا ہو، اور لوگ اُس کے فعل کو مُجبت جانتے ہوں۔ عالمگیری میں ہے،

مسلم ذبح شاة المجوسی لبيت ناس هم او
اسکافر لا یتھم توکل لایہ سعی اللہ تعالیٰ
یا کسی اور کا ترکِ بری اس کے معبود کے لئے ذبح
کی ترکھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے نام
سے ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے (ت)

اور اگر نیت معلوم نہ تھی اور یہ جان چکا تھا کہ یہ لوگ شیخ سند کے مناسنہ والے ہیں، اور بچنا اور اجہم تھا کہ ادوار حیثیت کے منانے والوں اور اس سے استعانت کرنے والوں کا ظاہر حال سخت مخدوش ہے، اور ایسی جگہ شہادت سے احتراز لازم، اور اگر گوشت نہ کھایا بلکہ اور کھانا کھایا تو جب بھی مولوی کہلا کر ایسے لوگوں کے یہاں اکل طعام کہ قلوب مسلمان میں شبہ ڈالے ہرگز مناسب نہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُبُلُ الْأَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْأَوْلِيَاءِ^{۱۲}

(اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرنے میں اصفیاء کے طریقے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ ۱۲۵ در رد فتویٰ بعض معاصرین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

از لشکر گویا رڈاک دربار بحواب سوال مولوی نور الدین صاحب ادآئل ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بچہ امیاں کا اور عمرو نے ایکہ گائے
چل تن کی اور مرغ مار کا پالا اور پال کر ان کو بیکیر ذبح کیا یا کر ایسا اس کا کھانا مسلمانوں کو حلال الشریعہ ہائے
یا نہیں؟ بیئتوا تو جہودا۔

الجواب

حَامِدًا لِلَّهِ وَمُصَلِّيًا وَسَلَامًا عَلَىٰ حَبِيبِكَ
وَالِهِ يَا وَهَّابُ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ
وَالصَّوَابِ۔
یا اللہ! تیرے لئے حمد کرنے والا اور تیرے حبیب
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے والا
اور ان کی آل پر حق و صواب کی رہنمائی فرما

اسے میرے رب! (ت)

اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) حق اس مسئلہ
میں ہے کہ ملت و حرمت ذبیحہ میں حال و قول و نیت ذابح کا اعتبار ہے ذکر مالک کا، مثلاً مسلمان کا

جاور کوئی محوسی ذبح کرے تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک مسلم تھا، اور محوسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا، یا ذبیحہ کا جانور عمرہ ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے حرام ہو گیا، اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے، اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت و تعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عز وجل کے لئے ذبح کی تھی۔

یونہی ذابح نے خاص اللہ عز وجل کے لئے ذبح کیا تو حلال، اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں مال ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں اسرار رکھنا محض حکم باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصل دلیل ہیں، ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً محوسی نے اپنے آتشکد یا مشرک نے اپنے جنوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کیا حلال ہے، کھاتی ہے، اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ۔ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاج رغانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے۔

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارہمہ او
یا کسی اور کا حرکی اس کے معبودوں کیلئے ذبح کی تو
بکری کھاتی جلتے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے
ذبح کی ہے، اور یہ عمل مسلمان کو مکروہ ہے۔ (ت)

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبح کی معتبر ہے، اس سے قبل و بعد کا اعتبار نہیں، ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عز وجل کے لئے نیت تھی، ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی، ذبیحہ حرام ہو گیا، وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہو کر مرنی تبارک و تعالیٰ کے لئے ارادہ تائب دم کی تو حلال ہو گیا، یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ رد المحتار میں ہے،

اسلو ان اللہ ارہل القصد عند ابتداء الذبائح
معلوم ہونا چاہئے کہ ذبح کی ابتداء میں قصد کا اعتبار ہے۔ (ت)

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مقارنہ ہے، نماز سے پہلے خدا کے لئے نیت تھی تجھ پر
 کہنے وقت دکھاوے کے لئے پڑھی، قطعاً ترک کب کبہ ہوا، اور نماز ناقابل قبول، اور اگر دکھاوے کے لئے اٹھاتا
 نیت باندھتے وقت تک یہی قصد تھا، جب نیت باندھی قصد حاصل رہا جل و علا کے لئے کھڑا تو بلاشبہ وہ نماز
 پاک و صاف و صالح قبول ہوگی، تو ذبح سے پہلے کی شہرت پکارا کچھ اعتبار نہیں، نہ نافع نفع دے نہ مضر ضرر، غصہ
 جبکہ پکارنے والا غیر ذابح ہو کہ اسے تو اس باب میں کچھ دخل ہی نہیں،

كما قد علمت وهذا كله ظاهر جدا لا يصلح
 ان يفتلح فيه قرناء وجہاء۔
 جیسا کہ معلوم ہے اور یہ تمام ظاہر ہے اس میں بالکل
 گہنی کش نہیں کہ اس میں بحث کی جائے (ت)

پھر اضافت معنی عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی خواہی مدار کے مرغ یا قبل تن کی گائے کے معنی ٹھہرائے جائیں
 کہ وہ مرغ دگاؤ جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائیگی، اضافت
 کو ادنی ملاقات کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار
 کی نماز، پیر کا روزہ، اہل ثلث کی رکعت، کعبہ کا حج، جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر و شرک و حمت و رکاز
 نام کو بھی کراہت نہیں آتی، تو حضرت مدار کے مرغ، حضرت احمد تیر کی گائے، فلاں کی بکری کہنے سے یہ خدا کے
 حلال کئے ہوئے یا فوریوں جیسے بی مردار در نور ہوئے کہ بکسی صورت بدل نہیں ہو سکتے، یہ شرع مطہر پر
 سخت جرات ہے۔ خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان احب الی اللہ تعالیٰ صیام داؤد
 و احب الصلوة الی اللہ عزوجل صلوة
 داؤد۔ و الا لائمة احمد والستة من عبادة
 بن عمر وصی اللہ تعالیٰ عنہما لا تقوم ذی فضل
 فضل الصیام و حداد۔
 بیشک سب روزوں میں پیار سے اللہ تعالیٰ کو
 داؤد کے روزے ہیں اور سب نمازوں میں پیاری
 داؤد کی نماز ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام (اس کو
 ائمہ صحاح ستہ اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے لیکن
 ائمہ ترمذی کی روایت میں صرف روزوں کی فضیلت کا ذکر ہے،

علماء فرماتے ہیں مستحب نمازوں میں صلوة الراہین یعنی ماں باپ کی نماز ہے،

فرد المحتار عن الشیخ المنہیل عن شرح
 شرع الاسلام من المندوبات صلوة التوبہ
 صحیح البخاری کتاب التوبہ باب ہم عند السحر
 صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن صوم الدہر
 رد المحتار میں شیخ اسماعیل سے بحوالہ شرح شریعت الاسلام
 منقول ہے کہ مستحب نمازوں میں صلوة التوبہ
 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۲/ ۳۸۶
 " " " " " " ۳۶۷/

وصلة الوالدین

اور صلوٰۃ الوالدین ہے (ت)

سبحان اللہ! واود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز، داؤد (علیہ السلام) کے روزے، ماں باپ کی نماز کتنا صواب، پڑھنا ثواب، اور جانور کی اضافت وہ سخت آفت کہ قائلین کفار، جانور مردار، کیا ذبح نماز روزے سے بڑھ کر عبادتِ خدا ہے یا اس میں شرک حرام ان میں روا ہے۔
خود اضافتِ ذبیح کا فرق سنتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنہ من ذبح لغیر اللہ۔ دواء
مسلم والنسائی عن امیر المومنین علی و
نحوہ احمد عن ابن عباس سب سبھی اللہ
تعالیٰ عنہم۔
خدا کی لعنت ہے اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبح کرے (اس کو تسلیم اور نسائی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی مثل امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ ت)

کی ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ذبح لصیفة ذبیحة کانت فداء من
النیک روات الحاکم فی تارخیہ عن جب
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا عید ہو جائے آتشِ دوزخ سے۔ (اس کی امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

تو معلوم ہوا کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں، بلکہ موجبِ ثواب ہے، تو ایک حکم عام کفر و حرام کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

ولہذا علماء فرماتے ہیں، مطلقاً نیتِ غیر کو موجبِ حرمت جاننے والا نیتِ جاہل اور قرآن و حدیث و عقل کا منہ لٹ ہے، آخر قصاب کی نیت تحصیلِ نفع دنیا اور ذبائح شادی کا مقصود برات کو کھانا دینا ہے، نیتِ غیر تو یہ بھی ہوئی، کیا یہ سب ذبیحہ حرام ہو جائیں گے۔ یہ نہیں مہمان کے واسطے ذبح کرنا درست و بجا ہے کہ مہمان کا اکرام میں ناکرام خدا ہے۔ درمختار میں ہے:

- ۱/۲۶۲ ملہ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الترتیب والنوافل دار احیاء التراث العربی بیروت
۲/۱۶۰ ملہ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحريم الذبائح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲/۵۱۶ ملہ المصنف بحوالہ الحاکم فی التاریخ حدیث ۸۶۷۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت

لَوْ ذَبَحَ لِلضَّيْفِ لَا يَحَرُّ لَأَنَّهُ سَبَّةُ الْخَلِيلِ وَ
الْكَرَامُ انْصِيفُ الْكَرَامِ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ

جس نے مہمان کی نیت سے ذبح کیا تو حرام نہیں کیونکہ
یہ خلیل علیہ السلام کی سنت اور مہمان کا اکرام ہے،
اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے (ت)

روا المختار میں ہے،

قَالَ ابْنُ زُرَّارٍ وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لَأَنَّهُ ذَبَحَ
لَا كَرَامَ ابْنِ آدَمَ فَيَكُونُ أَهْلُ بَيْتِهِ غَيْرَ آدَمَ
تَعَالَى فَقَدْ خَالَفَ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيثَ وَ
الْعَقْلَ فَإِنَّهُ لَا رَيْبَ أَنَّ الْقَصَابَ يَذْبَحُ
لِلرَّبِّ وَهُوَ عُلُوُّهُ نَحْنُ لَا يَذْبَحُ حَيْلُكُمْ
هَذَا أَجَاهِلٌ أَوْ لَا يَأْكُلُ مَا ذَبَحَ الْقَصَابُ
وَمَا ذَبَحَ لِلْوَلَدِ وَالْأُمِّ وَالْعَقِيقَةِ ۝

بزازی نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ وہ اس نے حلال
نہیں کر اس میں بنی آدم کا اکرام ہے تو یہ غیر اللہ
کے نام سے ذبح ہوا تو اس نے قرآن و حدیث اور
عقل کے خلاف بات کی، کیونکہ بلاشبہ قصاب اپنے
نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس
ہے تو وہ ذبح نہ کرے، تو ایسے جاہل کو چاہئے
کہ وہ قصاب کے ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولید اور
شادی اور عقیقہ کے لئے ذبح کردہ کو بھی نہ کھائے۔ (ت)

دیگر علماء سے کرام صراحتاً سننا دیتے ہیں کہ سلفائیت و نسبت غیر کو وجوب حرمت جانتا اور ضا اہل
بد بطنیہ بر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع و عقل دونوں سے بیگانگی ہے،
جب نفع دنیا کی نیت عمل نہ ہو تو فاقہ اور ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا، اور اکرام مہمان میں اکرام خدا ظہر
تو اکرام اولیاء پر جہ اولیٰ۔

ہاں اگر کوئی جاہل اہل یہ نسبت و اضافت بقصد عبادت غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک
نہیں، پھر بھی اگر ذابح اس نیت سے بڑی ہے تو جانور حلال ہو جائے گا کہ نیت غیر اس پر اثر نہیں پڑتی
کما حقہ لا سم (جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ ت)

مگر جب کہ حدیث و فقہاء دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے کہ اضافت معنی عبادت ہی میں منحصر نہیں، تو
صرف اس بنا پر حکم کفر محض جہالت و جرات و حرام قطعی اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے، تم سے کس نے
کہہ دیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادت آدمیان کا ارادہ کرتے اور انہیں اپنا معبود و خدا بنانا چاہتے ہیں

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ
إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمَلُ لِمَا
أُورِثَ مَا يَكُونُ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ
وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَ مَلَكٍ
رَّسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں :

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْخَبَرِ
مِنْ دَوَاكِلِ الْأُمَمَةِ مَالِكُ وَالثَّيْحَانُ وَابْنُ دَاوُدَ وَ
التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ -
گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات
ہے (اسی کو امام مالک، شیعین، ابو داؤد اور
ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
أَفَلَا شَقَقْتُ مِنْ قَلْبِهِ حَقِّي لَعَنَهُ أَفَلَا هَا أَهْلًا
مِنْ دَوَاكِلِ الْأُمَمَةِ عَنْ إِسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ -
تو نے اسی کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ کہ دل کے
عقیدے پر اطلاع پاتا (اسی کو امام مسلم نے
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔ ت)

امام عارف باللہ سید احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

أَتَيْنَا الظَّنَّ الْخَبِيثَ عَنِ الْقَلْبِ الْخَبِيثِ
بِرَغْمَانِي خَبِيثِ دَلٍّ سَيِّئٍ هِيَ سَيِّئَةٌ هِيَ

لِهُ الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ۱۳/۴۹

۲۶/۱۷

۳۵ صحیح البخاری کتاب الرصایا باب قول عزوجل من بعد صیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۳/۱
صحیح مسلم کتاب البر باب تحريم الظن الخ " " " ۳۱۶/۲
" " کتاب الایمان باب تحريم قتل الکافر الخ " " " ۶۸/۱
۳۵ الحدیث النذیۃ شرح الطریقۃ الحمیدیۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نورین رضویہ فیصل آباد ۶/۲

نقلہ سیدی عید النبی ابن بلوی فی شہرہ (اس کو سیدی عبد الغنی نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ
الطریقۃ المحمدیۃ۔
میں نقل کیا ہے۔)

ولہذا غیرہ و ذخیرہ و شرح و ہدایہ و در مختار و غیرہ میں ارشاد فرمایا،
انما نسئ الظن بالاسلام انه یتقرب الہ
الادعی بہد النہور
رو المختار میں ہے،

ی علی وجہ العبادۃ لامہ البکر و ہذا
بعید من حال المسلم
یعنی اس تقرب سے تقرب برہ جہ عبادت مراد ہے
کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان کے
حال سے دور ہے۔

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابح خاص وقت ذبح تکبیر میں یوں کہے نسو اللہ
بنام خدا کے بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ کہنا مکروہ تو بیشک ہے مگر کفر کیسا! جانور حرام بھی
نہ ہوگا، جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم محض ہو، نہ مفاد اللہ
حضور کو رب عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرنا۔

امام اہل فقیہ السنن قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں،

رحل ضعی و ذبح و قال قسم اللہ بنام خدا کے بنام
محمد علیہ السلام، قال الشیخ الامام ابوبکر
محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ انت
اراد الرجل بنکر اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بتبجیلہ و تعظیہ جائز ولا باس وان اراد بہ
الشركة مع اللہ تعالیٰ لا یحل الذبیحۃ
کسی نے بنام خدا بنام محمد علیہ السلام قرآنی کیا
ذبح کیا، شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا، اگر اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے نام سے صرف تعظیم و تجلیل مراد لی تو
جائز ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا تو
ذبیح حلال نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورت مطلب میں مثلاً ”بنام خدا و بنام فلاں“ جس سے صاف معنی

۲۳۰/۲	مطبع مجتہباتی دہلی	کتاب الذبائح	لہ در مختار
۱۹۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	لہ رد المختار
۴۵۰/۴	فصل فی الاستماع بالاضحیۃ نوکشدہ مکتبہ	کتاب الاضحیۃ	لہ فتاویٰ قاضی خاں

شرکت ظاہر ہے اگرچہ مذہب صحیح حرمتِ جانور ہے، مگر حکم کفر نہیں دیتے کہ وہ امر باطنی ہے، کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ درختوں میں ہے۔

ان عطف حرمت نحو باسم الله واسم فلان
اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر دوسرے نام کا عطف کیا تو حرام ہے، مثلاً باسم اللہ واسم فلان۔ (دست)

رواۃ الخمار میں ہے۔

هو الصحيح وقال ابن سلق لا تصير ميتة
لانها لو صارت ميتة يصير الرجل كافرا، غايه،
قلت تمتع الملازمة بان الكفر اصولا طعن
و المحكوم به صعب فيمرق كذا في شرح المقدسي،
شرب لائيه
وہی صحیح ہے اور ابن سلق نے فرمایا مرد وار نہ ہوگا کیونکہ اگر مرد وار کہیں گے تو ذبح کرنے والے کو کافر قرار دینا ہوگا، غائیہ۔ میں کہتا ہوں یہ طاررہ منوع ہے کیونکہ کفر باطنی امر ہے اور اس کا حکم دشوار ہے تفرق کرنا ضروری ہے، شرع مقدسی میں اسی طرح ہے، شرعیہ لایہ۔ (دست)

اللہ اکبر! خود ذابح حاضر تکبیر ذبح میں نام خدا کے ساتھ نام غیر ذکر کیا ہے اور کافر نہ ہو، جب تکبیر معنی شرک کا ارادہ کرے بلکہ حرف عطف "بنام" نہ ابد پر عملی اسے تان سید و علم سکے اور اس نام پاک کے لینے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہی چاہیے، حضور کی عظمت ہی کے لئے خاص وقت ذبح بنام خدا کے ساتھ بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آجائوریں اصل حرمت و کراہت بھی نہیں مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکاریا کہ فلاں کا بکرا، فلاں کی گائے تو پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ لفظ منہ سے نکلے ہی جانور کی بھی کایا پٹ ہو کر فوراً بکری سے گنا، گائے سے سور، اگرچہ وہ منادی غیر ذابح ہو، اگرچہ ابھی نہ وقت ذبح مذم تکبیر، معاذ اللہ۔ وہ لفظ کیا ہے جادو کے انجھرتے کہ چھوٹے ہی جانور کی ماہیت بدل گئی، ایسے زبردستی کے احکام شرع مطہر سے بالکل بیگانہ ہیں۔

بڑی دلیل ان کے قصہ جہاد فیہ معنی شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ "اس ذبح کے بدلے گوشت خرید کر تصدق کرنا ان کے نزدیک کافی نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب مقصود نہیں بلکہ خاص ذبح غیر ذبک صریح مراد ہے، اگرچہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مطلب صرف ایصالِ ثواب ہی ہے۔"

اقول اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ خاص ذبح مباح ہے، ذبح طہیر کہاں سے نکلا، کیا ثواب ذبح کوئی چیز نہیں، یا گوشت دینے میں وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ عنایہ میں ہے،

التضحية فيها افضل من الصدق يشعرب
الاضحية لان فيها جمعا من التقرب باراقة
الدم والصدق والحمد من القربى
افضل لله ملخصا۔

اس صورت میں قربانی کرنا اس کی قیمت کے صدقے سے افضل ہے کیونکہ قربانی میں دونوں قربتیں حاصل ہوتی ہیں خون بہاؤ اور صدقہ بھی، جبکہ دو قربتوں کو جمع کرنا افضل ہے (ملخصا)۔

معہذا احرام ایسی اشیاء میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے، مثلاً جو آلے کی چٹکی روزانہ اپنے گھر کے خراب سے نکالتے اور ہر ماہ سے چاکر حضور پر نور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں، اگر ان سے کہتے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے اپنے خراج میں لائیے اور اس کے عوض اور پکائیے، کبھی نہ مانیں گے، حالانکہ آٹے میں کوئی ذبح کامل نہیں، اور ذبح میں بھی اگر اس ہاندر کے بدلے دوسرا جانور دیکھتے ہرگز نہیں گے، حالانکہ اسے ذبح میں دونوں ایک سے، تو اس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعین و تخصیص کی بنا پر ہے، نہ معاذ اللہ اس توہم باطل پر، خصوصاً جبکہ وہ چار سے مزاح کہہ رہے ہیں کہ عاشر اللہ ہم مبارک تبرک نہیں چاہتے صرف ایصالِ ثواب متصور ہے۔

اور اگر انصاف کیجئے تو دربارہ عدم تبدیل ان کا وہ خیال بے اصل بھی نہیں، اگرچہ انھوں نے اس میں تشدد زیادہ سمجھ لیا ہو جن چیزوں پر نسبت قربت کر لی گئی، شرع مطہر میں باوجود ان کا بدنام پسند نہیں، لایسا ذاکان النزول ای لنا قص کہ انھما، کل ذلك ظاهر جداً (خصوصاً جبکہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف تنزل ہو جیسا کہ یہاں ہے اور یہ تمام نہایت ظاہر ہے۔)۔

والہذا اگر غرض قربانی کے لئے جانور طریقہ سے اور اس معین کی نذر نہ ہو تو جانور متعین نہیں ہو جیسا کہ اسے اختیار ہے کہ اس کے بدلے دوسرا جانور قربانی کرے پھر بھی بدنام کردہ ہے کہ جب اس پر قربت کی تیت کر لی تو بلا وجہ تبدیل نہ چاہئے۔ عنایہ میں ہے،

بأنشاء للتضحية لا يمتنع البسيعة
قربانی کے لئے غریب سب کے لئے مانع نہیں (ت)۔
اسی میں ہے،

دیگرہ انت تبدل بها غیر ہائے اور اس قربانی کے جانور کو تبدیل کرنا مکروہ ہے (تہ)
اسی طرح تبیین الخفائی وغیرہ میں ہے۔

بالجملہ مسلمانوں پر بدگمانی حرام اور حتی الامکان اس کے قول و فعل کو وجہ صحیح پر عمل واجب، اور
یہاں ارادۂ قلب پر بے تصریح قائل حکم دیکھنے کی اصلاح راہ نہیں، اور حکم بھی کیسا کفر و شرک کا، جس میں اعلیٰ
درجہ کی احتیاط فرض، یہاں تک کہ ضعیف سے ضعیف احتمال بجاؤ نکلتا ہو تو اسی پر اعتماد لازم، کا حقیق
کل ذلک الاشیۃ لمحققون فی تصانیفہم الجلیلۃ (جیسا کہ اگر تحقیق نے اپنی تعالیٰ میں اس کی تحقیق
فرمائی ہے۔ تہ)

اگر بالفرض بعض کو دلی اعتقادی پر بہ ثبوت شرعی ثابت بھی ہو کہ ان کا مقصود معاذ اللہ عبادت غیر ہے تو
حکم کفر صرف انہیں پر صریح ہوگا ان کے سبب حکم عام نکال دینا اور باقی لوگوں کی بھی یہی نیت سمجھ لیا محض مائل۔
قال اللہ تعالیٰ لا ترورۃ ودرۃ ودرۃ ودرۃ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور کوئی بوجہ اٹھانے والی جان
دوسرے کا بوجہ نہ اٹھائے گی (تہ)

پس حق یہ ہے کہ نہ مطلقاً اس نام پکارنے پر حکم شرک صحیح، نہ اس وجہ سے جانور کو مردار مان لینا درست،
بلکہ حکم شرک کے لئے قائل کی نیت پر نہیں ہے، اگر تردید ہے، کی مردود بہ یہ ہے تو بیشک شرک کہیں گے
ورنہ ہرگز نہیں، اور حکم حرمت میں صرف قول و فعل و نیت ذابح خاص وقت ذابح پر مدار رکھیں گے، اگر مالک خواہ
غیر مالک کسی کفار نے معاذ اللہ اسی نیت شرک کے ساتھ ذابح کیا تو بیشک حرام کہ وہ اس نیت سے مرتد ہو گیا اور
مرتد کا ذبیح نہیں، اور اگر اللہ عزوجل کے لئے جان دی اور قصداً تکبیر ترک نہ کی تو بیشک حلال، اگرچہ اس پر
باعث ایصالی قراب یا اکرام اولیاء یا فسخ دنیا وغیرہ مقاصد ہوں، اگرچہ مالک غیر ذابح کی نیت معاذ اللہ
وہی عبادت غیر ہو، اگرچہ پیش از ذب یا غیر ذابح نے وقت ذب کسی کا نام پکارا ہو، مالک سے وہ نیت ناپاک
ثابت ہر نام بھی ذابح پر کچھ موثر نہیں، جب تک مرد اس سے بھی اسی نیت پر جان دینا ثابت نہ ہو کہ جب اس
سے وہ نیت ثابت نہیں، اور مسلمان اپنے رب عزوجل کا نام لے کر ذب کر رہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام
تاروا ہے، اور ہم تراشیہ پر مسلمان کو معاذ اللہ ترکیب کفر سمجھنا حلال خدا کو حرام کہ دینا، نام الہی عزوجل
جو وقت تکبیر لیا گیا باطل و بے اثر ٹھہرانا ہرگز وجہ صحت نہیں رکھتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

وما سکروا لا تاحکموا صفاً وکروا صفاً تمہیں کیا ہو کہ نہ کھو اس جانور سے جس کے

لئے الہدایۃ کتاب الانبیاء مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۴۴۹/۴

لئے القرآن الکریم ۱۶۴/۶

اللہ علیہ السلام

ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ،

انما کلمہ باظہار لایا باطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحلی ، ولا یحلی لئالی ایا طریک
یعنی ہمیں شرع مطہرتے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے
باطن کی تکلیف زدہی ، جب اس نے اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر ذبح کیا جائز حلال ہو جائاد واجب
ہر اکول کا ارادہ جان لینے کی طرف ہیں کوئی راہ نہیں۔

یہ چند تفسیر و حلیل فائدے کے حلقے قابل ہیں کہ بہت ابنا سے زمانہ ان میں سخت خطا کرتے ہیں ،
وہ اللہ العصمة والتوفیق و بہ الوصول الی تحقیق (حفاظت و توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے ۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

مسئلہ ۱۲۶ از شہر ربلی مستور عبد الجلیل طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک گھاسے ذبح کی گئی اور اس کا پیٹ جب چاک کیا تو اس
میں سے ایک بچہ زندہ نکل آیا ، مگر اس کے جسم میں بال نہیں آیا ہے ، اس حالت میں بچہ کا
گوشت حلال ہو جائے گا یا نہیں ذبح کر کے سے ؟ اور مردہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

بچہ کہ مردہ نکلے حرام ، اور زندہ نکلا اور ذبح کر لیا تو حلال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از آدین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دینی و محققین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ مردہ بکری مذکورہ کے
شکم سے برآمد ہو مذاہب امام اعظم ابوحنیفہ کوئی رحمۃ اللہ علیہ حلال ہے یا حرام ، بیان فرمائیں بعبارت
کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

الجواب

ناجائز ہے ۔ ہر ایہ دعا لکیرے میں ہے ،

لہ القرآن الکریم ۱۱۹/۹

۲۳/۵ مفتاح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۴۳/۲ المطبعة البیتہ المصریة مصر

من نحرناقة او ذبح نحرقة فوجد في بطنها
جسدا ميتا لم يوكل اشعر او لم يشعر و
هذا عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ
اذا تم حلقہ اکل ۛ

کسی نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں
بچہ مردہ پائے تو اسے نہ کھایا جائے نہ بانی ہوں یا
نہ ہوں ، اور یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اگر وہ بچہ تام الخلق ہو تو کھانا چاہئے ۔ (ت)

اسی طرح در مختار وغیرہ عامۃ کتب میں ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
میں ۱۲۸۱ھ از ریاست کوٹہ راجپوتانہ ملک ہارڈوی قصبہ ساگور مسئول مسلمانان ساگور
۲۱ رمضان ۱۳۳۵ھ

ہادی دین ، پناہ شریعت ، علمائے عظام و مفتیان کرام سلمہ اللہ تعالیٰ ، بعد سلام عید کے
گزارش یہ ہے کہ یہاں پر قصبہ ساگور ، ریاست کوٹہ راجپوتانہ میں کھٹیک لوگ قدیم زمانے سے گوشت
کی دکان کرتے چلے آ رہے ہیں اور مسلمان بھی انھیں کے یہاں سے خریدتے ہیں ، ان کھٹیکوں کا دو ایک
مرتبہ کچہری میں مردار گوشت کا مقدر مر جا چکا ہے اس لئے بوجہ شکوک اب ان کے یہاں سے مسلمانوں نے
گوشت لینا قطعاً بند کر دیا اور مسلمان قصابی آباد کر کے ان کے سامنے سے یہ یا شرع کر دیا ہے ، مگر دو ایک
مسلمان جن کا تمھاری تعلق چمڑے وغیرہ کھٹیکوں کے ساتھ ہے ، وہ ایسا کہتے ہیں کہ یہ ضد اور نیا مسئلہ ہے
جب ایک مدت سے مسلمان کھٹیکوں کے یہاں کا گوشت لیتے چلے آ رہے ہیں اور تمام جگہ کھٹیک ہی لوگ
فروخت کرتے ہیں ، تو یہ ایک نئی بات پیدا کر کے کھٹیکوں کو ناحق نقصان دیا جا رہا ہے ، کیا پہلے زمانے
میں کوئی عالم نہ تھے ، وہ کیوں کھا گئے ، ان کے ایسا کہنے پر بہت سے مسلمان برگشتہ ہو رہے ہیں ، لیکن
ساتھ ہی اس کے دنیا کی بدنامی کا خوف ہے اور اصلی جواب کے غنظر ہیں ، مسلمانوں کی طرف سے کھٹیکوں کے
ساتھیوں کو کھایا گیا کہ تم ان سے بوجہ شرع اس طرح پر انتظام کراؤ :

- (۱) مگر ان مسلمان رہیں ۔
- (۲) گوشت مختلف مکان پر نہ ہو جہاں مسلمان تجویز کریں ۔
- (۳) دبانے والا (۴) ذبح کرنے والا مسلمان ہو ۔

ان چاروں شرطوں میں سے وہ شرط اول و دوم و چہارم پر رضا مند ہوتے ہیں ، لیکن یہ رضامندی بھی

اُن کی قیادت سے انتقام کو قطع کرنے کے لئے معلوم ہوتی ہے، دائمی نہیں معلوم ہوتی ہے اس لئے حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں،

(۱) کیا وہ شخص کے درغلانے سے مسلمانوں کو پرانی بات پر جہار بنانا چاہئے، اور جو شخص اس پر عداوت کرے اور حکم شرع ایک مفضل اور بناوٹی بات سے اسے اور آج تک تائب نہ ہو، مسلمان اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

(۲) کیا مسلمانوں کو ہندو کھشکوں کے یہاں پر گوشت خریدنے کی ممانعت کا حکم سنایا جاتا ہے، یہ نیا مسئلہ اور بناوٹی بات ہے؟

(۳) جو شخص مسلمان باوجود سمجھانے کے مسلمان قصائی کو چھوڑ کر پرانی روش پر ضداً ہندو کھشکوں کے یہاں پر گوشت لینے پر آمادہ ہو، اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) کیا کسی شخص کی خاطر سے ہمارے مذہب کے ایسے حکم کو جس سے ہمارے ایمان میں غلغلہ آنے کا ڈر ہو چھوڑ دینا روا ہے؟ بیتوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) حکم شرعی یہ ہے کہ مشرک میں کافر جاتی سے گوشت خریدنا جائز نہیں، اور اس کا کھانا حرام ہے، اگرچہ وہ زمان سے سو بار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، اس لئے کہ امر و نہی میں کافر کا قول اصل مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے،

معاہلات میں کافر کی غیر بالاجماع مقبول ہے، دینی معاہلات میں مقبول نہیں (ت) نہایہ وغیرہ میں ہے،

من الدیانات المحل والمحرمة رد المحتار میں ہے،

فی الترخانیة قبیل الاضحیة عن جامع الجوامع لابی یوسف تائید حمانیہ میں قربانی کے بیان سے تھوڑا پیسے ابو یوسف کی جامع الجوامع سے منقول ہے کسی نے

من اشترى بعد اعلانه مجوس و اراد الزه، فقال
 دبحه مسلم يكره اكله احد ومفاد انت محمد
 كون اب نفع محوسيا بنت الحرمة، فانه
 بعد اجابته بعد بقوله دبحه مسلم
 كره اكله فكيف بدونه؟
 اس بيان کے بعد کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے جو کہ حلال ہوئے کی خبر ہے، کھانا مکروہ ہے، تو اس کے خبر
 نہ دینے کی صورت میں کیسے مکروہ نہ ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی ٹکرائی میں رہے، بیچ میں کسی وقت مسلمان
 کی نگاہ سے غائب نہ ہو، اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا
 حلال ہوگا۔ جب یہ حکم شرعی معلوم ہو گیا، جو اب سوالات ظاہر ہو گیا، وہ پُرانا طریقہ شرعاً محض حرام تھا، اُس پر
 جن حرام، سخت حرام، اگرچہ دو نہیں دو لاکھ درغلاتیں، جو حکم شرع کو بناوٹی بتائے اگر جاہل ہے کھایا یا پلے،
 ورنہ اس پر لازم کفر ہے تو بد کرے، تجدید اسلام کرے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح حبسید،
 یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے یہ تو دست نامہ ہوں مسلمان ان سے میل جول نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے:

وَإِذَا بَلَغَ الْإِنْسَانُ مِنْ حُلُمٍ فَلْيَسْمَعْ فَيَتَّقِ وَلَا تَقْعُدُوا عَنْ الذِّكْرَىٰ
 مَعَ لِقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۖ
 اور کبھی شیطان تجھ کو بھلا دے تو یاد آسنے پر
 ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ (ت)

(۲) یہ ممانعت خاص حکم شریعت ہے اور اس کے بناوٹی کتے والے کے ایمان پر خطرہ ہے
 کما تقدّم انہ۔

(۳) ایسا شخص حرام خوار، حرام کار، مستحق مذاب پروردگار، سزاوار عذابِ نار ہے، تعزیر شرعی
 یہاں کون کیسے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کر دیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ هُمْ أَكْثَرُ عَدْوًا أَنْ يُبَوِّدُوا أَمْوَالَكُمْ فِي أَهْلِ
 ذِكْرِكُمْ وَالَّذِينَ هُمْ أَكْثَرُ عَدْوًا أَنْ يُبَوِّدُوا أَمْوَالَكُمْ فِي أَهْلِ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ظلم کرنے والوں کی طرف میلان
 نہ کرو کہ تم کو آگ فوس کرے (ت)

(۴) ہرگز روا نہیں، اور ایسی خاطر طعن، وہ شرطیں جو ان سے کی جا رہی ہیں ان میں مسلمان کی نگرانی اس طرح کی جو جیسی ہم نے بیان کی کہ وقت ذبح سے وقت خریداری تک کسی آن مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، ورنہ کافی نہیں، اور وہ بانے والے کا مسلمان ہونا کچھ ضرور نہیں، ذبح کرنے والا مسلمان چاہئے۔

مسئلہ از امامہ عجلہ اور نگہ آباد مولانا فضل حسین صاحب سوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا دیتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں گوشت ہندو کھٹک فروخت کرتے ہیں اور انتظام ذبح یہ ہے کہ گورنمنٹی مذبح بنا ہوا ہے، بعد از غلط ڈاکٹر انگریزی کے دعاء اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہی اسی مذبح میں کل جانور ذبح ہوتے ہیں، کھٹک گوشت بنا کر بازار میں لا کر فروخت کرتے ہیں، مذبح پر ایک مسلمان جاتا ہے جس کی نسبت معلوم ہوا کہ ذبح وہی شخص کرتا ہے، اگرچہ عادت مستمرہ و طریقہ مقررہ تو یہی ہے، لیکن ممکن ہے کہ بخلاف ورزی اس حکم گورنمنٹی کے کوئی جانور خفیہ اپنے گھروں پر ذبح کر کے اس کا گوشت بھی انھیں جانوروں کے گوشت میں ملا کر فروخت کر لیں، چنانچہ ایسے مقدمات بھی ہوتے اور وہ لوگ مزا پاتے ہیں شہادت اس امر کی کہ گوشت بوفروخت ہو رہا ہے اس جانور کا ہے جس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے بجز قول اس کافر کے جو گوشت فروخت کر رہا ہے، اور کوئی نہیں ہے، اور نہ وقت ذبح سے وقت فروخت تک بالاتصال وہ گوشت کسی مسلمان کے زیر تصرف یا گزیرہ عادت مذکورہ کے موافق کھا جاسکتا ہے کہ مذبح گورنمنٹی میں ذبح ہوا ہے، اور وہاں مسلمان معمولاً جاتا ہے، اور ایسے مقدمات بھی پیش آتے ہیں کہ بیمار و عیسیٰ وغیرہ بزرگ ڈاکٹر کے معائنہ کے گھر پر ذبح کر لیتے ہیں، اور اس گوشت میں شامل کر لیتے ہیں، جو مذبح کے جانور کا ہے، پس ایسی حالت میں اس ہندو کھٹک سے خرید کیا ہوا گوشت کھانا جائز و حلال ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اس سے گوشت کا خریدنا، کھانا، کھلانا جائز ہے، کہ حیوان جب تک زندہ تھا حرام تھا، ذبح شرعی سے حلال ہو گا، اور انس کا حصول ثابت نہ ہوا، والیقین لایرون الشک (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔) اور وہ کافر غیر کتابی اگر کے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبح ہے، تو یہ خبر مقصوداً امر دینا نہ و حلت و حرمت میں ہے، اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نا معتبر۔ درغبار و دہایہ و بیہین ہندیہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے،

خیر لکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات معاملات میں بالاجماع کافر کی خبر مقبول ہے دیانات
لا فی الدیانات بلہ میں مقبول نہیں۔ (ت)

اشباہ میں اسی قاعدہ کے تحت میں ہے :

النشأة في حال جارتها محرمة فاشترى مستمسك
باصول التحريم الى ان يتحقق زواله
بكرى زنده حرام ہے تو خریدار نے اس کے اصل
حال کو دلیل بنا کر حرام قرار دیا تا وقتیکہ اس اصل
یقین کا زوال نہ ہو جائے۔ (ت)

فتح القدير میں ہے :

لا تحل حتى يعلو انك ذكاة مسلم لا مملوك اصلها
حرام ، وشككنا في الذكاة المبيحة
کھانا حلال نہیں جب تک یقینی علم نہ ہو جائے کہ اس کو
مسلمان نے ذبح کیا ہے کیونکہ اصل میں حرام ہے
اور یہیں مباح بنانے والے ذبح میں شک ہے (ت)

تآمر غانیہ میں جامع الجوامع امام ابو یوسف سے ہے :

من اشترى لحب فعلم انه مجوسى واراد الرضا
فقتل ذبحه مسلم يكره اكله
کسی نے گوشت خریدا اور معلوم ہے کہ فروخت کرنا والا
مجوسی ہے تو واپس کرنا چاہا ، تو مجوسی نے کہا اس کو
مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے (ادات)

رد المحتار میں اسے نقل کر کے فرمایا :

ومفاد ان مجرد كون البائعه مجوسيا ثبتت
المحرمة فانه بعد ادب ربه بالحل فقله ذبحه
مسلم كره اكله فكيف بدونه ، تأمل
اس کا مفاد یہ ہے کہ محض بائع کا مجوسی ہونا ہی حرمت
کو ثابت کر دے گا کیونکہ اس نے اس کے حلال
ہونے کی خبر دی کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے

اس کے باوجود جب کھانا مکروہ ہوا تو ایسی خبر کے نہ ہونے پر کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ خرید کیجئے۔ (ت)
بمخلاف اس کے کہ مسلمان اپنے کسی نوکر یا مزدور یا شرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کھے
میں نے مسلمان سے خریدا ہے اس کا کھانا جائز ہو گا ، جبکہ قلب میں اس کا صدق تھا ہو کہ اب یہ اصالت دربارہ معاملہ
قول کا ذکر قبول ہے ، اگرچہ حکم دینت کو متضمن ہو جائے گا۔ جمیع المتعاقبات پھر ہندیہ میں ہے :

له الاشياء والنظار العن الاول القاعدة الثالثة ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۸۹/۱
فتح القدير

رد المحتار بحوالہ التآمر غانیہ کتاب المحظور والایاتہ وارجاء التراث احرنی بیوت ۲۴/۵
۲۱۹/۵

لا یقبل قول الکافر فی الدیانات الا اداکانت
قبول قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله
فی الدیانات، فمما تدخل الدیانات فی ضمن
المعاملات، فیقبل قوله فیها ضرورة۔
رد المحتار میں ہے،

الجواب ان قوله شریتہ من المعاملات، و
شموت المحل والمحرمة فیہ ضمنی، فلما
قبل قوله فی البشراء، ثبت عاقب ضمنه
بخلات مایاتی، وکون شئ یثبت صممها
لا قصدا۔
جواب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ میں نے اسے خریدا ہے
یہ معاملات کی بات ہے اور محال و حرام ہونا اس
میں ضمنی چیز ہے تو جب خریداری کے متعلق اس کا
قول مقبول ہے تو ضمنی امر بھی ثابت ہو جائے گا،
آئندہ بیان اس کے خلاف ہے، تاہم بہت سی

چیزیں ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں وہ قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ (د ت)
ولہذا اگر وہ نوکر کے کہ مانع مشرک تر گوشت حرام ہوگا، معلوم ہوا کہ بیچنے والے کا مشرک ہونا ہی
سومت گوشت کے لئے کافی ہے۔ میرا الابصار و در مختار میں ہے،

قال اشتریت اللحم من کتبی فی محل، او
قال اشتریتہ من مجوسی فی محرم یکہ
اس نے کہا میں نے یہ گوشت کتبی شخص سے خریدا
ہے، تو محال ہوگا، یا اس نے کہا میں نے مجوسی
سے خریدا ہے، تو حرام ہوگا۔ (د ت)

ہاں جب مکدود گوشت ذابح مسلم خواہ اور کسی مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان
اور نیز دوسرے کو اس مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب
جائز ہے کو اب خبر مسلم ہے کہ کافر، مگر وہ غیر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اس کا صدق بجا شرط ہوگا،

فی التویر بشرط العبدالۃ فی الدیانات و
یتحرى فی العاسق والمستور۔ واقعہ تعالیٰ اعلم
تویر میں ہے دینی امور میں عدالت شرط ہے اور فاقی یا
مستور الحال شخص کی خبر میں غور و فکر کیجئے، واللہ تعالیٰ اعلم

لہ خادمی ہندیہ بحوالہ میمنی الحقائق کتاب الکراہیۃ ابواب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۰۸/۵

لہ رد المحتار کتاب المحظر والباحثہ وادایہ التراث العربی بیروت ۲۱۹/۵

لہ در مختار مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۴/۴

لہ در مختار شریعہ تنویر الابصار ۲۳۴/۲

مسئلہ ۱۳۳ ۴۰ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلم نے گو سفند ذبح کیا ہوا اپنے ایک ملازم غیر کتابی کے ہاتھ مکان کو بھیجا اور آئندہ ذبیحہ نے یہاں لکھا کہ یہ ذبیحہ فلاں شخص نے بھیجا ہے، کھانا اس کا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قرآن کی نکتے اُس کافر کے اس قول میں شک نہ پیدا نہ ہو، ظن غالب اُس کے صدق ہی کا ہو تو مسلمان کے لئے اُس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہر یہ لانا از قبیل معاملات ہے، اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلم ہوگئی، اگرچہ ابتداء حلت، حرمت، طہارت، نجاست وغیرہ امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں، چاہے میں ہے۔

جس نے اپنا محوسی مزدور یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آکر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا خادم کافر یا ہر ایہ گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے۔ (د)

من ارسل اجیرا له معجوسیا او خادما مشا فاشتری له حیا فقال اشتریتہ من یمودی او نصرانی او مسلم وسعہ احکامہ لان قول الکافر مقبول فی المعاملات الخ۔

تبیین الحقائق ودر مختار میں ہے،

معاملات میں ہر بات نیز شخص کی بات مقبول ہے، وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، وہ بڑا ہو یا نابالغ ہو کیونکہ ضرورت عام چیز ہے جسکے انسان معاملہ یا خدمت لینے یا اپنے دکلا کے پاس بھیجنے کے لئے شرائط عدالت پر فوراً اترنے والے کو بہت کم پاتا ہے اور سامع کے پاس خبر کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہوتی جس پر عمل کیا جائے۔ (د)

المعاملات یقبل فیہا خبر کل صیر حیرا کاں او عیدا مسلما کان او کافرا، کبیرا او صغیرا لعموم الضرورة فان الامان قلمایجد المستجمع لشروط العدالة لیماملہ او یستعملہ او یبعثہ الی وکلانہ ونحو ذلک، ولادلیل حم السامع یعمل بہ سوی الخیر الخ۔

کتاب انکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب مطبع یوسفی کھنؤ ۵۱/م

المطبوعۃ الکبریٰ الامیریہ بوقت مصر ۱۲/۶

لہ البدایۃ

ملہ تبیین الحقائق

عالمگیری میں ہے :

معاملات میں ایک شخص کی بات قبول کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج کا خاتمہ کیا جاسکے اور معاملات میں سے مضاربت اور ہیرہ وغیرہ کا قاصد بنانا اور تجارت کی اجازت دینا بھی ہے۔ اسی طرح کافی میں ہے (مختصات) :

يقبل قول الواحد في المعاملات مسلماً كانت أو كافراً، دفعاً للحرج، ومقتضى المعاملات النوكالات والمضاربات والمبايعات في الهدايا، والأذن في التحارات، كذا في الكافي (مختصاً).

نیز ترمذی میں ہے :

تجب اس میں باتمیز شخص کی بات قبول ہے تو اس کے ضمن والی دینی چیز بھی اس کی قبولیت سے ضرورۃً ضمن میں قبول ہوگی اور اس نے بھی کہ کوئی معاملہ بھی دینی امر سے خالی نہیں ہوتا، تو اگر وہ معاملہ میں ضمانت نہ ہو تو حرج کا باعث ہوگا جلد بہت سی چیزیں ضمانت بہت ہوتی ہیں اور قصداً صحیح نہیں ہوتیں، اس کے برخلاف مقصود و نیت کہ وہ ضمانت صحیح نہیں ہوتے (مختصات) :

فما قبل فيها قول المميز وكان في ضمن قبول قوله فيها قبوله في الديانات يقبل قوله في الديانات ضمناً صريحة، وكما من شئ لا يصح قصداً يصح ضمناً وكان كل معاملة لا تحلو عنديانة، فلو لم يقبل فيها في ضمن المعاملات لادى الى الحرج، بخلاف الديانات المقصودة (مختصاً) :

ہاں، اگر نظر قرآن اس کی بات میں شک پڑے، کچھ فریب معلوم دے، تو ہرگز نہ کھائے کہ ذبیحہ کی حالت مشکوک و موبہم بات سے ثابت نہ ہوگی :

کیونکہ جانور جب تک زندہ ہے کھانا حرام ہے وہ صرف شرعی طریقے سے ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے تو اصل کے خلاف وارد ہونیوالی چیز شک سے ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

فان الحيوان ما كان حياً كان حراماً، وانما يحصل بذهاب مشروب فلابتصاص الطاري بالشك -

در مختار میں ہے :

يقبل قول المملوك ولو اثنى ، والصبي ، وفي
الهدية ، وقيد في السراج بما اذا غلب
على رائته صدقهم احد مختصا .

رواها ترمذی ہے ،

ثم قال في المنع وان لم يغيب على
سأيه ذلك لم يسعه قبوله منهم ، لان
الامر مشتبه عليه ، قال الا تعتاني
لان الاصل انه محجور عليه ، والاذن
طاري ، فلا يجوز اثباته بالشك الخ . والله
سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجددا
اتم و حكم .

غلام عورت ہو یا بچہ ہو اس کی بات قبول ہوگی
چرہ میں اور کہ اس بات کو سراج میں اس قید سے
مقید کیا ہے کہ اس کی رائے میں اس مملوک غلام کی
سچائی غالب ہو اور مختصا . (ت)

پھر تم میں کہا کہ اگر اس کی سچائی پر غلبہ ظن نہ ہو
تو پھر اس کی بات کو قبول کرنے کی تعمینش نہیں ہے
کیونکہ معاملہ اس پر مشتبه رہے گا اور ، اتفاقاً سنے
کہا کہ اصل برائت ہے اور اجازت بعد والی چیز
ہے ، لہذا شک کے ساتھ اجازت ثابت نہ ہوگی
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم
(ت)

مسئلہ ۱۳۳۴ از ضلع لاہور ، مقام چرنیا ، مستولہ الاراضی ، بروز چہار شنبہ
بتاریخ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اس شہر میں حلال خور یعنی چوہرے در پردہ گائے ذبح کرا کے گوشت فروخت کرتے ہیں ، بعض
مسلمان ان سے خرید لیتے ہیں ، اگر ان سے منع کیا جائے تو زید کہتا ہے کہ مولوی عبدالحی کے فتاویٰ میں لکھا ہے
اگر جانور کو مسلمان ذبح کرے اور فروخت کا ذکر سے تو کھانا جائز ہے ، جب شریعت جائز کرتی ہے تو
تم کیوں نفرت کرتے ہو ، یا حضرت ! چوہرے سے گوشت کھانا مسلمان کو بہت بڑا معلوم ہوتا ہے ،
بولے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اگر جائز ہو تو نفرت نہ کی جائے ، فقط .

الجواب

گوشت میں اصل کہ جانور مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے ، اگر کوئی
فکر کاٹ لیا جائے مردار اور حرام ہو گا صابین میں ہی فہومیت (زندہ جانور سے گوشت کاٹنا تو حرام ہے)

حلت ذکات شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے اس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہو انھیں سے خرید لیا، یہ جائز ہے، اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہو گیا اور کافر گوشت اس کی حلت و طہارت کرنا چاہتا ہے۔

اور حلت و حرمت و طہارت و نجاست خالص امور دیانت میں، اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔

قال الله تعالى لا يحدد الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً. الله تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو المؤمنین میں سبیل نہ دے گا۔ (ت)

مسلمان اس کے گوشت کی خریداری سے نفرت و اعراض کرتے ہیں، بہت صحیح و بجا ہے، یہی حکم شرع ہے، بلکہ پوچھئے چار اگر مسلمان سے ذبح کرائیں اور ہنوز نگاہ سے غائب نہ ہو جب بھی خریدنا نہ پائے جبکہ قلوب اس سے تنفر کرتے ہوں،

قال صلى الله تعالى عليه وسلم: بشروا ولا تمسروا. وعند صلى الله تعالى عليه وسلم: يا لك وما تغدر منه فان الخدر لا يتغدر منه. وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم: يا لك وما يغدر منه. وما يغدر الا ذئب. هدا و فصلنا في قانوننا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، ابشارت دینے والے ہو اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، باعث غدر سے بچو جبکہ خبر باعث غدر نہیں ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، کانوں کو تخلیف دہات سے بچاؤ۔

علم اصل میں اسی طرح ہے، مگر ہونا اس طرح چاہئے، اور کافر گوشت فروش اس کی حلت و طہارت ثابت کرنا چاہتا ہے، عبد المنان عظمیٰ

سہ القرآن الکریم ۱۳۱/۴

سہ صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتولم الموعدة قیدی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

سہ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۲۲۶/۴

کشف الغفار للعجلونی حدیث ۸۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۳۶/۱

سہ مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الخادبة رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۷۶/۴

کشف الغفار للعجلونی حدیث ۸۶۶ و ۸۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۴۶/۱

بتوسیق اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اسے ہم نے بتوفیق الہی اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے

بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵ از رآمر ڈاک خانہ جاتی تعمیل و عرضاں ضلع راولپنڈی

مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

مذکورہ شدہ مالک کو دستیاب ہو جائے، ذابغ نامعلوم ہے، کیا یہ مذکورہ حلال ہوگی

یا نہیں؟

الجواب

حلال ہے، مگر جب کہ اس گمان کا محل ہو کہ ذابغ مرتد یا مشرک یا مجوسی ہے، چلی و شامی مل الدین ہے؛

الاولی ان یقال ان کان الموضع مما یسکنہ او یہ کما ستر ہے، ایسا موضع جہاں مجوسی رہتا ہو یا وہاں

یسکن یہ معوصی لایوکل و الا نکل ولا یعترض اس کا آنا جانا ہو تو وہاں کا نہ کھایا جائے ورنہ کھایا

نشان ترے القمعیۃ عدا، فان ہذا موصوم جائے، اور قصداً بسم اللہ کو ترک کی صورت سے اعتراض

نہ کیا جائے کیونکہ یہ احتمال مرہوم ہے جو راجح احتمال لایعارض سراج الحق واللہ تعالیٰ اعلم۔

کا تہل میں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ از موضع بکاچی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاکٹر کوٹ نجیب اللہ خاں

مرسلہ مولوی شیر محمد ۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بکری یا اور کوئی حلال جانور پھر اگر ذبغ کرے

تو وہ جانور اس کے ذبغ کرنے سے حلال ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اس ذبغ کرینوالے

کے لئے کیا حکم ہے؟ بیتما توجروا۔

الجواب

یہ شخص ملک غیر میں ہے اس کی اجارت کے تصرف کرنے سے گنہ گار ہوا، مگر اگر یہ ذبغ کرینوالا ہل ذبغ

ہے اور نگہبیر اس نے قصداً ترک نہ کی تو جانور کا ذبیح صحیح ہو گیا یہاں تک کہ اگر یہ جانور مالک نے خاص قوتی

کے لئے خرید یا تھا اور اس شخص نے پیام قربانی میں اپنی طرف سے ذبغ کر لیا، اور مالک نے یونہی ذبغ کیا ہوا

اس سے لے لیا تو مالک کی قربانی ادا ہوگی، اور اگر مالک نے تاوان لے لیا تو ذابغ کی قربانی ادا ہوگئی اور اگر

کوئی شخص کسی جانور چوری یا غصب سے لے کر ذبح کرے، اور ابھی پکانے یا پھونکنے نہ پایا ہو، تو مالک کو اس کا لے لینا اور خود کھانا حلال، اور جسے وہ اجازت دے اسے بھی حلال، ہاں بے اس کی اجازت کے ذبح کرنا حلال نہ خود کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو کھلا سکتا ہے، اسے حرام ہے جب تک اس کا تادان ادا نہ کرے، یہ حرمت نقلی حق غیر کے سبب ہے نہ اس وجہ سے کہ ذبح صحیح نہ ہوا، جس طرح ذبح کے پکا لینے یا پھونکنے کے بعد مالک کو اس کے لے لینے کا اختیار نہیں کہ اب ذبح اس کا مالک ہو گیا، اصل مالک کو صرف تادان لینے کا اختیار رہا، جب یہ تادان لے لے گا ذبح کو اس کا کھانا حلال ہو جائے گا۔ درمختار میں اسباب سے ہے،

لو شراها بحیة الاصلیة قد ببحها غیرا
بلادته، فان اخذها مذبوحة ولم یضمنه
اجزائه، وان صمنه لا تجزئنه وهذا اذا ذبحها
عن نسه، واما اذا ذبحها عن مالکها
فلا صمن صیہ لہ
اگر قربانی کی نیت سے بکری خریدی تو کسی دوسرے شخص نے اس کی اجازت کے بغیر اسے ذبح کر دیا تو اگر مالک نے وہ ذبح شدہ بکری رکھ لی اور اس سے ضمان لیا تو مالک کی قربانی جائز ہوگی اور اگر ضمان لیا تو قربانی جائز نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے جبکہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے عذر ذبح کیا ہو اور اگر اس نے مالک کی طرف سے ذبح کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ (دست)

عامگیری میں محیط سرخسی سے ہے،

مرجل دہم اضمیة غیرہ عن نفسه بعیرا صرہ،
ونضمنه المالك قیمتها یجوز عن السداب
دون المالك، لانه ظہران الاراقۃ حصلت
على منکہ وان احدهما مذبوحۃ تجزئ
عن المالك لانه قد نواها فیس یضمر ذبح
غیرہ لہ۔

مالک کی جانب سے ادا ہوتی کیونکہ اس نے قربانی کی نیت کر رکھی تھی تو غیر کا ذبح کرنا مضر ہوگا۔ (دست)
تویر میں ہے،

ان غصب و غیر ذال اسمہ واعظم منافعہ
ضمہ و ملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانتہ
کدیم شاق و طبعها او شیبہا ام ملخصا۔
اور ایسی سے قبل اس کو انتفاع موقوف نہ ہوگا مثلاً ذبح کر کے پکایا یا بھون لیا تو مالک ہو جائے گا اور ضمان کی
اسی میں ہے۔

ذبح شاق غیرہا طرحہا المالك عليه ، واخذ
قيمتها او اخذها وضمنه نقصانها۔
روا المختار میں ہے۔

لانه اتلاف من وجه لغوات بعض المنافع
كالحمل والدر والنسل وبقا بعضها وهو
الحكم ، ذوق۔
اسی طرح پر ایہ وغیرہ میں ہے۔

فظهر ان ما وقع في اخذ الصيد من الدر
المختار، بما نصه و رأيت بخط ثقة
سرق شاق فذبحها بتسمية فوجد
صاحبها هل توكل ، الاصح لا ، لكفره
بتسليمه على الحرام القطع
بلا تملك ولا اذنت شرعي او
في حصره ام فغير معتمد
ولا محصر ، لمخالفته لما

قود مختار کے باب الصيد کے آخر میں جو واقع ہے
وہ غیر معتد اور غیر محرر ہے ، وہ عبارت یہ ہے ،
میں نے فقہ تجارت میں پایا کہ کسی نے بکری چوری
کر کے ذبح کر لی اور اس پر بسم اللہ پڑھی تو مالک
ناراض ہوا ، کیا وہ کھائی جائے گی ؟ (جواب) اصح
یہ ہے کہ نہ کھائی جائے ، کیونکہ حرام قطعی پر بسم اللہ
پڑھنے سے کفر بننے کی بنا پر ، ملکیت اور اذن
شرعی کے بغیر یہ عمل ہوا ، آہ ، اس کو واضح کیا جائے

۲۰۶/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الغصب	لے و لہ در مختار شرح تنزیل الابصار
۱۲۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصید	لے رد المختار
۲۶۴/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی		لے در مختار

یہ اس لئے غیر معتبر ہے کہ درمختار اور دیگر عام کتب
مذہب کے یہی کے خلاف ہے، اور اسی لئے
ردالمحتار میں فرمایا اس کا خلاف معتبر علیہ ہے اسی پر
دلیل فقہاء کا یہ قول ہے کہ غصب شدہ بکری کی
قربانی صحیح ہے، اور امانت بکری کے متعلق اختلاف
کیا، اور اسی لئے سنا کھانی نے فرمایا میں کہتا ہوں
کہ یہ غصب میں بیان شدہ کے خلاف ہے اور
قربانی کے بیان سے بھی مخالف ہے، ردالمحتار
کا بیان ختم ہوا۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی
تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ مالک
کی اجازت کے بغیر ذبح شدہ بکری حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقعہ مل گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت
قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ (اسناد حسنہ علم دہ)

مسئلہ ۱۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر نے ایک بکری پر اہل غیر اللہ کیا، اور
پنجم خدا ذبح کرنا چاہا، پھر کسی کے کہنے سے ذبح ہو کر اس کے ایک شخص کو ہر کر دیا نہ کہ اس کے غیہ کے نام
پر رکھ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو ہر کرتے ہیں، آیا مہربوب لہ کہ خدا کے نام پر ذبح کر کے کھانا اُس کا جائز ہے
یا نہیں؟ بیتنا توجروا۔

الجواب

هذا التحقيق كريمة ما اُهِلَّ بِهِ لغير الله في اقبال وقت ذبح مقصود، يعني اُس وقت اگر نام غیر
دیا گیا حرام ہے، اس معنی پر آیہ کریمہ صورت مسئلہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح ہاں اور
پنجم غیر خدا پکار دینا مراد رکھا، اُن کے نزدیک بھی استمرار اُنسی کا تادم ذبح شرط حرامت ہے، استدلال

شاہ عبدالعزیز صاحب کا حدیث مملعون من دباع لعین اللہ (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت یشاپوری :

اجتمع العلم، لوان صمد ذبح ذبیحة و قصد
 یتقرب الی غیر اللہ صار مملوعا
 علماء کا اجتماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ
 کے تقرب کے لئے قصہ کرتے ہوئے ذبح کیا تو وہ
 مرتد ہو جائے گا اور اسی کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی
 ذبیحہ ذبیحہ مرتد۔

طرح ہوگا۔ (ت)

اسے اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بائیس پر نام غیر خدا کا پکار دیا گیا جس العین ہو گیا
 اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقت ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے
 حرام رہے گا، حالانکہ علت حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتعاب علت کو ارتعاب معلول لازم۔ شاہ صاحب اپنی
 تفسیر میں فرماتے ہیں :

اگرے ذکر نام خدا براں جانور وقتہ فائدہ می دہد
 کہ تقرب بغیر خدا ز دل دور کردہ و خلاف آن
 شہرت دواؤ ز دیگر دہند کہ مائزیں کار پرستیم
 ہاں اس جانور پر خدا کا نام ذکر کرنا تب فائدہ مند
 ہوگا جب غیر خدا کے تقرب کو دل سے نکال
 دے اور یہ کہ کے تقرب سے خلاف کو شہرت سے
 اور لوگوں کو پتے کہ اس کام سے باز گیا ہوں۔ (ت)

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر و نیت فاسدہ زائل ہو جائے تو جانور قطعاً
 حلال ہے، خصوصاً صورت مستولہ میں کہ یہاں تو وہ بکرا صاحب اہلال کی ملک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا
 ملوک ہو گیا، کیا صرف ایک بار غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی و نجاست سرمدی آگئی کہ
 اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحب اہلال کی ملک بھی
 نہ رہے، اور ملک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے، بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے، یہ امر
 بالبداہتہ باطل، اور اس بکرے کی حکمت میں باتفاق فریقین کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و حکمہ
 عز اسمہ احکم۔

۶۱۰	ص	مطبوعہ مجتہبی دہلی	تحت آیہ ۲/۱۴۳	شاہ فہم العزیز (تفسیر عزیزی)
۶۱۱	"	"	"	"
"	"	"	"	"

مسئلہ ۱۳۸

۱۳ رمضان المکرم ۱۳۱۲ھ

جنگل میں صبح کے وقت بیل مذبحہ پایا، مگر ذابح معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان، اگر مسلمان ہے تو بسم اللہ اکبر کہی ہو یا نہ، کیا یہ مذبحہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو یہ جزیہ کون سی کتاب میں ہے اور کون سے باب میں ہے یا ما ھل بہ لغیر اللہ میں داخل کیا جائے کون سی دلیل کے ساتھ؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

ان ظاہر میں کہ مومن اور کافر، مشرک و غیر مشرک، زندیق ہر قسم کے لوگ کہتے ہیں، ایسا معلوم الحال ذبیحہ حلال

نہ سمجھا جائے گا،

کما بینہ فی الدر المختار و رد المحتار من
اخر العید فراجعہما و فیہ تفصیل لا یعدو
ما قتناہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیسا کہ در مختار اور رد المحتار کے باب العید کے
آخر میں اس کو بیان کیا ہے تو دونوں کتب کی
طرف رجوع کرو اور اس میں تفصیل ہے جو ہمارے
بیان کو وہ سے زاد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۳۹ از بریل محلہ بہاری پور مستول عبد الرشید خاں ۱۳ محادی الاولی ۱۳۲۳ھ

اور مدار صاحب کا مرقعہ لکھا ہے، اور لکھا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو جائز مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور اللہ عز و جل کے لئے اُس کی جان دے وہ حلال ہے،
مرغ مزار پر لے جانا نہ چاہئے نہ مرغ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے، جو ذبح جہاں ہو اللہ کے لئے کرے ان کا
ثواب ان کی روح کو پہنچا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ مستول اقوال الحق، چوئیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتامیخ۔ ۱۰ ربيع الاول شریف ۱۳۲۴ھ

فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب کا حنفی المذہب کے مطابق ہے یا کہ نہیں، اور نیز اس میں لکھا ہے
کہ پیر کے نام کا بکرا حرام ہے خواہ بوقت ذبح تکبیر کہی جائے، اب اسے وارث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تحریر
فرمائیے کہ شاہ صاحب اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں، یا یہ کہ اس فتاویٰ کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہے، اس

لے القرآن الکریم ۱۴۳/۲

۲۶۳/۲

مطبع مجتہائی دہلی

کتاب العید

۲۶ در مختار

۳۰۶/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

~

۲۶ رد المحتار

فتوے کے تمام عبارت و دہن ورق پڑھ کر تحریر فرمائیں اور نیز حضور نے کی دفعہ پڑھا بھی ہوگا۔

الجواب

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیت ذابح کا اعتبار ہے اگر اس نے ادا کرتے دم تقریاً الی اللہ کی اور وقت ذبح نام الہی یا جانور نبھیں قطعی قرآن عظیم حلال ہو گیا۔

قال اللہ تعالیٰ ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھا سکتے جس پر اللہ کا نام پکارا گیا (ت)

تفصیل فقیر کے رسالہ "مبطل الاضعیاء" میں ہے، شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی، اور وہ فقط فتاویٰ بلکہ تفسیر عزیزی میں بھی ہے، اور نہ ایکساں کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

كل ما خوذ من قوله و مردود علیہ الا یہ تمام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوا صاحب ہذا، بقبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ہر ایک اپنے قول پر ماخوذ ہوگا اور قول کو اس پر لکھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳۱ از رام گڑھ سیٹوں، علاؤ الدین سیاحی، مدرسہ نور اسلام، مسئلہ عبد العزیز

۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیروں کا بکرا جو مانتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ بقیۃ التوجہ وادار۔


الجواب

فہم اللہ عزوجل کے نام پر کیا جائے اور ثواب پیروں کو پہنچایا جائے، اس میں حرج اس کے فتنے میں حرج۔ مسلمان یہی کہتے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہوتا ہے، اس کے خلاف کچھ بدگمانی ہے۔ کما فی الدر المختار (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ت)، اور یہ بدگمانی حرام ہے، کما فی القرآن العظیم (جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۲ از ریاسی، ریاست جرج، مولانا امام الدین گادو مرسل پرست علامہ شاہ کشمیری، ۱۳ صفر ۱۳۳۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندری مسئلہ کہ ایک بکری کو شیر یا چیتے نے گلے سے

پکڑا اور غنیمت کے لئے رگوں کو چھید ڈالا باستانہ^{۲۹}، اور بکری زندہ ہے، اگر ذبح کی جائے تو حلال ہو سکے گی یا نہیں، اور کشمیر اور پونچھ کے صفی عدم حلت کا فتویٰ دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ وحیز اور فتاویٰ عالمگیری میں ایسے جانور کو حرام کہا ہے،

شاة قطع الذئب اوداجها لا تحل بالذکوة
بھڑیے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ
دیں اور ابھی زندہ تھی کہ ذبح کر دی گئی تو حلال
نہ ہوگی۔ (ت)

سنا استدلال کرتے ہیں، اور نیز کہتے ہیں کہ چار رگیں کا ٹنی فرض تھیں وہ شیر نے کاٹ ڈالیں، حالانکہ شیر رگیں بالکل نہیں کاٹا صرف انھیں بیچ میں سے چھید ڈالتا ہے، مثلاً رگ کی اصل صورت یہ ہے،
ذخی اس طرح  کہ دیتا ہے، بلا اوقات دو ہی رگوں کو دست مارتا ہے، عراقی مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب ارشاد فرمایا جائے، اگر (دو فرضی) عقدہ تو بیٹے اور سب ذبح کیا جائے، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ متینوا بالکتب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان چلیئے یوم حساب اجر دے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

عنه ایضا قرآن مولوی محمد مرتضیٰ از بلکوٹ، ڈاکخانہ
اوڑی، ریاست کشمیر کہ در تفسیریم مقطوع الاوداج
من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ ای جہارت
نوشته شد فی الواقع اگر درندہ محسل ذبح کہ
ما بین البتہ والحمیہ ست دو یا بیشتر اوداج
را برید کہ اتصال آنہا نہ ماخ یا سینہ
منقطع شد حال ذبح نتران شد
نیز مولوی مرتضیٰ از بلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست
کشمیر نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں)
پر جانور کو حرام قرار دینے کا فتویٰ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ
کو دیا، وہ جہارت یہ ہے، اگر فی الواقع درندہ
نے مقام ذبح جو لہ اور لحمیہ کے درمیان ہے، میں
دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا اتصال
دماخ یا سینے سے منقطع ہو گیا ہو ایسی صورت میں
(باقی اگلے صفحہ پر)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْبَيْتَةُ وَالْأُكْدُ وَالْأُكْدُ وَالْأُكْدُ
 الْحَنْزِيرُ وَمَا هَلَكَ مِنْهُ لَكُمْ بِهِ وَالْمُتَخَفَةُ
 وَالْمَوْقُودَةُ وَالْمُتَرَدِّةُ وَالنَّطِيجَةُ وَمَا أَكَلَ
 السَّبْعُ، إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ بِهِ

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سوزن کا گوشت
 اور جس کے ذبح میں غیر حسنه کا نام لیا گیا، اور
 مٹکا گھونٹی، اور لائچھوں سے ماری، اور اوپسے
 گرنے والی، اور جسے کسی نے سینک مارا، اور
 درندہ کی کھائی ہوئی، مگر جسے تم ذبح کر لو۔

یہ استثنائے تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت
 ذبح نہیں ہو سکتے عجب نہیں کہ اضافہ لفظ لحم میں یہی حکمت ہو کہ صلاہیت استثنائے مذہب ہے، اور مردار
 اور جو ایک بار ذبح ہو چکی صالح ذبح نہیں، بحوالہ تعالیٰ یہاں سے وہاں یہ کاندہ ہو گیا عا اھل سے اگر خا ذبح
 مراد لیتے ہیں جیسا کہ یہی حق اور یہی تفسیر باثر ہے، تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام ہاتے ہیں اور مطلق پکارنا
 مراد لیتے ہیں، تو جب اسے نام نہ پکارے ذبح کیا گیا کیونکہ حرام کہتے ہیں حالانکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے، إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ
 (مگر جسے تم ذبح کر لو۔ ت) یہ پسینہ حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کر لو وہ حلال ہے۔ پہلی صورت میں تو یہی حق کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعض اوقات محلہ پس الا ما ذکیتہ صادق نیایہ آرسہ اگر
 دندان زده رنگ ماقدسہ شکافہ است کہ خرق باشد
 نہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سریا بر صدد و مجروح
 ہنوز زخمہ است آن ذبح کردہ شدہ حلال می شود
 بقا و محل الذی یوجد خلل فی قولہ تعالیٰ الا
 ما ذکیتہ تحقیق و تفصیل این مسئلہ در فتاویٰ فقیر
 جلد ہفتم کتاب الذبائح است۔ و ب اللہ التوفیق
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیمہ بجل مجتہد
 اتم و احکم۔

وہ جانور ذبح کے قابل نہ ہو گا کیونکہ ذبح کا محل فوت
 ہو گیا، پس قرآن کا حکم لَا مَا ذَكَّيْتُمْ صادق نہ آئیگا
 ہاں اگر دگوں کو زخم ہو اور وہ قدسہ بھٹ گئی ہو
 اور مکمل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر مثلاً
 سریا سینہ کو درندہ سے نے کاٹ دیا اور زخمی ہو نہ
 ابھی زندہ ہو اور ذبح کر لیا گیا تو حلال ہو گا کیونکہ ذبح
 کا محل باقی تھا تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد الا ما ذکیتہ میں
 داخل ہو گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ جلد ہفتم
 (جو کاب میسوی ہے) کتاب الذبائح میں ہے، تو میں

اللہ تعالیٰ سے ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

بغیر خدا کے بتائے وہ پیر نے اپنی طرف سے حرام کر دیا، اور دوسری صورت جو خود وہ پیر لیتے ہیں اس سے بھی سخت تر ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے حلال بتایا اُسے حرام بتاتے ہیں والہذا ذبا اللہ تعالیٰ، پانچ اشیا سے باقی ماندہ میں جو مگر صلیغ ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگرچہ کتنی ہی ضعیف ہو، اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی روتی ہو، اگرچہ اس میں صرف نہ بوج کی سی تڑپ باقی ہو، جب ذبح کرنی جائیگی مطلقاً حلال ہو جائے گی اگرچہ ذبح کے بعد نہ خون دے نہ تڑپے، جبکہ وقت ذبح اس میں حیات ثابت ہو۔ اس لئے کہ رب عزوجل نے استثنائے میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ درمختار میں ہے،

ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم
حلت والا، ان لم تدحیا ته عند الذبح
وان علو حیاته حلت مطلقا وان لم تتحرك
ولم يخرج الدم، وهذا یتأقی فی منخقة و
مترية و بطیحة و لقی نقر الذنب لطنها
وذاکة هذا لا الاشیاء تحلل وان کانت
حیاتها خفیفة، وعبه الفتوح بقوله
تعالی الا ما ذکبتم من غیر تفصیل
کے وقت ضعیف سی زندگی معلوم ہو جائے، اور اسی پر فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کے قول الا ما ذکبتم مطلق
کی بناء پر۔ (ت)

والہذا ہمارے علاقے کرام نے تصریح فرمائی کہ اگر درندہ نے جانور کا پیٹ چاک کر دیا یا بالکل سر
خدا کر کے لے گیا، اور ابھی اس میں حیات باقی ہے ذبح کرنے سے حلال ہو جاتے، وجہ کر دری جس سے
بکرہ عالمگیری سوال میں استدلال ہے اس کی پوری عبارت کتاب السیر سے چند سطر پہلے یہ ہے،
شاة قطع الذنب اوداجها وھی حیة لاتذکی
لغوات محمد الذبح، ولو
بقصر الذنب بطنها وھی
بھیڑیئے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ
دیں ابھی زندہ ہے مگر ذبح کے قابل نہ ہو تو ذبح
نہ ہوگی کیونکہ ذبح کا محل نہ رہا، اور اگر بھیڑیئے نے

حیة تذکیر لبق، محل الذبح فتحل لودحت
 ولو انتزع الذنب من الراس الشاة وبقیت حیة
 تعد بالذبح بین الحیة والحقین لیه
 اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور ابھی زندہ ذبح کے قابل
 ہے تو ذبح کی جائے کیونکہ ذبح کا محل باقی ہے،
 اور اگر بھڑائیے نے سر کاٹ لیا ابھی زندہ تھی اور
 ذبح کر لی گئی لہذا اور لہجہ کے درمیان سے تو حلال
 ہوگی (ت)

صورت مستور کا آیہ کریم کے اطلاق اور چارے امام اعظم کے مذہب معنی پر ہیں، حاصل ہوتا
 ہے ہر سے اور عبارت و چیز اس سے متعلق نہیں، و چیز میں وہ صورت منع کی ہے، و زندہ رہیں قطع کرنے
 اور صورت کو قطع کر دینا نہیں کہ اس میں سینے سے سر تک رگوں کا اتصال بحال رہتا ہے، اور قطع جس
 وصل کا فصل کر دینا ہے۔ رد المحتار میں ملاحظہ علی تقدسی سے ہے،

المنقطع من الراس او عن
 الاتصال باللبة ۛ
 کاٹنے سے مراد یہ کہ سر سے ہٹا کر لیا جائے
 قطع کاٹ دیا۔ (ت)

جواب مسئلہ کو اسی قدر میں ہے، اور اگر تحقیق مقام درکار ہو فاقول و ہاتھ التوفیق (قومیں
 اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) و چیز کی عبارت مذکور میں تین فرمیں ہیں،
 اول بھڑائیے بکری کی رہائے گردن کاٹ دیں۔

دوم پیٹ چاک کر دیا۔
 سوم سر جدا کر دیا۔

پہلی میں حکم دیا ہے کہ ذبح نہیں ہو سکتی، اللہ دو باقی میں فرمایا ذبح کر لیں سلاں ہو جائے گی، اول و
 سوم کے حکم میں بظاہر صریح تناقض ہے، یہ نہیں دماغ سے دل تک ہوتی ہیں۔ چنانچہ و فتاوا سے
 امام قاضی خان و رد المحتار وغیرہ میں ہے،

الاداج متصلة من القلب بالدماغ ۛ
 اوداج، دل و دماغ متصل ہوتی ہیں (ت)

ۛ فتاویٰ برازیہ علی ہائس الفتاویٰ الہدیۃ کتاب الذبائح الفصل الثانی فودائی مکتبہ غازیہ پشاور ۛ/۳۰۸
 ۛ رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۛ/۱۸۶
 ۛ کتاب الصید کتاب الصید ۛ/۳۰۵
 بدائع الصنائع کتاب الذبائح والصید فصل ما بیان شرط حل الاکل ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۛ/۵۲

تو جب سرحد کر دیا قطعاً یہ رگیں قطع کر دیں تو فرع اول کے حکم سے فرع سوم میں بھی حرمست چاہئے تھی اور حکم یہ دیا کہ ذبح کر کے تو حلال ہے، اب اگر یوں توفیق کیجئے کہ ہمارے امام کے نزدیک صحت ذبح کے لئے قطعاً حیات و رکاز ہے، اگرچہ اسی قدر جو مذبح میں بعد ذبح ہوتی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اتنی حیات کافی نہیں، امام محمد فرماتے ہیں بس اس سے زائد ہو، اور شرط نہیں، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں، نہیں بلکہ یہ چاہئے کہ اسے زخم کے بعد جانبر ہو سکے۔ پلایہ میں ہے،

لو انه ذكاه حل اكله عند ابي حنيفة رضى الله
تعالى عنه فيه حيوة خفية، اوبينة، و
عليه الصواب، لقوله تعالى اَلَا مَاءٌ كُنْتُمْ
مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ فَضْلٍ وَ عَمْدًا بِيُوسُفَ
رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اِنَّ كَانِ بِهٖ حَالٌ لَا يَعِيشُ مِثْلُهُ
لَا يَحِلُّ لِاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَوْتًا بِالذَّبْحِ، وَ قَالَ
مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى اِنَّ كَابَ مِثْلِهِ فَوْقَ
مَا يَعِيشُ الْمَذْبُوحُ يَحِلُّ، وَ اَلَا فَلَ لَ اَنَّهُ
لَا مَعْتَبَرُ بِهَذَا^{۱۵} لِحَيَوَاتِهِ
سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتی ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ ایسی زندگی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (ت)

فرع اول قول صاحبین پر مبنی ہے کہ قطع اوداج کے بعد حیات، حیات مذبح سے اصلًا زائد نہیں ہوتی، لہذا وہ حکماً میت ہے، اور میت محل ذبح نہیں، تو اب ذبح نہیں کر سکتے لغوات محل الذبح۔ اور فرع سوم قول امام پر مبنی ہے کہ اگرچہ سرحد ہو گیا مگر جبکہ جانور ابھی تڑپ رہا ہے حیات باقی ہے اگرچہ حیات مذبح سے زائد نہیں ہے، لہذا محل ذبح ہے ذبح کر لیں حلال ہو جائے گا، اور فرع دوم میں اگر صرف جلد چاک ہوئی کہ کسی کے افعال و حیات متصور ہو تو بالہام حلال ہے اور نامتصور ہو تو صرف قول امام پر، یوں اگر توفیق کریں جب تو ظاہر ہے کہ فرع اول سے استثناء صحیح نہیں کہ وہ خلاف قول امام و خلاف مذہب مفتی ہے، اور اگر ایسی تاویل چاہئے کہ وہ بھی قول امام کی طرف رجوع کر آئے تو اب ذوات محل ذبح میں متقیع مناط

کرنی ہوگی فاقول وبہ نستعین اس وقت کے یہ معنی تو براہتہ نہیں کہ محل ذبح مابین البتہ والحمین تھا وہ معدوم ہو گیا کہ کلام قطع اوداج میں ہے، نہ اس صورت میں کہ بھیڑ یا سینہ تک ساری گردن کاٹ کر لئے گیا، نہ یہ معنی ہیں کہ محل ذبح اوداج تھیں وہ فنا ہو گئیں کہ قطع تفریق اقبال ہے کہ کہ اعدام۔ نہ ترجمہ یہ معنی ہیں کہ فصل اگرچہ باقی ہے مگر اس میں قابلیت فعل ذبح کی نہ رہی، تو محل میں حیث ہو محل فوت ہو گیا اگرچہ ذات باقی ہے اب فائے قابلیت میں نظر کیا ہے کہ کس صورت میں اس کا فوت ہونا ہے، یہاں اس کی تین صورتیں تصور اول یہ اب مسمی ذبح متحقق نہیں ہو سکتے۔

دوم مقصود ذبح فوت ہو گیا، اور ثلث جب مقصود سے خالی ہو باطل ہو جاتی ہے۔
سوم معنی ذبح قبل ذبح فعل غیر ذبح شرعی سے متحقق ہو لئے، اور ذبح صالح تکرار نہیں، نہ بوج کو ذبح نہیں کر سکتے۔ دلالت اگر مسلمان نے جانور ذبح کر دیا اور وہ ابھی پھر دک رہا ہے وہ بارہ مجوسی نے ذبح کیا حرام نہ ہوگا، اور اس کا عکس ہو تو حلال نہ ہو سکے گا، فان الذبح لا یعد (کیونکہ ذبح دہرایا نہیں جاتا، ت) اول کی طرف ماہرین کہ معنی ذبح قطع اوداج حی بین البتہ والحمین ہے۔ کمر میں فرمایا، الذبح قطع الاوداج (ذبح اوداج کرنا ہے، نہ پھر فرمایا، و ما یج بین المحلق والہیئت (ذبح حلق اور ہر کے درمیان ہے۔ ت) تبیین میں فرمایا،

والہیئت یسبب بسجل للذبح قاتلہ
میت محل ذبح نہیں۔ (ت)
جب تک جانور زندہ ہے اور گلا اور اس پر دو رگیں باقی ہیں ضرور قاتل قطع ہیں تو معنی ذبح متحقق نہ ہو سکتا کیا معنی قطع اوداج کا جواب اور معلوم ہو گیا کہ فرع سوم میں بھی قطع اوداج متحقق ہے، اور حکم علت ہے، تو نہ ہی دوم کی گنجائش ہیں اگر کئے مقصود ذبح انہار دم تھا اور وہ فعل سبب سے ہو گیا، تو یہ وجوداً و عدلاً ہر طرح باطل ہے، فرع سوم میں انہار دم ہو گیا اور قابلیت ذبح باقی ہے اور وقت ذبح حیات معلوم ہو اور ذبح سے خون نہ نکلے علت سوجائے گی، کما تقدم، حالانکہ انہار دم نہیں، اگر کئے مقصود ذبح نہایت روح ہے، اور وہ اس صورت میں فعل سبب کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ بجانب ذبح، تو یہ وہی قول صاحبین غیر مفتی ہے کہما قد من عن الہدایۃ (جیسا کہ ہر آیت میں سے گزر چکا ہے۔ ت) معذرا فرع سوم اس

۳۶۱ ص	ایک ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الذبائح	۱۰۰	۳۶۱ ص
۳۶۲ ص	"	"	"	۳۶۲ ص
۵۲/۶	المطبوعۃ الکبریٰ الایمریہ بولاق مصر	کتاب الصید	۱۰۰	۵۲/۶

یہ بھی نقش کو موجود، لاہجہ صورت سوم مقصود یعنی جہاں قبل ذریعہ قطع اوداج میں البتہ والعمین واقع ہوئے وہاں محل ذریعہ نہ رہا، یعنی محلیت و قابلیت ذریعہ فوت ہوگئی کہ ذریعہ دوبار نہیں ہوتا، اور جہاں یہ معنی قبیل ذریعہ متحقق نہ ہوئے عام ازیں کہ سرے سے اوداج قطع ہی نہ ہوئیں یا کسی ایسے فعل سے کہ انسان کی طرف منسوب نہ ہو قطع تو ہوئیں مگر موضع ذریعہ پر قطع نہ ہوئیں اور ہنوز حیات باقی ہے وہاں محل ذریعہ فوت نہ ہوا ذریعہ کر سکتے ہیں اور موجب علت ہوگا اب فرداع میں تطابق ہو گیا اور صورت مستولہ کا حکم بھی کھل گیا، فرع سوم سے مراد اس طرح سرحد اگر نہ ہے کہ بین البتہ والعمین قطع اوداج نہ ہو کہ اگرچہ قطع واقع ہو مگر محل ذریعہ میں نہ ہوا تو معنی ذریعہ قبل ذریعہ متحقق نہ ہوئے، اور فرع اول سے مراد وہ قطع اوداج ہے کہ بین البتہ والعمین ہو کہ اب تقدم معنی ذریعہ سے قابلیت ذریعہ، اور الاھا دکیستم کے تحت میں داخل ہونے کی صلاحیت نہ رہی اور یہی صورت اُس فرع متعطل میں مراد ہے، جو بظاہر فرع سوم کے صریح مناقض ہے۔ اسی عالمگیری میں عبارت دیگر سے پتہ ہے :

سنود قطعہ اس دجاچۃ خانہا لایحل بالذبح
وان کان یتحرک کذا فی الملتقطۃ

مرغی کا سر قلی نے کاٹ دیا تو وہ ذبح کرنے سے
ملائی نہ ہوگی اگرچہ وہ ذبح کے وقت حرکت کرے۔

مستحق نہیں ہوں ہے۔ (دش)

اور فرع دوم خود ظاہر ہے کہ اُس میں سرے سے قطع اور ارج ہی نہیں، اب تمام فروع متفق، اور سب
 مذہب امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر متفق ہیں، ہذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (یوں تحقیق
 چاہتے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت ظاہر ہے کہ صورت سوال فرع دوم کے مثل ہے اور
 اُس میں بھی قطع نہیں اور ذبح قطع ہے، تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہونے، کیا اگر جانور کی رگھائے گزرا
 برے سے چھید دیں ذبح ہو جائے گا، بر گز نہیں، کہ چھیدنا قطع کرنا نہیں، تو حکایت ذبح ضرور موجود ہے،
 اور بعد ذبح حکمت لازم، یہیں سے دو سوال باقی کا جواب ظاہر ہو گیا اور سب مدبک کہا گیا محل ذبح نہ رہا،
 یونہی اگر عقدہ توڑ دیا تو قطع اور ارج محل ذبح میں واقع ہوا، بہر حال اب قابلیت ذبح نہ رہی، حکمت نہیں ہو سکتی،
 اور اگر عقدہ سے اوپر صرف سر جڑا کر لیا کہ بین اللبۃ والظہین قطع اور ارج نہ ہوا تو محل ذبح باقی ہے، بعد ذبح
 حکمت چاہتے اگر ہنوز روح باقی ہو، ہذا ما عندی والعلمہ بالحق عند ربی (میری سمجھ میں یوں ہے
 علم حق تو میرے پروردگار کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳ مسئلہ والی علی صاحب کانسٹبل از تھانہ ہیٹری ضلع بریلی ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
 علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ کتا کسی جانور کو پکڑ لے، اور اس جانور کے زخم کتے کی
 پکڑ کا ہو جائے، اور بعد میں جانور ذبح کر لیا جائے، تو وہ حلال ہے یا حرام،

الجواب

شکاری کتا جبکہ بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا اگر جانور اس کے زخم سے مر جائے تو حلال ہے، اور اگر
 زندہ رہے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے، اس کے زخم سے جانور میں کوئی حرج نہیں آتا۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) اگر ذبیحہ ذبح کیا جائے اور وہ بعد ایک دیر کے خون دے، تو کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں،
- (۲) عورت یا لڑکے کا ذبیحہ کیسا ہے؟ بینواتو حردا۔

الجواب

- (۱) پہلی صورت میں حلت میں کوئی شبہ نہیں، خروج خون ملامت حیات ہے، اور بعد دیر کے نکلنا
 اس کا غیر مانع، بلکہ اگر وہ بھی دس منٹ تک حرکت کرے اور رپے تا ہم کھانا اس کا جائز ہے کہ
 شرط حلت حیات عند الذبح ہے نہ کہ خروج دم،

فی تنویر الابصار ذبیحہ شاة فتحرکت
 او حرم الدم حلت لہ
 تنویر الابصار میں ہے، ذبیحہ کرنے پر بکری نے
 حرکت کی یا خون نکلے، تو حلال ہوگی (ت)

- (۲) عورت و لڑکے کا ذبیحہ اگر وہ قواعد و شرائط ذبح سے واقف ہیں اور مطابق شرع ذبح کر سکتے ہیں
 بلا ریب حلال ہے،

فی السدر المختار و شرط کون الذابح
 صما و لو امرأة او صمیا یعقل التسمیة
 در مختار میں ہے، مسلمان اگرچہ عورت یا بچہ ہو
 شرط یہ ہے کہ بسم اللہ اور ذبیحہ کو جانتا ہو

عہ نکتہ فیہ اختلاف ذکرہ فی المہدایۃ فی
 کتاب الصيد ۱۲ صہ۔
 لیکن اس میں اختلاف ہے جس کو ہماری کتاب الصيد
 میں ذکر فرمایا ہے ۱۲ منہ (ت)

و لایعہ و یقیناً واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس محل پر قادر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معنیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤ میں قریب المرگ کو ذبح کیا گیا اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ زندہ تھی کہ مرچکی تھی، ذبح کرنے والا نیز چند اور شخص کہتے ہیں کہ وہ زندہ تھی لیکن وہ شخص کی یہ رائے ہے کہ وہ مرچکی تھی، بعد ذبح کے کسی عضو نے جنبش نہ کی۔ دریا فت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ یہ بھینس بعد ذبح کرنے کے ایک قصاب کے ہاتھ اس روپیہ میں فروخت کر دی تھی، وہی دونوں شخص جو کہتے ہیں وہ مرچکی تھی، قصاب کو ہسکا دیا، قصاب نے کوئٹے اس کا گوشت دفن کر دیا اور کھال سے گیا اور بریل فروخت کر آیا، گوشت کی قیمت اس کو معاف کر دی گئی، صرف کھال کی قیمت ۳ چھ روپے اسی کو ملے کر دی گئی تھی اور وہ اس نے بریل میں بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا طلب کی جاتی ہے لیکن وہ چھ روپے دینے سے بھی انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تم لوگوں نے مردہ جانور کی کھال سکو کر مجھے ناپاک کر دیا، میرے برادری والے مجھے نکال دیں گے، میں قیمت نہیں دوں گا۔ دریا فت طلب یہ بات ہے کہ اس قصاب پر کیا برائی آسکتی ہے، اگر خیال کریں جاسے کہ وہ مرچکی تھی اور دھوکا میں ایسا کیا گیا۔

اجواب

ذبح ہوتے وقت بھینس کا زندہ ہونا خوب معلوم تھا، یا ذبح کے بعد وہ تڑپی، یا ایسا خون دیا جیسا زندہ جانور سے نکلنا ہے، یا اور کوئی علامت زندہ کی پائی گئی، مثلاً منہ یا آنکھ بند کی یا پاؤں پیٹے یا بدن کے بال کھڑے ہوئے تو وہ حلال ہے اور کھانا جائز، اور قصاب پر دس روپے واجب، اور اگر وقت ذبح اس کا زندہ ہونا تحقیق نہ تھا، نہ بعد ذبح کوئی علامت زندگی کی پائی گئی، نہ ایسا خون نکلا، نہ وہ حرکت کی، بلکہ بالکل ساکن رہی، یا منہ یا آنکھ کھل گئی، یا پاؤں پھیل گیا، یا بال بچھ گئے، تو بھینس حرام ہے اور قصاب پر ایک پیسہ بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۷ مسئلہ احمد حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہل سنت و جماعت ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ
صدقہ کا جانور بل ذبح کئے جانور ہی کسی مصروف صدقہ کو دیا جاسے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیضا تو جروا

عہ اس میں تحریر ہے "ڈلی گئی" ۱۳ جید المنان الاعظمی

الجواب الملقظ

اگر صدق واجب ہے اور وجوب خاص ذبح کا ہے، تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، مگر اس حالت میں کہ ذبح کے نئے وقت معین تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارھویں، اور وہ وقت نکل گیا، تو اب زندہ تصدق کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ شیخ محمد زید صاحب پٹیل ار قصیدہ تحصیل آذن ضلیح ایوت محال ملک برار

۳ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا بیٹا بکر چالیس روپیہ کا ملازم سرکار ہے، زید کا آبائی واجدادی پیشہ یہ ہے کہ روزانہ ہر بڑے قصاب کے مکان پر جانا، اور جس قدر بکریاں ذبح کرنے کی ہوں، ان کو ذبح کر دینا اور ان کی اجرت میں فی راس ایک آنہ پیسہ یا یا دو بھر گوشت لیسنہ چلا آتا ہے، اور نیز ہر مراضعات قریب میں جا کے قوم ہندو کے مکان پر جو ان کی پرستش کا بکرا ہوتا ہے، اس کو ذبح کر دیتا ہے، اور اس کی اجرت لیتا ہے، یہ پیشہ اس وقت تک جاری ہے، اور سنا گیا کہ ذابغ البقر و قاتل الشجر و داتم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے، اگر اس مسئلہ کی کچھ بنیاد ہے، اور یہ سچ ہے تو ایسے شخص کو کچھ غناز جازب یا نہیں؟ براہ کرم واپس ڈک جواب با صواب سے سر فراز فرمائیے۔

الجواب

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

قال اللہ تعالیٰ ای اللہ یا سرکم ان تذبحوا بقرا قرآن
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)
 وہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے محض بے اصل ہے، قطع شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔
 قال اللہ تعالیٰ وما قطعتم من لیسنۃ او ترکتموها قاتلۃ علی اصولها فبإذن
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم نے جو سبز درخت کاٹے یا ان کو تم نے باقی کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ تعالیٰ

۱۲ عبدالمنان الاعظمی

اللہ

کے حکم سے ہوا۔ (ت)

ہاں دائم النمرالیتہ مرکب سخت کبیرہ اور سختی عذاب نار ہے، مگر یہ کتنا اُس کی نسبت بھی باطل ہے کہ اُس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی، یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو نیز بر مشیت ہے چاہے عذاب فرمائے تو اُس کا عدل ہے، چاہے بلا عذاب بلکہ بلا حساب بخش دے تو اُس کا فضل ہے۔

ان الله لا يعفون ان يشرك به ويعفون ما دون ذلك لمن يشاء

اللہ تعالیٰ نہ مغفرت فرمائے گا کہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا کہ اُس سے کم کو جس کو وہ چاہے گا۔ (ت)

پھر مسلمانوں میں سے جس پر عذاب فرمائے گا ہر گز وہ عذاب دائم نہ ہوگا، انجام بلاشبہ مغفرت ہے، درجہ ان جانوروں کا ذبح جائز ہے اس پر اجرت مقرر کر کے لینا بھی جائز ہے کما ہو حکم مباح یحتاج الی حمل (جیسا کہ ہر مباح محتاج الی حمل کا حکم ہے۔ ت)

اب یہاں متعدد صورتیں ہیں، سائل دو اجرتیں بتاتا ہے، ایک آن یا پاؤ بھر گوشت، یہ اگر یوں ہے کہ کبھی ایک آن مقرر کر لیا جاتا ہے کبھی یا دو بھر گوشت، تو وہ آن جائز ہے، اور گوشت کہ اُسی جانور کا قرار پاتا ہے ناجائز ہے لہٰذا بعض صاحب ریوی کہ یہ پیٹہ والے لے کا حصہ قفیز کی طرح ہے۔ تاہم بلکہ اگر اُس جانور کا نہ ٹھہرے جب بھی گوشت کثیر التفات چیز ہے،

لانه قيسی ملا یصلح دینا علی الذمۃ ویقع فیہ النزاع وکل ما کانت کذلک یورث نفسه

کیونکہ یہ قیمت والی چیز جو کسی کے ذمہ دین نہیں بن سکتی اور اُس میں تنازع ہوتا ہے اور جو ایسی چیز ہو وہ فساد برپا کرتی ہے (ت)

اور اگر یہ معنی ہیں کہ تعین کچھ نہیں ہوتا کبھی ایک آن دیتے ہیں کبھی گوشت، تو یہ جہالتِ اجر ہے، جہالتِ جر مضہرِ اجارہ ہے۔

بہر حال جہاں اجرت میں گوشت کا قدم درمیان ہے اجارہ فاسد ہے، اور عقد فاسد حرام و از قبیل ربا ہے، اور اس کا عادی ہونا ضرور موجب فسق، اور اس کا پیشہ کرنے والا فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اُس کے پیچھے نماز کروہ تحریمی کہ پڑھنا منع، اور پڑھی تو پھر ناواجب۔

لہ القرآن الکریم ۵/۵۹

۱۶/۴ و ۳۸/۴

فتاویٰ نجد وغیرہ میں ہے، ولو قد موافقاً لثبوت (از فاسق کو امام بنایا تو بنایو لے گہنگار ہوں گے) زلیخا وغیرہ میں ہے،

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم کیونکہ آگے کر کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے
الامامہ شرعیہ حالانکہ شرعاً ہی پر اس کی اجازت لازم تھی (ت)

رہا یہ کہ وہ ہندو کی پرستش کا بکر لاس کے یہاں جا کر ذبح کرتا ہے، اور اس کے ذبح سے تعظیم انہی کی نیست کرتا اور اللہ عزوجل کا نام لیتا ہے، تو جانور حلال ہو جائے گا، مگر یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے، فی الہندیۃ توکل ویکون المسلم (ہندیہ میں اسے سلال اور مسلمان کے لئے مکروہ کہا گیا ہے۔ ت) اور اگر اس کا فریبی کی نیست پر ذبح کرتا ہے تو جانور تو مردار ہوا ہی، اس ذبح کا ایمان بھی بچنا مشکل ہے، مگر ظاہر یہ ہے کہ مسلمان پر حتی الامکان بدگمانی کی اجازت بھی نہیں کہ اس کا مقصود فقط اپنے لئے سیدھے کرنا ہوگا نہ کہ معبود باطل کی تعظیم کہ مسلمان سے متوقع نہیں، نہ معبود حق کی تعظیم کا خیال آتا ہوگا، تو یوں بھی یہ فعل سخت شنیع اور جانور کی جان کی ناحق تضحیح ہے، پھر اس کی امامت سے احتراز چاہیے کہ وہی احتیاط ہو ہمیں اس پر بدگمانی نہیں کرنے دینی نماز میں اسے امام نہ بنانے دے گی،

فان سوء الظن شئ، وحرر شیء، حرر یمنائی یہ وہ چیز ہے اور احتیاط دوسری چیز ہے
وهذا من باب الخدو ح، ومن اتقى اور یہ علیحدہ رہا ہے، اور جو شخص شہادت سے
الشمہات فقد استبراء لدینہ وعرضہ، بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ بنالیا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹ مسئلہ غلام نبی صاحب ساکن موضع میانہ تحصیل گوجرانوالہ ڈاک خانہ موز

اتوار، ۲۰ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سبھی چراغ دین امام مسجد نے ایک بکر ذبح کیا اور اس کا چمڑا سبھی خاک و قوم خاک و بے اتار اور گوشت بنایا، اور گوشت نہ کور کر چند مسلمانوں نے بل کر تقسیم کر لیا اور اپنے گھوں میں پکا کر کھایا، کیا وہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں، اس بات کا خلاصہ حال مع ثبوت حدیث

بک غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیدھی لاہور ص ۵۱۳
میں تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۳۴/۱
مسئلہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

فان الكافر لا يقبل قوله في الدين انت.
ہاں اگر اس کو اجیر کیا ہو تو جواز رہے گا
لان الكافر يقبل قوله في معاملات وان قصمت
شیئاً من اديانہ ، وکون شیئاً من صسا
ولا یثبت قصداً ، وتبیہ فی التبیہ وغیرہ
والله تعالى اعلم۔

دین کے امور میں کافر کی بات قابل قبول نہیں ہے۔
کیونکہ کافر کی بات معاملات میں اگرچہ وہ دیانات کو
متضمن ہوں ، قابل قبول ہے ، جبکہ بہت سے امور
ضمناً ثابت ہوتے ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتے۔
اس کی وضاحت قسین الحقائق وغیرہ میں ہے ۔
والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۰ از حکم بکمالہ ضلع ذاکہ الی

کیا فرماتے ہیں ملا سنے دین و مصیبات شرع میں اس مسئلہ میں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا از روئے
شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں ، اگر جائز ہے تو احادیث سے ثابت ہے یا قول فقہائے ، اور فتویٰ
قول امام اعظم پر ہے یا صاحبین ، بینوا توجروا۔

الجواب

صاحبین کے نزدیک حلال ہے ، اور امام مکرر فرماتے ہیں قول امام پرمونی جو کہ کراہت تنزیہی ہے
یا تحریمی ، اور اصح و راجح کراہت تحریم ہے ۔

صحیح الامام قاضی خان فی فتاواہ ،
وقد قالوا انه فقیہ النصب و لا
یعدل عن تصحیحه و قال الشامح
ثم نقل اعلی القہستانی تصحیحه
کبراهۃ التحریم عن
المخلاصۃ والہدایۃ والمحیط والمغنی و
القاضی حاکم والبیہقی وغیرہا و علیہ التوثیق
ومعلوم ان ترجیح للمتون وانہا موصوۃ

امام قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح
فرمائی ہے جبکہ فقہاء نے فرمایا ، قاضی خان فقہ نہیں
ہیں لہذا اس کی تصحیح سے مدول نہ ہو گا۔ اور علامہ
شامی نے فرمایا کہ پھر قہستانی نے خلاصہ ، ہدایہ ،
محیط ، مغنی ، قاضی حاکم اور عمادی وغیرہ سے
کراہت تحریم کی تصحیح نقل کی ہے اور کہا کہ اس
پر متون وارد ہیں اور واضح بات ہے کہ ترجیح
متون کو ہے اور وہ مذہب کو نقل کرنے کیلئے وضع

لنقل المذهب فلا يعارضها ما في كفاية
 اليهقي بخلافه انه ظاهر الرواية و
 لا فتوى الجهمي و المسقول بقيل بعد
 ما قدمنا من التصحيحات الجليدة
 للائمة الجلة۔

کئے گئے ہیں، لہذا ان کا خلاف جو کفایۃ لمبہقی میں
 بیان کیا ہے وہ حق کے معارض نہیں ہو سکتا اور
 یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ اور قیل کے ساتھ نقل شدہ
 جمہور کا فتویٰ بھی ان کا معارض نہیں ہو سکتا خصوصاً
 ہماری ذکر کردہ جلد ائمہ کی تصحیحات کے بعد۔ (ت)

بہر حال مسئلہ اس قابل نہیں کہ اس پر فتویٰ فساد دیا جائے، یا فریق بندی عمل میں آئے، واللہ العلی
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱۔ مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم عن الله لكم هذه المسئلة
 افيدونا يوحكم الله تعالى در باره اكل فرس
 بعض قائل بکراهت تحریمی وبعض بکراهت تنزیہی
 ولیکن بہر صورت شیرش جائز داشته اند، تحقیق
 دریں باب چیست؟

علامے کرام اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرماتے
 آپ کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے، ہمیں، فادہ
 فرماؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرماتے۔ گھوڑے کا گوشت
 کھانے میں بعض مکروہ تحریمی اور بعض مکروہ تنزیہی
 کے قائل ہیں بلکہ اس کے دودھ کو بہر صورت
 جائز مانتے ہیں، اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے (ت)

الجواب

در مسئلہ گوشت اسب علماء را معتبر کہ عظیم است
 تصحیح نیز مختلف و کراہت قول امام است، بس
 اسلم احترام امام است، بچنان بر مذہب امام و شیر
 او نیز اختلاف کر رہ اند، امام قاضیخان تحریم رفته
 و در در مختار جواز را وجہ گفته، بری روایت و
 فرق خود پیدا است کہ در تحلیل لحم تعلیل آله جہادت
 بخلاف لبن، بار این ہمہ بر تقدیر سے مست کہ

گھوڑے کے گوشت کے مسئلہ میں علامے کرام کا عظیم
 معرکہ ہے اور تصحیح بھی مختلف ہے، کراہت امام
 صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، پس مکمل استراخ
 میں بہتری ہے اور اس کے دودھ کے متعلق بھی
 امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے بیان میں
 اختلاف ہے، امام قاضی خان علیہ رحمۃ حرمت کی
 طرف گئے اور در مختار میں جواز کو وجہ قرار دیا ہے اس

عہ لفظ "جمہور" اندازہ سے بنایا گیا ۱۲ عبد المنان
 عہ اندازہ سے "بعد" کا لفظ بڑھایا ۱۲ عبد المنان

بجہ سکندر رسد، ورنہ قصداً یا اتفاقاً ممنوع در مختار کی روایت کے مطابق گوشت اور دودھ
 باشد۔ کما لا یحقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں مرق کا واضح بیان ہے کہ گوشت کو حلال کر دینے
 میں آلہ جہاد کی قلت پیدا کرنا ہے جبکہ دودھ کا معاملہ اس کے خلاف ہے، اور دودھ کی بحث اس حد
 تک ہے جس میں شکر یعنی نشہ نہ ہو، ورنہ قصداً اتنی مقدار پینا ممنوع ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از دارالافتاء مصر، مسند ممتاز مسیح صاحب ایم اے مشن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ
 ہادی دین جناب مولانا صاحب! عرض مدعا یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت حنفی مذہب میں گھوڑا
 اور اقام اور اس کے مثل فخر و گدھے کے حلال ہیں یا حرام، یا ان تینوں جانوروں میں سے کون سا
 جانور حلال ہے؟ مہربانی فرما کر بحوالہ حدیث شریف یا قول علماء کے جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

گدھا حرام ہے، یونہی وہ خیر جو گدھی سے پیدا ہو اگرچہ باپ گدھا نہ ہو، اور ہمارے امام عظیم
 علیہ الرضوان کے مذہب میں گھوڑا منکرہ تحریمی ہے یعنی قریب حرام، یونہی وہ خیر جس کی ماں گھوڑی ہو۔
 حدیث میں ہے،

بہی علیہ فصل الصلوۃ والسلام یوم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خیر کے روز پالتو
 خیر عن لحوم الحمیر الاہلیۃ۔ گدھے کے گوشت کو ممنوع فرمایا۔ (ت)
 مسئلہ ۱۵۳ از آجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مسند حاجی یعقوب علی خان
 ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈپٹی امداد علی صاحب نے رسالہ امداد المسائل میں
 اٹوکے بارہ میں لکھا ہے کہ عالمگیری میں لکھا ہے، البوم یوصی (الوقحال ہے۔ ت) اور الطحاوی
 میں ہے،

یوکل القبری والسواوی والزردور والصلی غری، سوادین، زردور، صلی، مدہ، بوم،
 والہدھ و لبوم والطاوس۔ طاوس نامی پرندے مدہ ہیں (ت)
 صحیح البخاری کتاب الذبائح والصيد باب لحوم الحمر الاہلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۹/۲
 لکھ قنادی ہندیۃ الباب الثانی فورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵
 لکھ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۴/م

اور شافی نہیں ہے،

فی خبر الا افکار عندنا یوکل الخطاف
والبوہر لہ

اور میزان میں ہے :

من دلت قولا لائمة الشبهة فی المشهور
عنہم انه لا کراهة فی ما نہی عن قتله
کا الخطاف والهدد والخفاف و
السوم والبغ واطاؤس مع قولنا فتی
فی ارجح القولین انه حرام

ائمہ ثلاثہ سے ان کا مشہور قول کہ جن پرندوں کے
ہلک کہنے سے منع کیا گیا ہے ان کو کھانے میں کراہت
نہیں ہے، اسی قبیل سے ہے، مثلاً خطاف،
ہمد، خفاش، جوم، ہبنا اور طاؤس نامی پرندہ
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول میں سے رائج
قول میں یہ حرام ہے (ت)

اور حیات الجوان دیمیری شافعی رحمہ اللہ سے بھی ثابت ہے، شافعی کے نزدیک حرام ہبنا، نہ خفیجہ کے
نزدیک، تمام کتب اسے معتبر و فقہ سے ہوم کا حلال ہونا ثابت ہے، یہاں تک خلاصہ کلام ڈپٹی صاحب
مذکور ہے، اور فتاویٰ ہندیہ ترجمہ دی دیمیری کے ماثیل پر بھی ہے کہ قول نبی جرم سے مراد یہی اُتو ہے کہ
پرند معروف ہے، اور شاید کوئی اور معنی مراد ہوں۔ حاتمہ تعالیٰ اطم۔ اس واسطے مترجم نے بعینہ لفظ چھوڑ
دیا۔ اس مسئلہ میں جو تحقیق جو بیان فرمائیں کہ صدق و کذب و باہسیہ ظاہر ہو۔ فقط۔

الجواب

جبارت عالمگیری برآمد المسلمین میں نقل کی، اس کے شروع میں لفظ قیل واقع ہے، اصل
جبارت یوں ہے :

قیل الشقاق لا یوکل والبوہر یوکل
یعنی بعض نے کہا کہ شقاق نہ کھایا جائے، و ہوم
کھایا جائے۔

یہ لفظ اس قول کے ضعف پر دلیل ہوتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کی طرف بعض گئے ہیں، اکثر علماء

۱۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	سہ رد المحتار
۵۶/۲	مصطفیٰ ابائی مصر	کتاب الاطعمہ	سہ المیزان الکبریٰ
۲۹۰/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	سہ فتاویٰ ہندیہ

عناف پر ہیں، اور حیاۃ الحیوان کا حوالہ تو سر سے غلط ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ خنقیہ حلال جانتے ہیں اس میں صرف شافعیہ کے دو قول لکھے ہیں، عبارت اس کی یہ ہے،

الحکمیر بحرم اکل جمیع الاوعیہ، قال الرافعی
وکر ابو عاصم لعیادی ان الیوم کالرحمہ،
وکذا لک الضوع، وعن الشافعی رحمہ اللہ
قولہ حلال لہ

نیز ان سب سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ کی طرف چلتے، یہی عالمگیری و طحاوی و شامی و میزان
عن سے ائمہ المسلمین میں یہ عبارتیں نقل کیں، ان میں اور ان کے سوا ہماری تمام کتب مذہب اور صحاح ائمہ
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین میں صاف صریح حکم قطعی کلی بلا استثناء و تفسیص موجود ہے کہ
ہر پرند اپنے پنجہ سے شکار کرنے والا حرام ہے، جیسے ہر درندہ دانتوں سے شکار کرنے والا۔ عالمگیری میں
بدائع سے ہے،

لا یحل کل ذی مغیب من الطیر
طحاوی میں ہے،

لا یحل سباع الوحش والطیر ما ملخصا
عموی، پھر طحاوی پھر شامی میں ہے،

الدلیل علیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نہی عن اکل کل ذی غائب من
السباع وکل ذی مغیب من الطیر،
رواہ مسند ابوداؤد وجماعۃ، و
السیر فیہ انت طبیعۃ ہذا
الاشیاء مذمومۃ شرعاً فیغشی ان

یعنی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر درندے کیلئے والے اور

ہر پرندہ پنجہ والے کے کھانے سے منع فرمایا۔

مسلم و ابوداؤد وغیرہا ایک جماعت محدثین نے

یہ صریح روایت کی، اور اس میں راز یہ ہے کہ

ان چیزوں کی خصلت شرعاً بد ہے تو اندیشہ ہے کہ

لہ حیاۃ الحیوان باب الیاء الرعدۃ مصطفیٰ البابی ص ۱۲۸/۱
لکھ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۹/۵
لکھ عاشیۃ الطیور علی الدر المنار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۶/۴

یقول من لحمها شئ من طباعها فی حرم
اکوا ما لبس فی آدم کما انہ یحل ما احل
اکوا ما لہ
اُن کا گوشت کھانے سے کچھ خصلت اُن کی سی آدمی
میں پیدا ہو جائے، لہذا انسان کی عزت کے لئے
اُن کا کھانا حرام ہوا جیسے کہ اس کی عزت ہی کیلئے
حلال جانور حلال کئے گئے

میزان امام شعرائی میں ہے :

من دلت اتفاق الاشارة الشئ علی تحريم حلال
ذی ناب من البیاض و مخلب من الطیر فی ذلک
علی غیرہ (الی ان قال) لا فیہ قسوة من
حیث انہ یقصر فیوہ و یقصر من غیر رحمة
بذلک المیوان المقسور فیسری تطیر تلک
القسوة فی قلب الاکل لہ ، و اذا قسی قلب
العبد صار لا یمن قلبہ الی موعدة و صار
کالجمار
یعنی انہیں مسائل سے ہے امام ابو حنیفہ و امام شافعی
و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے وال
درندہ اور ہر خچہ والا پرندہ دوسرے پر اس کیلے
یا پٹے سے حملہ کرتا ہے حرام ہے، اس لئے کہ اس
میں سنگدلی ہے کہ وہ بیدردی سے مجبور و مغلوب
کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگدلی اس کے کھانیرا لے
میں ہر ایت کرے گی، اور جب آدمی کا دل سخت
سوجاتا ہے تو کسی نصیحت کی طرف میل نہیں کرتا،
اور آدمی سے گدھا ہو کر رہ جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں یوں ہی کتب طبع سے ثابت کہ اُن کو کھانے والا آدمی سے اُن کو ہو کر رہ جاتا ہے والعیاذ
بہ اللہ رب العالمین۔

غرض یہ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے جس پر اکثر حنفیہ کا اجماع ہے، اور اس سے برگز کوئی پنجہ والا پرند
کہ سبب طیر سے ہوسکتی نہیں، اور شک نہیں کہ اُن پرندہ والے پنجہ والے پرندہ کے پنجے بہت شکاری
پرندوں سے زیادہ قوی اور تیز ہیں، اور شک نہیں کہ گوشت اس کی خوراک ہے، اور شک نہیں کہ وہ اپنے
سے کم طاقت پرندوں پر حملہ کرتا ہے، یہ سب باتیں یقیناً معلوم ہیں اور فقیر کے سامنے بہت شکار پیشہ
مسلمانوں نے بیان کیا کہ پرندہ شکاری ہے۔ پانچ سگان برکی نے کہ اُن میں چار صاحب قوم کے قراول
عہ نیاز محمد خان ابن رحم خان و وزیر خان و حاکمیت اللہ خان ابن کرم علی خان و غلامی خان ابن حسن خان
قراولان ساکنان بہار پور محلہ قراولان و محمد خان ابن گل خان افغان ساکن شہر کندہ ۱۲

سلہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۵/۴
رد المختار علی الدر المختار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۵
لکھ المیزان الکبریٰ کتاب الاطعمۃ مصطفیٰ البانی مصر ۵۶/۲

اور پانچویں نمازی نیک سستی صحیح العقیدہ میں، ہر قدم دی انجہ ۱۳۱۱ کو میرے سامنے اس مضمون کی شہادت ادا کی، اور ان میں بعض نے کہا ہمارے سامنے طوطے کو شکار کر لے گیا، بعض نے کہا کھوٹی پر شکرہ بندھا تھا شکرہ کو مار لے گیا، حالانکہ شکرہ اتنا بڑا اور قوی اور خوشکاری جانور ہے اور اُتو کی مقدار بہت چھوٹی ہوتی ہے کہ چوہے سے اس کا قہر میں آنا معقول نہیں، نہ کہ ایسا زور کہ بندش توڑ کر زندہ لے جائے، لاجرم پنجہ سے شکار کیا اور یہ امر اس جانور کی قوت سے کچھ عجیب نہیں کہ وہ شکرہ سے بھاری جانور کو شکار کر لیتا ہے۔ علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قرطبی کی کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں اُس کا حال لکھتے ہیں،

تصطاد السانیر الصافات وتغدی العرب و
هو ذلیل بالنهار اصاب لیل فلا یقدر علیہ
شی من الطیورۃ
انکوہ وریوں کو شکار کر لیتا ہے کہ سے اس کو
دشمنی ہے، دن کو ذلیل ہوتا ہے مگر رات میں کوئی پرند
اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

مرآت الاصلحات عنبر شاہی میں ہے،
چنگ ہالفتح بروزن سنگ قلوب آہنی و پنج آدمی و
جوان درندہ، شکاری چوں باز و شاہیں و شیر و
پلنگ و امثال آن، و از شعر طوطی ہند امیر خسرو
دہلوی چنگ بوم واقع شد، و بوم ہر چند جانور شکاری
نیست، بری معنی کہ مردم ہاں شکار نمی کنند، میسکن
فی الحقیقۃ و ذہن غلبہ ست کہ صیدے نماید، چنانچہ
دیدہ شد، و شعر مذکور این ست
بوم کہ باشد کہ بچنگ و راز
طعمہ برد از دہن حسیہ باز
چنگ بروزن سنگ ہے، و ہے کے شکنجے کو
آہنی کے پنجے شکاری اور درندے چون
جیسے باز، تاجین، شیر، چیتا اور ان کی جم مثل کو
چنگ کہتے ہیں، طوطی ہند امیر خسرو دہلوی کے
شعر میں چنگ اُتو کے لئے استعمال ہوئے
اگرچہ مشہور شکار کا پرندہ اس معنی میں نہیں آدمی
اس کا شکار نہیں کرتا لیکن حقیقت وہ اپنے پنجے
سے شکار کرتا ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے
وہ شعر یہ ہے،

اُتو چو کہ اپنے پنجہ دراز کے ساتھ
فر باز کے منہ سے غوراگ لے جاتا ہے (ت)

غرض جب وہ شکاری جانور ہے تو اس کے حرام ہونے میں اصل کلام نہیں، بل بعض بدارت خفیہ میں لفظ بوم کی نسبت لفظ یوکل وارد ہونا اقبول زدہ اجتماعی قاعدہ فقہ حنفی و حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ہو سکتا ہے نہ مشابہت کو رد کر سکتا ہے اُس سے بالتحین اُن کی علت ثابت ہی نہیں ہوتی، زبان عرب میں لفظ سوم خاص اُن کے لئے موضوع نہیں بلکہ ہر اس پرند پر اطلاق کیا جاتا ہے جو شب کو اپنے اشیاء سے نکلتا ہے۔ عظم و میری حیاء الحيوان میں فرماتے ہیں،

قل الجحوظ و انواعها الهامة والصدى والصوع والخف شب وغراب الليل والبومة وهذا الاسماء كلها مشتركة اي تقع على كل طائر من طيور الليل يخرج من بيته ليلا ، قال وبعض هذه الطيور تصيد الفار و سام الارض والعصافير وصغار الحشرات وبعضها تصيد السحرة ومن طعمها ان تدخل على حشرات طارئة وكرو وتخرج منه وتاكل فراخه ويضنه وهي قوية السلطان بالليل لا يحتملها شئ من الطير

جاہل نے کہا اور اس کے اقسام ہمارے صدی، صوع، خافش، غراب، لیل، بوم نامی پرندے ہیں اور یہ تمام نام مشترک ہیں، یعنی رات کو اپنے گھر سے نکل کر پرواز کرنے والے ہر پرندے پر ہوتے ہیں اور کہا ان پرندوں میں سے بعض چوسے، چھپکلی، چڑیوں اور چھوٹے چھوٹے حشرات کو شکار کرتے ہیں اور ان میں سے بعض چڑیوں، شکاری ہوتے ہیں اور وہ طبعی طور پر پر نہیں لے کر سبیل میں داخل ہو کر اس کو مارتا ہے اور اس کے چوزوں اور انڈوں کو کھا جاتے ہیں اور رات میں وہ قوی تسلط والے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی پرندہ ایسی قوت نہیں پاتا۔ (ت)

تو جن کتابوں میں ذکر اکل ہے اُن میں بوم سے تو مراد نہیں بلکہ وہ پرندہ شب مقصود ہے جو چمٹہ شکاری نہیں رکھتا جیسے چکاڈر وغیرہ، یہ معنی امام عتباتی کی تصریح سے ثابت ہیں۔ عارف مستوفی جامع الرموز میں لکھتے ہیں،

لاباس بالیس ہندی مغرب کا سوم فی دواية عن ابی یوسف، کہا فی العتباتی

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ ہے کہ جن پرندوں کے بچے نہیں ہیں ان کے کھانے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ عتباتی میں ہے۔

پس خفیہ کی طرف علت چغہ کی نسبت ایک دھوکا ہے کہ اشتراک لفظ بوم سے پیدا ہوا۔

وبالله لتوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۴ھ ازادین مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

مولانا صاحب مجمع فضائل و غنیہ فرائض خریۃ العصر، وحید الزماں، مخدومی مکرچی دام افغانا کم
بعد تمہید مراسم خدیوت و آرائشے حصول سعادت و مواصلت کہ عمدہ مقاصد پروردہ جہاں سے التماس پرواز
ہے کہ حضرت نے حرمت بوم کے باب میں جو فتویٰ ارسال فرمایا اس میں یہ عبارت مرقوم ہے وہ مجھ میں نہ آئی کہ
جن کتابوں میں ذکر اکل ہے ان میں بوم سے مراد انہیں بلکہ وہ پرندہ شب مقصود ہے چونکہ شکاری نہیں رکھتا جیسے
چمگاڈ وغیرہ، یہ معنی عثمانی کی تصریح سے ثابت ہیں۔

لاباس ہا لیس سدی محبت کالبوہ لہ جو پرنہ پنے والانہ جو اس نے لے میں حرج نہیں
ہے جیسا کہ بوم ہے (ت)

تو کیا چمگاڈ اور باگل بھی حلال ہے، جواب بالتشریح بیان فرمائیے، زیادہ نیاز، بیوا تو حرد۔

الجواب

چمگاڈ چمٹا ہویا ہے ان دیار میں داخل ہے اس کی حلت حرمت ہمارے علمائے کرام رحمہم
تعالیٰ میں مختلف فیہ ہے، بعض اکابر نے اس کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے، اس وجہ سے کہ وہ
ذی ناب ہے، مگر قواعد خفیہ کے موافق وہی قول حلت ہے، مطلقاً دانست موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانست
جن سے جائز شکار کرتا ہو، ظاہر ہے کہ چمگاڈ پرندہ شکاری نہیں، ولہذا درمیان میں قول حرمت کی تصحیف
فرمائی۔ تنبیہ میں تلخیص سے ہے۔

اما لحدش فقد ذکر فی بعض المواضع انه یؤکل
وفي بعض المواضع انه لا یؤکل لانت لہ
ناہا ۱۰ ورنیتی کتبت علی ہامشہ مانصہ
فیہ انه لا یصید بناہ، ولا یصول و لیس کل
حالہ ناب حراما۔

چمگاڈ کے متعلق بعض مواضع میں ذکر ہے کہ کھایا جائے
اور بعض مواضع میں ہے کہ نہ کھایا جائے کیونکہ اس
کے کیلے ہوتے ہیں ۱۰۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس
کے ماشیہ میں کھا ہے کہ یہ اپنے کیلے سے شکار نہیں
کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہوتا ہے اور ہر کیلے والا حرام
نہیں ہوتا۔ (ت)

۱۰ جامع الرموز بحوالہ العتباتی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران ۲/۲۴۹
۱۰ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نذالی مکتب خانہ پیشاور ۵/۲۹۰

برجندی میں ہے :

ذکر فی المحيط ان فی الخفاش اختلاف العلماء ^۱
فیط میں ذکر ہے کہ چنگاڑ میں علماء کا اختلاف
ہے (ت)

در مختار میں ہے :

وقیل الخفاش لانه ذو ناب ^۲
رد المحتار میں ہے :

قال لا تداوی ویدہ نظر لان کل ذی ناب
لیس بمنہر عنہ اذا کان لا یسطاء بناہ ^۳
القافی نے کہا ہے اور اس میں اعتراض ہے کیونکہ
ہر کیلے والا حرام نہیں ہے جبکہ وہ اپنے کیلے سے
شکار کرتا ہوا (ت)

برجندی میں ہے :

الناب الذی ہو سلاح وہ والناب
الحيوان الذی ینهب بالناب ^۴ واللہ یعلمہ
وتعالی اعلم وعلیہ جل مجدہ اتمو حکم
مسئلہ ۱۵۵ از درو تحصیل کچا ضلع مینا نال مرسلہ عبدالعزیز خاں
۴ رجب ۱۳۵۵ھ

جو کہ دانہ کھانا ہے اور رنگ میں بالکل سیاہ ہوتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو کہ دانہ اور
نجاست دونوں کھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

دانہ خور کو اگر صرف دانہ کھانا اور نجاست کے پاس نہیں جاتا جسے غراب زرد یعنی کھیتی کا تو کہتے ہیں
چھوٹا سا سیاہ رنگ ہوتا ہے اور چونچ اور پنچے غالباً سرخ وہ بالاتفاق جائز ہے، اور مردار خور کو
جسے غراب البقع بھی کہتے ہیں کہ اس کے رنگ میں پسیدی بھی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے، بالاتفاق ناجائز ہے

۱۹۳/۳	نو کشور کھنؤ	کتاب الذبائح	۱ شرح النقایۃ للبرجندی
۲۲۹/۴	مطبع مجتہبائی دہلی	"	۲ در مختار
۱۹۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳ رد المحتار
۱۹۳/۴	نو کشور کھنؤ	"	۴ شرح النقایۃ للبرجندی

اور اسی حکم میں پہاڑی کو ابھی داخل کر بڑا اور یک رنگ سیاہ ہوتا اور موسم گرما میں آتا ہے، اور غلط کو نیا لالہ جیسے عقیق کہتے ہیں کہ اُس نے بولنے میں یہی آواز غنی غنی پیدا ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، اور اصح علیٰ ہرگز کہ بہت تنزیہ میں کلام نہیں،

هذا خلاصة ما في الدر المختار ورد المحتار
والمقام بعد يفتي جالي زيادة تحرير وضبط
وتقرير لعبد الله عيسر في تحرير الخسر
والله تعالى اعلم۔
یہ در مختار و رد المحتار میں بیان شدہ کا خلاصہ ہے
جبکہ یہ مقام ابھی زیادہ تحریر و ضبط اور تقریر کا محتاج
ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی در تحریر میں اس کو
آسانی کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ مستولہ مولوی محمد ایوب صاحب سنبل مراد آبادی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

کو حرام ہے یا نہیں، اقوام سے یا نہیں،

الجواب

یہ کوئے کہ ہمارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، اقوام سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ انشاہ جہانپور ڈکنہ، در شامان مقام میران پور بقرب شاہ خان

بروز یکشنبہ ۱۸ مارچ ۱۳۲۳ھ

جواب قید دام اقبالہ، بعد سلام علیکم عرض ہے کہ سیلو کے انڈے اور گوشت اور پانا جائز ہے

یا نہیں،

الجواب

سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ گائے کی حلت کا حکم کس وقت سے جاری ہوا،
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا یا نہیں، یتوا تو جرد۔

الجواب

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عز وجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے،

هذاتلك حديث ضيف ابراهيم
المكومي ۵ د وخبو عليه فقالو
یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار
مہانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے تو لے

سلف قدس سرہ قوم متکذوب ۵۰ھ ع الی اہلہ
 لہ ۲۰ بعد سمین لہ دوسری جگہ فرمایا : حاصل
 حلیہ نہ
 سلام کہ سلام انجامانے لوگ ہیں پھر علی کرتا ہے گھر
 گیا ، سو ان کے کھانے کو لے آیا ایک فریہ پھینکا
 ٹھنا ہوا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے
 گائے قربانی کی اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے ، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا
 یا نہیں ، اسی بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر نہیں ، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ صل و علیہ
 اتم و اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹ از شہر ربی محلہ قاضی ٹولہ شہر کتہ مرسلہ محمد مران صاحب ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوشت
 گلے کا کھیا یا نہیں ؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا
 خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں ، اس سے ثابت ہیں ، یا کی ہر اذن نہیں میں کہ حضور نے قصداً تناول نہ فرمایا
 گوشت گاؤں کی مذمت میں حدیث ذکر کی جاتی ہے صحیح نہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱ مسئلہ معرفت سید آدم جی گوڈل کا ٹیادار باشم بیگ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) کبوتر کے کھانے میں کسی قسم کی کراہت ہے ؟

(۲) حقیقہ کا گوشت مال باپ کھائیں یا نہ ؟

الجواب

(۱) کچھ نہیں۔

عن حدیث مسلم کتاب الزکوۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے گوشت گاؤں صدقہ میں آیا ، وہ حضور کے پاس لایا گیا
 اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو آیا ، فرمایا اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے بدیہ اس سے
 بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے ۱۲ حجۃ الاسلام حامد رضا رضی اللہ عنہ

سلف القرآن الکریم ۵۱/۲۴ تا ۲۹ سلف القرآن الکریم ۱۱/۶۹

سلف صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب یاخذ المہدیہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۵/۱

(۲) کھاتیں، اس کا حکم مثل قربانی ہے۔ تمیں سے سب ہیں، ایک اپنا، ایک عزیزوں قریبوں کا، ایک مسکینوں کا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ مسئلہ محمد عظیم الدین از ضلع پورینہ موضع چوڑا ۲ صفر ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار مگر شترکی مانند ہے اور ہر چند میں جین مثل عورتوں کے ہوتی ہے، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ لہذا بعض علماء کی زبانی سنا گیا ہے کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار حرام ہے جو خرگوش کو حلال ہوتا ہے اس کے کھر ہوتا ہے مانند بکری و بیل وغیرہ کے، غائب والا! اس پر بھی ہم کو اطمینان کلی نہیں ہوتا ہے، اس نے بحد مت فیضہ رحمت یہ کترین بطور عرفینہ ہزارہ اند کرتا ہے ضرور بالفرد جواب سے اس ذرہ بحدہ اگر کو آفتاب درخشاں فرمائیں گے۔ یادہ والسلام

الجواب

خرگوش ضرور حلال ہے، اسے حرام جاننا رافضیوں کا مذہب ہے، خرگوش کے پنجے ہی جوتے ہیں کھر
۱۶۳ مسئلہ ۱۶۳ مولوی حافظ صاحب علی صاحب از مقام جاوہر مہر نہ کم رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ریل میں

(۱) بعض کفار جو کہ گوشت خور نہیں ہیں تالاب یا ندی سے مچھلیاں پکڑا کر دیگر تالاب یا ندی محفوظ میں ڈلوادیں اس غرض سے کہ مسلمان مچھلیاں پکڑا کر نہ کھا سکیں، تو کیا ایسے تالاب یا ندی سے مسلمانوں کو مچھلیاں پکڑا کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید، بکر، عمرو، خالد نے مل کر ایک کمپنی قائم کر کے ایک کارخانہ جاری کیا اور عام طور پر اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے اس کارخانہ میں شریک ہو جائے، فی حقہ ایک حصہ روپیہ قرار پایا ہے جو شخص جس قدر حصہ خریدتا چاہے اسی قدر روپیہ کا منافع دیا جائے گا، اور اگر کارخانہ میں نقصان و نفع ہوگا تو حقہ کے تناسب سے نقصان کا زیر بار ہونا پڑے گا، خریدار حصہ سے خواہ ایک حصہ خریدے یا دس حصہ تین مرتبہ کر کے روپیہ کمپنی میں وصول کیا جائے گا، کارخانہ کو اختیار ہے جو کام چاہے جاری کرے، کسی خریدار حصہ کو امور کارخانہ میں داخل کارخانہ یعنی مخیر وغیرہ کے امور میں دخل اندازی کا اختیار نہ ہوگا، خریدار کو صرف نفع یا نقصان سے غرض ہے، اور خریدار حصہ اپنے خریدار شدہ کو نفع یا نقصان سے فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے کارخانہ میں شرکت اور اس کے بعد خرید و فروخت مذکور جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ خرید و فروخت کس بیع میں داخل ہے؟

(۱) مچھلیاں پکڑنے سے ملک ہو جاتی ہے اور دوسرے دریا میں چھوڑنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتیں، نہ دوسرے کو ان کا لینا جائز ہوتا ہے، مسلم ہو یا کافر، جب تک چھوڑنے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ اس کی ہیں جو ان کو ملے، تو ملک غیر ہونے کے سبب سے ان میں حاکمیت آئے گی، مگر از انجا کہ یہ کفار و ذمی ہیں نہ مستامن، نہ ان سے اس بارہ میں کوئی معاہدہ ہے، لہذا اب بھی وہ مچھلیاں حکماً ایسی ہیں جیسی پکڑنے سے قبل تھیں، ان کا ارادہ فاسد ان پر زور کیا جائے گا اور مسلم کافر جو کوئی پکڑے اس کے لئے مباح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ تجارت پر درج شرعی ہو مقفوف فاسد و یا ربا کو دخل نہ ہو تو اس میں شرکت جائز مگر اپنے روپیہ کا حصہ دوسرے کے ہاتھ چھینا اور اس کا خریدنا و فروختی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۴ اذ کللت ایچ بی مسئلہ سزارامیر حان طریم کیتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ہاتھ کا زرع ناجائز ہے، جیسے کہ ہندو اس کے ہاتھ کی پکڑی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ یتقوا تو جبروا۔

الجواب

جائز ہے، اگرچہ اس کے ہاتھ میں مگرگی یا اس سے مار ڈال ہو پھلی میں ذبح شرعاً نہیں جس میں مسلمان یا کتبی ہونا ضرور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۵ اذ کللت ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس حیوان کے بارے میں جو کہ عجائب المخلوقات میں ہا میں طور بیان کیا گیا ہے،

وصف سمكة مدورة ذنبها اهل من ثلثة اذرع وعلى وسط ذنبها شوكة معققة شبيه كلاب وهي سلاحها تضرب بها وهي فمها سواد بياض في غاية البياض ونقاط سواد في غاية السواد لها عيون على ظهرها وفم على بطنها وفرج كفرج النساء انتسى۔

ان میں سے ایک مچھلی گول قسم جس کی دم میں ہاتھ جیسی ہے اور اس کی دم کے درمیان میں کندہ کے مشابہ ایک تیرٹھا کاٹا ہے وہ اس کا ہتھیار ہے، وہ مچھلی نہایت سفید ہے جس پر گھر سے سیاہ رنگ کے نقطے ہوتے ہیں اس کے نچلے اس کی پیٹھ پر اور اس کا منہ پیٹھ پر اس کی شرمگاہ عورتوں کی شرمگاہ کی طرح ہوتی ہے انتہی (ت)

اگر یہ بھی ہو تو اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور عارضی میں اس کا کیا نام ہے اور ہندی میں اس کا اسم مخصوص کیا ہے، بحوالہ کتاب تحریر فرمائیے۔

(۲) اور جرث کو اہل ہند کیا کہتے ہیں، اور وہ کون سی ٹھیل ہے اس کی عوارضات مختص بہا کو برضہ صحت بیان فرمائیے۔ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ جرث کو بعض اہل ہند بھی کہتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، اگر غلط ہے تو پھر سبکی کیا کہتے ہیں، بیتوا تو جھروا۔

الجواب

یہ ٹھیل کہ عجائب الخلقیات میں ذکر کی اگر اس کا وجود بہر دو عام مثالی و خیالی سے باہر ثابت ہو تو ان افراد سے ہے جو بہر مرد و بہر کبھی کسی سیاح کی نظر پڑے اور عارضۂ ناخس ان کے رسم و اسم سے آگاہ نہیں، و ما بعد حدود ربك الاھوت۔ (اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ت) علامہ قرطبی کو خود اس کا نام معلوم نہ تھا تو لکھتے، وہ خود اس کے عجائب دہر سے ہونے کے معترف ہیں، عبارت مذکورہ سوال کے بعد کہا، لا تحصر لا تحصى عجائبہ (سند ر کے عجائبات بے شمار ہیں۔ ت) اسے جرث گمان کرنا صحیح نہیں، جرث ایک کثیر الوجود ٹھیل سوا اعلیٰ پارزانی سے بچنے والی ہے، محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبسوط میں رد و دست فرماتے ہیں۔

عن عمرو بن شاذب عن عسرة بنت ابی طیبہ قالت خرجت مع ولیدۃ لسا فاشترینا حریثہ بقعیز حطة فوضع ہا فی ثوبیل فخرج راسہا من جانب و دبھا من جانب فمر بنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال بکم اخذت قالت فاخبرته فقال ما اظیبہ و ارنصہ و اوسعہ للعیال لک

یعنی عمرہ بنت ابی طیبہ نے کہا میں اپنی کنیز کے ساتھ جا کر ایک جرث ایک قعیز گیسوں کو خرید کر لائی جو زخیل میں سمائی، ایک طرف سے سر نکلا رہا ایک طرف سے دم، ہستے میں قولا علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا، فرمایا، کہنے کوئی؟ میں نے قیمت عرض کی، فرمایا، کیا پاکیزہ چیز ہے اور کتنی ارزاں اور متعلقین پر کتنی وسعت والی۔

وہذا علامہ قرطبی نے اسے عجائب میں ذکر نہ کیا البتہ جری کا نام لیا اور اسے مارا ہی سے تفسیر کیا کہ

سۃ القرآن الکریم ۳/۲۱

سۃ عجائب الخلقیات و غرائب المروجات بحرف فارس المقالة الثانیة فصل فی عجائب مصطفیٰ الیابی مصر ص ۸۸
سۃ المبسوط لادام محمد رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ بعض وہی حریت ہے، اس تقدیر پر خود انھوں نے اس ناور پھل اور جریت میں فرق کیا، اسے عجائب
بکر فارسی اور اسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسط دم پر کانٹا بتایا تھی اور جڑی کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود
لکھی، اور وہ منحرفی دم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا۔

حدیث قال صہارای من عجائب بحر الہند، جہاں انھوں نے فرمایا کہ ہندوستان کے سمندر کے
عجائبات میں سے ایک گول پھل ہے جس کو مارا ہی
شبه عمود متحد الرأس لا تقوہ بہا
فی بحر سمکة الا تصرمها بذلک العمود و
تقتطع بہ

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ دوسری پھل بھی نہ مارا ہی ہے نہ مارا ہی حریت، مارا ہی گول نہیں بلکہ لمبی بالکل سانپ کی
شکل پر ہوتی ہے، عربی میں اسے جسدی بکر جم و تشدید را، اور جسدی بالفتح اور حریت بتائے فوقانیہ بردن
حریت اور صلتور و ستور اور انگیس و انگلیس یعنی ہمزہ و لام ہر دو انگلیس و انگلیس کسر ہر دو اور فارسی
میں مارا ہی اور ہندی میں ماہر کہتے ہیں۔ عامظ نے کہا وہ پانی کا سانپ ہے یعنی صورتہ ذکر حقیقتہ، بعض نے
کہا کہ سانپ اور پھل کے درمیان سے یہ سب، ترویج نہ کی پر برائی، اور بچہ کر یہ بھی بے ثروت ہے بلکہ
وہ سانپ سے نہ ایک خاص روایا ہی ہے، الی فن نے ان اساتذہ ذکرہ اعنی حزی و صلتور و انگیس
میں بہت اختلاف کیا، بہت نے انھیں مارا ہی کا غیر جانا، کسی نے کہا جسدی بے سننے کی پھل کو کہتے ہیں، کسی
نے کہا ایک قسم مارا ہی ہے جس کے سر و دم باریک اور پشت چڑی ہوتی ہے، کسی نے کہا انگلیس چوٹی پھل کی
شکل پر ایک جانور ہے جس کی دم کے پاس چند ک کے پاؤں کے مثل دو پاؤں ہوتے ہیں اور ہاتھ نہیں ہوتے
بصرہ کی نوروں میں پایا جاتا ہے، بعض نے کہا جردی کی پھل ہے، اس جانور کو شوق یا کسریہ شوق مثل
کشف کہتے ہیں۔ کسی نے کہا شوق بھی انگلیس اور انگلیس حریت ہے۔ کسی نے کہا انگلیس مارا ہی
اور صلتور حریت ہے، بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ مارا ہی ایک معروف مشہور پھل مستطیل الخلقہ
مشابہ مار ہے نہ کہ مدقہ۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری زیر حدیث،

قال: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طعمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس
میتۃ الا صا قدرت منها و لجسدی کی خوراک میتہ ہے مگر کچھ بھون لی جاتی ہے اور جردی

لا تأكلوا الصلور ولا النقیس هما الجری
والبارماهی نوعان من السمک کالجیة
صلور اور انقیس کو نہ کھاؤ، اور ان کا نام جری اور
بارماہی ہے، یہ دونوں سانپ کے مشابہ
مچھلیاں ہیں۔ (ت)

قاموس میں ہے :
الصلور کسنور الجری قاریتہ البارماهی
صلور، سنور کے ہم وزن ہے اس کا نام جری،
اور قاری میں بارماہی کہتے ہیں (ت)

تاج العروس میں ہے :
وهو السمک الذی یكون علی هیأة النبیة
منہ حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا تأکلوا الصلور ولا الانقیس
یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اسی کے متعلق فرمایا : صلیور اور
انقیس کو نہ کھاؤ۔ (ت)

اسی میں ہے :
قال حمد بن الحرث قال انضر الصلور
الجریث و الانقیس مارماهی
انہیں دونوں میں سے :
قال حمد بن الحرث قال انضر الصلور
الجریث و الانقیس مارماهی

انہیں دونوں میں سے :
"الانقیس" صلور جری ہے۔ لیث نے کہا یہ
بارماہی ہے یعنی سانپ کی طرح مچھلی ہے اور ان
کے غیر نے کہا "جریث" انقیس کی طرح ہے اور
یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔ (ت)

-
- ۱۔ مجمع بحیرات انوار باب الصاد مع الام تحت صلور " مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ ۳/۲۴۷
۲۔ القاموس البیہ فصل الصاد باب الزار تحت الصلور " مصطفیٰ البابی مصر ۲/۷۳
۳۔ تاج العروس " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۴۰
۴۔ فصل الجیم من باب اشار تحت الجریث " " " " ۱/۶۰۹
۵۔ فصل القاف من باب السین " " " " ۴/۲۲۱

حیاء الحیران الکبریٰ میں ہے ،

الانکلیس یفتح ، بهمة واللاه وکسرهما
معاسمک شبيه بالحیات ردی الغذاء ، و
هو لدی یسی بحری والمارماهی ، وقال
الزمخشري قيل انه الشق وقال ابن سید
هو علی هیأة السمک صیوله رجلا ن
عند ذبه کر جلی الصندع ولا یند له ،
یکون فی ابصار الصورة ، ولیس لفظه عربیاً
مصحف۔

”انکلیس“ بحرہ اور لام پر فتح اور کسر بھی ، یہ سانپ
شکل کی مچھلی ہے جس کی غذا ردی ہے اس کا نام
جری اور مارماہی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ بعض
شقی کہا ہے ، ابن سید نے کہا یہ عام مچھلی کی
طرح ہوئی ہے اور صندع (مینڈک) کے پاؤں کی
طرح اس کی دم کے نیچے دو پاؤں ہوتے ہیں اور
اس کے ، نگے پاؤں ہیں ہوتے ، بقر کے دریاؤں
میں پائی جاتی ہے اور عربی میں اس کا نام نہیں
ہے اور طغف (ت)

قائوس و تاج میں ہے ،

والشقی بالکسر وکشف سمکة صعدہ او
علی خلقه السمکة لها رجلا ن عند الدب
کر جلی لصدع لا یندان لها ، نکون فی
انهار الصورة ، ویل هم من سمک البحرین
ولیس بعربیة (۱) ہی (الانکلیس) من
السمک وهو بحر و البحریت عن اس
الاعرابی ین

شقی کڑ کے ساتھ یا کشف کے وزن پر ہے ،
یہ چرنی پل ہے یا پل کے مشابہ مخلوق ہے ،
اس کی دم کے نیچے مینڈک کے پاؤں کی طرح
پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں
ہوتے ، اور یہ بقرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی
ہے ، بعض نے کہا کہ یہ بحر مچھلی ہے اور عربی
میں اس کا نام نہیں ہے ، یا یہ انکلیس ہے جو مچھلی

کی قسم ہے ، اور اس کو چرتی کہتے ہیں اور جریت بھی ، یہ ابن اعابی سے منقول ہے ۔ (ت)

عجائب قرینی بیان حیوانات بحر میں ہے :

حوی هو لذی یقال له مارماهی متولد جری جس کو مارماہی کہتے ہیں یہ نسل مچھلی اور سانپ

۶۳/۱	مصلیٰ البابی مصر	لہ حیاء الحیران باب الحمزة الانکلیس
۲۵۹/۲	” ” ”	لہ القائوس المیط فصل الشین من باب القاف
۲۹۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	تاج العروس ” ” ” ” ”

سے پیدا ہوتی ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ جردان
کھاتی ہے۔ (ت)

من الحیة والسمك ، قال الجاحظ انه ياكل
الجردان له

مجموع الانهر شرح ملتقى الابحر میں ہے ۱

جریہ بتایا گیا کہ مارا ہی کی نسل ساپ اور مچھلی سے
پیدا ہے۔ ایسا واقع نہیں ہے بلکہ وہ مچھلی کی
جس سے جو صورت میں ساپ کے مشابہ ہے۔ (ت)

ما قيل ان المار ما هي متولد من الحیة ليس
يو قم بل هو جنس شبيه بها صورته .

جس طرح ان اسامی میں اختلافات ہوئے تو نوی ایک جماعت نے جریث بھی مارا ہی کا نام جانا ،
اور اُسے وہی مچھلی مشابہ مارا مانا۔ عمدۃ القاری شرح مجمع بخاری میں ہے ۱

جری کے متعلق عیاض نے کہا وہ مچھلی ہے جس پر
چھلکا نہیں ہے۔ اور ابن تین نے کہا اس کو
جریث بھی کہتے ہیں۔ اور ازہری نے کہا جریث مچھلی
قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کو مارا ہی
بھی کہتے ہیں اور سطور بھی۔ بعض نے کہا یہ زمین
سے پوڑی اور آگے پیچھے سے ہار یک ہوتی
ہے اور مختصراً۔ (ت)

الجرى قال ي من هو من السمك ما لا قشر له
وقال ابن تين ويقال له ايضا الجريث
وقال الاثرهري الجريث نوع من السمك
يشبه الحيات ويقال له ايضا المار ما هي .
و استورد قين سمك عربي ، موسد ديف
الطريق آه مختصراً .

مجمع البحار میں ہے ۱

جری کے متعلق کہا گیا کہ جریث مارا ہی ہے اور
مختصراً (ت)

الجرى قيل هو الجريث المار ما هي آه موطناً .

اسی میں تہا یہ ہے ۱

رح میں لکھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

في ح عن رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال

له عجائب المخلوقات وعزائب الموجودات المقالة الثمانية القول في حيوان الماء مصطفیٰ ابابا مصر ص ۹۷
له مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر كتاب الذبائح فصل في ما ياكل اكله ولا ياكل دارا حيار التراث لعربي بيروت ۵۴/۲
له عمدۃ القاری شرح مجمع بخاری باب قول الله تعالى اكل لحم صيد البحر ادارة الطباعة المنيرية بيروت ۱۰۵/۲
له مجمع بحار الانوار باب اللحم مع الزا تحت الجري مكتبة دار الايمان المدينة المنورة ۲۵۰/۱

الجریث هو نوع من السمك يشبه الحیات ای
المارماهی سہ

جریث مچھلی کی قسم جو سانپ کے مشابہ ہے

تاج العروس میں ہے ،

(الجریث کسکیت سمک) معروف ویقال له
الحرثی وهو نوع من السمك يشبه الحیات ،
ویقال له بالفارسیة المارماهی اسم مطلقا .
حیاء الحیوان میں ہے ،

الجریث هو هذا السمک الذي يشبه اشعبات
وجمعہ جراثی ویقال له ایضا الجسری
بانکسروا الشدید وهو نوع من السمک يشبه
الحیة ، ویسمى بالفارسیة مارماهی ، وقد
تقدم فی السمنة انه الاسکلیس . قال المحظ
الندی کل الجردان وهو حیة ساء وحکمه
الحل ۳ باختصار .

مگر فقہائے کرام جیسے جریث کہتے ہیں وہ یقیناً مارماہی کے سوا دوسری مچھلی ہے کہ متون و مشروح و
فتاویٰ میں تصریحاً وہ نول کا نام عہد اجداد ذکر فرمایا ، لا جرم مغرب میں کہا ، هو غیر المارماہی (وہ مارماہی کا
غیر ہے - تن) ، علامہ ابن کمالی باشا اصلاح و ایضاح میں فرماتے ہیں :

(والجریث والمارماهی) الجریث نوع من
السمک غیر المارماهی ذکرة فی المغرب ، و
انما افرده بالسند کمر لمکان الخفاء فی کونهما

(جریث اور مارماہی) جریث مچھلی کی قسم ہے جو مارماہی
کا غیر ہے ، یہ مغرب میں مذکور ہے ، ان دونوں کو
میلہ اس لئے ذکر کیا کہ ان کے مچھلی ہونے میں خلل ہے

سہ مجمع بحار الانوار باب الجیم مع الزار تحت "جریث" کتبہ دار الایمان الدینہ الشوریة ۲۹/۱-۲۳۸

سہ تاج العروس فصل جیم مع باب الآثار تحت الجریث دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۱

سہ حیاء الحیوان باب الجیم الجریث مصطفیٰ ابابلی مصر ۲۰۴/۱

سہ المغرب

من حسن السہک ، ولما کان الخلات فیہما
لمحمد ، ذکرة صاحب المغرب
حاشیۃ الکثری علی الانوار میں ہے ،

الجریت نوع من السہک غیر مار مار ماہم
یہ ایک سیاہ رنگ گول پھل ڈھال کی مانند ہے اسے فارسی میں ماہی کوئی کہتے ہیں۔ در مختار میں ہے :
(الجریت) صفت اسود (والہار ماہی) سہک
فی صورة الحیة و فردھا بالذکر للحف ،
وغلاف محمد

عمدة القاری میں بعد عبارت مذکورہ و قیل اقوال مسطورہ ہے ، قلت لجریت سہک اسود (میں کہتا ہوں)
”جریت“ سیاہ رنگ پھل ہے۔ (ت) ، فتح المبین حاشیۃ الکثری طلائع الزہری میں ہے ،

الجریت سہک اسود ، قالہ العسی وقال الوافی
الجریت بکسر الحیم والراء وشدیدہ نوع
من السہک حدوقا لترسی
اسی طرح خطاوی دشامی وغیرہا میں ہے۔

عازیہ لاب السعد و نمل قلم العلامة ط
فجعلہ عنہ من العیف وانما
ذلک حدوقا لکلام فقط ، اما الاخیر
انہوں نے اس کو ابوسعد کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ
علامہ خطاوی کا قلم پھیلا ہے تو انہوں نے اس کو
ابوسعد سے علامہ عینی سے منقول بتایا ہے ، یہ

لہ اصحاح وایضاح عقار ابن کمال باشا

لہ حاشیۃ الکثری علی انوار الاعمال

لہ در مختار کتاب الذبائح

۲۲۹/۴ مطبع مجتہائی دہلی

لہ عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ اهلکم صید البحر اداره الطباعة المنيرية بیروت

لہ فتح المبین کتاب الذبائح فصل فیما یکل و فیما لا یکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۲۴۳/۴

فمن ادواتي كما استعاضك نصه۔

ابتداء کلام میں ہے اور آخر میں داتی سے منقول بتایا
جس کو ہم نے ذکر کر دیا ہے (ت)

ذخيرة العقبة میں ہے، يقال له بالغلوسية ما هي كوت (اسے خارجی میں ما ہی کوئی کہا جاتا ہے۔ ت)
سچکی میری زبان کا لفظ نہیں، غایۃ الاطوار والے دونوں مترجم دہقانی تھے، دیہاتیوں کی زبان دیہاتی جانیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم وعلہ بل مجہد اتم واکرم۔

مسئلہ ۱۹ از بریل مسئلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم عن ان الله لكم في هذه المسئلة ابيدوت اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے میں مطلع فرمائیں
یوحکمہ اللہ غرورن ما ہی بسیار کو چک بکاشیہ
مالا بدمنہ عکروہ تحریمی نوشتہ است؟
چھوٹی پھل کو کھانا مکروہ تحریمی لکھا ہے؟

الجواب

ما ہی ریزہ کہ شایان شس جوت نباشد و ہچند شکم پاک
نما کردہ بریاں کنندش، نزد امام شافعی حرام است و نزد
سائر ائمہ حلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ نص
علیہ فمعراج الدرایۃ، ثم
رد المحتار، ونصہ لو وجدت سحکۃ
فی حوسلۃ طائر تکمل، وعند الشافعی
لا تکمل لانه کالسجیم ورجیم الطائر
عندنا نص، وقلنا انما
يعتبر ما جعلا اذا تغیر، و
فی الملک الصفار التق
التف تقل من غیر ان
یشق جوفہ، فقال اصحابہ
لا یعمل اكله، کامت مرجعہ

باریک ریزہ کی طرح پھل جس کا پیٹ چاک نہیں ہو سکتا
اور میں بہ چاک ٹھون کر کھاتی جاتی ہے یا امام شافعی
رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ہے اور باقی ائمہ کرام
کے نزدیک حلال ہے (رحمۃ اللہ تعالیٰ) جیسا کہ
معراج الدرایہ میں تصریح ہے اور ہر رد مختار میں یوں
فرمایا کہ اگر پرندے کے گھونسلہ میں پھل پائی جائے تو وہ
کھاتی جائے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں
کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پرندہ کی پیٹھ کی طرح ہے جبکہ ان
کے ہاں پرندے کی پیٹھ نجس ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ پیٹھ
تنب ہو سکتی ہے جیسا کہ کارنگ متغیر ہو، اور
امام شافعی کے اصحاب چھوٹی پھل جس کو چاک کئے بغیر
ٹھون لیا جاتا ہے، کے متعلق فرماتے ہیں اس کا کھانا
حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی پیٹھ نجس ہے، اور باقی

محس وعند سائر الاممۃ یحل آھ آرسے
 وجاہر الاغلاطی دیدہ کہ بکراہت تویم تصریح، وہیں را
 تصحیح کردہ است، حیث قال السنۃ الصدور کلمہا
 مکروہۃ کراہۃ لہ تحریم ہو لاصۃ، پس اسلم
 اجتناب ست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۹ مسلمہ مرسلہ محمد علی اکبر گورکھ سال سوم ڈاکہ
 کہ سوکھی مچھلی (جو دیار جنگالہ میں معدوث و مشہور ہے) کھانا جائز ہے یا نہیں، اور بر تقدیر حلال ہونے کے
 اگر کوئی حرام کہے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے،

الجواب

مچھلی تر ہو یا خشک مطلقاً حلال ہے،
 قال تعالیٰ و احل لکم صید البحر و
 بحری شکار کو۔ (دت)

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مکر آتی ہے، مٹ لکیر یہ ہیں ہے،
 السنۃ یحل احکامہ الامسا طفا حنیفہ بکے
 مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے پانی پر تیرنے والی
 مکر۔ (دت)

خشک مچھلی کا کسی نے استشارہ کیا، اگر حرام کہنے والا جاہل ہے اسے کھایا جائے، اور ذی علم ہے تو
 اس پر حلال خدا کے حرام کہنے کا الزام عائد ہے اسے تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے، ہاں اگر وہاں سوکھی
 مچھلی مابی دریا کے سوا کسی خشکی کے جانور کا نام ہے، جیسے ریگ مابی، تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے، اگر
 ریگ مابی کی طرح حشرات الارض سے ہے تو ضرور حرام ہے۔ مٹ لکیر یہ ہیں ہے،
 حبیہ الحشرات و هو امر الارض لا خلاف حشرات الارض مٹی سے پیدا شدہ ہیں ان چیزوں کے

۱۹۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	۱۹۶/۵
۲۸۶ ص	قلمی نسخہ	•	۹۶/۵
۲۸۹/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح الباب الثانی	۲۸۹/۵

فی حرمة هذه الاشياء والله تعالى اعلم حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ مسئلہ مریوی غلام گیلانی صاحب شمس آباد ضلع کھیل پور ۲۵ شعبان ۱۲۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض ملکوں میں مچھل خشک اور گوشت خشک کیا جاتا ہے، قبل
پکانے کے تو اس میں سخت بدبو ہوتی ہے مگر بعد پکنے کے بھی بدبو باقی رہتی ہے، کیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟
بیّنوا توحیداً۔

الجواب

فی الواقع ایسی سخت بدبو دار چیز علاوہ اس کے کہ نفاست طبع کے غلاف ہے، نفاقت دین سے بھی
جدا ہے یعنی الدین علی النفاقة (دین کی بنیاد نفاقت پر ہے۔ ت)، مسوم ہوا کہ اس کے استعین کے بدش
دہن میں اس کی بولس جاتی ہے، یہ علاوہ کراہت اکل کے اور بلائے شدیدہ اور ملائکہ کو ایذا ہے،
قال رسول الله تعالى عليه وسلم ان المشككة حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جس سے
تتناوی لایات وی بہ سواداً نئی اور اذیت پائیں اس سے فرشتے بھی ذیت
پاستے ہیں (ت)

اور ایسی حالت میں ان کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے، حدیث میں ہے (ت)
طیبوا افواہکم فانہ طرق القصرات یہ اپنے منہ صاف رکھو کیونکہ یہ قرآن کا راستہ ہیں۔
بلکہ جو بدبو پر مشتمل ہو اسے مسجد میں جانا حرام ہے، اور جماعت میں شامل ہونا مضر ہے، اور جبکہ اس سے ضرر
خالب منتقل ہو، تو حرم میں کیا شبہ ہے، فان المضار کلہ حرام (سب ضرر رساں چیزیں حرام
ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئلہ از چاند پور ضلع بجنور محلہ قیما پورہ مکان محمد حسین خاں زحیدار
مچھل بے ذبح کیوں جائز ہے؟

الجواب

خون مفسوخ ناپاک ہے وہ بدن میں رہے اور جانور مر جائے تو تمام گوشت پوست نجس و حرام ہو جاتا ہے
سنة فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی ورائی کتب خانہ پشاور ۲۸۹/۵
سنة صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہی من اکل ثیاب الصلوات قیدی کتب خانہ کراچی ۲۰۹/۱
سنة کنز العمال حدیث ۲۷۵۶ و ۲۷۵۳ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۶۰۲/۱

ذبح سے متصور اس کا جُدا کرنا ہے، ولہذا حدیث صحیح میں ارشاد ہوا:

ما نهر الدم وذكروا سم الله عليه قبل الذبح، الحدیث،
رواہ السنن عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔
جس کا خون بہا دیا گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر
کیا گیا تو اسے کھاؤ، الحدیث، اس کو صحیح ستہ کے
اگر نے روایت کیا رافع بن خدیج سے انھوں نے
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ (ت)

اور منسرد پایا:

انہر الدم بما شئت واذكروا سم الله تعالیٰ رواہ احمد
والنسائی و ابو داؤد و ابی حاتم و ابن حبان
والحاکم و ابن عساکر عن حماد بن عمار عن حماد بن عمار
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
خون بہا دے جس سے تو چاہے اور اللہ تعالیٰ کا نام
ذکر کر۔ اس کو احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور
حاکم نے حماد بن عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ (ت)

اور وارد ہوا:

کل ما فری الاوداج، الحدیث، رواہ ابن ابی شیبہ
عن حماد بن عمار عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
جو چیز اوداج کو کاٹ دے، الحدیث، اس کو ابن ابی شیبہ
نے حضرت رافع بن خدیج سے، اور طبرانی نے کبیر
میں ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

مچھل اور ٹیری میں خون ہوتا ہی نہیں کہ اس کے اخراج کی حاجت ہو، غیر دموی جانوروں میں ہمارے
یہاں صرف یہی دو محل ہیں، لہذا صرف یہی بے ذبح کھائے جاتے ہیں۔ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک کہ اور دریائی
جانور بھی گل یا بعض حلال ہیں وہ انھیں بھی بے ذبح جائز جانتے ہیں کہ دریا کے کسی جانور میں خون نہیں ہوتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸۳۲۵	۸۳۱۵	۸۲۴/۲	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الزبائح	صحیح البخاری
۱۵۶/۲			قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الاضاحی باب مواز الایک کل ما نهر الدم	صحیح مسلم
۲۰۵/۲			قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الصیاد باب الذبح بالعود	سنن النسائی
۲۵۸/۲			المکتب الاسلامی بیروت	حدیث عری بن حاتم	مسند احمد بن حنبل
۳۸۹/۵			امارة القرآن راجی	کتاب الصيد من قال اذا نهر الدم الخ	کتاب المصنف لابن ابی شیبہ

مسئلہ شمس الہندی طالب علم مدرسہ نظر الاسلام، بریلی محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
حضور پر نور کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ مچھلی کو اس کی آنت وغیرہ کے کھانا کیسا ہے؟ بیتواتوجہ و
الجواب

مکروہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۰ مسئلہ شریعت علی صاحب ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۶۰ھ
چرمی فرمائیہ علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ (علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے
بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ت۔ کہ کھانا جھینکا کا دوست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب

حمادیہ میں علماء کے دونوں قولی نقل کئے ہیں کہ بعض حرام کہتے ہیں اور بعض حلال،

حيث قال الدود الذي يقل به جبينه
عند بعض العلماء لا يثبت السمك، و
اعمالها عند ما من صيد البحر انواع السمك
وهذا لا يكون كذلك، و قد بعضهم حلال
لا يسمي باسم السمك

جہاں انہوں نے کہا کہ وہ کیزا جسے جھینکا کہا جاتا ہے
بعض کے نزدیک حرام ہے کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ
نہیں ہے، جبکہ ہمارے نزدیک سمندری شکار میں
مچھلی کی اقسام کا بہا حرام ہے، اور جھینکا ان میں سے
نہیں ہے، اور بعض نے کہا یہ حلال ہے کیونکہ

اس کا نام مچھلی ہے۔ (ت)

اقول جہاں حمادیہ سے ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک قول حرمت ہی مختار ہے کہ اسی کو
تقديم دي والتقديم آية التقديم (مقدم کرنا مقدم بنانے کی علامت ہے۔ ت) اور جھینکے کو دود یعنی کیزا کہا
اور کیزے حرام ہیں، اور اہل علم کی طرف سے دلیل میں یہ نہ کہا کہ وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس پر مچھلی کا نام
ہو جاتا ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں، تو جن کے
خیال میں جھینکا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے، مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و
کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قانوس میں ہے،
الامریان مالک مسند کالسد و دیکھ

ادبیات کفر کے ساتھ، کیزے کی طرح مچھلی ہے۔ (ت)

لے حمادی حمادیہ کتاب الصيد والذبائح قلمی نسخہ ص ۵۶، و ۳۳۲
سے القانوس المحيط باب الذوات فصل الزاار مصطفیٰ ابراہیمی مصر ۳۳۲/۲

صراح و تاج العروس میں ہے ،

الامر بیان میں من السمك كاللذود میكون بالبرق
 اربیان سفید مچلی ہے کیرٹے کی مانند، بصرہ میں ہوتی ہے۔ (ت)

صراح میں ہے ،

اربیان نوے ازمایہ ست (جھینگا مچلی کی ایک قسم ہے۔ ت)
 فتنی الارب میں ہے ،

نوے ازمایہ ست کو آزا ہندی جھینگا میگویند
 مچلی کی ایک قسم ہے اسے ہندی میں جھینگا کہتے ہیں۔ (ت)

مخزن میں ہے ،

رو بیاں اور اربیان نیز آمدہ بخاری ماہی رو بیاں نامند
 رو بیاں اور اربیان بھی آیا ہے ، خاری میں اس مچلی کو رو بیاں کہتے ہیں۔ (ت)

اسی طرح تھہ میں ہے ۔ تذکرہ دآد و انطاکی میں ہے ،

رو بیاں اسم لصوب من سمك بحر مصر و القند احمر کثیرا کما رفس نحو السرطان لکنه اکثر لحماء
 رو بیاں مچلی کی قسم ہے ، بحر عراق اور بحر قزقم میں بکثرت پائی جاتی ہے ، یہ سرخ رنگ ، اور کثیر پتوں والے کیرٹے کی طرح ہوتی ہے ، لیکن وہ گوشت میں زیادہ ہے۔ (ت)

حیاء الحيوان الکبریٰ میں ہے ،

الرو بیاں هو سمك مصفى رجاء الحمر
 رو بیاں بہت چھوٹی مچلی سرخ رنگ ہوتی ہے۔ (ت)

۱۴۳/۱۰	دار احیاء التراث العربی بیروت	تذکرہ مکتوبہ	۵۴ ص
۹۲/۲	مطبع اسکویر لاہور	فصل الارب	۲ ص
۲۱۳	فوکشور کانپور	فصل الارب مع الروا	۱ ص
۱۶۱/۱	مصطفیٰ انبائی مصر	باب اولی الاباب لدآد و انطاکی	۱ ص
۵۲۸/۱	"	باب الاراء المملطہ تحت الروبیان	۱ ص

جامع ابن بطیار میں ہے،

رویین سہل بھری تسبیہ اہل مصعب
انفہد سب، و اہل الکندس یعرفونہ
یا القہرون یتے

انوار الاسرار میں ہے،

المرویات سہل صفار حبہ الاحمویۃ
تواس تعذیر حسب اطلاق متون و تعریج معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں جمیع
انواع سہل حلال ہونے کی تصریح ہے،

والطای لیس ثوبہ ہر اسہ مل وصف یعتری
کل نوع -

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی پھلیاں جن کا پیٹ پاک نہیں کیا جاتا اور سبے آلائش نکالے بھون پیتے
ہیں، امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں، رد المحتار میں ہے،

وفي معراج الدرایة ولو وجد سہمہ فی حوصہ
طائر توکل، و عند الشافعی لا توکل لانہ کالرجیع
و رجیع الطائر عندنا نحس، و قلنا انما یعتبر
بہیہ اذا تعبرو فی السہم الصغار التي تقبل
من خیران یشق جوفہ فقال اصحابہ لا یحیل
اکلہ لان رجیعہ نحس و عند سائر الائمہ
یحیل بہ

اور سہل ال رایہ میں ہے اگر پرندے کے گونسلے
میں پھلی پانی جائے کھائی جائے، اور امام شافعی
کے نزدیک نہ کھائی جائے کیونکہ پرندے کی بیٹھ کی طرح
ہے اور ان کے پاں پرندے کی بیٹھ نجس ہے، احمد
ہم کہتے ہیں بیٹھ نہ بنے گی جب متغیر ہو جائے گی
اور چھوٹی پھلی جس کو بغیر پاک کئے بھون لیا جاتا ہے
شافعی حضرات فرماتے ہیں حلال نہیں ہے کیونکہ
اسکی بیٹھ نجس ہے، اور باقی ائمہ حلال کہتے ہیں، (تہ)

مگر فقیر نے جو اہل الاغلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی پھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح ہے

لے الجامع المفردات الادویۃ والاعذیۃ عرف الراہ تحت رویان دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳۵/ھ

لے انوار الاسرار

لے رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶/ھ

حيث قال السمك الصغار كلها مكروهة كراهة التحريم هو لاصح فيه
جہاں کہا کہ چھوٹی تمام مچھلیاں مکروہ تحریمہ ہیں، یہی صحیح ہے۔ (ت)

جھینگے کی صورت تمام مچھلیوں سے بالکل جدا، اور گنگے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے، اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے جیسے ماہی سقنقر، حالانکہ وہ ناکے کا پتھر ہے کہ سوا مل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے، اور رنگ ماہی کہ قطعاً حشرات الارض، اور ہمارے اند سے علت روپان میں کوئی نہی معلوم نہیں، اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جابر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہر حال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی مدرسہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ
ماقولکم غفر اللہ لکم هذه المسائل اخيدونا ان مسائل میں آپ کا کیا حکم ہے یہیں بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے،

- (۱) جھینگا خوردن حرام و مکروہ؟
- (۲) پوست بیضہ خوردن؟
- (۳) نسج عنکبوت خوردن؟
- (۱) جھینگا کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟
- (۲) اندھے کا چھلکا کھانا؟
- (۳) مکڑے کا بال کھانا؟

الجواب

- (۱) مختلف فیہ است، ہر کہ از جنس ماہی السمک حلال گفتمہ فاصت السمکہ بحمیمہ انواعہ حلال عندنا، ہر کہ خیر و گمان برودہ بحرمہ رفقہ اذ کل ما خف ما خلا السمک حرام عندنا، اسلم در بچوں مسائل اجتناب است الحمد للہ فقیر و اہل بیت فقیر و مراد است کہ خوردہ ایم و نہ ہرگز ارادہ خوردنش داریم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) پوست بیضہ جزا و ست پس در حلت
- (۱) مختلف فیہ ہے، جو حضرات اس کو مچھلی کی قسم کھتے ہیں حلال کہتے ہیں، کیونکہ مچھلی کی تمام قسم ہمارے نزدیک حلال ہیں، اور جو حضرات اس کو غیر مچھلی کہتے ہیں وہ حرام مانتے ہیں کیونکہ مچھلی کے ما سوا تمام آبی جانور ہمارے نزدیک حرام ہیں ایسے مسائل میں اجتناب بہتر ہے، الحمد للہ اس فقیر اور اس کے گھر والوں نے طر بھرنہ کھایا اور نہ لے کھا میں گئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اندھے کا چھلکا اندھے کے حکم میں ہے کیونکہ

حرمت بحکم اوست بچوں جلد حیوان، واللہ تعالیٰ اعلم۔
اس کا جزو ہے جیسا کہ حیوان کی کمال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تصریح ایں جزوئیدہ دی بخیاں نیست اینجا
کتب حاضر دارم اما ظاہر محافعت است بچوں خانہ
زبور کما نص علیہ فی المسند فی المنقط
عن الامام حلف بن ابوب رحمہ اللہ تعالیٰ
زیراکہ نجش متولد از لعاب اوست واللہ تعالیٰ اعلم

لعاب سے بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)
مسئلہ از موضع در بال ضلع مراد آباد مرسلہ شیخ محمد تمکیل صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ملائم ہڈی کو چبا لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ہڈی ملائم گائے کے شانہ میں ہوتی ہے جس کو چبائی کہتے ہیں اور اسے گوشت کے ساتھ کھا لیتے ہیں۔ بتنا تو جودعا۔

الجواب

بہادر علال مذبح کی ہڈی کسی قسم کی منع نہیں جب تک اس کے کھانے میں مضرت نہ ہو، اگر ہو تو ضرر کی وجہ سے محافعت ہوگی، نہ اس لئے کہ ہڈی خود ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصيد

(شکار کا بیان)

مسئلہ ۱۷۸۹ ۱۰ ربیع الآخر شریف ۲۲ -

ماقولکم (آپ کا یہ فرمان ہے) اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوق رکھتا ہے، پس بلکہ شرع شریفین کے کس قدر شکار کیلئے جائز ہے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کیلئے سے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ دریں امور چہ حکم دارد۔ بیتواصفلا توجروا کثیرا۔

الجواب

شکار کہ بعض شوقیہ بغرض تفریح ہو جیسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے وہ لہذا شکار کیلئے کہتے ہیں، بندوق کا ہو خواہ پھل کا، روزانہ ہو خواہ گاہ گاہ، مطلقاً باتفاق حرام ہے، حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی مالک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کے کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں یا نرم ایسے کہ وہی قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر، گرم ٹوئیں گرم ریت پر چلن اور ٹھہرا، اور گرم ہوا کے تھپیرے کھانا گوارا کرتے اور دو دو پہر تک دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں، حاشا وکلا بطور ہی لہو و لعب ہے اور بالاتفاق حرام، ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کئے مثلاً پھل بازار میں لے گی وہاں سے لے لیجئے ہرگز قبول نہ کر سکیں گے، یا کئے کہ اپنے

پاس سے دیتے ہیں، کبھی زمانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چند ان غرض میں رکھتے
 بانٹ دیتے ہیں تو یہ حاکمانہ و ہی تقویٰ و عرام ہے، درغذ میں ہے،
 الصيد مباح الا لقتلہا کہ ہو خف ہر نہ شکار مباح ہے مگر لعل کے طور پر مباح نہیں۔
 اسی طرح اشباہ و بآزیر و مجمع الغادی و غنیہ ذوی الاحکام و تدارغانہ و رد الخمار و غیرہ عامہ اسفار میں ہے
 واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ معرفت برائی، اگر کس صاحب طالب علم بدرستہ نظر اس مدام۔ رسول و جید و علی ۱۸ محرم ۱۳۲۹ء
 کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ شکار لغزینا کھیل حرام ہے، زید کہتا ہے کہ شکار اگر گوشت کھانے
 کے واسطے کھیل جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ ہم روز گوشت ہی کھاتے ہیں اور چونکہ آجکل گوشت ہنگامے اس واسطے شکار کو
 ماندا ہوگا، اور اگر یہ کہ کسی کی جان بے حاد دینا نیک نہیں تو روز گوشت کیوں کھاتے ہو، زید کہ اس گفتگو پر یہ
 سوال کیا گیا کہ تم مجھے کاسوال پیش کرتے ہو، اور اگر تم شکار سے پیٹ ہی بھرنا مقصود ہے تو روز شکار کیوں نہیں
 کیے تاکہ تم کو پورا فائدہ حاصل ہو، اس کا جواب ہے کہ یہ کیوں شکار کیے ہو، وہ بھی اپنے معمول کو ساتھ لے جا کر۔ اس سے
 یہ ظاہر ہوا کہ تم لغزینا ہی شکار کیے ہو، جس کی عادت شرعاً مذمت نہیں ہوتی یہ بہ نوا حضور سے مستغنی ہے
 کہ زید کی گفتگو صحیح ہے یا نہیں، اور یہ کہ یہ تاویل قابلِ مامت ہوگی یا نہیں، جبکہ زہجوری سے نہ کسی
 بیماری کی صحت شکار کے گوشت سے مد نظر ہے۔

الجواب

تفریح کے لئے شکار حرام ہے اور مذایا دوا کے لئے مباح ہے، اور صیت کا علم اللہ کو ہے، اگر واقعی
 وہ کھانے ہی کے لئے شکار کر جاتا ہے تو ذی مقصود ہمیں تو حرج نہیں، اور اس کی علامت یہ ہے کہ چھل کے
 شکار کو جانا چاہئے، اور پھیلیاں بازار میں ملتی ہوں اور دام رکھتا ہو، نہ غریب سے بلکہ شکاری کر کے لائے، اور
 وہ تکلیف و مصائب جو اس میں ہوتی ہیں مگر اگر اسے تو ہرگز اسے کھانا مقصود نہیں، بلکہ وہی تفسیر یہ۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئلہ مستور علی احمد صاحب ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۲۰ء

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ شکار پھلی کا کھانا جائز ہے، نا جائز، شکار چارہ تلی
 سے اور گھیسے سے کھیا جاتا ہے۔

الجواب

کسی جانور کا شکار اگر غدا یا دوا یا دفع ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے، اور جو تفریح کے لئے ہو جس طرح آج کل رائج ہے اور اسی لئے اسے شکار کہنا کہتے اور کھیل سمجھتے ہیں، اور وہ جو اپنے کھانے کیلئے بازار سے کوئی چیز خرید کر لانا چاہتا ہے، دھوپ اور ٹوئیں جاکہ اڑاتے اور پانی بھاتے ہیں، یہ مطلقاً حرام ہے کما نص علیہ فی الاستبہاد والصلحت وغیرہم (جیسا کہ اشباہ اور درمختار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) پھر کھیل کا شکار کہ جائز طور پر کریں، اس میں زندہ گھیسار پروناجا تو نہیں، ہاں مار کر ہویا تکی وغیرہ بے جان چیز تو مضائقہ نہیں، یہ سب اس فعل کی نسبت احکام تھے، یہی شکار کی ہوتی پھیلی اس کا کھانا ہر طرح حلال ہے اگرچہ فعل شکار ان ناجائز صورتوں سے ہو ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جید آباد دکن محلہ افضل گنج اقامت گاہ مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ نچ ریاست جید آباد مدرسہ جناب صاحبزادہ مولوی سید احمد اشرف بیاض صاحب متوطن کچھ چھا شریف ضلع فیض آباد، شاگرد رشید مفتی صاحب مذکور ۳ محرم الحرام شریف ۱۳۱۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نہ اقل کی گولی سے شکار حلال ہے یا حرام، گولی کو صلیب صید میں تیر کا حکم ہے یا نہ، لمبی شکل کی چوگریاں ہوتی ہیں ان کا حکم کیا ہے؟ میسوا توجرو

الجواب

بندوق کی گولی دربارہ صلیب حکم تیر میں ہیں، اس کا مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے کہ اس میں قطع و خرق نہیں، صدم و وق و کسر و خرق ہے، شامی میں ہے، لا یخفی ان الحمر باسرها صائمہا ہو یا لا حرق واستقل بواسطۃ اندفاعہ العلیف اذ لیس له حد فلا یحیل و بہ افتی اس مجید

یہ معنی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم اس کے جلانے اور قتل کی وجہ سے ہے جو بذریعہ شدید دباؤ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ دھار نہیں ہوتی تو شکار حلال نہ ہوگا، اور یہی ابن کیم کا فتویٰ ہے (ت)

مطلوبہ شکل کی چوگریاں ہیں اذ وہ بھی دھار دار نہیں ہوتیں بلکہ تقریباً بیضوی شکل پر ہوتی ہیں اور آلہ کا صید یعنی تیر ہونا اگرچہ شرط نہیں مگر محد یعنی بارود دار ہونا کہ قابل قطع و خرق ہو ضرور ہے، ثانیاً اگر بالفرض گولی تیر کی طرح دھار دار ہی بنائی جائے اور اسے بطور معبود بندوق سے سر کریں جب بھی

ثبوتِ حلت میں نظر ہے کہ معرف و حمار دار کا وجود ہی کافی نہیں بلکہ تیغ بھی ضروری ہے اس کی دھار سے قطع ہونا ہی باعثِ قتل ہوا، اور یہاں ایسا نہیں کہ اُس کا احراق و حد درشدید قاتل ہے کما سعت انفا (جیسا کہ ابھی آپ نے سنا۔ ت) تو قاتل کی یہی وجہ قتل ہوا ہو، نہ قطع، اور بحالتِ شک احتمالِ حکمِ حرمت ہے۔ ہدیہ میں ہے،

الأصل في هذه المسائل انت الموت
اذا كان مضافا الى المحرم يتيقن كان الصيد
حلالا، واذا كان مضافا الى الثقل
بتيقن كان حراما، وان وقع الشك و
لا يدري مات بالجرم او بالقتل كان
حراما احتياطاً.

ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر موت یقینی طور
پر زخم کی طرف منسوب ہو تو شکار حلال ہے،
اور اگر وہ قتل کی طرف منسوب ہو تو یقیناً حرام ہے
اور اگر شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ زخم سے
مرا ہے یا قتل سے تو احتیاطاً حرام
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

لا يول ما عساه البسندقة فمات بها
لا نهات قب وتكسر ولا تجرح و
كذلك انت مرعاة بحجر وكذا انت
جرحه، قالوا تاويله اذا كانت ثقيلة
وبه حدة لاحتمال انه قتله بشقله الخ،
والله تعالى.

مذوق لکھنے سے ہلکے مشدہ کو نہ کھایا جائے کیونکہ
وہ دباؤ سے ٹوڑتی ہے زخم نہیں کرتی، اور اسی
طرح اگر پتھر مارا اور دباؤ سے زخمی ہوا، وضاحت
یہ ہے کہ اگر پتھر بھاری ہو اور اس کی دھار ہو تو
حرام ہے کیونکہ احتمال ہے کہ قتل کے دباؤ سے
ہلاک ہوا ہو، اس لئے حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم الله الرحمن الرحيم، چرمی فرماید علما نے دین و مفتیان شرعیتین وریں باب (اس باب میں
علمائے دین و مفتیان شرع میں کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ ایک شخص نے فسحہ اللہ کہ کر شکار پر ہندوق چلائی،
پس جس وقت جا کر دیکھ تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی، جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون
نکلا اچھی طرح سے، پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو حلال نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور

در صورت نہ نکلنے خون کے بھی، جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب

اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہو کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی مثلاً پھر کہ رہا تھا یا ذبح کرتے وقت ترپا اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا نہ جوح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا کسی اور علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے، اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا ذبح نہ کیا یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا تو حرام ہے، مرضی مارکار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں رتی حیات باقی ہو، اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے، حلال ہو جائے گا اور نہ حرام۔ درمختار میں ہے:

ذبح شاة مریضة متحركة او خرج الدم حلت
والا لان له تدبیر حیاتہ عند الذبح وان
علم حیاتہ حلت مطلقاً، وان لم تتحرك
ولم يخرج الدم وهذات فی منخنة
ومتدیه وطيحة، والتی بقی الذنب
بطب فذکاة هذه الاشیاء تحلل وان کانت حیاتها
خفیة وعلیه الفتوی لقوله تعالی الا ما ذکیت
من غیر فصل فی رد المحتار عن البزار
عن الاسیجانی عن الامام اعظم رضی اللہ
تعالی عنہ مخرج لدم لا یدل علی الحیة
الا دکان یخرج کما یخرج من الی قال
وهو ظاهر الروایة ۱۰

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محض خون نکلن حیات کی دلیل نہیں مگر ایسا نکالے جیسے زندہ سے نکلتا ہے
توحیات کی دلیل ہے، اور یہ ظاہر الروایہ ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب الصید میں ہے،

المعتبر فی المتدیه واخوانها کنطیحة	اور سے گرنے والی اور اس جیسی مثلاً سینگ زندہ
لے درمختار	کتاب الذبائح
۲۳۰/۲	مطبع مجتبائی دہلی
۱۹۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت
لے رد المحتار	کتاب الذبائح

و موقوذة وما اكل السبع والمصلحة مطلق
الحياة وان قلت كما اشرنا اليه وعليه
الفتوى .

لاٹھی زدہ ، دوزخ کی کھائی ہوئی اور مرضیہ میں مطلق
حیات معتبر ہے اگرچہ حیات قلیل ہی ہو جیسا کہ ہم
نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے ، اور اسی پر
فتویٰ ہے ۔ (ت)

دارک التنزیل میں ہے ،

الموقوذة التي اتحنوها ضراً لبعض
نوحجرت

موقوذة وہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے
مارا ہو ۔ (ت)

معالم میں ہے ،

قل قنادة كانوا يصرونه بالعصا فسادا
ماتت اكروها ثم فطهران المضروب بكل
مشغل كالبنذقة و لو بنذقة الرصاص
كله من الموقوذة فيحل بالذكاة وام
قلت الحياة ۔

قناده نے کہا باہلیت میں لوگ لاٹھی مار رہے تھے جب
مر جاتی قواسے کھاتے تھے اور ، تو ظاہر ہوا کہ کسی
دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندوق گرہ
تاسے کی گولی ہو تو وہ موقوذہ یعنی لاٹھی زدہ کے
حکم میں ہے تو وہ دبر سے حلال ہوگی اگرچہ حیات
قلیل ہو ۔ (ت)

رد المحتار میں ہے ،

لا يفتن الحرج بالرماس انما هو بالاحراق
والثقل بواسطة اسداعه العنيف اذ ليس
به حد فلا يحل وبه افتى اجت نجيم
والله تعالى اعلم ۔

مخفی نہیں کہ تاسے کی گولی کا زخم جلانے اور ثقل سے
جو شہید دباؤ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ،
بنا ہے ، کیونکہ دھار نہیں ہوتی ، لہذا اس زخم
سے حلال نہ ہوگی ۔ اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۲۳/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الصيد	لے در مختار
۲۶۹/۱	دار الکتاب العربی بیروت	تحت آیت ۲/۵	لے دارک التنزیل (تفسیر النفسی)
۴/۲	مصطفیٰ ابابا بی مصر	-	لے معالم التنزیل علی ہاشم تفسیر الخائف
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصيد	لے رد المحتار

مسئلہ از گوندہ بہرائچ مکان مولوی شرف علی صاحب مدرسہ حضرت سید حسین چودریاں صاحب

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندوق کا شکار کھانا جبکہ تکبیر کے ساتھ سر کی بجائے کیا حکم رکھنا ہے؟ بیستوا توجہ دوا۔

الجواب

اگر زندہ پایا اور ذبح کر لیا، ذبح کے سبب حلال ہو گیا اور ہرگز نہ کھایا جائے، بندوق کا حکم تیر کی مثل نہیں ہو سکتا، یہاں آکر وہ چاہے جو اپنی دھار سے قتل کرے اور گولی چھرے میں دھار میں آکر وہ چاہے جو کاٹ کر تیر ہو، اور بندوق توڑ کر تیر ہے نہ کہ کاٹ۔ رد المحتار میں ہے،

لا یجوز ان یجرع بالربص من اناھو یا لا حرق
والثقل بواسطۃ اعداء علیہ العیض اذ لیس
بہ حد فلا یحل و بہ الحق ابن نجیمؒ
مخفی نہیں کہ تانے کی گولی کا زہم بلانے اور قتل جو
شدید دہاؤ سے حاصل ہوتے ہیں سے جتنا ہے کیونکہ
گولی کی دھار نہیں ہوتی لہذا اس سے حلال نہ ہوگی
اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی میں ہے

لا یجوز صید البندق و ما شہد دلت و
ان خرق لای یخرق الا ان یکون
شیء من ذلک قد حدد و طولہ
کالسهم و امکن ان یرمی بہ فان کان کذلک و
خرقہ یحدہ حل اکلہ استہی، و بہ ما فہو ما ظن
لعمہ اجنبہ علماء کا تصور من الحرمة بالربص
لکبیر یقتضیہ دون بحت محتملہ، و ذلک لان
ما یحل لیس ہم الخفۃ
بل الحد و الخرق، و یدیہی

بندوق وغیرہ کا شکار اگرچہ زخمی ہو جائے حلال نہیں ہے
کیونکہ یہ چیرتی نہیں ہاں اگر گولی کی لمبی دھار ہو
تو تیر کی مانند ہونے کی بنا پر اس کی طرف پھینکی جاسکے
اور وہ چھرے تو اس کا کھانا حلال ہوگا، اس بیان
سے لاپور کے بعض اجل علماء کا یہ گمان موقوف ہو گیا
کہ بڑی تانبے والی گولی سے حرم ہے کیونکہ وہ بھاری
ہوتی ہے اور چھرے دار گولی سے حد نہ ہوگی کیونکہ
چھرے باریک ہوتے ہیں یہ اس لئے کہ علت کا
دار خفیف و باریک ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مدار

یہاں سے من ذلک فی الجہات الاتری الحب
ما قال فی الدر المختار لو کانت یعیف
ابسندقة خصیعة بها حدة حل حیث
لم یقتصر علی الحقة حق راد بها حدة، ولان
من قید آخر ترکہ لوضوحه و هو ان تصیبه
بحدھا کما صرح عن الامام فقیه النفس، و
هو مسئلة المعراض، الشهیة فی الکتب،
فالصواب اطلاق المسد - والله سبغہ و تعالی
اعلم و علمہ حل مجددہ اتم و احکم -

دھار دار اور دھیرنا ہے اور یہ چیز چھوٹی یعنی دانوں میں
بدیہی طور پر نہیں پائی جاتی، آپ دیکھتے ہیں کہ جو درخت
میں فرمایا کہ یا ایک گولی کی دھار ہو تو حلال ہے یہاں
انہوں نے صرف جفت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دھار کو
زائد ذکر کیا اور ایک اور قید بھی ضروری جس کو واضح کرنے
کی وجہ سے ذکر نہ کیا وہ یہ کہ دھار گتے سے زخمی ہو گیا کہ
امام فقیہ النفس (بقاضیان) کا کلام گزرا، اور کتب
میں معارض کے عنوان سے مسئلہ مشہور ہے تو
یہی درست ہے کہ گولی کا شکار مطلقاً منع ہے، واللہ
سبحہ و تعالیٰ اعلم و علمہ حل مجددہ اتم و احکم (دست)

مسئلہ از کراچی بند محمد عبدالرحمن محمد کرائی
چرمی فرمایا ہے کرام حکم رہم اندر یہ مسئلہ کہ اگر
شخص شکار پر تعاقب یعنی بندوق کرد، و بدیہی بندوق
رصاص یعنی گولی یا چھوڑ شکار زخمی شدہ شخص مذکور
وقت سرکردن بندوق بسم اللہ اکبر ہم گفتہ نما جانہ
مذکور قبل از ذبح مرد، آیا آن جانور شرعاً حلال است
یا حرام، و درین مسئلہ در میان علمائے ہند کراچی بیش
و اختلاف افتادہ است، آخر الامر طیفین بریں قرار داتہ
کہ ہر چہ ایکہ علمائے کرام بریلی و ہند، جانین تسلیم
نمایند - یتنوا توجروا یوم الحساب -

مسئلہ از کراچی بند محمد عبدالرحمن صاحب کرائی ۲۵ شعبان ۱۳۱۱ھ
علمائے کرام، محمد ارفہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ
میں کہ اگر کوئی شخص بدوق سے شکار کرے اور تانبے
کی گولی یا چھوڑ سے شکار زخمی ہو کہ ذبح سے قبل
مر جائے اور وہ بدوق چلائے وقت لسم اللہ اکبر
پڑھے تو کیا وہ جانور حلال ہے یا حرام؟ اس
مسئلہ میں ہندو کراچی کے علمائے کرام با حاشہ و اختلاف ہے
باقہ دونوں فریقوں نے قرار دیا کہ علمائے بریلی جو
بجائیں ہم تسلیم کر لیں گے، جواب دو اجر پاؤ
قیامت کے روز۔ (دست)

الجواب

حلال نیست زیرا کہ آله آں باید کہ دم بزندہ دارد
نه آنکہ صدره شکنندہ . یا گرمی سوزندہ
حلال نہیں ہے کیونکہ اسی کے لئے خون بہانے
والا آلہ چاہئے مذکورہ جو ٹکرا کر توڑے یا گرمی سے

کافی رد المحتار - واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلائے، جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د ت)

مسئلہ

۲۱ ربیع الآخر شریعت ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹخنے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے، ہنوز ابھی جان باقی ہے، پس اس کو ذبح کو کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کہ وہ خود نہ کھائے، وغیرہم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پاؤں یا پروں کی طاقت سے اپنے پکاؤ پر قادر تھا پھر ہوا اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہو ایچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبح میں ہوتی ہے کچھ دیر تپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ کتے چھوڑنے میں کوئی کذا، جوسی یا بت پرست یا طمسہ یا مرتد جیسے آجکل کے نصاریٰ، راضی و نجری، وہابی، قادری وغیرہم، خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتہ بی کے سوا کوئی شریک نہ تھا، شکار کے قتل میں ٹخنے کی شرکت کسی دوسرے کتے یا تعلیم یافتہ یا سب نجری یا کسی اور جانور نے کہ جس کا شکار ناجائز ہو، اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پر اسے تک اسی طرف متوجہ رہا یا بچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا، تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا، اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا، باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائیگا۔

تخیر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے:

کوئی شکار کل پندرہ شرطوں سے مباح بنتا ہے، پانچ شرطیں شکاری میں پائی جائیں کہ وہ ذبح کرنے کا اہل ہو، اور وہ خود کتے کو شکار پر چھوڑے، اور اس کے ساتھ چھوڑنے میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا، اور وہ قصداً بسم اللہ کو ترک نہ کرے، اور کتا چھوڑنے اور شکار کو پکڑ لینے تک

(الصید بخمسة عشر شرطاً) خمسة في الصائد وهو ان يكون من اهل الذكاة وان يوجد معه الكلاس والوان لا يشاركه في الارسال من لا يحل صيده، وان لا يترك التسمية عامداً، وان لا يشغل بين الارسال والاخف

عمل آخر، وخمسة في الكلب ان يكون
معاً، وان يذهب على سفن الارسمال
وان لا يشركه في الاخذ ما لا يحدر صيده
وان يقتله جرحاً، وان لا ياكل منه، و
خمسة في الصيد ان لا يكون من بنات
الاء لا السمك، وان يمنع نفسه بجناحيه
او قوائميه، وان لا يكون متقرباً منابه، و
بمحلبه، وان يموت بهذا اقل اثبات
يصل الى ذبيحة ام قلت ومعنى قوله ان
يموت اي حقيقة، وحكما بان لا يبق في
حياة فوق المذبذبة، الص عليه في الدار
وادفعه المحشو

انہیں میں ہے،

شرط کون الداجر مسداً حلاً خارج المحرم،
ان کان صیداً، فصيد المحرم، تحله الذکاة
مطلقاً او کتابیاً ولو مجنوناً،
مخلصاً، والسماد به المعتوه
کما فی العناية من النهایة
لان المجنون لا قصد
له ولا غیة لان التسمية

در بیان میں کسی اور عمل میں معروف نہ ہو اور پانچ شرطیں
کہتے ہیں پائی جائیں، (۱) سکھایا ہوا ہو (۲) سیدھا
شکار کی طرف جائے (۳) کتے سے شکار کو وصولی
کر نیوالا ایسا شخص نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا
(۴) شکار کو تازہ زخمی کر کے مارے (۵) اگر وہ شکار
کو نہ کھائے۔ اور پانچ شرطیں شکار میں پائی جائیں
(۱) پانی میں پیدا ہونے والا شکار صرف گھٹی ہو،
(۲) وہ بھاگ کر یا ڈر کر اپنا دفاع کر سکے (۳) کیلی
دانت یا پنچوں والا نہ ہو (۵) ذبح تک رسائی سے
قبل مر جائے۔ میں کہتا ہوں، اس کا کہنا کہ
مر جائے، یعنی حقیقتاً مر جائے یا حکماً مر جائے کہ مذکور
سے زائد اس میں حیات نہ ہو، جیسا کہ در مختار میں
تقریباً ہے، اور غشی نے اس کو واضح کیا ہے (دستا

ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان جو حالت احرام
حرم میں نہ ہو، شرط ہے، اور شکار ہو تو ضروری
۔ حرم سے باہر ہو کیونکہ حرم کا شکار ذبح کرنے
سے حلال نہیں ہوتا مطلقاً یا ذبح کرنے والا اہل کتاب
میں اگرچہ ذبح کرنے والا مجنون ہو اور مخلص،
مجنون سے، معتوه (ابتداءً جنون) ہو جیسا کہ
عقاید میں نہایت سے نقل کیا ہے کیونکہ کامل جنون والا

۲۶۱/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

۲۹۴/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۳۸/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصيد

رد المحتار علی الدر المختار

کتاب الذبائح

۲۔ درمختار

شرط بالنص وهي بالقصد وصحة القصد
 بما ذكرنا يعني قوله اذا كان يعقل الضحية
 والذبيحة ويضبط آهش.

قصد اور نیت کا اہل نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ پڑھنا
 منصوص شرط ہے اور وہ قصد کے لغیر ممکن نہیں
 اور قصد کی صحت ہمارے ذکر کردہ سے ہوتی ہے
 یعنی اس کا قول کہ وہ بسم اللہ اور ذبح اور ضبط کر
 سمجھتا ہو، آہش (ت)

ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے، اور اگر ہنوز مذبح سے زیادہ زندگی
 باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے، اس کے دانت جسم میں پیوست ہو جانا و جرح مانعت نہیں ہو سکتا، قرآن عظیم نے
 اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا اور زخمی بھی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر
 داخل ہوں، اور یہ خیالی کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے بدن کو نجس کر دے گا، دو وجہ سے غلط ہے،
 اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے،

ولذا فرق حصص من لعماء في احده طرف الشوب
 سلاطه فينبس، او غضبان خلا۔

کہ جب فوراً پیار سے نہ میں بے فو پاک اور غصہ میں بے فو پاک ہے (ت)
 ثانیاً اگر سب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا وہ کب پاک ہے، جب اس سے طہارت حاصل
 ہوگی اس سے بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاضحیہ (قربانی کا بیان)

مسئلہ ۱۸۶ از موضع مچیدی سنہ پیل حسیت ۱۳۵۷ ہجری بمطابق ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جلد چہارم کتاب شرح وقایہ کتاب الاضحیہ ص ۴۳ میں
تحریر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ
کرے قربانی کا تو چاہئے کہ اپنے بال اور ناخن کو روک رکھے یعنی نہ کاٹے، روایت کیا جہامت نے۔ اب
ایک شخص اہل اسلام کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے، تو وہ شخص دیکھے چاند ذی الحجہ کے سے اپنے بال اور
ناخن نہ روک رکھے یا جہامت کرا لے، یا اس نے یہ حکم نہ مانا اور رسول مقبول کی حکم عدولی کرے تو اس
کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟ اور کیا کہا جائے گا؟ جواب تحریر فرمائیے، اور قربانی اس کی
صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اس کی قربانی میں عائد ہوگا؟ یتنوا توجروا۔

الجواب

یہ حکم صرف استعجابی ہے، مگرے تو بہتر نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے
ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب حواہ بلا عذر
ناخن نہ تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب
پر عمل نہیں کر سکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن و خط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا

اور چالیس دن سے زیادہ نہ نوا گناہ ہے، فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا،

في رد المحتار في شرح المية وفي المضمرات
عن ابن المبارك في تقويم الاطمار وحلق الراس
في عشر ذي الحجة ، قال لا تؤخر السنة
وقد ورد ذلك ولا يحب التأخير فيه
معمول على اسدب بالاجماع الا ان فلف
الوجوب لا ينافي الاستعجاب ، فيكون مستعجبا
الا ان استلزم الزيادة على وقت اباحة
التأخير ، و نهائه مادون الاربعين ،
فلا يباح موته اتم مختصرا . والله تعالى
اعلم .

رد المحتار میں ہے کہ غید کی شرح اور مضمرات میں
ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سر منڈانا
ذوالحجہ کے دس دنوں میں آپ نے اس کے متعلق
فرمایا کہ سنت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق
حکم وارد ہے تاہم تلخیر واجب نہیں ہے اور، تو یہ
استعجاب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استعجاب کے
منافی نہیں ہے لہذا استعجب ہے ہاں اگر اباحہ
کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا ،
اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے، تو اس سے
زیادہ تاخیر مباح نہ ہوگی اور مختصرا۔ واللہ تعالیٰ
الاعلم (المرات)

مسئلہ مسئلہ ڈاکٹر و اطباء السید سرپوری ذاکخانہ سرور چرمنیہ پٹنہ برسات لڑوی ضیاء الدین صاحب
۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

قربانی یا یوم تشریق تک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی یوم نحر تک یعنی دسویں سے بارہویں تک جائز ہے، آخر یا یوم تشریق تک کہ تیرہویں ہے
جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ مولوی حاجی الہ یار خاں صاحب تاجر کتب ۲۱ رذی الحجہ ۱۳۰۵ھ
رامپور میں عید اضحیٰ شنبہ کے دن ہوئی اور بریلی میں یک شنبہ کو، اب در صورت عدم اطلاع کے
جن لوگوں نے سر شنبہ کو قربانی کی، اور بعد اس کے مطلع ہوئے، ان لوگوں کی قربانی درست ہوئی
یا نہیں؟ اب ان پر کیا حکم ہے، یقیناً توجہ دوا۔

الجواب

دوسرے شہر کی رویت مجروحکایات و اخبار سے ہرگز ثابت نہ ہوگی، مثلاً چند آدمی اگرچہ کیسے ہی عادل ثقہ ہوں یہاں آکر بیان کریں، وہاں غلاں دن رویت ہوتی یا عید کی گئی، یا حکم دیا گیا، یا ہمارے سامنے گواہیاں گزریں، یا مادی پھری، کچھ قابل انتفاع نہیں کہ امر شرعی کا ثبوت بروج شرعی چاہئے، حاکمی طور کا یقین کوئی چیز نہیں، مگر عوام تو عوام اس زمانے کے بہت ذی علم بھی یقین شرعی و عرفی کے فرق سے غافل ہیں۔

فی الدر المختار وحاشیة رد المختار (لا لو شہدوا برویة غیرہم لایہ حکایة) فانہم لو شہدوا بالرویة لا یحکمون بہ غیرہم واما حکوا برویة غیرہم، کذا فی فتح القدیر، قلت وکن لو شہدوا برویة غیرہم، وان قاصی ثلاث المبرامرات من بصوہ من مضان لایہ حکایة لفعل القاضی ایضا ویسب معہة بخلاف قصائد

در مختار اور اس کے حاشیہ رد مختار میں ہے اگر لوگوں نے غیر کی رویت پر شہادت دی تو جائز نہیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے کیونکہ انہوں نے اپنی رویت پر شہادت دی اور نہ غیر کی شہادت پر مبنی شہادت دی انہوں نے تو صرف غیر کی رویت کی حکایت کی ہے یوں ہی فتح القدیر میں ہے۔ میں کہتا ہوں اگر وہ غیر کی رویت پر شہادت بھی دیں تب بھی یہی حکم سب درختان اگر وہ اس شہر کے قاضی کے اس حکم پر شہادت دیں کہ اس نے لوگوں کو رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ قاضی کے فصل کی حکایت ہے اور یہ حجت نہیں ہے بخلاف جبکہ وہ قاضی کی قضاء پر شہادت دیں وہ حجت ہے (الخ) پس اگر آپس کی خبر اسی طرح یہاں آئی جب تو رشید کی قربانیوں میں اصل حاصل نہیں،

لانہم سوا علی امر شرعی وهو اکال العدة ثلاثین عند لعمۃ ولم یثبت ما یریدہ فلا یحاطون لایہا وقع عندہم

کیونکہ انہوں نے شرعی حکم کو مبنی قرار دیا وہ تیس کی گنتی پوری کرنا جب بادل ہوں اور اس شرعی حکم کو رد کرنے والی کوئی چیز ثابت نہیں جبکہ لوگ اپنے

ہاں پائی جائیروالی دلیل کے مخاطب ہیں (ت)

اگرچہ انہوں نے خلاف احتیاط مشک کیا کہ قطع نظر اس سے کہ افضل و فاضل یعنی وہم و یازہم چھوڑ کر سب میں گیا درجہ اختیار کیا، جب اگلے چارہ کی تاریخ میں بھی احتمال تھا اور بے رویت و شہادت صرف تیس

پورے کرنے پر بنائے کار ہوئی تھی تو شنبہ کی عید بھی ایک احتمال رکھتی تھی، ایسی حالت میں فی التّحید اوقات پر نظر کر کے سر شنبہ تک بیٹھا رہنا نہ چاہئے تھا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بحالت احتمال مستحب ہے بارہویں تک دیر نہ لگائے، اور دیر ہو جائے تو مستحب ہے کہ اس قربانی سے کچھ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں نہ لائے بلکہ بالکل راہِ خدا میں اٹھائے۔ شرح فقہیہ قسستانی میں ہے :

لو شك في يوم الاضحية فاحب ان لا يؤخر الى
ليوم الثالث والا يحب ان يتصدق كله
اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو قیسرے دن تک
مؤخر نہ کی جائے ورنہ تمام گوشت کو صدقہ کرنا
پسند ہے (ت)

با این ہمہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی قربانی قصداً ہو گئی، البتہ افضل یہ ہے کہ جس قدر گوشت وغیرہ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں آگیا جو اس کی قیمت لگا کر صدقہ کریں، اور نیز جانور مذبح و زندہ میں جو جب ذبح ہو تفاوت قیمت ہو گیا وہ بھی خیرات کریں، مثلاً زندہ ایک روپیہ کو آیا تھا اور ذبح کیا ہوا بارہ آنے کو جاتا تو چار آنے اور قصداً کئے جائیں، عالمگیری میں ہے :

اذا شك في يوم الاضحية فالمتحب ان
لا يؤخر الى اليوم الثالث، وان حريه
ان لا ياكل منه ويتصدق بالكل فيتصدق
بفضل ما بين المذبح وغير المذبح
لانه لو وقع في غير وقت لا يخرج عن العدة
الا بذلك، كذا في المحيط السرحسي
اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ
تیسرے روز تک سو دھڑکی جائے اور مؤخر ہو جائے
تو پھر مستحب یہ ہے کہ تمام گوشت صدقہ کیا جائے اور
خود کچھ نہ کھائے اور مذبح اور غیر مذبح میں قیمت
کے فرق زادہ کو صدقہ کرے کیونکہ اگر قربانی اپنے وقت
سے باہر ہو تو اس کے بغیر جلدہ برا نہیں ہوتا، یوں
محیط سرخسی میں ہے (ت)

در مختار وغیرہ میں ہے :

فان كل تصدق بقسمة ما احكل
ذكره في النذر، و قد انشأ من النذر
اگر کھایا تو جتنا کھایا اس کی قیمت کو صدقہ کرے اور
انہوں نے یہ نذر دینے والے کو فرمایا اس پر علامہ شامی

مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۵۶-۵۷/۲
نورانی کتب خانہ پٹور
مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۱/۲

سہ جامع الروز کتاب الاضحية
سہ فتویٰ ہندیہ کتاب الاضحية الباب الثالث
سہ در مختار کتاب الاضحية

ليس بيقين بل كذلك الحكم في كل ما وجب
التصدق به . قلت وادوا وجب هذا في واجب
التصدق ، ندب اليه في صدق به كالتصدق
باللحم وبفضل ما بين المذبح الى غير
المذبح كما لا يحق لاس المقصود الاحتياط
بالحرج عن العهد ، باليقين ، فكل ما كان
على العهد لوثيقن القضا لا يكون مستحسا
هنا ، لدفع المراء هذا مما لا يظن به حفاظ .

نے یہ افادہ فرمایا کہ نذر کی قید نہیں بلکہ ہر چیز حسن کا
صدقہ واجب ہو اس کا یہی حکم ہے ، میں کہتا ہوں ،
جب واجب صدقہ کا یہ حکم ہے تو نفل صدقہ میں گوشت
کو صدقہ کرنا اور مذبح اور غیر مذبح سے فرق میں نہ
کو صدقہ نفل ہوگا جیسا کہ مخفی نہ ہے کیونکہ مقصد یقینی طرز
پر عمدہ برآ ہوتا ہے تو مزار کو اگر عمدہ آہوئے کا
یقین ہو جائے تو یہ مستحب نہیں ہے تاکہ ریاکاری بن جائے
اس میں شفا کا گمان نہیں ہے (ت)

ہاں اگر خطی موجب شرع وہاں کی خرابی ثابت ہو ، مثلاً دو گواہ عادل نے ، کہ خود اپنی روایت پر گواہی
دی ، یا ادارہ القضا میں قاضی شرع نے باجماع شرائط ان کے سامنے حکم دیا ، انہوں نے اس حکم پر شہادت
ادائی ، یا وہاں کے دو عادل اہل روایت نے انہیں بصدات معتبرہ شرع اپنی شہادت کا حامل کیا ، انہوں نے
شہادۃ علی الشہادۃ باستیعاب شرائط گزار دی . یا وہاں کی غیر مستغنی عن شہرت ہو گئی ، بایں معنی کہ راجح
سے متعدد گروہ آئے اور ہر ایک بیان ہی ہزار سے توذیکہ ، مسلحہ ، حاکمی دو تین شخص تھے ان کی زبان
نفل در نفل ہو کر شہر میں شہرت ہو گئی کہ یہ اصلاً قابل اعتبار نہیں ، وان اشبه کثیرا علی العوام
ومن ضاها ہم (اگرچہ یہ بات بہت سے عوام اور ان جیسے لوگوں پر مخفی ہے ۔ ت) ایسی حالتوں
میں بیشک وہاں کی روایت بروجہ شرعی ثابت ہو جائے گی .

فی فتح القدیر ورود المختار ما استعناک فلف
المدار المختار وحاشیتہ للعلاۃ الموطود
ریلم (ثبوت الهلال سواء كان هلال
الصوم ، والقطر (اهل المشرق برؤية اهل
المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اوله بطريق
موجب) كان يتحمل اثبات الشهادة
اول شہد علی حکم القاضی ، اولیستغنیض

فتح القدیر اور رد المختار میں بیان کوہ ہم نے آپ کو
سناد دیا ہے اور رد مختار اور اس کے حاشیہ
طلحاوی میں ہے کہ رمضان کا ہلال ہو یا فطر کا ان
کا ثبوت مشرق والوں پر مغرب والوں کی روایت سے
لازم ہو جاتا ہے جب مغرب والوں کی روایت مشرق
والوں کے ہاں موجب طریقہ سے ثابت ہو مثلاً
دو گواہ بنیں شہادت پر یا قاضی کی تصدیق پر یا روایت

الحیو، بخلاف ما داخبرنا ان
اهل بددة کسذا من اوده لانه
حکایة ابرحی بن
علامہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

محقق الاستفاضة ان تأتي من تلك البددة
جماعات متعددة وحک منہم یخبر
عن هل تلك البددة انہم صواحن
روية نقله الشافعی وقواء
اور علامہ رشامی نے اگرچہ دوبارہ اضمحیہ اختلاف مطالع کو معتبر ماننے کا استظهار فرمایا،

بھیث قال خلاف المطالع اما لم یعتبر فی
الصوم لتعلقه بمطالع الرویة، و هذا
بخلاف الاصحیة فانظاہر انھا کادقات
الصلوات یدرم حکل قوم بحسب ما حدیث
فی جری الاضحیة فی الیوم الثالث عشر
وان کان علی رؤیا غیرہم هو النہ بعد عشر
جہاں انھوں نے کہا کہ روزہ میں مطالع کا اختلاف صرف اس لئے
معتبر نہیں کہ روزے کا تعلق مطلق رویت سے ہے
اور یہ قربانی کے معاملہ کے خلاف ہے تو طہر یہ ہے
کہ وہ فی الامداد اوقات نماز کی طرح ہے ہر علاقہ کی
قوم پر وہی لازم ہے جو اس کے ہاں ثابت ہو، لہذا
تیسرے دن قربانی جائز ہے اگرچہ وہ دن دوسروں کے
ہاں چھادون بنتا ہو۔ (ت)

مگر یہاں اس کی گواہی نہ ملے گی کہ مسئلہ قربانی میں مطالع شمس سے کام نہیں، جو ایک ہی فرسخ یعنی تین میل پر

علی لا یخفی ان الثالث والرابع عشر وقعا
سہوا واما مقصودہ رحمہ اللہ تعالیٰ الشافعی و
الثالث عشر ۱۲ مہ قدس سرہ۔
شامی میں تیرہ اور چودہ تاریخ کا ذکر سہوا ہوا
جیکہ مقصد بارھویں اور تیرھویں تاریخ کا بیان
سہ ۱۲ مہ قدس سرہ (ت)

۱۲۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الصوم	سہ درمختار
۳۳۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الصوم	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۹۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصوم	رد المختار
۹۶/۲	"	"	"

مختلف ہو جاتے ہیں،

كما نص عليه علماء الهدى قلت بل الحق
انها تختلف في ميل واحد بل اقل صحت
ذلك ، غير ان التقادوت لقلته جد الاستبين
لنا الا في نحو فرسخ.

جیسا کہ اس پر علماء ہیئت نے تصریح کی ہے، میں
کہتا ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ وہ ایک میل بلکہ اس سے
کم میں مختلف ہو جاتے ہیں لیکن وہ اختلاف اتنا
قلیل ہوتا ہے کہ ہمیں صرف فرسخ کی مسافت تک
معلوم ہو سکتا ہے (ت)

بلکہ یہاں غرض مطالعِ قمر سے ہے کہ پرمیٹ فرسخ یعنی ہتھریل سے کم میں نہیں بدلتے، جن کے اس حساب
سے کہ ایک میل کس کے پانچ ٹن کا نام ہے،

كما تشهد به التقدير الدائرة بين اهل
اللسان اذا قيست الى الاميال المصوبة
فلا عورة بما تهيج به متعلووا النصارى.

جیسا کہ اہل لسان کے ہاں معروف اندازے اس
پر شاہد ہیں جبکہ گارے ہوسے میلوں کا حساب
کیا جائے تو نصاریٰ کے شاگردوں کے قول کا
اعتبار نہیں۔ (ت)

۳۵
پیشانیس کس کس ہوسے،

في رد المحتار وفي شرح السراج للرحلى، وقد
نبه آتاج استبريري، على امت اختلاف
المطالع لا يمكن في اقل من اربعة وعشرين
فرسخا وافتي به الموالد والادوجه انهما
تحديدية كما اتى به ايضا اهل عطاء انتهى
اقول والسقي هو الاصلان العادى وان
ترعت الفلاسفة ما زعمت فان الله على
كل شئ قدير.

رد المحتار اور شرح منهاج التارکلی میں ہے، اور
آتاج الدین تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ
جو کس فرسخ سے کم میں مطالع کا اختلاف ممکن
نہیں ہے اور والد گرامی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے
اور اس اندازہ کا تحدیدی ہونا مناسب ہے جیسا کہ
انہوں نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے اہل محفوظ کرد انتہی
میں کہتا ہوں اسکاں عادی کی نفی کی گئی ہے اگرچہ
فلاسفہ جو چاہے خیال کریں، تو بیشک اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے۔ (ت)

اور بریل سے رامپور کا فاصلہ براہ دائرۃ طول کہ علم ہیئت میں اسی کا خیال ہے، اس

مقدار کے نصف پر بھی نہیں پہنچتا، اور اگر حساب عام رکھیے تو بھی اس سے بہت کم ہے۔ بہر حال وہ تفاوت ہرگز نہیں جس کے باعث چاند کے مطلع بدلتے ہیں۔ لاجرم جب ثبوت شرعی پہنچے گا قطعاً ظاہر ہو جائے گا کہ سرشنبہ کی قربانیاں ایام غرگز چاند کے بعد تیرہویں تاریخ واقع ہوئیں اب وہ احکام تصدیق و صورت بالائیں بطور افضلیت و استتباب مذکور ہوئے تھے سب واجب ہو جائیں گے کماظہر مما مر۔ ایسا کہ گزشتہ سے ظاہر ہوا۔ ث۔ تحقیق ان مسائل کی فقیر کے رسالہ اس کی اذہان لاسطال ما احداث الناس فی امر لہلال میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۹ از ایرایان مملکات خلیج فیمو مستول حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۲۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امسال اربار و غیرہ سے معلوم ہوا کہ تفریدہ کو ۲۹ کا چاند ہو اگر معتول سند نہ بنے سے تیس کے حساب سے پیدا ہوئی ہوئی، تو قربانی ۱۲ تاریخ کو ۲۰ کے حساب سے کرے یا احتیاطاً اختلاف کی وجہ سے ۱۱ تک کر لے ۱۲ کرے۔

الجواب

در بارہ رویت اخبار کا کچھ اعتبار نہیں، ہمیں حکم ہے کہ ۲۹ کا چاند اگر ثابت نہ ہو تو ۳۰ دن پوسے کر لیں فان غم علیک فاکملو لعدۃ ثلاثین (اگر بادل ہو جائے تم پر، تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ ت۔ ۳۰ کے حساب سے بارہویں تک قربانی سے تلف دیں۔ احکامات کا رد لغت میں پڑا ہوا اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۰ از ہنگار شہر اسلام آباد چانگام موضع اودھنگر مسند مولوی عبد الجلیل صاحب

۴ ربیع الآخر ۱۲۲۱ھ

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرح متین	علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں
اندر بی صورت کہ درینہ شخصے وہ کس موجود است	کیا فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دس حضرات موجود
و قربانی بہر یک ایشان واجب است، پس	ہیں اور ان سب پر قربانی واجب ہو تو گھر والے شخص
شخصے مذکور کا دسے غریب از طرف ہفت کس قربانی نمود	نے سات حضرات کی طرف سے گاسے غریبی اور
وا از جانب سہس بیچ نکرد، و وقت قربانی وقت گزید	قربانی کر دی اور باقی تین حضرات کی قربانی نہ ہوئی اور

عہ طویل دامپور قید نو یعنی ۲۳ طویل بریل قید لاط یعنی ۲۴ فصل بقدر ہا کج یعنی ۲۵ میل تقریباً ۲۵ ہے جن کے سوا کو کس سے بھی کم ہوئے و لہذا دونوں شہر کے نصف النہار میں تفاوت صرف بقدر ہا البس ہوتا ہے یعنی جب یہاں ۱۲ بجتے ہیں وہاں بارہ بجنے میں ڈیڑھ منٹ باقی ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

منہ قدس سرہ العزیز

پس از براتی ساقط شود یا مقدار آن مقرر آید و
مساکین را صدقہ کنند شرعاً چہ حکم است یتیموا
لئے ان کتاب توجروا من الملک الوهاب۔
قربانی کا وقت ختم ہو گیا تو کیا باقی حضرات کی قربانی
ساقط ہو جائے گی یا وہ حضرات قربانی کی مالیت کو
فقر اور مساکین پر صدقہ کریں، شرعاً کیا حکم ہے ؟
بتاؤ اور اجر اپنے عمل کرنے والے مالک سے پاؤ (ت)

الجواب

از سہ باقی ساقط نشود وان الاضحیۃ واجبۃ
عیالاکفایۃ، و چون وقت گزشتہ است واجب
است کہ ہر یک از یہ سرکساں قیمت کو پسندے
کہ در اصحیحہ کافی شود، بر فقر ا صدقہ کنند فی الغنا المختار
ترک التصحیۃ و مضت ایا مہا تصدق غنی
بقیمۃ شاة تجزئ فیہا او ملقطاً۔ واللہ
سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جن مجدا تم و احکم
مسئلہ ۱۹۱ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ترید کے پاس مکان سکونت کے علاوہ دہ ایک اور ہوں
تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں، یتیموا توجروا۔

الجواب

واجب ہے جبکہ وہ مکان تنہا یا اس کے اور مال سے کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو مل کر چھین روپے
کی قیمت کو پہنچیں، اگرچہ ان مکانوں کو کرایہ پر چلاتا ہو یا خالی پڑے ہوں یا سادی رہیں جو بلکہ مکان سکونت
اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک حصہ اس کے جائزے گرمی کی سکونت کے لئے کافی ہو اور دوسرا حصہ حاجت سے زائد
ہو، اور اس کی قیمت تنہا یا اسی قسم کے مال سے مل کر نصاب تک پہنچے جب بھی قربانی واجب ہے، اسی طرح
صدقہ غنم بھی۔

فی الہندیۃ عن الظہیریۃ انت کان لہ
عقار و مستغلات ملک اختلف المشائخ
ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ زمین اور آمدن وال
ملکیت ہو تو متاخرین فقہاء رحمہم اللہ تلماعے نے

الساخرون رحمهم الله تعالى فالزعفراني و
 الفقيه عن اسرازي اعتبار قيمتها، و ابو علي
 الدقاق وغيره اعتبار الدخل، واحتفظوا فيما
 بينهم، قال ابو علي الدقاق ان كان
 يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه
 الاضحية ومنهم من قال قوت شهر،
 ومتى فضل من ذلك قدر ما شئى
 ورهم فصاعدا فعليه
 الاضحية لم ونحوه في رد المحتار ولم يذكر
 ترجيح رأيتني كتبت على هاشم
 ما نصه، اقول به جرم في الخانية
 من صدقة الفطر ولم يحك
 خلافا حيث قال وصاراد طلب
 الدار الواحدة والد مستحبات
 الشدة من الثياب يعتبر في الفاء أم
 ثم قال واذا كانت له دار لا يسكنها
 ويؤجرها ادلايواجرها يعتبر
 قيمتها في العناء وكذا اذا اسكنها و
 فضل عن سكناه شئ يعتبر فيه
 قيمة الفضل في نصاب ويتعلق بهذا النصاب
 احكام وجوب صدقة الفطر والاضحية وحرمه
 وضع الزكاة فيه وجوب نفقة الاقارب

اختلاف کیا ہے، تو زعفرانی اور فقیر علی رازی نے ان
 کی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے
 ان کی آمدن کا اعتبار کیا ہے اور پھر آمدن کے اعتبار
 والوں کا آپس میں اختلاف ہوا، ابو علی الدقاق نے
 کہا اگر سال بھر کی آمدن حاصل ہو جائے تو قربانی
 واجب ہے اور ان میں سے بعض نے مینے کا قول کیا ہے
 آمدن میں سے سال بھر میں دو سو درہم فاضل
 پنج جائیں یا اس سے زائد، تو اس پر قربانی واجب
 ہے الخ، اور رد المحتار میں اسی کی مثل مذکور ہے اور
 انہوں نے ترجیح کو ذکر کیا، مجھے یاد ہے کہ میں نے
 اس کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے، عبارت یہ ہے،
 اقول (میں کہتا ہوں) غانیہ میں اس پر جرم فطر
 کے متعلق کیا ہے، درمخوں نے اختلاف کو ذکر کیا
 جہاں انہوں نے فرمایا، ہر ایک مکان اور زمین جو کہ
 لباس سے زائد ہو وہ فناء میں شمار ہوگا ام، پھر
 فرمایا اگر اسکی مکان جو جس میں رہائش پذیر نہیں
 اس کو کرایہ پر دیا ہو یا نہ دیا ہو تو اس کی قیمت کے
 اعتبار سے فناء میں شمار ہوگا، اور ٹیسا اگر مکان میں
 رہائش پذیر ہو اور رہائش سے کچھ کم سے زائد ہوں تو
 زائد کی قیمت کو نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس
 نصاب سے صدقہ فطر اور قربانی، زکوۃ لینے کی حرمت
 اقارب کا نفقہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے ام،

سے زائد مقدار نصاب کا مالک گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد مقدار نصاب کا مالک ہو تو قربانی واجب ہے، اور وہی مذہب کے ایک شیخ سے بھی منقول ہے اور اختلاف متاخرین میں پیدا ہوئے ہیں، پھر یہی باعث احتیاط ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہیے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ فقہاء کرام نے قربانی کے معیار پر وجوب کو صدقہ فطر کے معیار پر وجوب کی طرح پھیلے اور تنزیہ میں قربانی کو صدقہ واجب کی حرمت کے معیار پر لاگو کیا ہے جہاں انھوں نے کہا کہ صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو اپنی اصل حاجت سے نانہ نصاب والا ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اسی نصاب سے صدقہ واجب لینا حرام ہو جاتا ہے، اور درمختار میں مصادر زکوٰۃ کے باب میں کہا کہ زکوٰۃ غنی پر صرف زکوٰۃ جتنے غنی وہ کہ اپنی اصل حاجت سے فارغ قدر نصاب کا مالک ہو خواہ کوئی بھی مال ہو اور اور درمختار میں کہا کہ فتاویٰ میں مذکور ہے ایسے شخص کے متعلق جو دکانوں اور مکانوں کا مالک ہو جن کو کرایہ پر دیا ہو لیکن ان کا کرایہ اس کو اور اس کے عیال کو کفایت نہیں کرتا تو وہ فقیر ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زکوٰۃ حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال نہیں ہے

مسکنہ و ثیابہ و اثاثہ و فرسہ و سلاحہ و عبیدۃ و هو المنقول من احد شیخی المذہب و الخلاف انما جاء عن التاخرین ثم هو الاحوط فعليه فليكن التعويل، فان قلت اليس قد احووا يسار الاضحية على يسار صدقة الفطر و احوال في التوير يسارها على نصاب يحرم الصدقة، حيث قال صدقة الفطر تحب على كل مسلم و ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلية و ان لم یتم و به تحريم الصدقة اه و قال في الدر من مصارف الزکوة لا یصرف عن یملک قدر نصاب فارغ من حاجته الاصلية من اى مال كانت اه و قال في المحتار ذکر فی العتای فیمن له حوائث و دور للعلة، لکن غلتها لا تکفیه و لیس له فقیر و یعمل له اخذ الصدقة عن محمد، و عند ابی یوسف لا یعمل کذا لولہ کسرم لا تکفیه غلته اه

مطبع یوسفی بکھنؤ ۱۸۸/۱
مطبع مجتہائی دہلی ۱۴۲/۱ - ۱۴۳
" " " ۱۴۱/۱

۱۔ البدایہ کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر
۲۔ درمختار شرح تنزیہ الابصار کتاب الزکوٰۃ " "
۳۔ درمختار " باب المصروف

وق التارخانية عن الصغرى له
 دار يسكنها لکن تزید علی حاجته بامان
 لا یکن کل یحل له اخذ الصدقة
 فی الصحیح ، و فیها سئل محمد
 عمن له ارض یزمرعها ، او
 حانوت یتعلها ، او دار غلتها
 ثلثة الاف ، ولا تکی لتنفقته ونفقة
 عیاله سنة یحل له اخذ الزکوة
 وان کانت قیمتها تسلف الوفاء ، و علیه
 الفتوی وعندہما لا یحل لہ
 کل مخصصات ، قلت نعم یفتی
 بهذا فی حرمة الصدقة ، و
 جزم فی الخانیة وحرارة ممسین ،
 قال لوکات له حانوت او دار
 علة تساوی ثلثة الاف ، و غلتها
 لا تکی بقوته وقوة عیاله یجوز
 صرف الزکوة الیہ و کذا لوکات
 له ضیعة تساوی ثلثة الاف
 ولا یخسر منها ما یکفی له
 و لعیاله یجوز لہ اخذ
 الزکوة ثم قسم لم یسمعها هذا
 علی جزمہما فی مسئلة الاصحیة

اور برخی اگر انکو رہوں اور ان کی آمدن اسے کافی نہ ہو
 اور تنہا خانہ میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے کسی
 کا مکان رہائشی ہو لیکن جس حاجت سے زائد
 ہو اور سب میں پاش نہ ہو تو صحیح قولی میں اس کو زکوۃ
 لینا حلال ہے ، اور اس میں ہے امام محمد رحمہ اللہ نقل
 سے سوال کیا گیا کہ کسی کی زراعت والی زمین ہر یاد کانیں
 کرایہ پر دی ہوں یا مکانات کرایہ واسلہ ہوں اور ان
 کی آمدن تین ہزار ہو اور وہ اس کو اور اس کے
 عیال کو سال بھر کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو زکوۃ
 لینا حلال ہے اگر ان کی قیمت خرچہ کو پورہ کرتی ہو
 اور اسی پر قوی ہے ، اور فقہین کے نزدیک حلال
 نہیں ہے ، یہ تمام عبارتیں مختص ہیں ، جواب میں
 کہتا ہوں ہاں بلکہ کے حرام ہونے کے لئے یہ فتویٰ
 ہے اور اسی پر خانہ اور خزانہ المفتین میں جزم کیلئے
 ان دونوں نے کہا کہ اگر دکانیں اور مکان کرایہ پر
 دستے ہوں جن کی آمدن تین ہزار ہو اور یہ آمدن اس کے
 اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو تو اس کو زکوۃ لینا
 جائز ہے اور یوں اگر زرعی زمین ہو جس کی قیمت
 تین ہزار ہو جبکہ اس سے حاصل ہونے والا غذا تنہا
 نہیں کہ اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو تو اس کو
 زکوۃ لینا جائز ہے ، پھر یہ زکوۃ لینے کا جواز ان
 دونوں حضرات کے جزم کے مطابق قربانی کے مسئلہ

لہ رد المحتار کتاب الزکوة باب المعروف دار اعیان التراث العربی بیروت ۹۵/۲
 لہ فتاویٰ تاضیحان فصل فہم یوضع فیہ الزکوة زکشتور لکھنؤ ۱۲۳/۱
 خزانہ المفتین باب المعروف دار اعیان التراث العربی بیروت ۲۴/۱

صارأیت ولا تلازم بین حل الصدقة و سقوط الواحات المالية ، حتی صرح العلماء ان من له نصاب سائمة لا تساوی مائتی درهم تحل له الركوة ، وتدرمه الركوة ، فی رد المحتار عن الشرنبلالی عن الجوهرة عن الاصم المرغینانی اذا کان له خمس من الابد قیستها اقل من مائتی درهم تحل له الركوة وتجب علیه اء وتمام تحسیرہ فیہ ولا یشک ان الزکوة اضیق وجوبا من صدقة الفطر والاضحیة فلا غرو ان وجبتا علی صاحب الضیاع والمستغلات لملکة نصابا فاصلا ، وحب به ، بصدقه لعدم کفاية الغلة له ولعیاله له نعم یشقی خلاف معہوم ما افادہ فی التئیر ولا حرج فیہ بعد ما جادت من العلماء تلک المصوح بالتکثیر ، و اللہ تعالی اعلم۔

کے لئے مانع نہیں، جیسا کہ تم نے دیکھا، جبکہ زکوٰۃ کے حلال ہونے اور واجبات مالیہ کے ساقط ہونے میں تلازم نہیں ہے حتیٰ کہ علما نے تصریح کی ہے کہ جس کے پاس سائمہ جانوروں کا نصاب موجود ہو اور ان جانوروں کی قیمت دو سو درہم کے مساوی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اس کے باوجود جانوروں کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے اور رد المحتار میں شرنبلالی بحوالہ جوهرة امام مرغینانی سے منقول ہے کہ اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ ہوں جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہو اس کو زکوٰۃ حلال ہے باوجودیکہ اس پر اونٹوں کی زکوٰۃ واجب ہے اور اس کی مکمل بحث وہاں موجود ہے اور اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ کا درجہ صدقہ فطر اور قربانی کے درجہ سے کڑا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ صدقہ فطر اور قربانی زمین وغیرہ کی آمدن واسلے پر واجب ہوں جبکہ وہ آمدن اصل حاجت سے نائد نصاب برابر ہو اور ساتھ ہی اس کو زکوٰۃ لینا حلال بھی ہو کیونکہ زمین کی آمدن اس کو اور اس کے عیال

کو کافی نہ ہو، ان تنویر کے مفاد مفہوم کا خلاف باقی رہا تو اس میں علماء کی کثیر نصیحت آجانے کے بعد کوئی حرج نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
 ۱۹۲ھ مستولہ مولوی ظفر الدین صاحب از بانگی پور پٹنہ ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ
 ایک شخص برائے نام صاحب جائداد ہے، سو روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد ہے، وہ شخص مس۔ للعه ماہوار کا نوکر بھی ہے جو اس کی ضروریات و نیوہ کو کافی ہے، کسی سال میں کچھ نہیں پتا

اس کی پیری کے پاس تقریباً معصوم روپیہ کا زیور ہے۔ ۵۰ کا طوائف باقی نقرئی، اب ایسی صورت میں یہ تو ہی ہرچہ کر رکوتہ میاں بی بی و دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقہ فطر و قربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

الجواب

شتر روپیہ کا زیور اگر ملک زین ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ و صدقہ فطر ملک زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ حصہ کے سونے کے چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ و اضحیہ بھی نہیں اگرچہ زیور نہ کر بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض چھپے مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایجاب صدقہ و اضحیہ میں قیمت جائیداد کا اعتبار کرتے ہیں اور رائج و مفتی ہر اول ہے، واقعہ تھا نے اعلم۔ ہندیہ میں تعمیر سے ہے۔

ان كان له عقار ومستعلات ملك مختلف
المثل نحو المأخرون وحسبهم الله فالزعماني
والعقيد على الساري اعتبارا بقيمتها، و ابو علي
الدقاق وغيره اعتبروا بالدخل، واحتسبوا
فيما بينهم، قال ابو علي الدقاق ان كان
يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه
الاصحية ومنهم من قال قوت شهر و
متى فضل من ذلك قدر ما شئت درهم
فصاعدا فعليه الاصحية۔

اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہو متاخرین
مشائخ کا اختلاف ہے قوزعفرانی اور فقیہ علی رازی
نے قیمت کا احتیاج کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ
نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں
اختلاف ہوا ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان
اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر
قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا
کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دو سو
درہم یا زائد حاصل پانچ پائے تو اس پر قربانی
واجب ہے (۱)۔

رد المحتار میں پانچ سے ہے۔

سئل محمد بن عثمان له اس من يزرعها او
حافوت يستعملها او دار غلتها ثلثة
الاف ولا تكلف لنفقة ونفقة

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا، ایسے شخص کے
مصلق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مسکن کا
کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور وہ اس کے اور

حیالہ سنۃ یعمل لہ اخذ الزکوۃ، وان کانت قیمتہ تبلغ الوجاو علیہ الفتویٰ، وعندہ لا یعمل یلہ

اس کے خیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوۃ حلال ہے اگرچہ ان کی قیمت کفایت کو پہنچتی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے نزدیک حلال نہیں (ت)

درمختار کے صدقہ فطر میں ہے :

تجب علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجتہ الاصلیۃ وان لہ یدو، وبعد النصاب تحرم الصدقۃ، وتجب الاضحیۃ ونفقۃ البصر من الرأسماء وقت حال ذی لہ امر من قیمت البوت کما وصف لوکان تجب علیہ الاضحیۃ لمحرمت علیہ الزکوۃ نکھا لم تحرم فالاصحیۃ لہ تجب وللذی اعلم۔

مہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصلی حاجت سے زیادہ ہو اگرچہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو رائج قول پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس نصاب سے زکوۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے تو اس کو زکوۃ میں حرام ہے لیکن زکوۃ حرام نہیں، لہذا قربانی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۹۳۳ھ از سرکار مارہرہ شریف مرسلہ حضور سیدنا سید محمدی حسن میاں صاحب سجادہ اقدس دست بکاظم ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اعلیٰ حضرت محترم سلام خادمانہ عرض ہے، فقیر رضوی کی عمر گیارہ سال کچھ ماہ کی ہے، زیور اس کے پاس غالباً ساٹھ روپے کا ہے، بالغ نہیں ہے، قربانی اس کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ پیر برکات عمر ستترہ سالہ خلف بھائی جان مرحوم بے ماں باپ کا ہے لیکن اس کی والدہ کا زیور و ظروف ہستی دپار چھائے پوشیدہ ہیں جو بھنب ایک شخص کے پاس ہیں جن کے ملے کی کسی قسم کی امید اس کو کسی زمانہ میں نہیں، وہ مالک و وارث ان چیزوں کا ضرور ہے مگر اس کے قبضہ سے قطعی باہر ہیں اور یہ طور سے یہ بھی نہیں معلوم کہ ان چیزوں کا وجود ہے یا نہیں، اس کے ذمہ قربانی ہے یا نہیں؟

الجواب

حضور اہل آداب غلامانہ معروض، نابالغ اگرچہ کسی قدر مالدار ہو نہ اس پر قربانی ہے نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر، حضرت صاحبزادہ صاحب! اگر اس مال کے سوا اپنی حاجت اصلیت کے علاوہ چھین بیٹے کے مال کے مالک ہیں تو ان پر قربانی ہے ورنہ نہیں، وہ مال کہ رکھی اس کے منے کی امید نہ اس کا وجود ہی معلوم، مثل معدوم ہے، اس کے سبب وجوب نہ ہوگا، زیادہ حد ادب۔

۲۲۔ صفر ۱۳۴۲ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، سائل دریافت کرتا ہے کہ قربانی دل کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہو جائے گی کیونکہ سب اولاد شامل ہے مثلاً بیٹے اور بیٹیوں کی اولاد، خواہ وہ غیر اور سب مالی اسباب کا وادادہ جو کہ دلی ہے مالک ہے، اور دوسروں کو اختیار است بالکل نہیں ہیں اور دلی اپنے دل میں خیال کر کے قربانی یا دیگر صدقات یا زکوٰۃ یا میلاد شریف کرتا ہے، اس صورت میں سب کی طرف سے قبول ہوگی یا دلی کی طرف سے؟ بیتواتو حورو۔

الجواب

ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہو سکتی ہے، بلکہ ایک ایک کے لسی اور پر واجب ہے، اگر اس کی بالغ اولاد میں کوئی خود صاحب نصاب ہو تو وہ اپنی قربانی دے کر دے، یعنی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے پر الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہو سکتی، جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ، نفی میلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا، ہاں کر سنے والا ہر ایک کا اگرچہ فرض ہو اپنی اولاد اور گھر والوں جن کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۵ از مدرسہ نظر الاسلام مدرسہ مولوی احسان علی صاحب متعلم مدرسہ مودتہ، رزی الحجہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ۵۲ ۱/۲ تو لے چاندی یا پٹے، تو لے سونا بھارا اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنے مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چرپائے ہوں، اگر ایک شخص کے پاس ۹۰ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں، کشتی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن ہزارہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں، وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا کہ نہیں، علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے گا یا نہیں؟ بیتواتو حورو۔

الجواب

24

24

قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل یا بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو، ہزار روپیہ یا ہوا کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن ۵۶ روپیہ کا مالک نہ ہو، یہ صورت خلاف واقعہ ہے، اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی، اور جس پر قربانی ہے، اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹۶۶ء ۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری پارسال قربانی کے ارادہ سے لی گئی، اس نے گھر میں آکر دودھ دیا، اور لوگوں نے کہا یہ بکری دودھ کی ہے اس کی قربانی مست کرد، تو اس کے عوض ایک مینڈھا قربانی کر دیا اور بکری کو گاؤں بھیج دیا تو ماں جا کر دودھ کا بھن ہر گئی، پھر اس کو مکان پر بلالیا، یہاں آکر دودھ بکری بیانی، اور ان کا بھی یہی ارادہ کیا کہ جب یہ دونوں بکری سال بھر کی جو بھائیں گی ان کی بھی قربانی کر دی جائے گی، اس کا دودھ بھی اپنے کام میں آیا، بعد کہ بکری نے اس کے بچوں کے گاؤں بھیج دی گئی، پھر اب اس کو گاؤں سے منگوا لیا قربانی کے لئے، تو اس کے آثار سے معلوم ہوا کہ گا بھن ہے اس کی قربانی نہیں کی بلکہ اس کے عوض میں ایک مینڈھا قربانی کر دیا گیا۔

پس اس صورت میں بکری کا دودھ اپنے کام آسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس بکری کو فروخت کرنا یا لینا جائز ہے اپنے لئے یہ بکری ڈھائی روپیہ میں پارسال خریدی گئی تھی، اور پارسال جو مینڈھا اس کے عوض میں قربانی کیا گیا اس کی قیمت یاد نہیں، اور اب کے جو مینڈھا قربانی کیا گیا دو روپیہ چھ آنہ میں خریدا گیا تھا۔ بتیو! تو حروا۔

الجواب

دودھ کے جانور یا گا بھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے، حدیث میں اس سے مخالفت فرمائی، سنا کہ جبکہ غنیہ مالک نہ صاب ہے تو بہ نیت قربانی بکری خریدنے سے خاص اس کی قربانی اس پر لازم نہ ہوئی اسے بدل لینے کا اختیار تھا، دودھ دیتی دیکھ کر اس کے عوض مینڈھا کر دیا یا اس سال گا بھن خیال کر کے بھی مینڈھا کیا کچھ حرج نہ ہوا، اس بکری کا پانا، بیچنا، دودھ پینا سب روا ہے۔

وكراهة الاستماع بطن الاصحیة و صوفیہا قربانی سے قبل اس جانور کے دودھ اور اون کے انتفاع

قبل التصحیة انما كان لانه التزام اقامة
القریة بحیثم احوز انھا كما فی الدار فاذا
اقيم القریة بغيرها بقیت علی حکم منکھ
المطبق استصوف علی ان مهم من
اجارهما اعنی الاشعار بالنسب والصوف
للغنی مطلقا لوجودها فی الذمة فلا یتعین
کما فی الدار من النبی قال الشافعی
والجواب ان المشقاة للتصحیة متعینة
لقریة الی ان یتفرع غیرها مقامها۔ اما
کراهة الاستبدال شیئ خارج عما نحن
فیه لان الکلام فی حل الاستفاح بها یفتی
وحیث بعد ما بدلت بل هی الکراهة
فی غیرها اذا وجدها ذات دراجل لوسود
الحديث بالنسب محسباً، والله تعالی اعلم۔

اس لئے مکروہ ہے کیونکہ اس نے اس جانور کو جمیع
اجزاء محیت قربت کے لئے لازم بنایا ہے جب کہ
درختار میں ہے تو جب اس نے قربت دوسرے
جانور سے قائم کر لی تو اب یہ اس کی مطلق ملک والے
تصرف میں ہو گیا۔ عودہ ازیں بعض نے دودھ اور اون
سے خنی کو استفادہ مطلقاً جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کے
ذکر واجب ہے لہذا یہ جانور متعین نہ ہوا جیسا کہ درختار
میں زلیخ سے منقول ہے، علامہ شامی نے اس کے
جواب میں فرمایا کہ خریداری قربانی کے لئے ہونے کی
وجہ یہ جانور متعین رہے گا جب تک دوسرا اس کے
قائم مقام نہ بنائے، لیکن دوسرے سے تبدیل کرنے
کی کراہت علیحدہ معاملہ ہے وہ ہماری بحث سے خارج
ہے کیونکہ یہاں اس جانور کو تبدیل کرنے کے بعد
اس کی بیع اور دودھ سے استفادہ مطلق ہونے میں
بحث ہے بلکہ کراہت دودھ یا مملو پائے بانے کی وجہ سے اس نے بوجہ الغیر ہوتا ہے کیونکہ دودھ اور حمل الی کی کسی پرورش

وارد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۸ از شہر پرلی مسئلہ منشی شرکت علی صاحب رضوی حرر چنگی شب ۱۸ دی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا لڑتے ہیں علمائے دین کہ

- (۱) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض؟
- (۲) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں بکری کی قربانی کی جائے۔ بیٹنوا توجہ دو۔

الجواب

- (۱) صاحب نصاب جو اپنے حوائج اصلہ سے فارغ فیض روپے کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی
سکھ روئے درختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۲۳/۲
سکھ روئے درختار دارالایثار التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵

واجب ہے۔

(۲) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بذکرنا حرام حرام سخت حرام ہے، اور جو بندہ جسے گاجنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا، اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رستی میں مانڈھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از موضع فنی پور ضلع نواکمال ڈاکخانہ صفدر گنج مرسلہ مولوی عبدالعزیز ۲۶ محرم ۱۳۲۲ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، مشق تین بھائی ہیں کہ تینوں ایک ساتھ ہی رہتے ہیں، جبکہ قربانی کا وقت آیا تو تینوں آپس میں مل کر بڑا بھائی کو حکم کیا کہ تم ہمارے نام کی ایک بکری خرید کر قربانی کرو، اس میں دو تین روپیہ بھی خرچ ہوں اس کا دعویٰ ہم نہیں رکھتے ہیں اس حالت میں قربانی ہوگا یا نہیں، میرے یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ قربانی مائل جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شریک دار کا حصہ معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا ہے، اس فساد میں بات سے لوگوں نے قربانی چھوڑ دیا، کیونکہ بعض تو ایسے ہیں کہ انھوں نے مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، ان علماء نے فرماتے ہیں کہ جنھوں کا مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، انھوں کو قربانی ناکرنا چاہئے، اگر قربانی جائز ہے تو ان علماء کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب المطول

مال شرکت میں جس کا حصہ بقدر نصاب نہ ہو نہ اس کے پاس اپنا اور کوئی خاص مال اتنا ہو کہ حصہ کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے اس پر قربانی واجب نہیں، یعنی نہ کرے گا تو گز کا نہ ہو گا نہ یہ کہ اس کو قربانی نہ چاہئے یہ محض غلط ہے بلکہ کرے گا تو ثواب پاسے گا بلکہ بے نیت قربانی جائز فرمادے گا تو اس پر بھی حصاص اُس جائز کی قربانی واجب ہو جائے گی، نہ کرے گا تو گز کا نہ ہو گا، اور اس جائز کو دوسرے سے بدل نہیں سکتا کہ اس پر اسی جائز کی قربانی واجب ہوئی۔ درمیان میں ہے،

وفقیہ ما شراھا لھا لوجوہا علیہ بذلک حقیق اور فقیر نے واجب نہ ہونے کے باوجود فرمادیا ہے
یستتم علیہ میعاد۔ یہ اس لئے اس کو خدمت ممنوع ہے (انت)

ایک شریک اگر دوسرے شرکاء کے اذن سے ذر مشرک سے جاوے خاص اپنی قربانی کے لئے خرید کر اپنی طرف سے قربانی کرے تو بلاشبہ جائز ہے، اور قربانی صحیح ہو جائے گی، خواہ ان میں شرکت عقد ہو

یا شرکت ملک، بیان اس کا یہ کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں،
 ایک شرکت ملک کی اور چار شرکت عقد کی، کہ شرکت مفادہ جو یا شرکت عنان، مطلق ہے خرید و فروخت
 میں، جیسے یہ کہیں کہ جو کچھ ہم خریدیں وہ ہمارے آپس میں مشترک ہے، یا شرکت جن خاص اجناس میں قرار پائی ہے
 یہ جانور کہ اسے قربانی کو خرید اُن اجناس سے ہے۔ اخیر صورت یہ ہے کہ شرکت خاص ہے، اور جانور اس کی
 جس تجارت سے نہیں، اول و اخیر یعنی شرکت ملک و شکل اخیر میں تو ظاہر ہے کہ یہ جانور خاص اس خریدنے والے
 کی ملک ہوگا۔

لان اشراء صتی وجد بعد علی المشتري نقد
 كما في الاشياء وعيرها، بل قال في الدرر
 وغيره لو اشترى لغيره بعد عينة قال
 النشأى لانه اذا لم يكن وكيلًا بالشراء وقع
 العقد له فلا اعتبار بالاجارة بعد ذلك
 لانها مما تلحق الموقوف لا الناحية
 کی اجازت موقوف بیع کر لاتی ہو سکتی ہے ماعدہ وہیں لاتی ہو سکتی۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے،

شریک له ان یشتري ما لیس منه
 جنس تجارته ویقیم الشراء له ویطالب بالشئ
 وکذا یقیم الشراء له من جنس تجارته ما
 بعد ما صار المال عن وصائه قلت ولما ذکر

شرکت عنان میں شریک کو اختیار ہے کہ وہ مسلمہ تجارت
 کے غیر کو خریدے جبکہ خریداری شریک کی اپنی ہوگی اور
 مانع اسی سے شئ کا مطالبہ کرے گا اور یونہی حسب انکی
 مسئلہ تجارت کی جنس کو خریدے نقد مال کے سامان بن جانے

- ۱/ ۳۳۳ منہ الاشياء والنظار الفن الثاني کتاب البيوع ادارة القرآن کراچی
 فتاویٰ بزازیہ علی مائش الفتاویٰ الہندیہ ۲، الفضل الثالث فورانی مکتبہ خاندن پشاور ۴/ ۴۱۹
 رد المحتار کتاب البيوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۰
 ۲/ ۳۱ منہ در مختار ۲، فضل الفضولی مطبع محبائی دہلی
 ۴/ ۱۳۴ رد المحتار ۲، دار احیاء التراث العربی بیروت
 ۳/ ۳۵۱ منہ رد المحتار کتاب الشركة فصل فی الشركة الفاسدة ۲، ۲، ۲

هذا لا يحس لان المرض انه اشتري مدراشه
الشركة۔ کے بعد امد، میں کہتا ہوں، میں آخری صورت کو ذکر
ذکر وہ گا کیونکہ یہاں مشترکہ دراہم سے حشریدنا

مفروض ہے (ت)

غایت یہ کہ ثمن جو مال شرکت سے ادا کیا ہے اس میں حصہ دیگر شرکار کا اسے تاوان دینا ہوگا جبکہ
شرکار نے قیمت خریداری ثمن میں اپنے اپنے حصہ سے ہر گئے ہوں کہ سخی قابل قسمت میں ہرہ صیح نہیں
یا قبل شرار اپنے حصوں سے برابر کیا ہو کہ برابر یعنی مع فی دین سے جوتی ہے یہاں ابھی دین نہیں، یا
ابرا سے معلق کیا ہو، یعنی جب تو اپنے لئے شرکت کے مال سے خرید سے تو ہم نے تجھے اپنے حصہ صاف
کئے کہ برابر صالح تعلیق نہیں، عالمگیر یہی ہے،

احد الشريكين ادا قال لشريكه، وهبت لك
حصتي من الربح قالوا ان كان المال
قائما لا تقسم بكونها هبة المتاع في تقسم،
وان كان الشريك استهلك المال صححت
الهبة لكونها اسقاطا حينئذ كذا في الصحفية
ہوگا کیونکہ اس صورت میں ہرہ کا مطلب حصہ کو سق کرنا ہے، عالمگیر میں یوں ہے۔ (ت)

عینی پھر خبر الراتی پھر ردالمحتار میں ہے :
انه ي ا لبراء تملك من وجه حتى يرتد بالرد
وان كان فيه معنى الاسقاط فيكون معتبرا
بالتعليكات فلا يجوز تعديقه بالشرط
کسی کو بڑی کرمان وجہ تملیک ہے حتی کہ رد کر دینے
سے ابرار رد ہو جاتا ہے اگرچہ اس میں اسقاط
کا معنی ہے، لہذا تملیکات میں معتبر ہوگا اس لئے
شرط کے ساتھ اس کی تعلیق جائز نہیں۔ (ت)

ایضاح الکرماتی پھر عریہ پھر شامیر میں ہے،

قال دخلت امداف قد اسرأت لك
اگر کہا تو کھر میں داخل ہو جائے تو میں نے تجھے بری کیا

وقال بعد يومه اذ كعيله اذا اديت الى كذا ، او اپنے دیون یا کفیل کو کہا اگر تو مجھے اتنے یا حسب
و معنی دیت ، او ان ادیت الی خمس مائۃ او اکر سے یا توں کہا اگر تو مجھے پانچ سو اکر سے تو
عامت برئ عن الباقی فهو ما طل ولا ابراء لہ باقی سے بری ہے تو یہ ما طل ہے کوئی برات
نہ ہوتی۔ (تہ)

ہندو میں قبیہ سے ہے ۔

قال ائمة بلخ التحیل یقع علی ما هو بلخ کے ائمہ نے فرمایا جو ذمہ میں واجب ہو اس سے
و جب فی الدمۃ لای علی عین قائم لہ براست ہوتی ہے نہ کہ عین موجود مال سے (تہ)
مگر اس سے جانور میں شرکار کی ملک نہیں ہوتی ، غیر یہ میں ہے ،

لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون
المشتری للاب لہ المشتري للاب لہ
رد المحتار میں ہے ۔

ما اشتراه احدہم لنفسه یكون له و ان میں سے کسی نے چیز کو اپنے لئے خریدی تو اسی
لیصمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ دہ کی ہوگی ، درود اپنے شرکار کے حصے کا خاص
دفعہ من المال المشترك لہ ہوگا اگر حسد یا داری میں مشترک مال دیا ہو (تہ)
اور تین صورتوں میں اگرچہ جانور سب شرکار کی ملک مشترک ٹھہرے گا مگر جبکہ وہ سب اسے اذن
و سے چکے کخاص اپنی طرف سے قربانی کرے ، اور یہ نامکن ہے بلکہ اس کے کہ جانور خاص اس کی ملک
ٹھہرے ، تو ان کا یہ اذن جانور میں سے اپنا اپنا حصہ اس کو جبر کرنا ہوگا ، اور جانور قابل قسمت نہیں اور چوٹنی
تاقابل قسمت ہو اس میں بہرہ مشاعری صحیح ہے ، تو تنہا یہی اس جانور کا مالک ہو گیا ، اور قربانی اس کی بلا غرض
صحیح ہو گئی ، اور اب اس پر تین میں حصہ شرکار کا بھی تاوان نہیں آ سکتا ، قحیط پھر تجسہ الرائی پھر رد المحتار
میں ہے ،

۲۲۵/م	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب التفرقات	لہ رد المحتار کتاب البیوع
۳۸۲/م	ذرائع مکتبہ خانہ پشاور	الباب الثالث	لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع
۲۱۹/۱	دار المعرفۃ بیروت		لہ فتاویٰ خیریہ کتاب البیوع
۳۳۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشریکۃ	لہ رد المحتار

الشراء حال الشركة لو من جنس تجارتهما
فهو للشركة، وان اشهد عند الشراء انه
لمسه، لانه في المصنف بمنزلة الوكيل
لشراء شئ معين، وان لو يكن من تجارتهما
فهو له خاصة له
آری میں ہے،

اذا دون احد المتفاوضين لصاحبه ان
يشترى جارية فيعطىها ففعل فمى له بغير
شئ، لان الاجارية دخلت في الشركة على
العتات حرياً على مقتضى الشركة، اذ هما
لا يملكان تغييراً، فاشبه حال عدم الاذن
غير ان الاذن يتضمن هبة نصيبه منه لان
الوطى لا يعل الا بالملك ودرجہ، و
اشباهه بالبيع (اي اتم هلك بالشراء) لما بينا
انه يخالف مقتضى الشركة فاستاء بالهبة
اثباته في ضمن الاذن، و محضاً مزیادة
حاجب الہلالین للايضاح۔

اگر جنس تجارت کو شرکت کے مال سے خریدنا تو وہ شرکت
کی ہوگی اگرچہ وہ خریداری کے وقت اپنی ذاتی ہونے
پر بھی گواہ بنائے کیونکہ وہ معین چسپند کی خریداری میں
نصف کا ذکیل ہے، ہاں اگر وہ چیز جنس تجارت
میں سے نہ ہو تو اس کی ذاتی ہوگی۔ (ت)

جب شرکت مفادہ کے ایک شریک سنے دوسرے
کو لونڈی خرید کر وطن کی اجازت دے دی ہو اور
اس نے ایسے کر لیا تو وہ لونڈی بذریعہ اس کی
ہو جائے گی کیونکہ وہ لونڈی شرکت میں ہے شرکت
کا مقتضی یہی ہے کیونکہ عقد شرکت کے بعد دونوں میں
سے کوئی اس کو متغیر نہیں کر سکتا ہذا وہ وطن کو یا کہ
جاؤن سور ہوئی حراہارت دینا اپنے حصے کو بہر
کو دینے کو تضمن ہے کیونکہ وطن مستقل ملکیت کے
بغیر مال نہیں ہوتی اور اس ملکیت کو بیع کی طرف
مغسب کرنا یعنی یہ کہنا وطن کرے والا خریدنے سے
مالک ہو گیا درست نہیں کیونکہ یہ مقتضی شرکت کے
مافی ہے تو ہم نے ملکیت کو اس پر سے ثابت کیا ہے جو اذن کے ضمن میں پایا گیا اور محضاً۔ اور وجہ
کے لئے ہلالین میں درج شدہ تجارت کا اضافہ کیا ہے۔ (ت)

یہ لوگ جنہوں نے قربانی ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا اور لوگوں سے قربانیاں چھڑا دیں فقہ سے
بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں، اور جو ایسا ہراسے فتویٰ دینا حرام ہے، نسأل اللہ العفو والعافیة و
حبیبنا اللہ ونعم الوکیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب المختصر

صورت مستفسر میں قربانی بلاشبہ جائز ہے، اور بعض کا وہ شبہ محض بے اصل و باطل ہے، اہانت اباحت ہے، اور اباحت و بیہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، قربانی تو یوں جائز کرنی، مال مشترک سے شریک کا کھانا پینا کر زمانہ رسالت بلا تفریق ہے سب حرام ہو جائے گا کہ یہ متاع ہو اور یہ متاع ناجائز ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وَأَن تَعَالَوْهُمْ فَإِذَا أُنْكِرْتُمْ
اگر تم آپس میں ملو تو تمہارے بھائی ہیں (ت)،
اور فرماتا ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَأْكُلُوا جَمِيعًا
تھیں حرج نہیں کہ تم اگلے کھاؤ یا
اشتنا تاکو

اس فتویٰ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ دینے والے لوگ فتنہ نہیں جانتے، نہ اس کام کے اہل ہیں، اور تاہل کو فتویٰ دینا حرام اور سخت کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ لَقِيَ بَغِيْرَهُمْ لَعْنَتُهُ مَلَكَةُ السَّمَاءِ
جو بغیر ظلم کے فتویٰ دے آسمان وزمین کے فرشتے
والا برہن کی اس پختہ انت کریں

والعید باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتمل حکمہ بنام گورنر علی مرزا پور ڈاک خانہ دارائی مرسلہ جناب کمال الدین صاحب
موجودہ ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کی فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس بارے میں کہ ہمارے موضع میں زمانہ قدیم سے تمام مسلمان حنفی المذہب ہوتے چلے آ رہے ہیں مگر چند روز ہوا کہ سات آدمیوں نے مذہب اہلحدیث کو اختیار کر لیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے بڑی سعی و کوشش سے قید کی مصیبت کو برداشت کر کے گورنمنٹ سے تین دن کی قیود کا حکم جاری کرایا تھا، لیکن اس سال اسی فرقہ اہل حدیث سے ایک شخص نے کپتان کے دروازے

۱۲/۲۱

۶۱/۲۴

۱۹۲/۱۰ حوسنہ الرسالہ بیروت ۲۹-۱۰۸ حدیث ۲۹-۱۰۸ دار ابن جوزی ریاض

۲۲۸/۲ الفقیہ والمتفقہ باب ما یجوز من الوعیہ فی غیر علم حدیث ۱۰۳۳

دستخط خود سے کہ ہم لوگ ایک روز قربانی کرینگے لہذا ہم لوگوں کے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ اسی سال میں دستخط کرنے کی وجہ سے دو روز کی قربانی منسوخ ہوگئی، آئندہ خدا جانے ایک دم سے منع ہو جائے تو کیا تعجب ہے، اور یہ گروہ تعلیم کے باطل منکر ہیں لہذا دستخط کنندہ کے ذریعہ ہوتا ہے یا نہیں، اگر عسائہ ہوتا ہے تو مع دلیل کے تحریر فرمائیے اور ان لوگوں کو اپنے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے دیا جائے یا نہیں، دوسرے یہ کہ شمار اللہ نے اپنی کتاب اہل حدیث کا مذہب کے صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کے وقت چونکہ تطہیر کر گئے تھے دونوں ہاتھوں کو زانو پر نہ رکھتے تھے، چنانچہ صحیح مسلم میں ان کا یہی مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو تاکید مزید اسی عمل کی کیا کرتے، لہذا اس کی سند صحیح ہے یا نحو؟

الجواب

غیر مقلدین گمراہ بدوین ہیں اُن پر بوجہ کثیرہ کفر لازم ہے جس کی تفصیل التکوینۃ الشفہ بیہ میں ہے کہ حسب تصریحات قرآن عظیم و احادیث و ائمہ شریعہ سے لزوم کفر بیان کیا ہے، اُن کا مساجد میں کوئی حق نہیں، اور قربانی کے دو دن چھوڑ دینے کا اُن سے کیا تعجب، وہ سارا دین ہی قربان کئے بیٹھے ہیں جس کی تفصیل التکوینۃ الشفہ بیہ و حساب الحرمین و الاستقامۃ اعلیٰ اجیالہ الاسلامیہ و غیرہ کتب میں شائع ہو چکی، خوشنودی ہنود کے لئے کادکشی بدیہ، نیک کر سیت میں بر اللہ و رسول نے دی، کی قبول کرنا مسلمانوں کا کام نہیں،

قال الله تعالى ولا تركوا الى الذين ظلموا فتمتكم النار، وقال الله تعالى والله ورسوله احق ان يرضوا ان كانوا مؤمنين، والله تعالى اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو، تو تم کو آگ جہنم چھوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ ان کو راضی کریں اگر مومن ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۲۰۱۔ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتیں اس مسئلہ میں، شہر میں قبل نماز عید بعد طلوع شمس قربانی جائز ہے یا نہیں، اور اہل قریہ یا کہ شہر والے اپنی قربانی کو گھوڑے یا بکریوں میں تو ان کو بعد صبح قبل نماز عید قربانی کر لیں تو جائز ہوگا یا نہیں؟ میتواتوجروا۔

الجواب

شہر میں قربانی اگرچہ ساکن و دیکن طرف سے ہو ورنہ اول پیش از نماز عید (اور اگر نماز عید کسی عذر سے نہ پڑھیں تو پیش از خروج وقت نماز عید) ناجائز و نامعتبر ہے، اور بیرون شہر اگرچہ خانے مصرغیہ متصل بمصر ہو، اگرچہ قربانی ساکن شہر کی ہو، پیش نماز بعد طلوع فجر تا ریحہ دیم جائز ہے،

فی الدر المختار اول وقتہا بعد الصلوة انت ذبح فی مصر ای بعد اسبعت صلوة و لسو قبل الخطبة، لکن بعدها احب و بعد مضی وقتہا لولہ یصلوا العذر، و یجوز فی النعد و بعدہ قبل الصلوة لانت الصلوة فی النعد تقع قضاء لا د، زلیلی وغیرہ، و بعد طلوع فجر یومہ المحرم ذبح فی غیرہ والمعتبر مکان الاضحية لمکانت من علیہ فحیلة مصری اراد ب یحرجہب لخارج المصر فیضی بہا اذا طلع الفجر اذ فیہ المحتار لخارج المصر ای الی مایب فیہ القصر، قہستانی اھ، و فیہ من باب صلوة المسافر یشوط مفارقة مکان من توابع موضع الإقامة کولہن المصر، و هو ما حول المدینة من بیوت و مساکن فانه فی حکم المصر و کذا القری المتصلة بالربض فی الصحیح

در مختار میں ہے قربانی کا وقت نماز کے بعد ہے اگر شہر میں کرے یعنی نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ خطبہ سے قبل ہو، لیکن خطبہ کے بعد مستحب ہے، اور اگر عید کی نماز نہ پڑھیں تو نماز کا وقت گزر جانے کے بعد، اور دوسرے اور تیسرے اور تیسرے روز نماز سے قبل کیونکہ دوسرے روز عید کی نماز قضاء ہوگی کہ ادا، زلیلی وغیرہ۔ اور اگر کاؤں میں ذبح کرنی ہو تو عید کے روز صبح طلوع ہونے کے بعد قربانی میں ذبح کرنے کی جگہ معتبر ہے قربانی کرنے والے کی جگہ معتبر نہیں، و شہری کے لئے جلدی قربانی کا جملہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے باہر لے جائے تو فجر طلوع ہونے کے بعد قربانی کرے اھ۔ در المختار میں ہے، شہر سے باہر اتنی دور لے جائے جہاں سے مسافر کیلئے قصر شروع ہوتی ہے، قہستانی۔ اور اس کے باب صلوة المسافر میں ہے کہ قصر جائز ہوگی بشرطیکہ وہ اپنے شہر کے توابع سے نکل جائے شہر کے توابع کی مثال ٹیپے وغیرہ اور وہ شہر کے ارد گرد کے مکانات ہیں اور شہر سے متعلق رہائش گاہیں شہر کے حکم میں ہیں اور یوں وہ دیہات جو شہر کے باڑوں سے متصل ہوں صحیح قول میں

مخلاف البساتین ولو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة ، امداد ، واما الغناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى والقاء القرب ، فان اتصل بالمصر اعتبر مجاورته وان انفصل بعلاقة او مزرعة فلا ، والله تعالى اعلم۔

تیراندہ یا زراعت تک ہو تو وہاں سے گزر جانا ضروری نہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم (د)۔

مسئلہ از محمد پور ، ڈاکٹر تربیت ، ضلع گیا ، مرسلہ سید رضی الدین حسین صاحب مدظلہ جہادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ جناب مستطاب مخدومنا زاد مجدیم ، دیہات میں قربانی حسب دستور ہو یا نہ ہو ، کیونکہ مسئلے اسی کے مجموعہ کے مسئلے سے ملتے ہیں ، زیادہ حدیثاً۔

الجواب

قربانی میں شہر وہو بلکہ آبادی و جنگل سب برابر ہیں حر شرائط سے شہر و لوں پر واجب ہوتی ہے انھیں شرائط سے گاؤں بلکہ جنگل کے رہنے والے پر بھی واجب ہے ، فقط مقیم ہونا چاہئے کہ شہر میں نہ ہو ، پھر مسافر سے بھی اس کا وجوب ساقط ہے ، نہ یہ کہ محالعت ہو ، اگر کرے گا نفل ہو گا ثواب پاسے گا۔

فی الدار المختار تجب التصحیۃ علی حرم مسکنہ

مقیم بمصر او قریۃ او یادیۃ ، عینی ، فلا تجب علی مسافر ثم ملتقطی۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

در مختار میں ہے آزاد شہر یا گاؤں یا ہادیہ میں مقیم مسلمان پر قربانی واجب ہے ، یعنی ، تو مسافر پر واجب نہیں ہے احتیاطاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (د)۔

۱۳ ہادی الاضحیۃ بالشاة الہندیہ ۱۴

(بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی مکتوب والا)

مسئلہ ۲۰۳ از کانپور مسجد رنگیناں سرسید سولوی، احمد حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ فیض عالم کانپور
اداء رمضان مبارک ۱۴۱۴ھ

(خلاصہ) ہدایت کے نشان حضرت مسیح کی بشارت
والہ نام میں رسول مقبول کے ہم نام، اور جناب مکی نقی
کے اسم مبارک کے ہم مادہ، مولانا احمد رضا خان صاحب
ذیہ محمدیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پنجاب سے ایک
سوال آیا ہے جس کے جواب کے لئے بہت سے
علماء سرگرداں ہیں لیکن منزل مقصود مفقود ہے
ایک پرمغز عالم نے ایک جواب تحریر کیا وہ معمول
قدیم کے خلاف ہے اس لئے عوام اور علماء کوئی
قبول نہیں کرتا، میں سوال و جواب دونوں ہی حدست
میں ارسال کر رہا ہوں، جواب اگر صحیح نہ ہو تو وجہ غلط

علم الہدی، سہی المصطفیٰ باسمہ
الذی بشر بہ عینی، بی زیادۃ
لفظ معناه المرفقہ ۱۵ است
عنایتکم از احمد حسن مکی عنہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد
ازیں آنکہ دریں وقت یک استفتاء از پنجاب آمدہ
است، و نہایت لم و غلبہ است، اکثر علماء نے پنجاب
دریں امر کوشیدہ اند لیکن بمنزل مقصود نزدیک اند، و جواب
استفتاء، یک شخص کے مایہ علم اتم و ابد فرشتہ، لیکن چونکہ
جواب فی لفظ معمول است قبول نمی کنند، اگرچہ جواب
تعلیل کردہ، بخدمت سالی ارسال است، ہر حق تحقیق چاہا

بتائیں اور صحیح ہو تو تائید مزید سے مزین
فرمائیں۔

سوال | عفا سے اسلام بالخصوص اعلام احناف
بھیڑ اور بھیڑ سے (نزدادہ) کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں، ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب | شرح وقایہ اور اس کے دو حاشیے
از علامہ طبری، در مختار اور شامی، مفاتیح الجنان شرح
شرعۃ الاسلام، تعلیق المجد، اشعة اللمعات
کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے ہانوروں
کی ابتدائی تین قسمیں ہیں،

(۱) شاة یا غنم (یہ دونوں لفظ بطور تراوت قربانی
کے حانور کی ایک ہی قسم کے لئے بولے جاتے ہیں)
(۲) بقرة کی دو قسمیں کرتے ہیں، گائے اور
بھینس)

(۳) حمل (اس کی ایک قسم شمار کرتے ہیں)
شاة کو پھر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں،
ضان اور معز۔

اور بقرة کی بھی دو قسم کرتے ہیں، بقرة جاموس
اس طرح اصل اور ذیلی قسموں کو ملا کر کل پانچ قسمیں
ہوتیں،

(۱) حمل (اونٹ) (۲) بقرة (گائے)

ست ارسال فرمائیے اگر مخالف رائے جناب باشد امید کہ بر
آسن روشن کنند و اگر موافق باشند نیز زیادہ اولہ ثبت فرمائند۔

ما قول العلماء بحمدیة المحیفة علیہ الفصل
الصلوة واکمل النجیات فی حیوان ذات صوف
ولایة بہ، ویقل فی النعة الطائیة لاشاة
یہیڈ ولدکرة کھٹہ، اتجوز بہ التصحیة ام لا،
یتوا و توحدوا من الملک العلام۔

الجواب : اقول وبہ نستعین، الی رأیت
کتب الحمیة الموجودة عندی من شرح
الوقیة وحاشیتہ للجلی و الدر المختار
و شرحہ الشامی، و مفاتیح الجنان شرح
شرعۃ الاسلام، و التعلیق المجد شرح
موط امام رحمہ اللہ، و اشعة اللمعات و وجدت
فیہ انہم یخصون لا صحیة فی الشاة و البقر
و الابل، و الغنم و البقر و الامل و یعمون
الشاة بقولہ ضاناکان او معز او کذلک
انعم و یفسرون الضان بما تکون لہ الیة و
یدخلون الجاموس فی البقر و یقولون انہ
نوع منہ فصارت انواع الاصحیة
خمسة الضان و المعز و البقر
و الجاموس و الابل ذکرنا کانت

عہ سائل کی الجھن اصل یہ ہے کہ عرب میں ذنبہ ہوتا ہے اور بکری بھیڑ جو جاسے یہاں ہوتی ہے جس کی صرف ذم
ذنبہ سے مختلف ہے، یہ کس میں داخل ہے، ذنبہ میں یا بکری میں، یا کوئی تیسری قسم ہے، تو اس کی قربانی
جائز ہے یا نہیں؟ جید المنان عظمیٰ

اوثنا فتلك عشرة كاملة ، وحسبت
 ان الحيوانات المذكورة و
 المسئول عنه ليس داخلا
 في الخمسة لانه لو كان داخلا
 فيها لما فسروا الضات بان
 تكون له الية ، بل عمومه
 بما تكون له الية او لاحق
 صارت انواع الشاة او الغنم
 ثلثة والكل ستة ، واذ ليس
 فليس فانت قيل يدخلون الجاموس
 في البقر فما السر في عدم ادخال
 الحيوانات المسئول عنه في الضان
 مع انه يؤيد ادخاله فيه تفسير
 اهل اللغة لفظ الضات بميش ،
 كما في النبات وغيره ، قلت لعلمه ان
 الجاموس اكمل من البقر في اللحم
 والقيمة ، والحيوانات المسئول
 عنه ناقص عن الضات في
 العضوي الالية ، فالحقاق
 الاكمل بالاكمل اولى من الحقاق
 الناقص بالاكمل ، واما تفسير
 اهل اللغة فمعتاة ان العرب

کہ یطعنون لفظ الصادق علی ما تکتون له ایضاً
 کہ لک الفرس یطلقون علیہ لفظ میثم فہو داہی
 و حد کہ یشر بہ عبارة الغیاث ، گو سغند
 بمعنی میثم مقابل بز چنانکہ معز در عربی معنی بل
 ضان است کہ استفاد من انعام موس و
 انصراح ، و بعضی نوشتہ اند کہ اطلاق گو سغند بر میثم
 بز ہر دو آمدہ ، از سراج ، انتہی عبارة الغیاث .
 عمدہ ہے ، اور بھیڑ و نہر سے چکی میں ناقص ہے اس لئے یہ بات قریب قیاس ہے کہ اکل اور عمدہ کو کامل کے
 ساتھ شمار کیا جائے ، اور یہ بات غلط ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ جوڑا جائے ، اسی لئے بھینس کو لگائے
 میں شمار کیا اور بھیڑ کو نہر میں نہیں ۔

دوسرا شبہ اہل لغت نے ضان کا ترجمہ فارسی کے لفظ میثم سے کیا ہے جو بھیڑ اور نہر دونوں کو عام
 ہے ، پس اہل لغت کے اس محاورہ کے موافق اہل شرح کو بھی بھیڑ کو نہر میں شامل ، ننا چاہئے ۔
 جواب اہل لغت کی تشریح کے موافق ناسی لفظ میثم بھیڑ اور نہر دونوں کو عام نہیں بلکہ میثم صرف نہر کہ
 کہتے ہیں ۔

فارسی میں لفظ گو سغند بھی لفظ میثم کی طرح لفظ بز کا مقابل ہے جیسا کہ عربی میں لفظ معز
 ضان کا مقابل ہے ۔ تاہم س و صراح دونوں سے یہی ثابت ہے ۔

البتہ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ فارسی کا لفظ گو سغند لفظ میثم کا ہم معنی نہیں بلکہ میثم و بز (نہر و
 بکری) دونوں کو عام ہے ۔ (غیاث اللغات)

پس ازین عبارت صاف معلوم می شود کہ آن حیران
 کہ عرب آن را ضان گویند فرس آن را میثم
 گویند ، و انخبہ عرب آن معز گویند
 فرس آن را بز گویند ، لا انت
 لفظ میثم عام یطلق علی الضان
 اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل عرب کے
 نزدیک جو جانور ضان کہلاتا ہے اہل فارس اسی
 کو میثم کہتے ہیں (اور اہل اردو نہر کہتے ہیں) اور
 اہل عرب جس کو معز کہتے ہیں اہل فارس اسی کو بز
 کہتے ہیں ، نہ یہ کہ لفظ میثم کے اطلاق میں بھیڑ داخل ہے

وعن احيوان المسئول عنه ولو سلمت
لفظ ميث في لغة العرب بمعنى ذوات
الصوت اعم من ان يكون لهما الية او لا
يشمل الصان والحيوان المسئول عنه
فتفسير اهل اللغة لفظان بلفظ ميث
تفسير بالاعم وهو جائز اذ كان المقصود
هو التمييز عن بعض ما عدا ذلك، ذكره الفاضل
اللاهوتی فی بحث خواص الاسم۔

ایک اور جواب | اور اگر بطور تنزل ہم تسلیم بھی کر لیں
کہ اہل لغت کے نزدیک ميث کا اطلاق اُون والے پر
ہوتا ہے، تب بھی ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں
کہ اس سے ان کی مراد بھڑ ہے، اس کے بیان
کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہو گا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی
کی جاتی ہے، جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے
کی جائے (کہ جن جن افراد پر انسان دلالت کرتا ہے
ناطق بھی اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرفت سے عام لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے
السعادة بنت (کہ سعادہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) بلکہ ثبت بر گھاس کو کہتا ہے، اول الذکر
تعریف کامل ہے اور ثانی ناقص، الغرض تعریف دونوں ہی ہے۔

اگر معرفت کو بعض امور سے متاثر کرنا ہے تو عام لفظ سے بھی تعریف جائز ہے (فاضل لاہوری بحث

خواص اسم)

وهنا كذلك او المقصود من تفسيره به
تميزه عن بعض ما عدا ذلك كالعز والبقر،
فانهما من ذوات الشعر، ولوقيل ان
غرضهم من تفسير الصاب بلفظ ميث
ان صاب ما كان من ذوات
الصوت سواء كان له الية او لا
كما ان ميث كذلك بعد التفسير لا يميز
حجة علينا لانت الحجة علينا تفسير
العقلاء لا تفسير اهل اللغة،
ووجب علينا اتباع الفقهاء

تو یہاں بھی خان کا ترجمہ لفظ ميث سے کر دیا جس کا
مضمون اُون والا، لیکن اس سے اہل لغت کی غرض
خان میں بھڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ ذنبہ کو
گاسے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اُون
والے جانور نہیں، اور ذنبہ اُون والا جانور ہے
اور جب خان کو بھڑ سے بھی ممتاز کرنا ہوا تو اس کی
تعریف چمکی والے جانور سے کی۔

جواب الجواب | اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے
کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی
سے پھیر کر تعریف عام قرار دینا ایک بے دلیل

اور ادعائی بات ہے، اس لئے قابل تقسیم نہیں، مگر ہر
سہ کہ ان کا منشا، ضامن کا ترجمہ پیش کر کے یہی ظاہر
کرنا ہے کہ وہی جائز ہے جس کے ادون ہوتا ہے
چکی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں تو
لفظ بھیر و نبر میں شامل ہوئی۔

جواب چلنے اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ
کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے حجت اہل لغت کی
بات نہیں ہے اہل فقہ کی بات ہے، جب وہ ضامن
کے معنی چلتی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور
بھیر و نبر میں شامل نہ ہوگی۔

رہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے مسائل
میں اختلاف ہوتا ہے، تو اس کی نظیر قربانی کے
بار میں ہی ہے جہاں سب کے اہل فقہ چار ماہ کے
بچے کو کہتے ہیں، اہل لغت ایک سال بچہ کو، اور مسئلہ کامل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ (چلی علی

شعبہ نمبر ۳ بعض فقہانے بھی قرضان کی تعریف

مجیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب
میں یوں ہے، ضامن وہ ہے جو ادون و لا
ہو اور معر جو بالوں والا ہو۔ تہستانی ۱۲
عبد المنان الاعظمی

لا اهل السنة وهم كثير ما يخلفون
اهل اللغة عند اهل القلي على شرح
النوابة، في باب الاصلية قوله الجذع شاة
لهما ستة اشهر في مذهب الفقهاء، و
اما قيدنا بهما لان عند اهل اللغة الجذع
من شاة ما تمت له ستة كذا في النهاية
والعيني على الكنز، في باب الاصلية، وحاز
الجذع من الضان لا غير، وهو ما تمت له
ستة شهر عند الفقهاء، وفي كتاب الزكاة
والمعركا لضان ويؤخذ الثاني في ركاتها
لا الجذع وهو ما اتى عليه اكثرها، وهذا، فقير
الفقهاء، وعند اهل اللغة الجذع ما تمت
له ستة، وصح في نشابة
بچے کو کہتے ہیں، اہل لغت ایک سال بچہ کو، اور مسئلہ کامل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ (چلی علی
شرح الرقابة، عینی علی الکنز)

و ما تصير الضان بما كان من ذوات

عنه عن المجيب هكذا والعبارة في لاصل هكذا
الضان ما كان من ذوات الصوف
والمعر من ذوات شعره قهستاني

عبد المنان الاعظمی

۵۴۳/۴	فولکشور کانپور	کتاب الاضحية	سنة ذرية العقبة عاشية شرح الرقابة
۲۰۵/۶	مکتبہ فریہ رضویہ سکھر	کتاب الاضحية	سنة رمز الحقائق في شرح كذا
۴۱/۱	مکتبہ اسلامیہ گنبد شامی ایران	کتاب الزكاة	سنة جامع الزكاة
۳۰۶/۶			

الاصوف، والمعزب ما كان ذوات الشعر .
 كما فعل بعضهم فتفسير كل واحد منهم
 تفسير لا عام . كما يشعر به من ، لا المساوي
 وعرضهم من هذا التفسير تخصيص كل واحد
 من الآخر ، ألا ترى ان ايقن والجاسوس
 من ذوات الشعر ، فلو كانت تعریف
 بالمساوي بطل الطرد ،
 فمكدا تعریف اصناف .
 ممتاز کرنے کے لئے نہیں جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "مالہ الیہ" جس کی چٹکی ہو ، تاکہ بھڑا
 نکل جائے)

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ من استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی بعض ہوتے
 ہیں ، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ مواضات اور واسطے جانوروں میں سے بعض ہے ، اور دوسرا قرینہ
 یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں ہی لکھا ہے ما من ذوات اسحر جہا یوں والی ہو . تو اگر اس عبارت کا یہ
 مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال واسطے جانوروں میں سے بعض ہے تو یہل بھینس وغیرہ بھی بکری میں شامل
 ہو جائیں گے ، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کا لفظ قرار دیا تو ضاں والی تعریف کو بھی تعریف بالعام
 قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم کیسا ہونا چاہئے .

الان تكتب عبارات الكتب الموجودة فانظر
 فيها حق النظر حق يتبين
 لك الحق ، والحق الحق بان يتبين (مر) وصح
 الجذع من انضاد (ش) الجذع شاة
 لها ستة اشهر ، والضاد بما
 تكون له الیة (مر) والشی فصاعدا من
 الشاة (ش) ای من الشاة اعم من
 ان یکون ضانا او معرا
 ومن البقر ، و من

جرا لے اب ہم کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں جس
 سے حق واضح اور روشن ہو جائے گا ،
 (۱) ضاں کا جذع قربانی میں جائز ہے یعنی شیش ماہ
 بچہ ، اور ضاں چٹکی واسطے جانور کو کہتے ہیں ۔ شنی اور اس
 سے بڑی عمر والے جانور تینوں اقسام کے جائز ہیں
 یعنی شاة میں دوبرہ ہو یا بکری اور کاسے میں گاسے
 ہو یا بھینس اور اونٹ (تشریح وقایہ من عینی ،
 (۲) مصنف کے مذکورہ بالا قول میں ان جانوروں
 کی طرف اشارہ ہے جن کے علاوہ قربانی جائز نہیں

الابلی، شرم و قایۃ من عینہ ،	اور ایسی عروں کا بیان ہے جن کے علاوہ قربانی جائز
قولہ وصحہ الجذع الی قولہ	نہیں (عاشیہ شرح وقایہ حلپی من عینی)
من الثلثة اشارة الی بیان	(۳) ضان کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے
الانواع لقی لا تجوز لاصحیۃ الالبہا	دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (در مختار عینی)
وتصریح بینہا لقی لا تجوز فیہ دونہ .	ضان جس کے چلتی ہو، یہ چلتی کی قید اس سے
چپی علی شرح الوقایۃ ، من عینہ ،	لگائی کر سکی . گائے اور اونٹ کے جزد کا استثناء
وصحہ الجذع ذوستہ اشہر من	مقصود تھا، بکری کا جزد چھ ماہ کا ہوتا ہے اور گائے
الضامات ان کانت بہ حیث لو خلط	کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا ، اور
بالشایا لا یکن امتیاز من بعد ، وصحہ	”من الثلثة“ کا لفظ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے
الثنی فصاعد من الثلثة والثلث	یہ اونٹ اور بقران دونوں نوعوں کے ساتھ ، اور
ہو ابن خمس من الابل وحولین من	اسی طرح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ ۔ (رد مختار
البقر والجاموس ، وحول من الشاة اور مختار	من عینی)
من عینی ، قولہ من الصان ہو مالہ الیہ ، صحہ	(۴) اور العام کی قربانی مسنون ہے ، (عام چوپایہ
قید بہ لایہ لایحوز الجذع من العمر وغیرہ	کو کہتے ہیں . افحیہ کے معنی قربانی میں ، مطلب یہ کہ
بلا خلاف ، کما فی المبسوط قہستانی ، والجذع	صان کا چھ ماہ بچہ یا سات ماہ بچہ کی قربانی مسنون
من البقر ابن سنۃ ، ومن الابل ابن اسبعہ	ہے ، اور ایک سالہ بچہ کی بھی ، لیکن اس کے لئے کوئی
بدائع ، قولہ من الثلثة ، ای الاثنیۃ وہی	پابندی نہیں ہے ، ضان ہو کہ عمر ، اور اونٹ اور
الابل ، والمقر ، بنوعیہ والثناء بنوعیۃ	مقر کا ثنی بھی قربانی کے لئے جائز ہے ، اونٹ کا ثنی
مد المحتار من عینی ، ومن سنن الاسلام	پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاة کا ایک سالہ
التضحیۃ ، لانہم التضحیۃ ذبح الاغنیۃ	اور جزدہ کے لئے ضان کی قید اس لئے لگائی کہ
والانعام بالفتوح جمع فتم بفتحیت من	بکری چھ ماہ جائز نہیں ، اور ضان چلتی والے کو
لہ شرح الوقایۃ کتاب الاضحیۃ	مطبع یوسفی مکتبہ ۹۳/۴
لہ ذخیرۃ القبی عاشیہ شرح الوقایۃ	دکثر کانیور ۵۸۳/۴
لہ در مختار	مطبع مجتہبی دہلی ۲۳۲/۲ و ۲۳۳
لہ رد المحتار	دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۴/۵

میں بڑھتے ہیں اور صاف کویش، اور جاموس گاؤیش
کا معرب ہے، یہ گاسہ کی ہی ایک قسم ہے،
اور ان سب کاشنی جائز ہے (اشعة المعات)

جا بر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تذبحوا الذبابة لضمیم
وکسر مین ونون مستدقة، (موجودہ کریمہ مکرمتہ،
الا ان یصر علیک فتذبحوا جذعة من الضباب، مگر
آنکہ دشوار شود بھم رسانیدن مسند بر تہا پس ذبح کنید
جذعہ الاریش، بعد از صبح جیم و ذوال ردہ لا مسلمہ شرح ایہ
حدیث تفصیلے دارد آنرا موافق مذہب حنفی بیان کنیم، و در
شرح موافق مذہب اربعہ ذکر کردہ شدہ است چنانکہ تفسیر
جائز نیست، مگر زایل و بقر و غنم، و روایت کردہ شدہ
است از آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہ از اصحاب
عسے رضی اللہ تعالیٰ عنہم، احرار صاف مذہب از ذبایع و غنم
و مصنف معزکہ، زبائر کریمہ، و ضبان کراریش خوانندہ
و جاموس پسین معلکہ معرب گاؤیش است، و بہ قرب
و جائز است، از جمیع ایں اقسام کاشنی استھی مازدوت، و
اشعة المعات علی مشکوٰۃ.

سوال: آپ نے اس سے قبل کہا کہ خان کا ترجمہ
میش (بھیڑ) اہل لغت کرتے ہیں، اور اہل فقہ یہ
ترجمہ کرتے تو ہم بھی تسلیم کر لیتے کہ صاف بھیڑ کو شامل ہے
اور شیخ عبدالحی محمدش و ہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب
اشعة المعات قدامہ فقہ و حدیث میں سے ہیں، و در
انہوں نے بھی وہ اہل سنت والا ترجمہ کیا ہے تو آپ کو
کیا اعتراض ہے۔

جواب: شیخ محقق کے کسی ترجمہ سے جاہلوں کی طرح خوش

فان قبل قلت فیما سبق الحجة علینا تفسیر
الفقرہا، لا تفسیر اهل اللغة، و رأیت
ان ترجمۃ الشیخ لفظ الضان ہمیش
و هو من اعطاء لم مقیدی الحنفیۃ و انت
مقلتہ ایضا للسید، فلم لا تقول بحوار احمیۃ
الحيوان المستول عنہ بعدہ
قلت لا تفسوح مترجمۃ الشیخ
مثلاً کما فسر العاصۃ بہا،

وجور والتضحية بالحيوان المستول عنه
فصلوا واضلوا لعمود الله منها ، فان لفظ
ميش لغة العرب لا لغت ، فاما حقيقة فيما
له الية ومجازي الحيوان المستول عنه ،
لكونه من ذوات السموات مثل حاله
النية ، او بالعكس واما مشترك بينهما ،
فعند تفسير اصفان به كما فسره الشيخ
به لا يجوز ان يراد به معا لانه يلزم الجمع
بين الحقيقة والجاز ، ولو لم يكن معنى مشترك
في اطلاق واحد ، وبطلانهما لا يخفى
على الكل ، مع انه حينئذ يصير للغم
لوالشاة اصناف ثلثة ، المعز وماله
النية وماله الية له ويخالف قول الشيخ
فيما بعد وعدم وصف است ، وقال الترمي
والشاة بنوعية ، وهكدا وان اراد به
عموم المجازي ما كان من ذوات السموات
فلا يلزم الجمع بالمعنيين الا ان
التخالف بينهما وبين قول الشيخ وغيره
المنكوسين باق وهو ظاهر ، وكاف في
عدم اسادتهم ، فاما ان يراد به الحيوان
المستول عنه فقط حقيقة كان او مجازا ،
فيخرج ماله الية من باب التضحية ، و

ہونے کی ضرورت ہیں کیونکہ شیخ کے اس لفظ میش سے
وئید اور بھڑ دونوں ہی مراد ہوں گے یا ان میں سے
کوئی ایک ، اور دونوں مراد ہوں گے تو بطور حقیقت
مجاز یا اشتراک ، یا عموم مجاز ، تو حقیقت و مجاز ، یا
اشتراک کے طور پر دونوں معانی کا ایک ساتھ مراد لینا
اصول لسان کے اعتبار سے ناجائز ہے ، اور بطور
علوم مجاز دونوں ایک ساتھ مراد لینے پر یہ ظاہر لازم
آتی ہے کہ قربانی کے کل چھ قسم کے جانور ہو جاتے ہیں
حالانکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پانچ ہی ہیں ، اور ایک
ہی مراد لیں ، اور وہ بھڑ ہو تو دنیہ چھوٹ جاتا ہے
جو بالاتفاق قربانی کا جائز ہے ۔

مزید سوال : آپ کی یہ ساری تقریر ضان کے معنی دنیہ
مراد لیے ہیں یا باری ہوئی ہے ، تو یہ مراد لینا بھی
منوع ہوا ۔

جواب : جب فقہاء نے چلتی والا کہہ کر اسی جانور کو
متعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی
ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور
اشتراک ۔

پس ان نصوص حقیقہ کی روشنی میں ہمارا فیصلہ
تو یہی ہے کہ بھڑ کی قربانی ناجائز ہے ، اگر دوسری
کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاط
اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل

يصير النوع الخامس، من الافواع الخمسة
 بها لحيوان المسئول عنه، لام له الية و
 هو خلاص الاحجام، او يراجه ماله اليه فقط
 حقيقة كان او مخرجنا في حرره الحيوان
 المسئول عنه من اليه كما هو حقه وهو
 المطلوب، واجراء هذا التفصيل لعينه في
 لفظ النعمان كما وقع في الحديث واستوت
 بان يقال لفظ النعمان لفظ لغة العرب
 لا نعت فاما حقيقة في ماله الية ومجاز
 في الحيوان المسئول عنه الى قولنا وهو
 المطلوب، فليل تفسيره بما تكون له الية
 يمكن ويحصل الفائدة منه، وهو
 الاستقراء عن المطلوب، واما بعد تفسيره
 بماله الية كما فعل الفحول من العلماء،
 فلا فائدة فيه لانه يعلم من هذا
 التفسير ان مراد الفقهاء بالاضافة
 ماله الية سواء كان معنى حقيقيا او مجازيا
 فيما مطلبنا في الاحراء وتطويل المسافة
 قلنت بل علمت من هذه النقول ان
 التصحية، لحيوان المسئول عنه لا تحوز
 وقد سمعت تحقيقه بما لا مزيد عليه انما
 فاقول ما انا عليه، وعليه التحويل هو
 عدم رجوع التصحية به، فان اصبحت فمن
 الله تعالى، وان اخطأت فمنى ومن الشيطان
 و ب وجه ان كتب الاخر المعتمدة عليها

کاہرہ ہم نے ظاہر کر دئے
 اور یہ کہنا کہ برگوں سے ایسا ہوتا آیا ہے
 یا عیش کے معنی بھیر ہیں، یہ تاریکوت سے
 زیادہ حقیقت نہیں رکھتے، یہ فتویٰ صحیح ہو تو
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور غلط ہو تو میری اور
 شیطان کی طرف سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (نظام الدین مدرس مدرسہ اسلامیہ احمد پور
 شرقیہ)

الغیر السوحدۃ عدی حوازہا، فہم مترك
التصحیۃ بہ اولی لان مقتضی الاحتیاط
هو عدم الجواز علی ما علم من اصول
العقہ ، هذا بالنواجز ولا یلتفت الی قول
المخالعین القائلین بالجواز فان اقوی
دلائلہم وحدنا علیہ اسلافنا وتعلم حالہ
وما سوی هذا الدلیل من تعسیر الضان
بلفظ حدیث وماکان من ذوات الصوف ،
فاوہ من میت العکبروت کہ مر ، هذا ما ظهر
لی ولعل عند غیری احسن من هذا . المحیب
نظام الدین مدرس مدرستہ الاسلامیہ
احمد پور شرقیہ۔

الجواب

اس خدا کی تعریف جس نے ہم کو اکرام کے ساتھ خاص
فرمایا اور انعام کو ہم پر عام فرمایا ، اور حاجیوں
کے لئے اور ہمارے لئے چارپاسے بنا سکے کر
کھائیں بھی اور قربانی بھی کریں۔

یہ آٹھ جڑے ہیں ، ضان کے دو اور حضرت دؤ
تو کیا اون والے منوع ہیں یا بال والے ، یا دم
والوں پر روک ہے یا چمکی والوں پر ، اور دشت کے
دو اور گائے کے بھی دؤ ، تو کیا نجی ادٹوں پر انحصار
ہے یا اعراب پر ، اور بھینس مردود ہے یا گائے
کی مختلف اصناف لائبی اور ٹائی ، یا کسی عضو یا بال
کی چھڑائی پرانی ، نرس کو بدھنے والی درجہ کو قائم
کر نیوالی ہے تھیں علم جو ترجمے بتاؤ اور صلاۃ و سلام ہو

الحمد لله الذی خصنا بالاحکام و عتب
بالانعام حق ل زعماء ، التقرب لاطفاء ، و کثیر من
الحج ، ثمانیۃ رواج من لسان اشین ، و
من المعز اشین ، آ الصوف حطر ، ام الشعر
حجر ، ابا لاذناب امر ، امر علی الایا قصر ،
ومن الابل اشین ، ومن البقر اشین ،
ایا لبخت جد ، امری العراب حصر الی موس
ر ، امر طفت ابقر ، ابطول و قصر
و متفر و کبری عضو او شعر ، للنوع غیر ،
و بالحصص ضرر ، نبشوفی یصلہ ان کان
لکم حصر ، والصلاۃ والسلام علی المید
الاعز و آلہ وصحبہ کل کریم معز ، عدد

تمام معززین کے سردار پر ان کی آل پر، اصحاب پر جو
کرم اور معزز ہیں، بھیڑوں کی اون اور بکریوں کے
بال برابر۔

حد و صلاۃ کے بعد بلاشبہ بھیڑ بکریوں اور انعام
میں شمار ہوتی ہے، مسلمانوں کا اس بات پر اجماع
ہے، اور اس کی قربانی جائز ہے، یہ مسئلہ خود واضح
اور بیان سے بے نیاز ہے، اس کی قربانی مسلمانوں
میں شروع ہی سے توارث ہے، علماء کے تمام
گروہ اور مختلف جماعتوں نے اس میں کسی کوئی اختلاف
اور جدال نہیں کیا، تو بلا امتیاز سبھی کو گمراہ اور گمراہ گر
کہنا سرکشی اور فحرم ہے اور امر محبوب سے روگردانی
جس کا انجام آئندہ معلوم ہوگا۔

اس مسئلہ پر مار فرمائی سے چشم پوشی ہی
بہتر تھی کیونکہ یقیناً جہاں دلائل کے پر جلتے ہیں
جیسی باتوں کا انکار کر سہ پھر کس بات کا اقرار
کر سہ گا اور کس پر ایمان لائے گا۔ لیکن باطل کو
بکھانا اور غافل کو متنا، کمزور اہل اسلام کو گمراہی سے
روکنا، اور یہ خوش گمانی بھی کہ پھیلنے والا سنہا سے
منفصل بھی جاتا ہے، راہ دکھاؤ تو کوئی کوئی دیکھ بھی
لیتا ہے، اور واقعی عقلمند وہ ہے جو ہر بات پر خواہ مخواہ
امراء نہ کرے، اور حقیقت آشکار ہو تو یادہ کوئی اور
انکار چھوڑ دے تو پروردگار بخور و رحیم ہے۔

ان سب باتوں نے ہمیں ہندو تہذیب پر مجبور کیا
سبحان اللہ چمکے سورج پر کیا حجاب، میں تمہیں ہدایت
کرتا ہوں کہ یہ کارامیدوں یا حلال کے چکر یا طیش

اصواف الصائم واشعار المعسرة، و
بعد فلا شک ان هذا الحيوان
من مهممة الانعام، ومن
الانعام، وما تحوز التصحية
به باجماع اهل الاسلام،
مسئبة واضحه جليلة النبیان، عنیه
عن البیان، لا تتطرح فیہا عتران
وقد تواریث التصحی به المسلمون
وعلمائهم متطافرون طبقة
قطبقة وجیلاً بعد جیل من دون
نکیر منکر، ولا صراء عقیل فمن
نسبهم جیفاً الى ضلال و لا ضلال فقد
عنا وعصی، و شق العصا، یولی ما قولہ
ولسوف یری، وقد کان الامر امن عن مثل
هذا المثل و اخری، فان الامر انما
الی اسکار الواضحات کان السبیل ترك التماور،
فإنها هی المقاطیع للبحر الشامحات، والیواہین
الغمر، فمن یری فیہا فیما ذی یوقن، ویای حدیث
بعد ہایو من، ولكن وجوب اتحاد اہل طلل و ارشاد
الافل، والرفق بضعفاء المسلمین، کیذا یقصر
فی ضلال مبین، وتحمین الفطن بالمسلم العاقل
فانہ ربا عشر، فاذا ذکر تذکر، واذا بصرا بصرا
واما العاقل من قری وما احقر، فاذا علم الخیر
فجبر الہجر و انکر المنکر، و ربك غفار لمن استغفر
کل ذلك یدعون ان تأتي فی الباب بعد تہیات

کے فوری میں پھنس کر پوری بات دیکھنے سے بغیر جلد بازی
نہ کر بیٹھنا، میں تمہیں ادنیٰ سے اعلیٰ تک آہستہ آہستہ
سے چل کر سورج کے پاس کھڑا کر دوں گا جہاں تاریکیاں
کا فور ہیں، کیونکہ جہاں وہم پیدا ہوتا ہے اسس کا
ازاد بھی ہوتا ہے اور رات کے بھیا تک خواب سے
صبح کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے۔

یہ باتیں ہوتے ہیں کہ توحید پر پوشیدہ ہور کی
ہوتی ہے، اور بدیہیات کی تفہیم مشکل ہے، میں
نے حق کی طرف رہنمائی میں کتابی ہیں کی۔

تنبیہ اول اس بات کے بیان میں اللہ تعالیٰ ارشاد
کہ صرف انعام ہی قربانی کے باعث نہیں فرماتا ہے :
تمہارے لئے سلامی کئے گئے انعام سوا ان کے
جن کی مانفعت تم پر پڑی جاتی ہے تو دور ہو ان کی
گندگی سے، اور جو چھوٹی بات سے ایک اللہ کے
ہر کو، پھر اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو، اور جو اللہ کا
شریک کرے کہ وہ گویا اگر آسمان سے کہ پرندے
اسے اُچک لے جاتے ہیں، یا ہوا اسے کسی دور کی

تقرر اصواب و تمیط الحجاب، و یا سبحن اللہ هل
من حجاب، علی وجه شمس تجلت من صحاب
هذ او ایک تم ایاک ان یبھیک اکامل، و یطعنک
المنل، و لیست خفک الطیش، فی حدک العجن،
قل ان تجمع الکلمات الاخری الاول، فانی ارید
ان استدرجک من الرغیبه الی الرغیبه، و من ذی
سم الی اثم، حق او فک عن شمس تنصب ولا
وونها نطلم، فعسی ان یعزیک و هم و یاتیک
ما یزیر، او تنسی فی حلد، و متصبیح فیما یرید
عنی انی قد علمت ان السبیل و عمر الی ایضاح
البحیات، و انما الجوده السلوکه اطهار الحیات
لکم اتزل لک الی و هدۃ وقعت، ولا الی ان
ارفعک الی الحق ما استطعت فی قول و توبیق
بالقریب السجید، عیہ توکل و الیہ اُنیب۔
الاولیٰ قال سنا عز من قائل اُحلت لکم
الانعام، الی قولہ عز و جل شہر
محلہا الی البیت و قال سبحنہ و تعالیٰ
و لکل امۃ حلال ما کسبوا و اسم اللہ
تعالیٰ عن ما رزقہم من بہیمۃ الانعام، فقد
انما جعل جلالہ ان الانعام کلہا محل الشک،
وانہا النی یتقرب بنحرہا و ذبہا الی سبنا
و سیرہا دون ساؤلہا ثم و الحیوانات، قال

جگہ پھینکتی ہے، بات یہ ہے، اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے، تو یہ دونوں کی پرہیزگاری سے ہے، تمہارے لئے انعام میں فائدہ ہے ہیں ایک مقررہ میعاد تک، پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھرنک اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دے ہوئے ہے زبان چوپایوں پر، تو تمہارا معبود ایک معبود ہے، تو اس کے حضور گردن رکھو۔ (سورہ حج، پ، ۱)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف انعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت امام لغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی، یعنی جانوروں کے ذبح و شکر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو ان جانوروں کو انعام کہنے کی وجہ اُن کا نہ ہونا ہے انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے، جیسے گھوڑا، فخر، گدھا — اتنا ثابت ہو جانے کے بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا انعام ہونا بھی ثابت کریں، اور یہ کہ یہ اہل ہے وحشی نہیں ہے، ذکر والا چوپایہ ہے، مگر ہم شہادتیں فراہم کر رہے ہیں،

انعام گھردار جانور اور غنٹ والے، یہ ایل، بقر، غنم ہیں (مصباح النیر) اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو تو بتاؤ، کیا یہ وحشی ہے یا پرندہ ہے، کہ پرندہ ہے یا حشرات الارض میں سے ہے، تم دونوں میں سے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہو گئی ہے۔

الانعام صحی الستہ البعوی فی معالم التنزیل لینکرو الاسم اللہ علی ما رتہ قہم من بہیمۃ الانعام، عند نحرھا وذبحھا، وسمھا بہیمۃ الانعام، لانھا لا تتکلم، وقال بہیمۃ الانعام قید بالنعیم لان من الہائم ما لیس من الانعام، كالخیل والبغال والحمیر، لایحوش ذبحھا فی القرابین آھ، ولا لاری من یاب یرتاب فی ان حیوانا هذا من بہیمۃ الانعام، فانه اھلی ذات قوائم اربع وطف، قال فی المصباح النیر لغة الفقہ، الانعام ذات الخف، والظف، وہی الابل، والبقر، والغنم فان کت فی مرید من هذا فانینا مما ذاکر، امن الوحوش امر من المباح، امر من الطیور، امر من لہو امر، امر ذوات الحوافر، امر نوع، خرم قطع الدابر، ہایہ علم ولاعنه مخسب.

لشائی قال حل ذکرة ومن الانعام حمولة و
فرشتہ، قال الثاء عبد القدر الدہلوی
رحمہ اللہ تعالیٰ فی ترجمۃ الکریمة پیدا کئے
مواشی میں لدنے والے اور دبے، وقال فہ
فوائدہ لدنے والے اونٹ اور بیل اور بیلے
بکری اور بھیڑ۔

الثالث جمع المسلمون واعترف الرجل
ان نعم من الاصاحی، وقد علم من یفرق
بین ابھم والبھم، ان هذا من الغنم
قال اللہ عز وجل ومن البقر والغنم حرما
علیہم شحومہما، قال الفاضل رفیع الدین
الدہلوی فی ترجمتہ اور گائے سے، بھیر
بکری سے حرام کہیں ہم نے اوپر ان کے چربیوں
ان کی۔

الرابع اما المرجع فی امثال الامور الی
علماء اللسان، وکما علم کل من یعلم الفسی
الثلاث امن حیوانات الذی یسوی
بالہندیۃ بکری و ذکرة بکرا،

تنبیہ دوم اس بات کے ثبوت میں ارشاد نہیں ہے
کہ بکری انعام میں سے ہے، ان الانعام
حمولة و فرشتہ۔ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے
ترجمہ میں فرمایا، پیدا کئے مواشی میں لدنے والے،
دبے۔ اور فوائد میں فرمایا، لدنے والے اونٹ
اور بیل، اور دبے والے بھیڑ اور بکری۔

تنبیہ سوم بھیڑ کے قربانی کے معنی سابق نے اعراف
جا نور ہونے پر اجماع ہے کیا، اور تمام مسلمانوں
کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے
ہے، اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے
پر خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے،
قرآن حکم کی آیت ومن البقر والغنم حرمت
علیہم شحومہما کا ترجمہ فاضل رفیع الدین
دہلوی فرماتے ہیں، اور گائے سے اور بھیڑ بکری
حرام کہیں ہم نے اوپر ان کے چربیوں ان کی۔

ایضاً تنبیہ چہارم اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل
ہے یا نہیں، وہی حضرات علماء کو سکتے ہیں جن کو
تینوں زبانوں میں مہارت ہو تو ان زبانوں کا عالم یہ
غوب جاتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور

لہ القرآن الکریم ۱۴۲/۶

لہ موضح القرآن تحت آیت ۱۴۲/۶

لہ " " " " " "

لہ القرآن الکریم ۱۴۶/۶

لہ ترجمۃ القرآن رفیع الدین تحت آیت ۱۴۶/۶

مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶

" " " " " "

مطبع زکینی لاہور ص ۶۳-۱۶۲

اس کے نزدیک کہتے ہیں، فارسی میں اسی کو بڑ اور عام بول چال میں گو سپہ اور عربی میں معز، اور عام بول چال میں غم و شاة کہتے ہیں۔ اسی کے ذکر کو "قیس" اور معز کہتے ہیں اور موت کو عز اور معزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معروف بات ہے کہ ہندی میں جس جانور کو بھیڑ جس کا ذکر میںہا، اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں اسی کی موت کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں، اسی کو فارسی میں میش اور عام بول چال میں گوسفنہ اس کا ذکر مناطق قوچ کہلاتا ہے یہی عربی میں ضان اور دونوں اطلاق میں شاة و غم کہلاتا ہے، اس کا ذکر ضان و کبش اور موت کو فخر کہلاتا ہے۔

ثانیہ ازواج من الضان اشین "پیدائش کے آنے
نرمادہ بھیڑے اور بکری سے دو۔ (از توح القرین)
آنہ جوڑے بھیڑوں میں سے دو، بکری میں سے
دو۔ (شاہ رفیع الدین)

آفرید ہشت قسم از گوسفنہ دو قسم، و از بڑ دو قسم۔
(شاہ ولی اللہ)

ضان، ضائق کی جمع نامہ کے خلاف، اور یہ غم کی ہی
دو فہمیں ہیں، پہلے کو فارسی میں میش اور ثانی کو بڑ

هو الذی یسمى بالفارسیة بڑ، و فی الاطلاق
الاعم گو سپہ، و بالعربیة معز، و فی
الاعم غم و شاة، و ذکرہ تیساً و ما عسراً،
و انشاء معزاً، و ما عسرة، کذا لک علموا
ان الحيوان الذی یسمى بالهندیة بهیڑ
و ذکرہ میںہا، و عند قوم و انشاء
بهیڑ و لقوم بهیڑی هو الذی یسمى
بالفارسیة میش، و بالاطلاقین الاحص
الاعم گو سفند، و ذکرہ المناطق قوچ،
و بالعربیة ضانا، و بالاطلاقین شاة،
و غمی، و ذکرہ کبشاً و صاناً و انشاء نعجة
و ضانسة، قال الله عز وجل ثَمْبَرُ ارْواح
من الضان اشین و من المعز اشین، قال
فی موضع القرآن پیدائش کے آنے نرمادہ بھیڑ میں
سے دو، اور بکری میں سے دو، و فی ترجمہ
الرفیعة آنہ جوڑے، بھیڑ میں سے دو، اور
بکری میں سے دو۔ و قال انشاء ولی الله الیہول
فی ترجمہ آفرید ہشت قسم را از گوسفنہ دو قسم،
و از بڑ دو قسم، و قال الفاضل یوسف چلبی
فی حیرة الحقی حاشیة شرح الوقیة،

سُورَةُ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ ۱۴۳/۹

سُورَةُ الْقُرْآنِ

تحت آية ۱۴۳/۹

مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۹

سُورَةُ الْقُرْآنِ الرَّفِيعِ الدِّينِ

تحت آية ۱۴۳/۹

ممتاز پبلیشنگ لاہور ص ۱۶۲

سُورَةُ الْقُرْآنِ (فارسی، ولی اللہ الدہلوی) ص ۱۴۸-۱۴۹

مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۴۸-۱۴۹

کچھ ہیں، اور غنم کے ہی ہم معنی لغت شاقہ ہے جس کا اطلاق
دونوں نوعوں پر ہوتا ہے اور اسی معنی میں فارسی لفظ
گوسفند بولا جاتا ہے، اسماء اور صحاح میں یہ
ہی ہے (مختصر)، (ذخیرۃ العقبیٰ چلبی)

بھیرا فارسیہ میں میش ز، اور عربی میں منہ
ہے (نقاس)

بھیرا ہندی میں غنم ہے، اور غنم ضان ہے، اور ضان
فارسی میں میش ہے (تحفۃ المومنین)

ضان میش، ضان میش ز۔ (مختصہ رشیدی)

ضان میش ز، خلاف ماعز، اور اسی کی جمع ضان
خلاف معز۔ (صراح)

ان سب شہادتوں میں ضان اور میش ایک ہی
چیز قرار دی گئی ہے، اور اسی کو ہندی بھیرا بتایا گیا
ہے، اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو کہ یہ دونوں ایک
نوع نہیں ہیں، تو بھیراؤں کا ایک گلہ لے کر عرب اور
فارسی کے شہروں اور دیہاتوں میں پھر کر جنگلوں اور
پہاڑوں، آبادیوں اور ویرانوں میں گھوم گھوم کر ہر ایک

ضان جمع ضان خلاف الماعز، وھما
نوعان من جنس الغنم، يقال للاول
بالفارسی میش، ولثانی بُز، والشاة
اسم جنس یسمیہا کاعنم ویقال لھا
بالفارسی گوسفند، کذا فی الصحاح،
والاسماء (۱) باختصار، وقد توجع فی النقاس
بھیرا بالفارسیۃ ہمیش ز، وبالعربیۃ
بکبش وضان، وقال فی تحفۃ المؤمنین
بھیرا ہندی غنم است، ثم قال غنم ضان
ست، ثم قال ضان بالفارسی میش نامند،
وفی المختصہ الرشیدی ضان میش
ضان میش ز، وفی الصراح ضان میش ز
خلاف ماعز، والجمع ضان، خلاف معز،
فان کان فی صریح بعد، فلیقم ویبطل، فلیذهب
بقطیع منہ الی العرب، وانفرس، ولیدر فیہ
بلاد وقری وجبال وحقاویز، ویسأل کل اهل
ناد منب حاضر، وباد، ورجل، وامرأة

۱۲۶/۱	فونکسور کانپور	کتاب الزکوۃ باب زکوۃ الاموال	لغۃ ذخیرۃ العقبیٰ
			لغۃ النقاس
ص ۱۶۹	فونکسور کانپور	الباء مع الہاء	لغۃ تحفۃ المومنین مع مخزن الادویۃ
ص ۲۲۵	"	الفین مع المیم	لغۃ " " " " " "
ص ۲۹۰	"	الصاد مع الالف	لغۃ " " " " " "
ص ۲۸۲	ایچ ایم سعید کچی کراچی	باب الضاد مع النون	لغۃ منتخب اللغات مع غیاث اللغات
ص ۳۱۸	فونکسور کانپور	باب النون فصل الضاد	لغۃ الصراح فی لغۃ الصحاح

شہری و دیہاتی، عالم و جاہل سے سوال کرو، تو سارے عرب یہ کہیں یہ ضائع ہے، غنم ہے، شاة ہے، کبش ہے، فہر ہے، اور فارسی کہیں یہ میش ہے، گوسپند ہے، تو حق بات تسلیم کرو، اور اگر عرب اس کو گور یا، کشکٹ کٹایا یا تمہی یا اہل فارس اس کو گورخ یا چیتا یا آتو کہیں تو تم معذور ہو گے۔

تنبیہ پنجم تا سید مزید | لمبی اور دراز سونڈ والے ہاتھی کو کوئی خیل نہ ماسے تو اس کے علاوہ کیا سبیل ہے کہ اہل عرب سے یہ کھلا دیا جائے کہ ہاتھریاں سب رنگ اسے میل ہی کہتے ہیں، جیسے اگر کوئی بھیڑی کا انکار کرے، تو اس کی سبیل بھی یہی ہے کہ اسے بھی شہر دکھا کر لوگوں سے کھلا دیا جائے کہ سب رنگ اسی کو بھیڑی کہتے ہیں۔

تنبیہ ششم بھینس کو گائے یہ کہ کہ بھینس کو گائے کے ساتھ لا حق نہیں کیا گیا | کے ساتھ از روئے قیاس و حق کیا گیا، غلط ہے، کیونکہ یہ مسئلہ

وحر و امة، و عالم و جاہل، و سائر و قافل، فان اخبر العرب جميعا ان هذا ضائع، غنم، شاة، کبش، فہر، و قالت الفرس این ست میش، و گوسپند، و ز و مادہ، فلیصدق بالحق، و ان اعربت العرب ان هذا عصفور، و دکل، عقور و فیل ماسور، و نفرست الفرس، فہب المست خیر گور، و چرخ پررور و جعد شبکور فہو معذور۔

الخامس رأيت ان انكر منك، ان هذا المهييب الثقيل، ذا الخراطيم الطويل، الذي يقال له بالهندية تهي و گچ، ليس هو الذي يقال له بالعربية فيل، و بالعربية قيل، فهل عندك عليه من حجة و دليل، الا الرجوع الى اهل السن، و اباة المت اهل قهم عن امثال ذلك من باب التواثر المورث للیقین، کما ان من جعد و صم بمبئی او کلکتہ، مثلاً لهذا البلد العلوم فلا وادله الا الانباء بان الناس مطبقون على ان هذا البلد يهذو مسعى و به موسم، فان عاند و عاد و عاود الداد، فباله من طب الا لاقتصاد۔

السادس من الطر من عم الحاق الجواہر ما بقى، و انما عرفت الاضحية على خلاف القياس لكونها تقرباً بآراقة دم،

قیاسی ہے ہی نہیں مگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفید
نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکرے اور
ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہوتا
لیکن ایسا جائز نہیں۔

علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا،
”قربانی کا مسئلہ بالکل غیر قیاسی ہے کیونکہ خون بہانہ
کا ثواب ہو، یہ بات غیر معقول ہے، اس کے لئے
جس جانوروں کو شرع نے جائز قرار دے دیا ان کے
علاوہ مثلاً وحشی جانوروں کی قربانی شرعاً جائز نہیں۔“
علامہ عینی نے رمز المحتق میں تحریر فرمایا، ”قربانی
حکم الہی سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے، تو اسی
باعتبار کیا جائے گا“

مدرسہ دارالکلمہ بزرگوار الہی شرح کنز الدقائق میں
تصریح فرماتے ہیں: ”قربانی کا حرام شرعاً مسلمہ میں
انہیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہل ہوں، وحشی
میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت
نہیں۔“

توحقیقت حال یہ نہیں ہوئی کہ اکمل کو کامل
کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء
کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا
ثابت ہوا، تو انہوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ مقرر

وارہق روح، فکیف یسوع الالحق فیہا، ولو
ساع نکات، المعافا لوعول والظاہر ان
تلتحق بالمقر والمعر، قال العلامة الاتقانی
فی غایۃ البیان النصیحة امر مستفاد بالشرع
مخلات لقیاس، لان کون اراقة الدم
قربة غیر مدقول المعنی فاقصر علی مورد
الشرع، ولہذا لم تحز النصیحة بشئ من
الوحش، وقال العیون فی رموز المحتق
انہا عرفت بانہن علی خلاف القیاس، فیتقصر
عینہا، وقال العلامة الطوری فی تکمیلۃ
البحر الرائق: ”وارہق یعرف بالشرع فی
المقر الاھل دون الوحش والقیاس
مستبعد، وظل ذلک فی کثیر من کتب، و
الناظر انہم علموا انہا من نوع المقر
فتناولہا انھن تناو لا اولیٰ من دون حاجۃ
الی احاق، یہذا اعلیٰ کما مر علیہ فی
ابھادیۃ والخانیۃ والدرود وشرح الباقیۃ
للبرجندی، و فی جامع الرموز عن جامع
المصبرات، و معجم الانھر عن المحيط،
وفتح اللہ المعین عن التتیلین، و البحر الرائق
عن الولو الحیۃ، والہندیۃ عن البدائع،

لغایۃ البیان

۲۰۵

۱۷۰

مکتبہ نوریہ رضویہ سیکرہ
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

کتاب الاضحیۃ

لکھ رموز المحتق فی شرح کنز الدقائق

۳۷ تکریم من البحر الرائق

ورد المحتار علیہا، وعت المغرب
وام اقتربت جلوت لك فقولها
قاف لہ اشرف هذه الرسالة
شیئا الا من الكتب التي منی
سرف فهي عندی فی ملک
ویدعی، عت افهم اخذوا
على نقطة توهم التغاير بينهما
كقول الكثر الجاموس كالبقرة
كما في التبيين والبحر والنهر
والشربلية ومجمع الانهر
واب السعد وغيرهما
انه انما هو كقوله ايضا
البخت كالعراب بيد ان اول
المسئلة كانت هناك بلفظ الابل
فلم يوهم التشبيه، وظهرنا
بلفظ البقر فاهم، ثم لما اذا
استكثر من هذا الفصل وانت
انتقل عن هذا المحتار قوله
المقر بنوعيته اه وعن مفتاح
الجنات ان الجاموس داخل
في المقر اه وعن الاشعة جاموس

بجنس كوشا فی ہے، اس نے مسئلہ کے الحاق
والے قاعدہ کے سہارے کی بالکل ضرورت نہیں۔
یہ امور پیرایہ، خانہ، رمز الحقائق، تلمذ طوری
مستخلص الحقائق، شرح ملاسکین، طحاوی
علی الدر، شرح لغایہ برجندی، جامع الرموز،
جامع المضمرات، مجمع الانهر عن المحيط، فتح الله
المعین عن التبيين، بحر الرائق، واد الجیہ، ہندیہ
عن البدائع، رد المحتار عن البدائع وعن مغرب
منصوص ہیں، ضرورت پر ساری کتابیں پیش
کی جاسکتی ہیں، الحمد للہ ساری کتابیں میری ذاتی ہیں۔
ہاں ان محضات نے ایک لفظ ایسا ضرور کہا ہے
جس سے یہ شبہ ہو گا کہ گامے اور بجنس میں تغاير
ہے اور وہ کہ تبيين، بحر، نهر، شربلية،
مجمع الانهر الی سود وغیرہ میں ذکر کی ہو لفظ الجاموس
كالبقرة، لیکن اس سے دھوکا کھانا غلط ہے
کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے علما۔ اونٹ کے سلسلہ
میں فرماتے ہیں البخت كالعراب، بیان مسئلہ
میں اونٹ مقسم کی طرح پیش کیا گیا ہے، اس کے
باوجود جب بخت و اعراب دونوں ہوئے تو
صرف کاف تشبیہ کی وجہ سے بقرة جاموس دونوں
کیسے ہوں گے، اور خاص کر عجیب صاحب کو

۴/۶	المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر	کتاب الاضحية	لہ تبیین الحقائق
۱۴۶/۸	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	لہ تلمذ من البحر الرائق
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المحتار
ص ۲۱۸	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	فصل فی سنن الاضحية	لہ مفتاح الجنان شرح شرع الاسلام

نوع اربعہ سے فاعلی اراک نقل العباسات
وتنبؤ عنها کانت لم تسمعها ، کلا
بل تسمع وتفهّم ثم تحیل ، امنا
سمعناک نقول انهم یدخلون الجاموس
فی البقر ، ویقولون انه نوع
منه ، ثم عدت تعد الانواع
خمسة ، وتجعل النوع یقابل
جنسه ، وبالجملة قد تبین
بطولات تخمین الانواع ، وعد
الجاموس نوعا ماسه ثم لا یخفی
علی کل ذی عجم ما لم یکن
خلط طبعا من الجوامیس ، ما بین
البقر والجاموس من البون
البین صورة ومعنی ، یبائن الموضع
انوضم ، والطبع الطبع ، واللحم
اللحم ، واللحس الحس ، والطعم الطعم
والحمل الحمل ، والمزاج المزاج ، والاثاث
الاثاث ، والافعال الافعال ، والمواضع
حقی حکم القیاس انما نوعان متباینان ، وان
الجوامیس لا تجوز التصحیح بها ، وانه انما
حکم الاستحسان ، قال فی الخلاصة ثم الاتقی
فی شرح الهدایة والحبی فی تکملة لسان
الحکام الجاموس یجوز فی الضحایا

تو یہ شعبہ جو نئے کی کوئی وجہ نہیں ، کیونکہ انہوں نے
خود ہی رد المحتار کی عبارت "البقرینو عینہ اور
مغایج الجنان کا حوالہ ان الجاموس داخل فی
المقر" (بھینس گائے میں شامل ہے) اور
اشترک اللفات سے "جاموس نوع از بقرہ"
(بھینس گائے کی ایک قسم ہے) نقل کیا ہے
حیرت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود کس طرح
حبیب نے قربانی کے جانور کی پانچ قسمیں کیں اور
بھینس کو الگ ایک نوع قرار دیا ، پس واضح ہوا
کہ پانچ نوع قرار دینا غلط ، اور بھیڑ کو چھٹی قرار
دے کر اس سے انکار کرنا غلط در غلط ہے۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ گائے اور
بھینس میں صورت اور معنی بناوٹ ، طبیعت ،
گوشت اور دودھ ، مزے اور اعمال و آثار میں
تباہین ظاہری ہے جس کے پیش نظر عقل کا فیصلہ
یہی ہے کہ ان دونوں میں تباہین نوعی ہے اور
بھینس کی قربانی نہ ہونا چاہیے مگر جائز ہے ، تو
یہ ایک خلاف قیاس حکم ہے۔
ملاحظہ آتالی جلی میں "بھینس کی قربانی
استحسانا جائز ہے۔"
خاتل عبد الحمی نکتہ نوی کی شرح مختصر وقایہ میں

و لہد یا مستحباً^۱ و فی شوح مختصراً و توقیة
 بلفاضل عبدالحی الجاموس کا بقرۃ لانه
 نوع منها، فی الرخصة هذا الاستحسان و
 القیاس انه لا یحوز^۲ و، و تفیرہ فی اعرف
 ظاہر، و لذلک و حلف لا یاکل لحم
 البقر لہ یحس باکل لحم الجاموس
 حکما فی رکوة الہدایۃ^۳ و لا بعکسہ،
 حکما فی ایمان الخانیۃ، و ما ذالعیض
 مجرد بوقاق فی عدد الاعضاء مع الخلات
 فی جسم ما صر، فان ذلک حاصل
 فی انخیل و العیر یضامع انہما بوعان
 متباینان قطعاً عرفاً و شرعاً، بل للی ان
 تقول لا وفاق فی العدد ایضاً، فان بقر
 جلد امتدلیا من بعد خلقہ الی
 منحرہ، و لیس ذلک للجاموس،
 و الشعر یعم بدن البقر و لیس
 علی جسم الجاموس الا شذر صغر،
 فاد استحسنوا مع کل ذلک ان
 الجوامیس یست الا من نوع البقر،
 کانت ضمیمۃ الہند احق بان
 تعد من نوع اضواء العرب
 قامہما لا خلف بینہما فی شوح

ہے: بھینس گائے کی طرح ہے یہ اسی کی ایک نوع ہے۔
 روخص میں ہے، اس کی قربانی استھاناً جائز
 ہے، قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہئے۔

عرف کے اعتبار سے گائے اور بھینس کا تقاب
 ظاہر ہے، اسی لئے اگر کوئی قسم کھائے کہ گائے کا
 گوشت نہیں کھائے گا، تو بھینس کا گوشت
 کھانے سے حائث نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ ہدایہ کتاب رکوة
 میں ہے، اور خانیہ میں ہے بھینس کی قسم کھائی
 تو گائے کا گوشت کھانے سے حائث نہ ہوگا۔
 اور اگر خالی اعضاء کی تعداد میں موافقت کی وجہ
 سے گائے اور بھینس کے ایک نوع ہونے کا خیال
 کیا جائے تو گوڑہ گدھے میں اس سے زیادہ یکسا
 ہے حال کہ وہ دونوں عرفاً اور شرعاً ہر لحاظ سے
 و متباین نہیں ہیں۔ اور تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ
 گائے اور بھینس میں اعضاء کی تعداد میں بھی موافقت
 نہیں ہے، کیونکہ گائے کی گردن میں خاص کمال
 لگتی ہے اور بھینس میں نہیں ہوتی، اور گائے کے
 جسم پر گھابال پور سے بدن پر اگا رہتا ہے اور
 بھینس کے جسم پر چند قلیل بال ہوتے ہیں، پس
 جب ان سارے اختلافات کے باوجود استھان
 میں گائے اور بھینس کے ایک جنس کہئے، تو دہر
 اور بھیر کے ایک جنس ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے

کیونکہ ان میں تو مذکورہ بالا اوصاف میں سے کسی میں اختلاف نہیں، اگر ایک رنگ کے دنبہ اور بھیر کو آگے سے دیکھئے تو فیصلہ مشکل ہوگا کہ کون بھیر ہے اور کون دنبہ ہے، ہاں صرف یہ بات ہے کہ دنبہ کی دم چوڑی اور چھوٹی ہوتی ہے اور بھیر کی دم لمبی اور بالدار ہوتی ہے، لیکن یہ کوئی بات نہیں، اس سے بڑے بڑے اختلافات ایک نرسا کے ازاں میں اختلاف آسہ ہوا کی وجہ سے پائے جاتے ہیں اور ان کا لحاظ کر کے کوئی اختلاف قیاس کا حکم نہیں لگاتا۔

امثلہ (۱) آدمیوں میں حبشیوں کا ہرنٹ نہایت موٹا ہوتا ہے ۲۱ ترکیبوں کی آنکھیں چھٹی ہوتی ہیں (۲) جیسوں کی ناب چھٹی ہوتی ہے (م) اور بعض وحشی ترکیبوں کی دم کی ہڈی پر دم ہی کی طرح ایک بالشت تک لمبا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے (۵) عام حورقوں کی شرمگاہ میں جو پارہ گوشت اُبھرا ہوا ہوتا ہے مراکشی حورقوں میں حنقلہ نہیں ہوتا (۶) ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ آدمی کے کبھی چھ انگلی ہو جاتی ہے، چنانچہ فقہاء کا جزیہ ہے اگر کسی آدمی کے دو دو ہاتھ ہوں یا دو دو پاؤں یا ایک ہاتھ میں دو ہتھیلیاں، تو کیا وضو میں دونوں کا دھونا واجب ہے، یہ مسئلہ حجر، تبر، درہ اور بندیر میں مہرح ہے (۷) میں نے بعض شہر میں اونٹ دیکھے ہلکے پھلکے، لمبے بال والے، جن کے پشت پر دو دو گائیں تھیں جن کے پیچ میں ایک

مساو صفنا، حتی لو ان ضائعت متھما متشابھتا اللون، والمیثۃ نظریہما ناظر من قدام لم یکدیمیزینہما کضائیت کذلک من ارض واحدة، نعم الالیة من احدھما عن یصۃ قصیرة ومن الاخری صلیۃ طویلة، ومثل هذا الخلف بل اکثر منہ کثیرا ما یوجد فی افراد نوع واحد باختلاف الاراضی واختلاف المادۃ وغیر ذلک۔

الاتری لی غنظ شفاء الحبش، وصغر عیون الترق، فطس اخوف الصین، ولبعض من اترالک الوحوش علی عصبه لحمة خاشدة قدر شریشیہ الذنب، والرمۃ النتیۃ بین الشمرین لا توجد خلقة فی فناء المغرب، وسمایکوت لافسان ستة اصابع، و ذکر الفقہاء ما اذا کان للمراء یدان فی ید، اورجلان فی رجل، او کفان فی کف، هل یجب غسلھما فی الوضوء، کما فی البحر، والنھر، والدر، والندیۃ وغیرھا۔ ولقد مرأیت لبعض البلاد جماعیۃ المنظر، لطاف الجسم، صفار الحجم،

طوال الوبر، لكل منها على ظهره سنامان
 ريجان، بينهما مجلس الراكب يكونان
 له كعودي الرجل، وقد قال العلامة
 القزويني في عجائب الموجودات، ثم
 الامام اندميري في حيوة الحيوانات
 انه يجلب من الهمد نوع من الصبغ
 على صدره الية، وعلى كتفه الستان
 وعلى فخذه الستان، وعلى ذنبه
 الية وربها تكبر الية العان حتى تمنع
 من المشي، راد القزويني فيتخذ ليلتها
 عجلة توضع عليها وتشد الى صدرها
 فيمشي الضان وتجبر العجبة والالية
 عليها اه فهذه اختلافات في الاعضاء
 باصل الوجود، والعدم، فضلا عن الصغرة
 والكبر، والطول، والقصر، فهل يحسن
 لعاقل ان يحكم لبدنك باختلاف النوع،
 وان احد من صفى الابل ذات كوميته و
 ذات كومه، مثلا ليس من نوع الابل،
 لا تجوز التضحية به، ولا تجب الزكوة
 في سائته.

السابع اطلق اهل التفسير والحديث
 والعقده واللغة من العرب والعجم
 ان العجم نوعان، ضان ومعهز،

له حياة الخمران باب الضاد المعجمة (الضان)

عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات (الضان)

آدمی کے بیٹے کی جگہ تھی (د) امام قزوینی نے عجائب
 المخلوقات میں، اور دیمیری نے حیوة الخمران میں تحریر کیا
 ہندوستان کے بعض دیہات آتے ہیں جن کے سینے پر
 چمکتی ہوتی سپہ اور دونوں مونڈھوں پر دو چمکتی اور
 رانوں پر دو چمکتی اور دم پر ایک چمکتی ہوتی سپہ جواتنی
 بڑی ہوتی ہے کہ لکڑی کی چھوٹی گاڑی پر وہ چسکتی
 رکھ دی جاتی ہے اور گاڑی دینہ کے سینے سے باندھ
 دی جاتی ہے جسے وہ کھینچتا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا سارے اختلافات جو اعضا
 کی کبیشی میں واقع ہوئے، چہ جائیکہ
 ان کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف،
 تو کیا کوئی ماعقل اس کی وجہ سے جانوروں
 کی اس میں امتداد ہونے کی ہاست کرے گا
 اور کہے گا کہ یہ دو کو بان والے اونٹ، اونٹ
 ہی نہیں، نہ ان کی شتربانی ہو سکتی ہے
 نہ یہ سائہ جانوروں میں شمار ہوں گے نہ ان
 پر زکوٰۃ ہوگی۔

تنبیہ بہتم تو ضیع مزید عربی و عجمی اہل تفسیر و
 حدیث، اہل عقد و لغت اس بات پر متفق ہیں کہ
 بکری کی دو قسمیں ہیں، ضان اور معز، جس کی

محیط ابوابی مصر ۶۳۴/۱

ص ۲۲۹

تعبیر فارسی میں پیش اور بڑ سے کی جاتی ہے، اور
دونوں میں ایسا اختلاف ہے کہ جو معز ہے ضامن
نہیں، اور جو ضامن ہے معز نہیں۔ حوالے،
• ضامن ماعز کے خلاف، اور اس کے جمیع ضامن
ہے (علامہ خفاجی حاشیہ بیضاوی)
• ضامن اون والی، ضامنہ کی جمع، یہ بکری کی ایک
قسم خلاف ماعز ہے (جمع بحار الانوار)
• ضامن معز کے خلاف غنم میں سے۔ (مرقات)
• غنم اسم جنس ہے، یہ ضامن و معز مذکر و مؤنث
دونوں پر بولا جاتا ہے، اور ضامن اور معز میں
اختلاف ہے (شرح کنز علامہ مسکین)

• معز ضامن کے خلاف ہے، غنم کی ہی ایک قسم
ہے (تاکس)

• ضامن، بکریوں میں معز کے خلاف، اور جمیع ضامن
معاورہ ہے، اپنے ضامنوں کو معاخذ سے لگ
کر۔ (تاکس)

• ضامن ماعز کا ضد ہے، اور جمیع ضامن اور معز
ہے (مختار الصحاح رازی)

۳۵۹ ذ دار صادر بیروت

۳۸۲ م مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورہ

۵۶۱/۳ المکتبۃ الجمعیۃ کونست

۳۸۱/۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۹۹/۲ مصطفیٰ البابی مصر

۲۲۴/۲ باب الزی فضل الضاد (الضامن)

۳۵۶ م مؤسسۃ علوم القرآن بیروت

میش و بڑ، و انت الضامن و میث
خلاف المعز و بڑ، والمعز و بڑ
خلاف الضامن و میث، قال
العلامة الحماحی فی عناية القاصد و
كفاية الراضى حاشيته على تفسير البيضاوي
انضاض خلاف الماعز، وجميع ضامن
وقال في معجم معار الانوار ضواض
وانت صوف تحذف هو جمع ضامنة، وهي
انشاء من، نعم خلاف المعز و قال في الرقات
انضاض خلاف المعز من الغنم و قال العلامة
مسکین فی شرح الکون الغنم اسم يطلق علی
الذکر والانثی، من الضامن و المعز والفتن
خلاف المعز و قال فی القاموس معز هو احد
الضامن من الغنم و فيه انضاض خلاف الماعز
من الغنم، جمع ضامن انضاض ضامنك اخر لها
من المعز، وفي مختار الصحاح 7 للعلامة
الرازي الضا ضا ضد الماعز و
واجمع انضاض والمعز و

عناية القاصد حاشية على البيضاوي تحت آية ۸۰/۶

في مجمع بحار الانوار باب الضاد مع الهزة ضامن

في مرقات النجاشي كتاب القنوة باب في الاصحاح الفصل الاول المکتبۃ الجمعیۃ کونست

في شرح الكنز لعلامہ مسکین مع فتح المعین کتاب الاضیة

في القاموس المحيط باب الزا فصل الميم (المعز)

في باب الزی فضل الضاد (الضامن)

في مختار الصحاح تحت لفظ ضامن مؤسسۃ علوم القرآن بیروت

وید المعز من العزم ضد الضان ثم وقدمت
 أنفا عبارات فخير العقب والصرح، و
 أنت المحتكم بقول الغيات كوسفند معنی میش
 مقابل بُز چنانکہ معز در عربی مقابل صان است از
 وحشیت علیه نقولك ازین عبارت صان مطلع
 می شود که آن حیوان که عرب آن را ضان گویند فرس
 آن را میش گویند، و آنچه عرب آن را مز گویند
 فرس بُز گویند، و نقلت عن الشیخ المحقق
 قدس سره غنم دو صنف است معسز که
 آن را بُز گویند و ضان که آن را میش خوانند
 و ایدت بقول المشاف الثبات
 بنوعیه ام، فكانت اجماع
 علی ان ما كان من الغنم
 خارجا عن الضان و میش
 فهو داخل المعز و بز و ما كان منها خارجا عن
 المعز و بز، فهو داخل فی الضان و میش، و
 وقد بینا ان حیوانا هذامن الغنم، و ان
 سترک فیہ فلن یستری احد ممن له قسط
 من العقل، انه من بهیمة لانعام، ثم لعلک
 تز هو بتعسک ان تدعی کونه ایلا و بقرا، قلنا

• معز بکریوں میں ضان کا ضد ہے (مختار الصحاح
 و آزی)

• ذخیرہ عجیبے اور صراح کی عبارتیں اوپر گزریں۔
 • کوسفند معنی میش کے، بز بُز کا مقابل ہے جیسا کہ
 معز عربی میں ضان کا مقابل ہے۔ اعیان اللغات
 بحوالہ عجیب)

• جس حیوان کو عرب ضان کہتے ہیں فرسی میں میش
 کہتے ہیں (تقریر عجیب)

• غنم کی دو قسم ہے، معز کہ اسی کو بز کہتے ہیں، اور
 ضان کہ اسی کو میش کہتے ہیں (شیخ محقق بحوالہ
 عجیب)

• بکری اپنی دونوں نگوں کے ساتھ، دشنامی بکرا کہ
 معز

تو ایک طرح اجماع ہو گیا کہ غنم صرف دونوں
 میں منحصر ہے، جو غنم معز نہیں وہ ضان ہے، اور جو
 ضان نہیں وہ معز ہے، تو لامحدود چیز کو بھی ضان یا
 معز کسی میں داخل ماننا پڑے گا، اور اگر کچھ شبہ ہو
 تو اتنا تو قطعی ہے کہ یہ سمیۃ الانعام میں داخل ہے
 اور یہ اتفاق علماء انعام کی طرف چار قسمیں ہیں۔
 اس امر کی تصریح تمام لغوی نے معالم میں اور

۶۰ ص	مؤسستہ علوم الدہ آن بیروت	تحت لفظ (المعز)	لے مختار الصحاح
۳۱ ص	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل کاف فارسی مع واو	لے غیث اللغات
۸/۶	مکتبہ نوریہ رضویہ سید	الفصل الاول	لے اشعة اللغات کتاب السلوة باب الانجیة
۲۰۴ ۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضیمة	لے رد المحتار

ان يكون من المعز او من الضان ، اذا الاعلام
منحصرة في الاربع بتصريح العلما وكافة ، كما
نص الامام البغوي في المعالم ، والامام الرازي
في المفاتيح ، والعاصم الهردي في ارشاد العقل
والمولى القاري في المسلك المتقسط ، و
الفصل طاهر في محرم البحار وغيرهم في غيرها
لكن الاول باطل اذا المعز ذات شعور ، وهذا
يا عترتك ذات صوف ، والمعز بوز وبكوى و
هذا ليس بها عند احد من الصبيان ، فضلا
عن علماء اللسان ، فتعين ان يكون من الضان
فانظر الى حجبك كيف كرت عليك ، الحجاب
فان الضان ديمش لو كان مختصة عند
اعرب و لعجم بآله اليه دهم لا يتعد
بزمك توجب ان يكون خادما منها ، فوجب
ان يكون خلا في اسعز و بوز ، وقد قضيت
على نفسك انه ليس منها ، فطل انحصار
الغنم في نوعين ، وقد كنت بهجت به نقلا
و سندا ، وتعويدا واعتادا ، ثم بطلانه
يقضي بطلان دعواك ، فان مدار التصحية
على النعمية دون خصوص الاليسة و
الضانية .

الثامن كل ما شقق ، ورقق ، و ظن
ان قد دقت من كون
ميش حقيقة ف كذا او مجازا ف
كذا او مشتركا بينهما الخ انما هو على منقسم

رازی نے مفاتیح میں ، ردی نے ارشاد میں ، واصل
قاری نے مسلك المتقسط میں ، اور فاضل طاہر
نے مجمع البحار میں کی ہے ، اور ان کے علاوہ نے
دوسری کتابوں میں کی ہے ۔

اور آپ اس کو گائے یا اونٹ نیم ، شتر
کرنے کی جرات کر ہی نہیں سکتے ، نہ محامد یوم
میں ہی شامل ہوگا ، معز یا بکری تو ہوگا مہر
کہ ان ہوتا ہے اور معز کے اون میں ہوتا
کیونکہ آپ کا یہ خود کا اعتراف ہے کہ یہ اون دلی
ہے ، تو دیکھئے آپ ہی کی دلیل سنئے آپ کا کیسا رد
کیا ، اور صاف ظاہر ہو گیا کہ چلتی ماہر ایا قیاز نہیں
ورنہ بھیڑ کو معز میں داخل کرنا ہوگا ، اور آپ اس
دونوں ہی سے خائست کرنے پر تھے بوسے تھے ،
اور اسی سے آپ کے دعویٰ کا رد بھی ہو گیا کہ یہ
قربال کا جانور نہیں ۔

تنبیہ ہشتم حقیقت و مجاز اس پر مجیب کی اگر تم
والی تدقیق کا جواب
کو میش ذوات ایر میں حقیقت ہو گایا مجاز یا
مشترک ، سب کا معنی یہ تھا کہ چلتی کو میش کی حقیقت

ان مالہ ایہ مغایر بالنوع لما یست له
 الیة باللعنی الذی توهم فظن ادحالمها
 حسیعاً یؤدی الی التثلیث ولہ یدر انہ
 ہواواقع فیہ لما بیتنا انت ہذا الخیوان
 من الا لہام قطعاً واذ لیس من البدن
 فسن الغنم فلوکات نوعا معایر الذوات
 الالیات لوجب التثلیث۔

التاسع احسن اذا یقت ان التفسیر
 بالاعم انما یجوز حیث یقصد التسمیین
 عن بعض الاعیار وکن دعوائک ان ہمت
 کذلک فمفسروا الضان ہمیش انما قصدوا
 المیز عن ابعض، کلمۃ انت قائلہا
 لا برہان لت علیہ بل الحقہ نا طقہ
 بخلافہا حیث کان المحر لیمان حکم
 لا یعد والضان کجوار المجذع کما فی عبارۃ
 الشیخ المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ فی شیعۃ
 اللغات وغیرہا۔

العاشر انما الخطاب بدفع العرب ،
 فما لم یثبت النقل فالاحتجاج باللفظ
 تام قطعاً ، ولا یدفع بالاحتمال بناء
 علی ان اهل الشرع قد یصطلحون
 علی معنی آخر، بذلک استدلی الامام
 المحقق علی الاطلاق محمد بن النہام

میں بنیادی دخل ہے ، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ
 بنیادی غلط ہے ، تو یہ تدقیقات بھی بے حقیقت
 ہو گئیں ، اور انھیں پر مبنی یہ حکم بھی کہ غنم کی دو ہی قسم
 نہ رہیں گی ، بھڑکے بعد اس کی تین قسمیں بنیں گی۔

تنبیہ نعم ذات العرف یہ بات بدشہ مع ہے کہ
 تعریف بالاعم نہیں کبھی کبھی تعریف و تفسیر
 لفظ اعم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ عجیب نے دعویٰ
 کیا ہے ، لیکن یہ بات کہ لفظ صان کی تفسیر میں
 ہمیش کا ذکر بھی ہو نہی ہے ، بے حقیقت بات ہے
 علل شدات اس کے خلاف ہے ، کیونکہ یہ تفسیر ایک
 ایسے حکم کے بیان کے سلسلہ میں ہے جو ضان کے
 ساتھ خاص ہے جیسے صاحب اشعۃ اللغات کا
 یہ کہنا کہ ضان کا چھ ماہر بچہ بھی جائز ہے۔

تنبیہ دہم در بارہ نیز یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ
 لغت فقہار و ادباء اعتبار فقہار کی لغت کا ہے
 نہ کہ ادیبوں کی لغت کا۔ جب خطاب زبان عرب
 میں ہے ، تو جب تک منقول ہونے کا ثبوت
 نہ ہو ضروری ہے کہ لغوی معنی ہی مراد ہوں ، اس
 کی تائید ابن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

قرآن سے ہر قی سے کہ لغت زمانہ سے پیدا ہوئی ہرالی
لڑکی کو سنت ہی کہا جاتا ہے، اس لئے قرآن کے
قرآن و سنت شک میں یہ بھی داخل ہوگی، اور
زانی کا نکاح ایسی لڑکی سے حرام ہوگا۔ (ام
ابن ہمام، بحر، شامی)

تفسیر بازویم تفسیر | یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علماء
بالائم کی حقیقت تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت
کی بڑی تعداد نے خان اور معز کی تفریق میں
صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر
بالائم وغیرہ کی تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہئے
بلکہ قلیل القدر علماء کے کلام میں جو ایک لفظ
خاص "ذات الیہ" (حکمتی والی) سے تعبیر
کرتے ہیں۔ حوالہ
• بقوی معالم التنزیل: "خان و معز، زود ماور
اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معز۔"
• امام رازی تفسیر کبیر: "اون والی بکری خان ہے
اور بال والی معز۔"
• مصباح المنیر حیوة الحیوان: بکری کی اون

عن تعزیم البنت من الزنا، قال فی الفتح
لانہا بنتہ لغة و الخطاب انما هو باللغة
العربیة ما لم یثبت نقل، و تبعہ
علیہ البحر فی البحر، و الشامی فی رد المحتار
و غیرہ من العلل و الکبار، و ہذا اذا لم
یظہر منهم الواقع، فکیف و قد ثبت موطنہم
علیہ کما مر، و ینبغی توفیق اللہ تعالیٰ۔

الحادی عشر تظاہرت کلمات علماء
التفسیر، و الحدیث، و الفقه، و اللغۃ
و غیرہا علی ابیر بین الضان و المعز
بالصوف و الشعر، قال الامام معنی السنۃ
البنوی فی معالم التنزیل ان الضان النعاج
وہی ذوات الصوف من الغنم۔

_____ و المعز ذوات
الشعر من الغنم۔ مختصراً و قال الامام
المراری فی تفسیر الکبیر ان الضان ذوات الصوف
من الغنم، و المعز ذوات الشعر من الغنم۔
ملخصاً و فی المصباح المنیر و
حیوة الحیوان و غیرہما الضان
ذوات الصوف من الغنم۔ و

- ۱۔ فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان الحرمات مکتبہ فوریر رضویہ سکس ۱۱۸/۳
۲۔ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیت ۱۷۳/۶ مصطفیٰ البابا بی مصر ۱۹۲/۴
۳۔ مفتاح الثیب (التفسیر الکبیر) " " " " المطبعة البیہیہ المصریہ مصر ۲۱۶/۱۳
۴۔ المصباح المنیر الضاد مع الراد الضان مصطفیٰ البابا بی مصر ۱۲/۴

فی شرح النقایۃ ، ثم الطحطاوی ، و رد المحتار الضائف ما کان من ذوات الصوف و بعض من ذوات الشجر ، و به فرق بينهما فی البحر الرائق و غنیة ذوی الاحکام ، و فتح الله المعین حمید عن معراج الدریة ، و الیہ یشیر حدیث الامام احمد ، و ابن ماجه ، و الحاكم ، و قال صحیح الاسناد عن زید بن ارقم رضی الله تعالی عنہ قال قال اصحاب رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم یا رسول الله ما هذه الاصاحی ، قال سنة بیکو ابراهیم علیہ الصلوۃ والسلام ، قالوا خاصیہ یا رسول الله ، قال کل شعرة حسنة ، قالوا فالصوف یا رسول الله ، قال کل شعرة من الصوف حسنة ، قال فی المرقات لما کان الشعراء کناية عن المعز ، کما عن الضان بالصوف فی و الیہ مآل النصوص التسعة المذكورة فی استنبیہ السابع ، عن النایة ، و الجمع ، و المرقاة ، و شرح الکثیر ، و ذخیرة العقب ، و القاموس ، و الصراح ، و مختار الصحاح ،

والی قسم ضانی کمداتی ہے :
 • طحاوی شرح نقایہ ، رد المحتار اصان اونی والی اور معز بال والی .
 • بحر الرائق ، غنیة ذوی الاحکام ، فتح الله المعین عن معراج الدریة (ایضاً)
 • حدیث امام احمد بن حنبل ، ابن ماجه کا اشارہ یہی ہے ، زید بن ارقم کہتے ہیں رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم سے پوچھا ، یا رسول الله میں نے اپنے طیر و طم ایہ قربانیاں کیا ہیں ، فرمایا ، تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت . پوچھا : ہم کون کیا کرتے تھے ؟ فرمایا ، اس کے ہر بال کے برابر نیکی . لوگوں نے عرض کیا ، اونی کے پاس سے میں کیا ارشاد سے ؟ فرمایا ، اس کے بھی ہر بال کے برابر نیکی ملے گی .
 • مرقات میں ہے ، حدیث شریف میں بال سے اشارہ مکرر کی طرف تھا ، تو لوگوں نے صوف کہہ کر ضان کے بار سے میں پوچھ لیا .
 ساتویں تنبیہ میں غایہ ، مجمع ، مرقات ، شرح کنز ، ذخیرہ عقبی ، قاموس ، صراح ، مختار الصحاح ،

۲۱۶/۱	سہ جامع الرموز	کتاب الزکوۃ	مکتبہ اسلامیہ گلسبد قاموس ایران
۱۹/۲	رد المحتار	باب زکوۃ النعم	دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۶۸/۲	سند احمد بن حنبل	حدیث زید بن ارقم رضی الله عنہ	المکتب الاسلامی بیروت
۲۳۳	سنن ابن ماجه	الابواب الاضافی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۴۸/۳	سہ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المفاتیح	کتاب الصلوۃ باب فی الاضیحة	المکتبہ حبیبیہ کونڈ

غیاث اللغات کی عبارتوں کا مفاد بھی یہی ہے، نیز کہ
ضمان اور معزز کے علاوہ کوئی اور نوع ہوئی جس کی وجہ
انتخاب چلتی ہو تو ضمان اور معزز میں جنس غنم کا انحصار
باطل ہوا جاتا ہے۔

یہ ۲۱ قصوں ہیں، اور چونکہ گورنہ جو سنے اس سے
بہت زیادہ ہیں، سب اس بات کا فیصلہ کر رہے
ہیں کہ ضمان اور معزز میں فرق ان سے ہے چلتی ہے
نہیں، اس طرح عجیب نے لاطنی میں ہی سہی، یہ
اعتراف کر لیا کہ بھیڑ ضمان میں شامل ہے، آگے
علی الاعلان اعتراف کرنا پڑے گا، امام کے تفسیر
ماننے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ متقدمین نے
اسے صرف ہرجا مانا ہے، ایسی تعریف عملہ نہیں
ہے۔ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواقف
میں فرمایا،

”متأخرین نے تعریف میں مساوات کی شرط
لگائی، اور متقدمین نے کہا کہ تمام مشارکات سے
تیز دے دے وہ دیم تام ہے، اور بعض سے
ختم کر دے دیم ناقص ہے، اور تعریف بھی
عمدہ ہے کہ مساوی سے ہو کہ امتیاز کامل حاصل ہو۔
اور حسن چلپی نے بھی حاشیہ تخریج میں فرمایا،
تعریف کہ عدد گ کے لئے مساوات شرط ضروری
ہے۔“

وغيثك الذي استغثت به من تفسير
النصان بما يخالف المعزو بالعكس، اذ لو كان
الفصل بينهما بشئ احص من الصوف لم يكن
كل ماليس بضمان معزا ولا بالعكس بقاء مادة
تفارق الصوف من ذلك الا حص خارجا منها
جميعا عدا ما يصاينة له من الاخص وعدم
المعزية لوجود الصوف، فهذه احد وعشرون
قصصا، سبعة اصناف ما جئت به، كلها قاضية
بهذه التفسير، ولعل ما تركناه اكثر مما سردنا
وقد اعترف ارجل وان لم يعرف قسيفص
العيان ان هذا الحيوان من ذوات الصوف
فهو من خصوص الضمان فضلا عن عموم العزم
او لا، والتعريف بالاحص وانما عند الاول
فليس بعيد بالاجماع قال المرئي المحقق السيد
الشريف قدس سره الشريف في شرح الموقف
اهو ان اشتراط المساواة في الصديق ما ذهب
اليه المتأخرون، واما المتقدمون فتعلقوا الرسم
منه تامة يميز عن كل ما يعاير منه وناقص يميز
عن بعض، وصرحوا بان المساواة شرط لوجود
الرسم، كلياتنا من ليس من المرسوم، ولا يهلو
عاهومہ، ثم مختصرا، وقول العلامة حسن چلپی فی
حاشیة التلویح لاحلاف فی اشتراط المساواة المعزیة

احوال فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا محتمل
اور جائز ہونا اور بات ہے، اور اس کا محتمل اور
مراد ہونا اور بات ہے۔

پس ثابت ہوا کہ قبلاور سے پھر نے اور
محتمل پر کلام حل کرنے کے لئے واضح قرینہ
ضروری ہے۔

تنبیہ سیزدہم تو ضیح مزید | اور پوچھ پوچھ تو چار
تزویدک اعم سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جبکہ
اس سے مراد خاص ہو، مثلاً اہل لغت کا یہ
مستور ہے کہ نکرہ بول کر معرف اور معرف بول کر نکرہ
مراد لیتے ہیں، اب انہوں نے کہا "أَخَذَ جَبَلٌ"
و "سَعْدَانَةُ نَبَتْ" تو اس کا ترجمہ ہوا احد
ایک خاص پہاڑ ہے "اور "سعدانہ ایک خاص
گھاس ہے" تو یہاں تعریف احد میں ایک
عام لفظ حسن بول کر بھی مراد خاص پہاڑ ہو،
اور محاورہ نکرہ بول کر معرف مراد لیا ہو۔ اس موقع
پر کوئی جبل کے بجائے الجبل بولے تو
خلاف محاورہ اور غلط ہوگا، حالانکہ اس پہاڑ سے
نے معرف کی تعریف میں لفظ معرف ہی استعمال
کیا ہے، لیکن اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے گا

اخوات ایہما مترادفان، ویدل علی
ذلك انه قال في انفاق والحمد هو المدح
والبوصف بالجميل إلخ فقد استدل بتفسير
اللغة على الترادف مع انه مصوب لجواز
التفسير بالاعم كما سيأتي، وبالجملة فحواز
شيء شيء وجواز الحمل عليه شيء آخر،
فقد يجوز شئ في نفسه ولا يجوز حمل
الكلام عليه بكونه خلاف الظاهر
فلا عدول عنه الا بدليل ظاهر۔

الثالث عشر الحق عندی ان
تفسير بالاعم نما يجوز ان جائز حیث
وضح البقاء وقامت الفائدة علی السداد
والافلا قصدا لعمق التغلیط، لما فيه
حج من التبيين، و لتخليط، وطريقة اهل
اللغة معروفة، انهم اذا نكروا مرادوا وعرفوا نكروا هذا
قليل احد جبل وسعدانہ بنت، لم يفهم
منه الا انه جبل معين ونبت مخصوص
ولئن قال ان احد الجبل وسعدانہ النبت
سكان معطيا قطعاً، وان كان لم يتركب الا
تفسير بالاعم، كيف وانه افهم ان احد ايراد
الجبل، والسعدانہ النبت وهذا ان كان
خفياً عن غیبی، فليس يخفى علک ذکی، و
اذ كان هذا في اللغة، فما ظنک بالشرعیة

کہ اُحد اور الجس میں تراوت ہے، تو ہر اس میں یہی ہے کہ تعبیر اول میں محاورہ عام سے مراد خاص ہے اور ثانی میں خاص سے مراد عام ہے اور محاورہ کا یہ فرق ہر صاحب فہم پر واضح ہے تو حسب لغت کا یہ حال ہے کہ بولیں عام اور مراد لیں خاص، تو شریعت نثر آرجس میں خاص شئی کے احکام مخصوص کا بیان ہوتا ہے، عام بول کر عام ہی کسی طرح مراد لیں گے، یہاں بغیر قرینہ کے تفسیر بالاعلم غلط اور باطل ہوگی۔

دلیل تیزی | روزہ کا کفارہ قرآن مجید میں ایک گردن آزاد کرنا آیا ہے، اگر اب کوئی شخص غلط تحریر فرمادے۔ کے معنی عام (زندہ کی قید دور کرنا) مرادے تو غلط ہوگا کیونکہ ترجمہ کی بنیاد پر اس سے آدمی کو کھولنا، عورت کو طلاق دینا، اور جانور کو چھوڑ دینا، سبھی مراد ہو سکتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ یہ سب چیزیں روزہ کا کفارہ بنیں۔

یہیں سے علمائے محققین، فقہاء و محدثین کے اس طرز عمل کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ عام طور سے تعلیقات میں قیود احترازی اور جمعیت و منعیت کا لحاظ کیوں نہیں کرتے، حالانکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کی مراد ایک جامع مانع محدود ہی ہوتا ہے۔ علامہ غزالی ترمذی سے ”شامی“ نے نقل کیا کہ،

حضرت علامہ نے الفاظ عامہ کو محل تقييد میں بھی عام مراد لینے والوں کے خلاف فرمایا:

حيث المحل لبين الاحكام الالهية الخاصة بالشئ، فان التفسير بالاعم ثم من امين الا باطيل من دون اقامة قريضة و ايتاء دليل الاترك ان من عليه كفارة صوم، اذ سال ما تحرير رقية، فزعم من اعم انه دفع قيد من شئ حي، فقد اخطا، وجعل سائله عرضة للخطا فانه ان قنع بقوله فسيفظ ان يجرى عنه اطلاق اناء او طلاق نسوان، او تسبب حيوان، و لذا ترى العلماء المحققين من الفقهاء والمحدثين لم يزالوا يؤخذون بترك القيود، وبانسلام في عكس، او انخراص في طرد ياخذون على الحدود، و لقد احسن واحب المؤلف المحقق محمد بن عبد الله القسزي في منه الغفار كما اشر عنه في رد المحتار اذ يقول في بيان شناعة الاطلاق في محل التقييد، ما نصه

فیظن من یقف علی مسائلہ الاطلاق ،
 یجری حکم علی اطلاقہ ، وهو مقید ،
 فیرتکب الخطأ فی کثیر من الاحکام فی الاماء
 والقضاء ثم مثلاً فی مانع یمیه ان کان تصیر
 النکاح بذات الصوف ، وبخلاف المعز
 وسمیت حکم دلت تفسیر بالاعم ، فمن
 وقف علی کلماتهم المتطافرة المتکاشرة
 المتوفرة فی دلت ،
 فربما یجترئ فی التضحیة مدات صوف
 لیست من النکاح فیما یشترک الواجب
 والاصرار علیہ سنین متطاولة ، کما
 هو حال عامة المسلمین مالد یار انهم دية
 عالمهم وجاهلهم عندہم من قد
 حکم علیہم بالضللال والاصلال فما اصہم
 ان صلو الا الی ہدای التفاسیر بالاعم
 وان کان رجل عن ابانة عومہ بالتضحیة
 فضحی بہذا یحکم الواقف علی کلماتہم
 بوقوع البینونة ، وہی لمرتب ، یحرم الحلال
 او بعدہ ففعل ذلک بحکم بعدہ لوقوع
 وہی قد بانہ فیحلل المحرام الی غیر
 ذلک الشائع العظام ، ما جہمت تلک
 الامن تلقاً ، ذلک التفسیر بالعام ، فکیف
 یسوع ان یحمل کلامہم علی مثل هذا

”جو مقام تعقید میں لفظ کے اطلاق کا سہارا لے کر
 احکام عامہ جاری کرے گا وہ بیشمار احکام کے
 فیصلہ میں قضا اور افتاء غلطی کرے گا۔“

مثلاً ہم مسئلہ وارث میں ہی لے لیں ، خنان
 کی حقیقی تفسیر یہ ہیں ، جیسے اون والی ، جو معز نہ ہو
 اور میس ، یہ سب تعریضیں تعریف بالاعم ہیں اب
 کوئی اون والی تعریف کے الفاظ پر غور کر کے بھڑ
 ذرا کر دے ، تو اس نے بقول عجیب غلط نہیں کیا
 مگر آپ پڑھ لے لے ہیں کہ انہوں نے ایسے تمام لوگوں
 کو جاہل اور جاہل کر دیا ، یا مثلاً کسی نے اپنی عورت
 کے طلاق کو قربانی کرنے پر معلق کیا ، اور بھڑک قربانی
 کو دی ، تو ایک ایسا شخص جو کلمات علماء کے مفہوم
 مرد کو سمجھتا ہے ، بھڑک قربانی کو قربانی قرار دے کر
 طلاق بائن واقعہ مانے گا ، جبکہ عجیب صاحب
 عام کو عام رکھتے ہوئے بھی اس کو قربانی کے جوہر
 سے نکال کر طلاق نہ واقع ہونے کا فتویٰ دیں گے ،
 اب اللہ دونوں باتوں میں حقیقت امر سے قطع نظر
 جس کو پہلے صاحب حرام کہہ رہے ہیں ، دوسرے
 صاحب حلال ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں ،
 تو یہ سارے قبائح اسی تفسیر بالعام کا شائبہ
 ہیں ، تو معلوم ہوا کہ یہ قول ہی غلط ہے۔

الایبرہان و این البرہان ہا تو ابرہانکم
ان کتم صدقین ۔

السابع عشر مسألة التحديد ان كانت
تؤخذ من جهة التقليد ، كما يبدل
عليه الاستنتاج لاهوري ، فاجلة ائمة
الدين و جهابذة العقاد المحققين مثل
الامام محمد الدين الرازي في شرح
الاشارات ، والامام صدر الشريعة
في التقييد ، والعلامة الفاضل محمد الدين
في النواقف ، والقاضي النحرير
ناصر الدين البضاوي في طالع الانوار ،
والعلامة سعد الدين التفتازاني في التمهيد
والفاضل قطب الدين الرازي في شرح
الشمسية ، والمحقق شمس الدين محمد
بن حمزة الفاري في اصول البدائع في
اصول الشرائع وغيرهم من الاكابر
المصنفين بان المعروف لا بد له من
التساوي ، فلا يجوز التعريف بالاعم ، و
لا بالاختصاص ، احق بالاتباع ، وان شئت
نقلت لك نصوصهم ، ولا يخفى عليك ان
المسألة شهيرة دائمة ، وفي كتب الكلام و
الاصول والميزان سائرة ، فالاستناد الى
اللاهري كيفما كان من ابعاد النجعة لاسيما
وكتابه في النحو ، وليست المسألة من
مسائل النحويين ۔

تتبع چار و ہم حد کے | تعریف کا مسئلہ اجتہادی
تعریفی ہونے کی بحث | نہیں تعریفی ہے ، مطلب
یہ کہ عام سے اگر تعریف جائز ہے تو بذریعہ
اس کو دور نہیں کر سکتے ، جیسا کہ جب نے اس
مسئلہ میں فاضل لاهوری کی سند پکڑی ہے
ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسئلہ تعریفی ہے لیکن
یہ بھی تو دیکھنا ہوگا کہ تعریف کن لوگوں کی کی جائے
اور جن کی تعریف کرتا ہے وہ کیا کہتے ہیں ۔

تو امام رازی شرح اشارات میں ائمہ الشریعہ
شیخ میں ، قاضی عضد الدین مواقف میں قاضی
بہ بدی طالع رازی میں ، قضا زانی تہذیب میں
قطب رازی شرح شمسید میں ، امام فاری اصول
بدائع میں ، وحید اکابر علامہ اعظم تعریف فرماتے
ہیں کہ تعریف کے لئے تساوی ضروری ہے ،
تو معروف عام تعریف میں چلے نہ خاص ، تو ان
علامہ کی بات مانی جائے کہ فاضل لاهوری کی
جیکہ ان کی کتاب فن نحو کی کتاب ہے ، اور یہ مسئلہ
علم نحو کا نہیں ۔

والخاص^{۱۵} عشر الاول ان جو نوا
التعريف بالاعم، وهو الاقرب حيث
لا بعد، كما قدمت فقد جو نوا التعريف
بالاخص ايضا، والدليل ان دليل فان عدم
ليس من شريطة التفسير الا التمييز عن
بعض ما يغاير، وهو حاصل في الكل بل
قد يمكن ان يحصل بالمباينة فالقصور
قصور، بل لك ان تقول ان من قبل
الاعم فهو للاخص اقبل، لانه يميز المعرف
عن كل ما عداه، كما هو ظاهر وقد
نص عليه المحسن چلی فی حواشی المواقف
وعبره في غيرها، قال المحقق الشريف
في شرحها اما المتقدمون فقد جو نوا
الرسم بالاعم والاحص، وايد بان المعرفة
لايدان يعيد التمييز عن بعض الاغيار،
واما عن جميعها فليس شرطاً له، والمساواة
شرط للمعرف انما دون غيره، حد اكان
اورسما له وكذلك ايداه ايضا في حواشيه على
شرح المطالع كما نقله چلی فيهما،
وقال قد صح سورة في حواشيه على
شرح التسمية الصواب ان المعتبر في المعرفة
تمييزه عن بعض ما عداه، اما تحت
لكل فلا، فالاعم والاخص يصحون للتعريف
كشرح المواقف المرصد السادس المقصد الثاني
كشرح مع الاسرار حاشيه على شرح مطالع الانوار

تنبیه پانزدهم متقدمين کا مسلک | متقدمين نے
جس طرح اعم سے تعریف جائز رکھی (اور اس میں
کوئی بعد بھی نہیں، جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا)
انہوں نے اخص سے بھی تعریف کو جائز رکھا، اور
مباہن سے بھی، تیار ہو جائے تو اس سے بھی تعریف
جائز ہوگی، کیونکہ ان کے یہاں جمیع ماعدہ سے امتیاز
ضروری نہیں، بعض مشترکات سے بھی تميز حاصل
ہو جائے تو تعریف جائز ہے۔

پس لفظ عام کی ہی کوئی خصوصیت نہیں رہی
اخص بلکہ مباہن سے بھی تعریف جائز ہوئی، بلکہ اخص
تو جمیع ماعدہ سے ممتاز بھی کر دیتا ہے البتہ کچھ فرد کو
اپنے سے بھی خارج کر دیتا ہے۔

شہادتیں : متقدمين نے اعم اور اخص دونوں سے
تعریف جائز رکھی۔

دلیل یہی کہ تمام مشترکات سے تميز دینا
مقصود نہیں، بعض اعیان سے تميز بمقصد ہوتی ہے
البتہ معرفت تام کے لئے مساوی ہونا ضروری ہے،
اور یہ بات حدود رسم سب کے لئے عام ہے۔

(حاشیہ شرح مواقف میر سید شریف و شرح مطالع
حسن چلی)

• معرفت میں بعض ماعدہ سے امتیاز مطلوب ہوتا ہے
تمام ماعدہ سے نہیں، تو خاص اور عام دونوں تعریف
کی صلاحیت رکھتے ہیں (شرح تفسیر میر سید شریف)

عشورات الشریف الرضی قمی ر ن ۶ / ۵۶

و كذلك صححه المولى العلامة بحر العلوم
قدس سره في شرح السلم، فقال المتقدمون
قالوا ان كان الغرض الاعتبار عن كل ما عدا
فلا يجوز الا المساوى والاحص، ان لم يكن
الاحص ذاتياله، وان كان الغرض الاعتبار
عن بعض الاخير، فيجوز بالاثم الاخص
والمساوى، واما البين فان كان يورث
الامتنان فلاححق في التعريف به لكونه مادراً
جداً، ووجه حقيقة هذا المذهب ظاهر،
فان الحاجة الى جميع الاقسام المذكورة
ثابتة، فاسقاط بعض عن درجة الاعتبار
غير لائق، الكل مغتصرون، واذا عدا الامران،
فمن اين يدان ان اطلاق المترجمين فاصبه
على التفسير مبدئ، وتفسير اكا بر العلماء
من الفقهاء، والمفسرين، والمحدثين،
والمفكرين، بذات الصوف، وبخلاف المعز،
هو الخارج من جادة الجودة، دون تفسير
البعض بصحابة الالية، وما يدريك لعل الثبوت
لاول هي لتفسير بالمساوى، وهذا تفسير
بالاخص، ولعل تكن بيدك علقه شبهة، تدعون
الى ما ادعيت الا لاختلاف هذا اللفظ بحسب،
وقد شرعنا عليك وبردنا ما قد منا وتذكر بعد، و
بسم الله من قبل ومن بعد.

• مقدمین کہ کہ کل ماعداسے امتیاز مطلوب ہو، تو
مساوی یا اخص کے سوا جبکہ عام اسس کا ذاتی
نہ ہو، کسی سے بھی تعریف جائز نہیں، اور اگر غرض
بعض ماعداسے امتیاز ہو تو اعم و اخص اور مساوی
سبھی سے جائز ہے، اور ہائے سے امتیاز ہر کے
تو اسس سے بھی تعریف جائز ہے، لیکن ایک اور الوجہ
بات ہے، اور اس مذہب کی حقانیت ظاہر ہے
کیونکہ وقت و وقت سے ضرورت سارے ہی قسم
کی پڑتی ہے، تو بعض کو ترجیح دینا اور بعض کو ترک کرنا
نقطہ ہے۔ (شرح سلم بحر العلوم)

تو ثابت ہوا کہ عام کی کوئی تخصیص نہیں، خاص
عام دونوں ہی سے تعریف ہو سکتی ہے پس آپ
کو یہی سب یہی ہے کہ علمائے محققین و مفسرین
محدثین کہ ان تینوں تعریفوں کو (میش، اولی وار،
خلافت، اعز) تو آپ ساقط الاعتبار گردانیں، اور
بعض حضرات سے صاحب الیہ "تفسیر کہی تو وہ
قابل اعتبار ہو گئی، کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ تینوں
تعریفیں مساوی کے ساتھ ہوں، اور چکنی والی
تعریف تعریف بالاخص ہو، ہمارے اس نظریے
کے خلاف خوش اعتمادی کے سوا اور کوئی دلیل نہیں
تو مسئلہ بالکل ہمارے موافق ہو گیا۔

تنبیہ شاذہم قرینت میں | صرف شرح نقایہ کی
 مِنْ تَبْعِیْضِیۥ کی تحقیق | جہارت میں لفظ مِنْ
 آیا ہے، ماکان مِنْ ذوات الصوف (جو
 اون دار میں سے ہو)، اس کو بعض کے معنی میں
 لے کر یہ سہارا پکڑنا کہ یہاں مراد تمام صوف دے
 نہیں بلکہ بعض صوف والے ہیں (یعنی دہر) غلط
 ہے، کیونکہ اس سے قبل ماکان ہے، جو
 استغراق کے لئے ہے، تو یہاں مِنْ جو
 تبعیض کے لئے آئی ہے کلی کے افراد پر فرداً فرداً
 دلالت کے لئے ہے، اور معنی یہ ہے کہ ہر ایک
 نام ہے اون والے ہا نور میں سے ہر ہر فرد کا، تو
 مِنْ کی تبعیض بھی سلامت رہی اور ماکا استغراق
 بھی

یہ ایسے ہی ہے کہ فلاسفہ نے انسان کی اوندھی سیڑ
 جو تقریب کی ہے، الانسان حیوانٌ ناطقٌ۔
 اس کی تعبیر کوئی یوں کرے، الانسان اسم
 لكل ماکان من اهل النطق (انسان ہر اس
 کا نام ہے جو نطق والوں میں سے ہو) تو کیا اس
 مثال میں کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ناطق انسان
 سے اعم ہے۔

مجیب اگر خود اپنی جہارت پر غور کرے تو اپنے اس غلط استشہاد سے رجوع کرے، کیونکہ جب
 اس پر یہ اعتراض ہوا کہ علماء نے فارسی میں ضامن کو پیش کیا، اور یہی چیز اردو میں بھیڑ لکھی جاتی ہے، لہذا
 بھیڑ ضامن میں داخل ہوئی، تو اس نے کہا اسی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ ماکان من ذوات الصوف

السادس عشر استشهدك بموجب
 التبعية ان تمشي، ففي عبارة شرح
 نقایة دون سائر عبارات التي نقلت
 بعضها، ثم كاحجة لك فيه ايضا فان ما
 في قوله ماکان من ذوات الصوف
 للاستغراق والعمدية تأتي بالبعضية، فمن
 في محبتها قطعاً من دون دلالة على عموم
 المحدث، والمعنى ان الضامن اسم كل فرد
 من ذوات الصوف، كان تقول على ما
 اشتهر باقتضاء آثار العلاسفة المطلقة
 ان الاكث من اسم لكل من كان من اهل
 النطق، اذ فيهم منهم ان النطق يعصم
 الانسان و غيره وانظر الى عبارة نعلاب
 حيث نزلت عن اداء التفسير بالاعم و
 اتيت على تعبير المساواة بين الضامن وذات
 الصوف هي قول محافظك - فقلت لو قبل
 ان عرضهم من تفسير ضامن بميش ان الضامن
 ماکان من ذوات الصوف سواء كان له
 الية او لا، كما ان ميش كذلك هو - فاین
 ذهب عندك ههنا من التبعية -

میش سوا کاں لہ الیہ اولاً“ (جو اون والی ہے میث ہے۔ اس کے چکتی ہو یا نہ ہو)
 دیکھتے یہاں بھی من تبیضیہ ہے، لیکن عجیب نے اس چکتی دار اور غیر چکتی دار دونوں میں عام
 مانا، یہاں من تبیضیہ کا سہارا لے کر صرف دار کو ضان سے عام نہیں مانا۔
 پس معلوم ہوا کہ ان تعریفوں میں من کا سہارا لینا بھی غلط ہے۔

المسألة عشر استنادك بعموم حد
 المعز لا يفتن عنك شيئاً، فان عموم قرين
 لا يدل على عموم صاحبہ، وقد نص
 العدل على ان الاستدلال بالقرين
 في الذکور من افسد الدلائل، وايضاً
 ليس أسلوب الكلام فيه كمثله في الضان
 لعدم ما الاخر اذية هن، وكان هده
 نكتة التغيرات كان القهستاني لا يخص
 الشهر بالمعز، على ان رأيہ ~~غير~~ يخص
 قول العلامة على القاري في المرقاة
 تحت حديث ترميد المذكور رخص الله
 تعالى عنه ان الشهر مختص بالمعز،
 حکماء النور مختص بالابل، قال
 تعالى ومن اصوا فهدوا واوليا من هذا وذا
 اثباتاً ومتاعاً الى حيث ولكن قد يتوسع
 بالشرفيعم ام وسيا يتك من كلام
 المفسرين ما يميل اليه ميلاً ظاهراً،
 مع ان الكلام ههنا في الغنم فغيره
 خارج عن المقسم، فلو يكن في شئ

تنبیه بفہم قران (علماء نے ضان کی تعریف
 فی اللفظ کی بحث میں صاحبان من دوات
 الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور معز کی تعریف
 میں صاحبان دوات الشعر (جو بالی والا ہو)
 کہا، اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ
 کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت
 کا مدار اون پر رکھ چکتی پر نہیں)
 اس کا جواب عجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ تو
 عب بوجہ ہم یہ سمجھ کر لیں کہ ک لہ صوف
 کا لفظ ضان کے مساوی ہے حالانکہ یہ لفظ یہاں
 بھی ضان سے اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ اسی کے
 ساتھ صالحہ شعر کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی
 ہے، تو اگر اس تعریف میں بھی دار بال پر رکھا جائے
 تو گائے اور بھینس بھی جو بالدار ہیں، بکری بھی شامل
 ہو جاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس
 مقام پر علماء نے ضان اور معز دونوں ہی کی تعریفیں
 لفظ عام سے فرمائی ہیں۔
 عجیب کی یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اس جواب
 کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ جو دو جملے لفظ میں

من التعريف بالاعصم۔ ساتھ ساتھ ہوں، ان دونوں کا حکم بھی ایک ہی

ہوتا ہے، "جبھی تو عجیب یہ کہہ رہا ہے کہ معر کی تعریف "مَالَةٌ شَعْرٌ" میں شَعْر عام ہے تو مَالہ صوف "میں صوف عام ہونا چاہئے، حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے فاسد اور غلط ہے۔

(الف) علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ "قُرْآنٌ فِي الْفِطْرِ قُرْآنٌ فِي الْحِكْمِ" لفظ میں ساتھ ہونا حکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ مَالَةٌ شَعْرٌ عام ہو، تو مَالَةٌ صُوفٌ بھی عام ہو۔

(ب) شاید اسی لئے قسسانی نے ضان کی تعریف میں "مَا كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ" لفظ ماکان کے ساتھ، اور معر کی تعریف میں صرف "مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ" لفظ ماکان کے بغیر کہا، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی لئے ہوا کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو۔

(ج) معر کی تعریف میں لفظ شَعْر، معر کے مساوی ہے یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے۔ ملا علی قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال کو ہی شعر کہا جاتا ہے، اس لئے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں۔

"بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے، جیسے ذیہ ارنٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں "مِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا" فرمایا، کہ صوف ضان کے لئے، ووبر ارنٹ کے لئے، اور شعر بکری کے لئے، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شعر کا اطلاق ہو جاتا ہے۔" (ملا علی قاری، مرقات زیر حدیث قرید)

(د) گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض یہ کیا رہے کہ وہ یہاں مقسم میں شامل ہی نہیں، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مَالہ صوف و مَالہ شعر، تو لفظ مساوی مان کر بھی حصہ کامل ہو گیا۔

التَّائِبِينَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ	تبئہ ہیزوہم لفظ ضان
ههنا كادى، العموم، فان العصباء	اور صوف کی تحقیق
صرحوا ان الصوف محقق بالضان	ضان سے اعلم ہو ہی نہیں سکتا، اور یہ کہنے
قال العلامة كمال الدين الدميري	کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تعریف بالاعصم ہے

فی حیوة الحيوان ليس الصوف الالهضات أم
وقال الامام الرازي في مفاتيح الغيب
تحت الآية المتلوة أنفاً قال المفسرون
واهل اللغة الاصوات للضان، والاولاد
للابل، والاشعار سمعراء وقال القاضی
فی انوار التنزيل الصوف للضنة،
والور للابل، والشعر للمعز أم قال العلامة
المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل
الصائر للانعام علی وجه التنبیہ
ی وجعلکم من اصوات الضیان
والاولاد والابل، واشعار المعزات أم
وقال محی السنه فی المعالم یعنی
اصوات الضان واولاد الابل واشعار
المعز أم فلو وجد الصوف لشيء من
الانعام سوى الضان، والكنایة
الانهيبة انما هي للانعام، مما سلغ لهم
الحكم علی كلام الله عز وجل بمصوص
العناية مع عموم الكناية، وقد
اسمعتكم كلام المراقبة مفسرًا

کیونکہ علامہ نے تصریح کی ہے کہ صرف ضان کے
بال ہی کو کہتے ہیں،

• صرف صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں۔

(حیوة، الحيوان دیمیری)

• اہل تفسیر و لغت فرماتے ہیں کہ صرف ضان کا

بال، وبراؤنٹ کا بال، اور شعر معز کے بال

کے لئے خاص ہے (مفاتیح الغیب للرازی)

• صوف ضانہ کے لئے، اور وبراؤنٹ کے لئے،

اور شعر معز کے لئے۔ (قاضی بیضاوی)

• ضان انعام کے لئے ہیں، اور اس کے ہر نوع پر

تقسیم بھی ہے، یعنی تھارے لئے ضان کے صوف

اونٹ کے وبراؤنٹ کے بال بنائے۔ (ارشاد عقل

لمفتی ابوالسعود)

• یعنی ضان کے صوف، اونٹ کے وبراؤنٹ اور معز

کے بال۔ (تفسیر خازن)

کلام الہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو

تینوں بالوں کے ساتھ ہیں، لفظ انعام ہے تو

اگر فی نفسہ انعام میں سے کسی اور جانور کا بال بھی

صوف کہلاتا، تو معسرین کو ہرگز یہ جرأت نہ ہوتی

لہ حیوة الحيوان باب الفين المعجزة تحت الغنم مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۲/۲

لہ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۶/۵۰ المطبعة البیة المصریة مصر ۹۲/۴۰

لہ انوار التنزيل (تفسیر البیضاوی) - - - - - مصطفیٰ البابی مصر نصف اول ص ۲۴۴

لہ ارشاد العقل السليم (تفسیر ابی السؤد) - - - - - دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۳/۵

لہ معالم التنزيل علی الشمس (تفسیر الخازن) - - - - - مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۴/۴

فی موضعین ، فاجمعہ فانہ
 یدلک بفحواہ علی ان الصوف
 محتمن بالضمان ، وهو المستفاد من
 تفاسیر اللغة ، وبالجملة من عرب لسان
 لعرب لم یعرب عنه ان الصوف لیس الا
 للضمان ، فاما ان یعم افرادہ کما ہوا لواقع
 فمساو ولا فایض وعلی الکل فلا تکتون
 ذات الصوف الا من الضمان ، وقد اعترفت
 ان حیوانا ہذا من ذوات الصوف فوجب
 ان یکون من الضمان ، وفيہ المطلوب
 باتم شان .
 التاسع عشر ^{۱۰} عشر کان من قول فیما سلف
 ما یدریک لعل الشیئة الاولی فی التفسیر
 بالمتوی وھذا بالایض ، والآن اقول
 قابضاً للضمان بعد ما ارجبت مالی ترجیت
 وقد قضیت ، اما تعظمت بما فی السابغ
 والحدی عشر الفیت ، ان لو قصرت الضمانیة
 علی شئ احص من الصوف بطل حصر الغم
 فی نوعین فوجب ان یکون التفسیر بذات
 الصوف هو التفسیر بالمساوی ، والتعریف
 بذات الالیة التعریف بالایض ، علی
 ما توہمت من معانھا والنظر حقیقة
 لم تبلغ مرماھا .

العشرون هل لك اجالة نظرف
 کلمات الائمة الکرام ، فانهم یتکلمون

کراہتہ تھانے نے جس کو عام فرمایا ، یہ خاص کریں ،
 صاحب مرقات کے متفرق کلام جو ہم نے
 دو جگہ لکھا ، ملاؤ تو ان کا فرمان بھی یہی ہے کہ صرف
 صرف ضمان کے لئے ہے ، پس ایسی صورت میں
 صوف کو اگر دونوں (بھیر اور نہ) کے لئے عام
 مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوتی
 ورنہ انھیں کے ساتھ ، اعلم کے ساتھ تعریف کا
 ترک کوئی سوال ہی نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ ضمان صوف والا ہے ، اور
 ہمارا یہ جانور بھی صوف والا ہے ، لہذا اب بابت
 واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ بھیر بھی ضمان ہی ہے ۔
 تنبیہ نوزدہم تعریف باللائم | میں نے پہلے کہا تھا
 اور تعریف ، مانھی ہو سکتا ہے کہ ضمان
 کی پہل تعریف لفظ مساوی سے ہو ، اور "الیہ"
 چکنی والی تعریف انھیں کے ساتھ ہو ، اب میں
 قطعیت کے ساتھ اسی بات کو دہراتا ہوں کیونکہ
 میں بتا چکا ہوں کہ اعلم مانتے میں "غم" کا حصر
 اس کی دونوں میں ختم ہو جائے گا ، اور بھیر
 تیسری قسم ہو جائے گی ۔

تنبیہ ستم آمد و علمائے فاضلہ یہ ایضہ بھی قابل غلط
 ہے ، ورنہ جس کے چکنی ہوتی ہے اگر کسی کے خلقت

چکتی ہو ہی نہیں، اس کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں،
امام اعظم ہمام اقدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ایسے
دنبہ کی قربانی جائز ہے۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہی صحیح ہے۔"
امام محمد بن حسن فرماتے ہیں: "ایسے کی قربانی صحیح نہیں
ہے۔"

بکری کا کان اور دم پیدائشی طور پر غائب ہو تو قربانی
جائز ہے یا نہیں،

امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "ناجائز ہے۔"
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے: "جائز
ہے۔" (فقہ النفس امام قاضی خاں)

اگر دنبہ کی حکمتی دم سی کی طرح غلط چھوٹی ہو،
"امام اعظم جب بے کان اور دم کی جائز ہونے پر
دیتے ہیں تو چھوٹے کان میں کیا رکھا ہے، یہ
بھی جائز ہوگی۔"

امام محمد کے یہاں صرف صغیر الاذن کی جائز ہے،
غضی کان چکتی نہ ہو تو جائز نہیں۔ (قاضی حسان
امام فقہ النفس)

"اجناس میں ہے کہ اگر دنبہ کی حکمتی کان کی طرح
چھوٹی ہو تو قربانی جائز ہے، اور اگر مطلقاً ہو ہی نہیں
تو امام کے یہاں ناجائز ہے۔" (اجناس، خلاصہ
حاکمگیری، اخیرین میں جس نے خود دیکھا عبارت

فیما اذا خلقت شاة بلا الیة هل تجوز
التضحية بها، فذهب امامنا الاعظم
والهمام الاقدم سراج الامة كاشف الغمة
امام الاثثة ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وعنہم ان نعم، وهو الاصح عند الاثثة
الشافعية بحمہم اللہ تعالیٰ، وقال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا تجوز التضحية بشاة
كذا، وانا اسمعك اولا كلمات العلماء
قال الامام الاجل فقيه النفس فخر الدين
الاذرنجندی فی الحاشیة، الشاة اذا لم يكن
لها اذن ولا ذنب خلقة تجوز، قال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا يكون هذا ولو كان لا يجوز،
وذكر فی الاصل عن ابی حنیفة ص ۱۰
تعالیٰ عنہ انه يجوز ثم قال وان
كان لها الیة صغيرة مثل الذنب
خلقة جازاً ما على قول ابی حنیفة رحمہ اللہ
تعالیٰ فظاهر لان عندنا لو لم يكن لها
اذن ولا الیة اصلاً جاز، فصغيرة الاذن
اولی، واما على قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
صغيرة الاذن جائزة، وان لم تكن
لها الیة ولا اذن خلقة لا تجوز ثم وقف
الاجناس، ثم الخلاصة، ثم الهندیة، وبحث

الآخرین ، ثقلت واللفظ للوسطی . فی الاجزاء
ان كانت للنشاة الیة صغیرة خلقت شبه
لاذن تجوز ، وان لم تکن لها الیة
خلقت کذلک قال محمد رحمه الله تعالى
لا تجوز له وفي وجیز الامام الکردی التی
لها الیة صغیرة تشبه الذنب تجوز ، وان
لم تکن لها الیة حلقة فکذلک وقال
محمد رحمه الله تعالى لا تجوز له وفي خزامة
المفتین لا تجوز السکار وهي التی لا اذن لها
حلقة ، کما لا ذنب لها حلقة اولی الیة لها
حلقة له وفي الاوار للامام یروسف الاردیسی
النش فی تجزئ التی خلقت بلا صرع او الیة
او قرب له وفي حیوة لحيوان لکن اندیک
النش فی تجزئ النشاة التی خلقت بلا صرع
اولی الیة عن الاحمده فظهر باتفاق
القولین ان الالیة لیست من اسکانت
حقیقة الضان بعید ان لو عدت لم تکن
ضائنا ، اما علی قول الاصا صاع الا عظم فظاهر
فانه یجب التصحیح لها وان لم تکن
لها الیة حلقة اصلا ، واما علی قول محمد

فوصد کی ہے ،

”وہ دیکر اس کی چکی چھوٹی دم کے مشابہ ہو
یا ہو ہی نہیں اس کی قربانی جائز ہے ، امام محمد کے
یہاں ناجائز ہے “ (وجیز امام کردی)

”سکار جس کے غلقہ کان نہ ہو اس کی قربانی
جائز نہیں ، ایسے ہی جس کی دم یا چکی نہ ہو “
(خزانة المفتین)

”جس کے غلقہ تھیں یا چکی نہ ہو اس کی قربانی
جائز ہے “ (امام یروسف اردیلی شافعی)

”جوید النشی طور پر بے تھن اور چکی کا جالور جو صبح
یہی ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے “ (حیوة لحيوان
دمیری)

ان دونوں فتووں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
چکی ضان کی حقیقت کا جز نہیں کہ یہ نہ ہو تو جانور
ضائن کے بجائے کچر اور ہو جائے ، امام اعظم رحمۃ اللہ
علیہ کے قول پر قویہ امر بالکل واضح ہے ، امام محمد
رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بھی ، اگر نہ کہ بے چکی شاة کی بات
کرے ہیں اگر کچی حقیقت کی جز ہو تو انکی عبارت ”لا الیة له“
کے معنی یہ ہو جائیں گے اگر بکری بکری ہی نہ ہو تو
اس کی قربانی ناجائز ہے ، اور ایسی ردی عبارت

لہ خلاصۃ الفتاوی کتاب الاضیحة الفصل الخامس
فتاوی ہندیہ باب الخامس
کے فتاوی ہندیہ بخش الفتاوی السنیة کتاب الاضیحة الفصل الخامس
سے خزانة المفتین کتاب الاضیحة
۳۲۱/۴ مکتبہ حبیبیہ کوٹہ
۲۹۸/۵ فورانی کتب خانہ پشاور
۲۹۳/۶
۲۰۴/۲ قلمی نسخہ

کے افکار لا اعمال الابرار

سے حیاة المیوان باب الشیخ المعجم (الشاة) مصطفیٰ البانی مصر ۵۹۲/۱

تو کوئی عام عربی بھی نہیں بولی سکتا، چہ جائیکہ
امام اللغۃ والفقہ امام محمدؒ امام شافعیؒ امام حنفیؒ
رحمۃ اللہ علیہ۔

مرحمہ اللہ تعالیٰ، فلا نہ یتکلم علی شأنة
الآلیۃ لہا، فلو كانت الآلیۃ رکن حقیقتہا
لکان معنی قولہ ان لو لم تکن الشاۃ شاة
لم تجز لاضحیۃ بہا، وهذا قول
غسل بذل اشبه شیء بالهزل، لا یعوز
صدورہ عن عاقل، فضلا عن امامہ
بجہد کامل، فانظر الآن الی دندنتک
ایں مدت عنک فی غایۃ امر قفار بیل
اجتثت مت فوق الارض مالنہا من
قرر، والحمد للہ علی توالی الالہ کقطر
المطر و امواج البحار۔

تبیین بستی و حکم حیران | میری مانو تو میں تم کو نور حق
کے عطا کا حکم کے سامنے کھڑا کر دوں گا
جہاں کوئی عجب نہ ہوگا، اور ہر قسم کے خطرات
دور ہو جائیں گے،

واقعہ یہ ہے کہ جانوروں کے اعضاء و جوارح
اوصاف کے مرتبہ میں ہوتے ہیں جس کے مقابلہ
میں دام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس پر سارے
فقہاء کا اتفاق ہے۔

”کسی نے ایک باندی خریدی، ابھی بائع
کے ہی پاس تھی کہ بھینگی ہو گئی، دام میں سے
کچھ کم نہ ہوگا، یونہی کسی نے باندی خریدی وہ
مشتری کے قبضہ میں اگر بھینگی ہو گئی اور مشتری
کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو منافع پر (امراحت)
بیچنا چاہتا ہے، تو اسے بتانے کی ضرورت نہیں

الحادی والعشرون ^{۱۱} یا هذا اصنع
واقبم، ان اطعنی دعت بد فی حدیث
یلع الحق من دون حجاب، ویزیل عنک کل
تجیر واضطراب، حقیقۃ الامران الاطراف
فی الحيوان تجری مجری الاوصاف، کما نصوا
علیہ قاطبہ، ولذا لا یقابلی شیء من الشئ
حقا بہ ذالشری جاریۃ فاعورت فی ید
ایمان قبل التسليم لا ینتقص شئ من الشئ
وکذا ذک اذا شتری جاریۃ فاعورت فی ید
المشتری، ثم اراد ان یبیعها مرا بحت کان
لہ ذلک من دون حاجۃ الی البیان کما
فی الہدایۃ وشروحہا، کفتح القدر و
غایۃ البیان وغیرہما و انت سألت
سرود لک نصوصہا و اوصاف الشئ

لا تدخّل فی سنخ قوامہ ، وقد افادوا کما علمت نہی کا لامعرض المذرقة ، لا انتفاء للحقیقة باسقاطها ، فانعدام الالیة رأسا لا یمخرج الصائن عن الضائیة ، کما لو خلق انسان بلا ید لا یمخرج عن الانسانیة ، وانما مدار التعریف ههنا ان هذا الوصف لا یوجد الا فی هذا الحقیقة ینتقل الیها الذهن منه بهذا الوجه لانها لا توجد الا به ، فمعنی قول القائل الضائفة ما هو الیة انه النوع الذی تتحقق فیہ الالیة لانه لا یكون ضاء ما لم تکن له الیة ، اتفق هذا فقد حلیت للک جليلة الحال بغير صریة۔

کہ یہ میرے یہاں اگر چلی ہو گئی ہے۔
میں اس موضوع پر کثیر نصوص پیش کر سکتا ہوں کہ اطراف حیوان کا حکم اوصاف کا ہے ، اور اوصاف کسی شے کی حقیقت میں داخل نہیں ہوتے ، جیسا کہ علما نے بیان فرمایا ہے ، اور آپ بھی جانتے ہوں گے یہ ان اعراض مفارقة کی طرح ہیں جن کے انتہائے حقیقت منتفی نہیں ہوتی ، قرضان بھی چلتی نہ ہونے کی صورت میں ضائی سے نہیں نکل سکتا ، جیسے وہ آدمی آدمی ہی رہتا ہے جس کے پیدا نشی ہاتھ نہ ہو ، اس وصف کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ وصف صرف اس حقیقت میں پایا جاتا ہے تو اس وصف سے وہ صرف اس حقیقت کی

طرف منتقل ہو جاتا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حقیقت اس وصف کے بغیر پائی ہی نہیں جاتی ۔
تو "ما تكون له الیة" کا مطلب یہ ہوا کہ ضان جا فور کی وہ قسم ہے کہ اس میں چلتی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ بے چلتی کا ضان ہو گا ہی نہیں ۔ اسی کو ذہن میں اسخ کر کر میں سیرے لیے روشن دل کو فیکر کی شک کے دھجکی

الثانی والعشرون هذا ما سائرناک فیہ ، وانتا تزعم ان الالیة هم الضحیة الکبیرة العریضة السمیة المحتویة علی لحم کثیر وشحم غزیر ، المعروفة فی لسان الهند بچکتی ، وهو ضاعم باطل لا دلیل علیہ ، وانما الالیة صرف الثاة لا یشرط فیہا کبر ولا صغر ولا طول ولا قصر ، قال فی مجملہ البحار فغلا عن نہایة اجن الاشیر

تنبیہ بست و دوم چکتی کی بحث | اب تھوڑی دیر چکتی پر بحث ہو جائے ، آپ سوچتے ہوں گے کہ "الیة" (چکتی) جیسی ہوگی جب اس پر خوب گوشت ، چربی ، اور وہ خوب چوڑی ہو جس کو بندی میں چکتی کہتے ہیں ، تو یہ ایک ذم باطل اور بلا دلیل ہے ، الیہ "بکری کی دم کو کہتے ہیں ، اس میں چھوٹے اور بڑے ، لانسہ اور نائے ہونے کی شرط نہیں ۔ حوالے ملائے ہیں :
"الیات" الیة کی جمع بکری کی دم کو کہتے

الیت جمع الیة وهی طرف الشاة أمه وفسرها
فی القاموس سارکب العجز من شحم و لحم
وقد شرحنا عن العضولهد الحيوان الذي
نتحاور فيه ، فوجدناه يحتوی عن لحم وشحم
فتم معنى الالیة ، وقد مناهات العلماء
الکرام ان الالیة ان كانت صغيرة تشبه
الذنب جارت الاصلية ، وهذه الایة الشاة
التي توجد فی بلادنا ، فجزئيتها مضمومة
عیه فی الکتاب المذهبية ، وظهر انها یردق
علیها مالها نية ، وان ابيت الا المحجاج
فابرزناها عندك فی المحجاج وأین ما حدد
الالیة ورسمها ، وعنی ای حدیث ان یکون
حجمها ، بحیث لو صغرت عنه لزمکن الالیة
وعین الالیة التي تشبه الذنب خلقة ، وكيف
تکون هداة فی هیأتها ، وکما تكون فی لسطتها
واثبت کل ذلك بکلام ائمة الثن ، لا یهوی
النفس وهفوات اللسان ، فان لم تفعل و
لو تفعل فانت الحق حیث ظهر ، فان من
لزم الشمس وهی بارغة ، فعلیه التسليم
لاهل النظر.

الثالث والعشرون تقریر ما تحدد
امت الفقهاء فسروا الضان بثلاثة تفاسیر

ہیں۔ (مجمع نقلا عن ابن اثیر)
”پرڑھ کی آخری ہڈی پر جو چربی یا چربی اور گوشت
دونوں چڑھ جاتی ہے اسی کو الیر کہتے ہیں (قاموس)
اور بھڑ کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی دم پر بھی
گوشت چربی آلود ہوتا ہے تو اس کو الیر کوں کہے گا
علمائے حوالہ سے ہم لکھ آئے ہیں کہ معمولی چکنی دانے
کی قربانی جائز ہے ، تو کیا یہی مسئلہ بھڑ کا چربیہ ذبح
تو جیسا کہ اس بھڑ پر بھی الیر الیہ کی تعریف صادق ہے
اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ
چکنی کی لبان چڑھ ان کیا ہوگی کہ اس سے کم کو چکنی
کے بجائے دم کہا جائے ، اور ذرا اس چکنی کا بھی
خیال رہے جس کو فقہائے دم کی طرح چھوٹا کہا ہے
ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ائمہ اعلام کے کلام سے
ثابت کرنی ہوگی ، زبانی مجمع غریب کی سند نہیں۔

تنبیہ بہت دوسم | گزشتہ تحریروں سے یہ واضح
تقریریں ہیں مفسرین ہوں چکا ہے کہ علماء نے ضان

ذات الصوف وذات الالیه، و خلقت المعن
من الغنم، وترجموه بمیش، و القینا
علیک ان عند بیان الاحکام لا یجوز
التعریف و کذا الترجمة الا بالمساوی،
لما فی غیره من المساوی، فثبت ان الاربعه
بل الخمسة خاصها سیه، کلمات وید نیما
بینهما، و مساویة لحدودها، وان کل ذات
صوف، ذات الیه، و بالعکس و انما مظهر
المظهر کما وصفنا الشان السوئی لا تعلیه العریة
کما هو المرسوم فی کثیر من الرسوم، کالتحرک
الاکثرادی، و امشی، و الصیاح، و الكتابة، فی
المیو، و لاسان، کما لا یحقی علم ذوی
امشان مظهران الذی یضئ بلاد یت حره
وان کان شابه الذنب حبسها، و انه المنصوص
علیه صوره، و حکم وان لاختلاف بعین
التفاسیر، وان لیس هنا باهم ولا اخص
تفسیر، وان کل متحد مالا، وان لاتیث
فی الانواع بماله الیه، و مالا، و انما کان
کل ذلك شققة هدرت عن واهمه
بدرت، هکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی
استوفیق۔

یہ حکمت کی بنیاد پر ایک تعمیری قسم نہیں پیدا ہوتی، یہ سب دماغی خدشات اور وہی خیالات ہیں۔
الرابع والعشرون به تبیین ان صفات الالیه
ودقتها حیث تشبه الذنب کما فی
اصوننا هذه لیس من النقص فی شیء،

کی تیس تفسیر کی ہیں، اون وال، حکمتی وا، معز کے
علاوہ۔ اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ میش کیا اور
ہم یہ ثابت کر آئے کہ احکام مخصوصہ کے بیان کے
وقت ترجمہ ہوا تعریف، مساوی کے علاوہ نہیں
ہو سکتی، تو پتہ چلا کہ مذکورہ بالا چاروں لغتوں بلکہ ہندی
کا بھڑل کر پانچوں لغت آپس میں مساوی ہیں، ان
کا محدود مفہوم شے واحد ہے، ترجمہ اون والی ہے
وہی حکمتی والی ہے، اور حکمتی والا ہے وہی اون
والا ہے، کیونکہ ایسے مواقع پر تعریف کا مقصد
وصف نوعی بیان کرنا ہوتا ہے، افراد کے وصف
فصل کا ذکر نہیں ہوتا کہ یہ تو عام طور پر رسم میں ملحوظ
ہوتا ہے، جیسے انسان اور حیران کی تعریف میں
تحرک ارادی یا ششی، فمک اور کتابت وغیرہ
اوصاف — تو ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ
بھڑک، ام جو ہار سے بلا دیں ہوتی ہے وہ حکمتی ہی
ہے، اور فقہ حنفیہ میں اس کی صورت اور حکم
دونوں کا جزئیہ موجود ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان بظاہر مختلف تعریفوں
میں کوئی تضاد نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں
تعریف نہ تو اعم کے ساتھ خاص سے نہ اخص کے
ساتھ، بلکہ سب مساوی ہیں اور یہ کہ غنم میں حکمتی اور
تنبیہ بست و چارم | یہ بھی واضح ہوا کہ بھڑک دہم میں
ناقص کامل کی فنی کرتی کی نہیں کہ کہا جائے
وہ ناقص ہے اور حکمتی کامل ہے، لہذا ذنبہ کے ساتھ

تنبیہ بست و چارم | یہ بھی واضح ہوا کہ بھڑک دہم میں
ناقص کامل کی فنی کرتی کی نہیں کہ کہا جائے
وہ ناقص ہے اور حکمتی کامل ہے، لہذا ذنبہ کے ساتھ

و حق نہیں ہو سکتی۔

ولذ اجازت التصحية معه كما نصوا عليه
فرعاً من هذا ناقص فلا يلحق بالكامل قول
ناقص ، مخالف لمصوص الاثمة الاكامل۔

الخامس والعشرون لن نزننا عن
حسن هذا وسلمان لا الية لهما ، فخر تاتي
العدلية بين الامام الاعظم ، والاصنام
الثالث رضي الله تعالى عنهما ، و يجب
بحكم العوار ، ساعات الفتوى على قول
الامام رضي الله تعالى عنه على الاطلاق ، اى
ما لو يتفق ائمة العتيا على الفتوى بقول صاحبه
اذا حدوا كما نص عليه في الفتوح والبحر المحيرة
ورد المختار وغيره من محمديات المسار

قد سردنا نصوصها في كتاب السكاح من
فتاوسا هذا اذ المرجح قول الامام فكيف اذا
مرجح قول الامام فكيف اذ اسجد ، وقد زجر
ههنا قوله رضي الله تعالى عنه من نصوا على انه
لا يعدل عن تصحيحه لانه فقيه النفس استدرى
من هو هو الامام قاضى خاں كما قاله العلامة
قاسم في تصحيح القدورى ، ونقله السيد الحموى
في غمر العيون ، وسيد الشامى في حاشية الدنيا

تنبہ بست و نجم امام اعظم کے اور اگر ہم سب چھوڑ دیا
فتویٰ کی بنیاد پر فیصلہ کریں یا نہیں کہ
بھڑکے جگتی کا ہے تب بھی یہ انعام میں داخل ہے
تو قربانی کا جانور ہے ، اور اسی جانور کی قربانی جائز
ہونے نہ ہونے میں امام اعظم اور امام محمد رحمہم اللہ کا
اختلاف سنہ ، اور یہ معلوم ہے کہ اگر جب تک کسی
مسئلہ میں امام اعظم کے خلاف کسی اور امام کے قول
پر متفق نہ ہوں ، فتویٰ امام کے قول پر ہے ، یہ مسئلہ
فتح بحر بحرہ ، شامی وغیرہ مستند اسفار میں مضمون
ہے ، میں نے ان سب کو اپنے فتاویٰ کی جلد
کتاب السکاح میں تفصیل سے نقل کیا ہے ۔

یہ حکم تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا
ہے جس کی اثر ترجیح میں سے کسی نے ترجیح نہ دی ہو
اور اس قول کی تو امام فقیہ القس قاضیوں نے
ترجیح فرمائی ہے کہ اپنے احوال کے موافق اسی کو
مقدم کیا ، یہ مسئلہ بھی امام شامی اور امام قاضی نے
مضمون فرمایا ۔

۲۶۹/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۶۹/۶	۱/۶	۲۶۹/۶	۱/۶
۱۳۳/۶	دار المعرفہ بیروت	۱۳۳/۶	۲/۶	۱۳۳/۶	۲/۶
۳۰۲/۶	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۰۲/۶	۳/۶	۳۰۲/۶	۳/۶
۵۱۳/۶	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵۱۳/۶	۴/۶	۵۱۳/۶	۴/۶
۵۵/۶	ادارۃ القرآن کراچی	۵۵/۶	۵/۶	۵۵/۶	۵/۶

پس ایسی صورت میں بھڑک کر باقی کے جو زکا
توی دسے بغیر چارہ نہیں

فان كنت عارفا بهذه المسألة مدركا لتلك
المدرك فقد حقت تصحيح هذه المسألة وان
لم تعرف فاسمع مني فاني لك شعيم بذلك، المثرة
قد قد مر قول لا ما مرو وورحمه الله تعالى كما صرح
به في صدرها ولا لا تعد مرالا لا يظهر الا شهرا دل
اميدان بفاصلان لطيف وى والشامى في
حواشى الدرر ان ما يقدمه قاضيه ان يكون
هو المعنى، و في قد اجمعت لك ههنا القول
ظنا بك ان لك اشتغالا لا لعلم فتكون قد وقعت
عن هذه المطالب الدرة اسيرة الفهرة
الراهرق فان خفي عليك شئ منها فراحنى، و
لا تأس من التفهيم فقد قلت لك اغلب لك
باطهر بكل ودى من عيم، فكتب بحمد مدنى
ان لو فرض عدم الالية، لهذا الحيوان لكات
جوزا التصحيف به هو المذهب وقول امام
الاعظم الامجد، وهو الباحر الصحيح المعتمد
و الحمد لله الاحد، الصمد علينا ما اسم من نعم
لا تعد.

تذليل | آپ کی سات مستند کتابوں میں سے تین
(ذخیرہ عقبی، درمخار، اشعة اللمعات) میں توضیح
کی تفسیر میں "بما له الية" لاکھیں پتہ نہیں بلکہ
ذخیرہ عقبی اور اشعة اللمعات میں تو آپ کے مدعا
کے خلاف سب صیغہ کہ مذکور ہوا، لیکن صاحب تعلیق مجدد

تذليل، الكتب السبعة التي اسندت اليها ليس
في ثلثة منها اعنى ذخيرة العقبي والدر
المخار و شمة اللمعات اثر من التفسير الصافي
بما له الية، بل في الاول والثالث ما يسرد
عليك كما سمعت بادنك، واما عيب مرة

ہے ، تو آپ کو بھی ان کی تقلید کرنی تھی تو اتنی ہی بات میں کسے نہ کہ آگے بڑھ کر ایک محالی بات کا دعویٰ کر دیا ، اور سب مسلمانوں کو گمراہ اور گمراہ گر کا خطاب دیا۔

مجھ سے لکھوی صاحب کے ایک شاگرد نے ان کا یہ فتویٰ ذکر کر کے صورت حال دریافت کی تھی میں نے چند جملوں میں اس کا خلاصہ لکھ دیا تھا ، اور مسئلہ حق واضح کر دیا تھا ، یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مغل اور کاغل ہے ، ان دونوں بیہوں کو دفع کرنے والا ، بلکہ اس کا تردید سے جہان کی مستربانی جائز کرتا ہے ، اور ان کے بچے کی نہیں۔

بڑا شہرہ بیڑ کا چرم بڑ بچہ جو دیکھنے میں سالی بھر کا معلوم ہوا اس کی قربانی جائز ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ، اس رسالہ ہادی الاصحیۃ بالشاق لہدیۃ سے ۱۳۱۴ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔

اذ قلتمہ اتممت تفتیدہ فلو تعد الی حاصرہ دت من المحالی ، ولم تنسب المسلمین الی الضلال ولا الضلال ، وقد کان سألنی بعض تلامذہ هذا المعاصر اعنی صاحب التفتیق المجدد من بنارس فی اول هذه السنة عن فتاویٰ المذکورۃ فاجبت باحرف تکفی وتشی وبیت ان الحبذع من هذا کا یحذف ویکتفی ، وما ذکونا ھینا بتوفیق اللہ تعالیٰ ، فهو حافل کما بل قد کلا الوھیین بل الرادشد علی من یجزا التضحیۃ بہ لا یجذعہ فابہ اذ قد یجاز تضحیۃ فقد کانت من الان مردلانعام الا لانواع الاربعۃ واذا لیست من اہل و بقر و معز ، وحب ان نکون من ارضان فرجب اجراء المجمع صہا اذا کان بحیث لو غلط ، لثانیاً لم یتمیز من تعد ، ولله الحمد تعالیٰ من قبل ومن بعد ، وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد والہ اجمعین کان الفرغ من هذه العمالة المسماة ہادی الاصحیۃ بالشاق الہندیۃ۔

مسئلہ ۲۰۳ از بارس محلہ کنڈی گڑھ ٹوڑ مسجد بی بی راجی شہان خانہ مسئلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب
۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

ماقونکم ایہا علماء (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔) اس مسئلے میں کہ قربانی بھیر شہابہ
کی درست ہے یا نہیں؛ اکثر حدیثوں میں برفلفظ جدمع من الضان آیا ہے اس سے شہابہ بھیر مراد ہے یا
دُنبہ یا دونوں؛ عبارت نہایت شرح ہدایہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی شہابہ بھیر کی جائز نہیں، اسی
پر مولانا استاد مولوی عبد الحی صاحب نے عمل فرمایا ہے، چنانچہ یہ مسئلہ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ کی
جلد اول ص ۱۹ میں موجود ہے، عبارت شرح ہدایہ،

و یجزي من ذلك كله الشئ فصاعدا الا الضان
فان الجذع منه یجزي، والتفصیل
باصناف لان الجذع من الابل والبقر
والغنم لا یجزي منها الا الشئ۔ یتینوا
بالتکتاب فتوجد ایوہ الحساب۔

ان تمام جانوروں میں کمال سال یا اس سے زائد
عمر والا جائز ہے ماسوائے بھیر کے کہ اس کا جذع
یعنی کمال چھ ماہ والا جائز ہے اور ضان یعنی بھیر
کی قید اس لئے کہ اونٹ، گائے اور بکری میں
صرف کمال سال والا ہی جائز ہے۔ کتاب سے
میان کیجئے، یوم حساب اجر حاصل کیجئے۔ (ت)

الجواب

شہابہ بھیر کی قربانی بلاشبہ جائز ہے جبکہ کیسا کہ بھینسوں میں دُور سے تمیز نہ ہو سکے،
فی ابدار المختار ص ۱۵۰ الجذع ذو ستہ اشهر من
اضان ان کان یحیث لو غلط بالتشایا لا یمکن
التمیز من لحدیثہ

یہی شرط دُنبہ میں ہے، اور دُنبہ اور بھیر ایک ہی نوع ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام پر ہی
نہیں سکتا کہ جاز شہابہ کا حکم امارت صحیحہ و کتب فقہیہ سب میں بلفظ ضان وارد ہے، اب ہمارے صرف
ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیر کو بھی شامل تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل و اطلاق، مگر بالیقین
معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں میش، اردو میں بھیر، اور اسکی کی ایک صنف کو دُنبہ کہتے ہیں،

عرب دونوں معروضات کے سوا نہیں جانتے، نہ یہاں تیسری نوٹ ہے

(۱) قال الله تعالى ثبته انما واجهت الفضائل اثني عشر من المعزاتين لي مرلا ست

بعد لقود و ہلوی مرحوم موضح القرآن میں اس آیت کریمہ کا ترجمہ فرماتے ہیں،

پیدا کئے آٹھ زود مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو

دیکھو صاف کا ترجمہ بھیڑ کیا۔ اسی طرح مولانا رفیع الدین نے ترجمہ کیا، یونہی نفائس میں اس کا عکس یعنی

بھیڑا کو میش زود ضان سے مترجم کیا۔

تحفة المؤمنین میں کیا: بھیڑ ہندی غنم ست۔ پھر کہا، غنم صان ست

(۲) سب جانتے ہیں کہ بھیڑ کا ترجمہ میش ہے، اور اہل لغت نے یہی ترجمہ ضان کیا۔ غنم رشیدی

میں ہے، ضان میش، ضان میش زود

مراح میں ہے، ضان میش زود خلافت ماعز، والجمع ضان خلافت معز۔

تحفة المؤمنین میں ہے: صان بکری میش نامند

(۳) علمائے لغت و تفسیر و حدیث و فقہ ضان کی تعریف ادوں والی غنم فرماتے ہیں، اور معسر کی

تفسیر بالوں والی۔ مصباح سیر و حیرۃ لچیاں وغیرہ میں ہے،

الضان ذوات لصوف من الغنم یحک بکری کادون والی جنس کا نام ضان ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

الضان ذوات لصوف من الغنم، والمعز بکری کادون والی جنس ضان ہے اور بالوں والی

۱۴۳/۹ لے القرآن الکریم

۱۴۳/۹ لے موضح القرآن

مصطفیٰ مصطفائی انڈیا

ص ۱۴۲

نوٹ کشور کانپور

ص ۱۶۹

۳۱ تحفة المؤمنین مع محزون الادویۃ البار مع الحار

ص ۳۲۵

۳۲ الفین مع المیم

۳۳ غنم اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد مع النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ص ۲۸۲

نوٹ کشور کانپور

ص ۳۱۸

۳۴ الصراح فی لغة الصراح باب النون فصل الضاد

ص ۲۹۷

نوٹ کشور کانپور

۳۵ تحفة المؤمنین مع محزون الادویۃ الضاد مع الالف

۲/۲

مصطفیٰ البابی مصر

۳۶ المصباح المنیر الضاد مع الواو (الضاد)

دوات اشعر من العنم

جنس معز ہے۔ (د ت)

معالم التنزیل میں ہے،

بکری کی اون والی جنس ضان اور ضاح ہے اور بالوں والی
معز اور معزی ہے۔ (د ت)

الضان واسطی جہی ذوات الصوف من العنم
والمعز والمعزی ذوات اشعر من العنم
جامع الرموز پھر رد المحتار میں ہے،

ضان وہ ہوتی ہے جو اون والی ہو اور معز
بالوں والی۔ (د ت)

الضان ماکان من ذوات الصوف والمعز
من ذوات اشعر

اب یہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بھیڑ کے بدن پر اون ہوتی ہے یا بال

(۴) علامہ دمیری نے حیوۃ الحيوان الکبریٰ میں صاف صبر فرمادیا کہ اون صرف صان کے لئے ہوتی ہے،
لفظ غنم میں فرماتے ہیں،

بھیڑ کی اون کمری کے بالوں سے افضل اور قیمت
میں گراں ہے اور اون صرف ضان کی ہے (د ت)

صوف الضان افضل من شعر المعز والمعز
قيمة وليس الصوف الا للضان

اب بھیڑ کو ضان سے حایت مانتے والے پلادم ہرچہ کہ بھیڑ کی دت انکار اور اس کی پشت پر
بکری کے سے بال آشکارا کرے، ذاتی لہ ذلک۔

(۵) زبان عربیہ وغرہ قرآن شاہد ہے کہ نوع غنم میں صرف دو مشغفین ہیں، ایک وہ جسے عربی میں مغز زک
تفیس، مادہ کو غفر، فارسی میں بڑ کہتے ہیں۔ دوسری جسے عربی میں ضان زک کہش، مادہ کو فحج، فارسی میں گوسپند
ومیش کہتے ہیں۔ رب العزت جل وعلا سے آیہ مذکورہ میں آٹھ ہی جڑ سے بتائے، ضان، معز، ابل، بقر
ہر ایک سے دو، مادہ دوز، ابل زبان نے مغز کو خلاف ضان، ضان کو خلاف معز سے تفسیر کیا معلوم
ہوا کہ ان کے لئے ثالث نہیں۔ قاسموس میں ہے،

المعز خلاف الضان من الغنم

بکری کی جنس میں معز ایک ہے ضان سے۔ (د ت)

سکھ معارج الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۳۴/۹ المطبعة البیہ مصر ۲۱۶/۳

سکھ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۲/۲

سکھ جامع الرموز کتاب الزکوة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران ۳۰۶/۱

رد المحتار باب زکوة الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۲

سکھ حیوۃ الحيوان باب الغنم (الغنم) مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۲/۲

سکھ القاسموس المحیط فصل الغنم باب الزکوة المطر ۱۹۹/۲

مرآۃ میں ہے: اَلَّذِي بِالْفَحْشِ ذَنْبٌ - برہائی میں ہے، ذَنْبٌ بَعْضُهُ مَعْنَى دُمٍّ - لاجرم فتاویٰ امام اہل قاضی حاشیہ درالمتنار وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ اگر ایہ خلعتہ صغیرہ و مشابہہ دُم ہو روا ہے، غایہ میں ہے: ان کتاب لھا ایۃ صغیرۃ مثل الذب خلقہ اگر اس کی پکلی چھوٹی دُم کی مانند پیدا نشی ہو جاری ہے۔

یہ بعینہ ہمارے بلاد کی بھڑوں کی صورت ہے ہم نے ان بھڑوں کی دُم کو تشریح کر کے دیکھا وہ ضرور گوشت اور چربی پر مشتمل ہوتی ہے بخلاف دُم بڑ، بس یہی فرق اَلَّذِي ذَنْبٌ میں ہے، طول و قصر، عظم و صغر و کثرت و قلت لحم و شحم کو ہرگز اس میں نہ لفتہ دخل ہے نہ قہما، و ہذا اصلاً لا یحقی علی حاکم فصلۃ علی واصل (یکسی باہل پر معنی نہیں ہے بانیکی کسی حاصل پر بھی ہوتی) بات یہ ہے کہ جانوروں جگہ آدمیوں کے بھی بعض احضار صورت و ہڈیت بلکہ نفس وجود و عدم میں اختلاف ممالک سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے وہ دونوں میں ہوں گے، ان کے احکام مختلف، فقیر نے بعض بلاد کے اونٹ دیکھے چھوٹے چھوٹے نہایت خوشنما، بدن پر بڑے بڑے مال مشابہہ بال، پشت پر دو کوہاں بلند و مرتفع، پیچ میں نشست کی جگہ خالی کہ سوار کو آگے بچھے دیکھوں کا کام دیتے، چینیوں کی، کہیں کس قدر پست و پین، تانایوں کی آنکھیں چھوٹی، زنگیوں کے لب و دشت و سر و ستے میں، سر باترین الاسکتین کہ خفناض کیا جاتا ہے، زمان مغربہ میں خلعتہ نہیں ہوتا بعض اتراک و خوش کے عیض پر کھڑے زائدہ بتسدر ایک بالشت مثل ذَنْب ہوتا ہے۔ امام کمال الدین دیمیری و علامہ زکریا بن محمد بن محمد انساری قزوینی نے ایک قسم کی بھڑ ذکر کی جس کے چھالہ ہوتے ہیں، ایک سید پر، دو شانوں پر، ایک پیچھے، دو رانوں پر۔ یہی اختلاف ممالک دُم کو پسند میں ہے، ان دیار میں پکلی لمبی ہوتی ہے جس میں اُسی کے لائق گوشت اور چربی، سرب میں اکثر چڑی چھوٹی قدر سے زیادہ گوشت اور چربی مشتمل، اور بعض عرب پین و درازہ بکثرت لحم شحم، یہ کابل وغیرہ میں کلیر الوجود ہے، اور بعض کی پکلی قوائی بڑی ہوتی ہے کہ اسے چلنے سے معذور کر دیتی ہے ایک ہلکی گاڑی بنا کر اُسے جوتے اور دُم گاڑی پر رکھ دیتے ہیں جسے وہ کھینچتی چلتی ہے، کیا ان اختلافات سے یہ افواج مختلف ہو جائیں گی، اور ان کے احکام جدا، ایسا کوئی مائل

لے الصراح فی لغۃ الصحاح باب الواو والیا (فصل العت) نو کشور بکھنو ص ۴۲۹

لے البریان

لے فتاویٰ قاضیان کتاب الضیوۃ فصل فی العیوب نو کشور بکھنو ۴۲۹/۴

خیل نہیں کر سکتا، عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں ہے۔

يجب من الهدى نوع من الضان على صدره
اليرة و على كتفه اليتان ، و على فخذه اليتان
و على ذنبه اليرة ، و سبها تكبير اليرة الضان
حتى تسمع من المشي فيتخذ لاليتها عجلة
توضع عليها ، و تشد الى صدره فتمشو
الضان ، و تجر العجدة الاليرة عليها
ہندوستان سے ایک قسم کی بھیل لائی جاتی ہے اس
کی بھاتی پر چکی، اس کے کندھوں پر دو چکیاں اور
اس کی دونوں رافوں پر دو چکیاں اور اس کی ٹم
پر ایک چکی ہوتی ہے اور کبھی یہ چکی اتنی بڑی ہوتی ہے
کہ اس کا بوجھ اس کے چننے سے مانع ہوتا ہے
تو اس کی چکی کے نیچے ریڑھی بنائی جاتی ہے جس پر
اس کی بھاتی سے باندھ دیتے ہیں تو وہ ریڑھی چکی کو
اٹھائے پھرتی ہے (ت)

اسی طرح حیاء الخیوان میں ہے ، الی قوله تمنعه من المشی (چلتی اس کے پلنے سے مانع ہے ، تنک)
چھ اس قدر کافی نہ ہو ہمارا سالہ عربیہ ہادی الاضیحة بانثاق الہدیۃ طالعہ کرے کہ جو فنی ملام تحقیق
مزم بالامریہ علیہ ہے ، و لله الحمد ، والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ ار ضلع آبرہ ڈکنہ و قصبہ ڈکنہ ستر سور محمد یوسف

نقصی سال سے کم عمر والے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

چھ مہینے تک کا ایسا فریبہ منڈھا کہ سال بھر والوں کے ساتھ ہو تو دور سے تمیز نہ ہو اس کی قربانی
جائز ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔ اور بکر سال بھر سے کم کا جائز نہیں اگرچہ خصی ہو۔ والله تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۰۶ از ریاست جے پور سو اکی شکوہ آدم شاہ گھاٹ دروازہ مرسلہ مولانا عبدالرحمن علی مٹوی صاحب
مورخہ ہرذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کی فرمائے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرا بکری اگر سال بھر سے کسی قدر کم کا ہو ، مثلاً گیارہ
مہینہ یا کم و بیش کا ، تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؛ اگر جائز نہیں تو اس کا نور کون جس پر نیست
قربانی کی جو چکی ہے اور پورے سال بھر کا نہیں ہے تو کیا کرنا چاہئے ، اور اگر جائز ہے یک سال سے

کم مدت کا، تو اس کتاب کا درجہ کر دیا جائے تاکہ یہاں دیگر کرامین حاصل کیا جائے۔ یتوا توجرو۔

الجواب

بکر مکرری ایک سال سے کم کا قربانی میں ہرگز جائز نہیں، نہ اس پر قربانی کی نیت صحیح، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے، قربانی کے لئے دوسرا جانور لے، ہاں اگر یہ نیت کی ہو کہ آئندہ سال اس کی قربانی کروں گا تو اسے قربانی ہی کے لئے رکھے، اس کا بدن مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے،

صح ابن خمس من الابل، وحولیت من
اہلقر و الجاموس، وحول من الشاة
والمعزۃ
پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور بھیسن،
اور ایک سال کی مکرری اور بھیڑ کی قربانی صحیح
ہے۔ (د ت)

رد المحتار میں ہے،

فی البدائع تقدیرہ: الاساق ذکر لمہ النقصان
ولا انزیادۃ، فلو مچی بسن اقل لا یجوز، و
باکبری جوز، و هو افضل
بدائع میں ہے کہ ان دونوں کا بیان ذکر کرنا کسی کو روکنے کیلئے
بے زیادتی کو مانع نہیں تو عمر میں اگر قلیل سی ہو
تو جائز نہ ہو گا اور بڑا ہو تو جائز ہے جبکہ بڑا
افضل ہے (د ت)

ہذا میں ہے،

لو اشترب نقرۃ یرید امت یضاحی
بہا عن نفسه ثم اشرك فیہا سستۃ
معه جاز استحسانا، و فی القیاس لا یجوز
لانہ اعدھا التقربۃ فیمنع عت بیعھا
تعمولا، وجہ الاستحسان دفعہ المحسوس
والاحسن امت یفعل ذلک قبل اشراد،
لیکون ابعد عن صورة الرجوع فی القربۃ،
وعن اخی حنیفۃ انہ یکرہ الاشتراك بعد
اگر اپنے لئے گائے خریدی تاکہ قربانی دے پھر بعد
میں چھو اور شریک کر لئے تو استحساناً جائز ہے جبکہ
قیاس کے لحاظ سے جائز نہیں کیونکہ اسے اس کے
قریب کے طور پر یا تو مال کے حصول کیلئے فروخت
کرنا منع ہے اور استحساناً جو ازکی وجہ یہ ہے کہ حرج
نہ پیدا ہو اور بہتر یہ ہے کہ طریقہ سے قبل سدا رہائے
تاکہ قربت کے معاملہ میں رجوع کی صورت پیدا نہ ہو،
جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اس سے خرید لینے کے بعد

الشرع لم یأیضاً (مخلص) واللہ تعالیٰ اعلم۔ شریک بنانا مکروہ ہے (مخلص)۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۳۵: مرسلہ عبداللہ خان از شہر انبالہ محلہ ویل پور یکم صفر ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب! بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ بقرعید کی قربانی میں بکرا خسی جائز ہے یا نہیں، اور جو کہ قربانی کرے اس کو روزہ رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

خفی کی قربانی افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے، اور عید کے دن کا روزہ حرام ہے، ہاں پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں، اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب لفظی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے، ہاں قربانی والے کو یہ متعب ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے قربانی ہی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیت جائز، نہ اس دن اور اس کے بعد تین دن روزہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۵: مرسلہ قاضی سید ماجد علی صاحب مقام جاوہ ضلع ندوہ ریاست گوایار

نیچ دروازہ ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ

ایک بچہ بکری کا ہے اور وہ گتے کے دودھ سے پرورش پایا، اس کی قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بقیہ توجہ دے۔

الجواب

جب سال بھر کا ہو جائے اس کی قربانی جائز ہے والمسلئۃ فی الخانیۃ وغیرہ، یہ مسئلہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ علوہ وعلیہ جیل مجدۃ القوا حکم۔

مسئلہ ۱۳۳۵: از بنگالہ محین سنگھ قصہ گولا مرسلہ میان جاں سرکار ۲۶ محادی الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ما قونم وحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا فرمان ہے، کہ ہندو نے بکری پالی تھی اس نے ایک بچہ جنا، بعد وہ بکری بقضائے الہی مرگئی اس بچہ کی جسد مذکورہ نے اپنے پستان کے دودھ سے پرورش کیا، پھر خسی کر دیا، اب وہ بچہ بڑا ہو گیا، ہندو اس کو قربانی کرنا چاہتی ہے، اگر قربانی کرے تو ہندو مذکورہ اور اس کے خاوند کو

اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً گنجائش کلام نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے،
لو ان جد یا غدی بطن الخنزیر لا باس
باحتکامہ، لان لحمہ لا یتغیر، وما غدی
به یصیر مستهلک لا یبقی له اثر یلہ

فتاویٰ کبری و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،
الجدید اداکانت یرقب بطن
الامان والخنزیر، ان اعتلعت
ای ما فلا باس، لانه بمنزلة
الجلالة، والجلالة اذا
حلت یا ما فحلت لا باس بها
فکذا ھذا۔

اور شوہر کے حق میں اگر رضاعت کا خیال ہو تو محض جمل، اول تو حر رضاعت کے بعد رضاعت
نہیں، اور شوہر اتنی ہی عمر کا بچہ جو بھی تو شیر زن مستحلک ہو گیا، گوشت کھانا دودھ پینا نہیں۔
در مختار میں ہے،

لا یحرم المخلوط بطعام وکذا لو جئتہ
لاب اسم الرضاع لا یقع علیہ،
بحر، اح مخلصاتہ و الله تعالیٰ
اعلم۔

طعام میں دودھ مخلوط ہو جانے
سے حرمت پیدا نہیں ہوتی اور یونہی اگر دودھ
سے غیر بنایا تو صحیح نہیں کیونکہ دودھ پلانے کا
اطلاق اس پر نہیں ہوتا، بحر، اح، مخلصاتہ۔
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰ مسئلہ سید منیر الدین پیشکار محلہ کلال ٹولہ، گیارہ محرم ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً کسی نامعلوم شخص کا بیل یا
 گائے زید کے جانوروں میں شامل ہو گیا، اور زید نے اس کو پکڑ کر اپنے قبضہ و تصرف میں رکھا، اور یام
 قربانی میں چونکہ وہ دو برس سے کم کا تھا اس لئے اس کو اپنی لڑکی کی گائے سے بلا علم لڑکی کے بدل کر اس
 لڑکی کی گائے کو قربانی دیا اور غیر سے ذبح کرایا اور اس غیر کو گائے کے کھل قصہ مذکور سے واقفیت نہیں۔
 (۱) ایسی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ذبح کرنے والا گنہ گار ہو گیا یا نہیں؟

(۳) تین سال کی گائے جس کے سینک ہنوز نمودار نہ ہوئے ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جانور کو تصرف میں رکھنا حرام تھا، اسے جینی کی گائے سے بدلنا حرام تھا، اس گائے کی
 قربانی حرام تھی۔

(۲) ذابح پر اس کا ذبح کرنا حرام تھا، دونوں سخت گنہگار تھے، پھر اگر بیٹی نے اپنی گائے کی
 قیمت نادانی میں اپنے باپ سے لے لی تو اس کے باپ کی قربانی ادا ہوگی ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے،
 یصح لو ضعیف شاة الغصب ان ضمنہ قیمتھا اگر منصوص بکبری قربان کر دی اور اس پر صمان زندہ بکری
 حیة ای قیمتھا لو كانت حیة۔ واللہ تعالیٰ والادب سے دیا تو مستحب بانی صحیح ہوگی۔
 اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) جب دو سال کا ل کی ہوگئی قربانی کے قابل ہوگئی اگرچہ سینک کبھی نہ نکلیں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ مسئلہ عبد اللہ عرف دین محمد صاحب ساکن شہر کتہ بریلی محلہ روہیل ٹولہ
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اہل ہندو سے گائے
 مبینہ پنیٹا لیس روپیہ میں خرید کی تھی، اس ہندو نے خرید کرتے وقت دریافت کیا تھا کہ تم کس واسطے اس گائے
 کو لیتے ہو، میں نے اس شخص سے کہا کہ پالنے کو لیتا ہوں، اور اصل میں واسطے قربانی کے لی تھی، تو ایک
 مسلمان نے اس شخص سے کہا کہ انھوں نے قربانی کے واسطے لی ہے، اور میں ریلوے کے بڑے بابو کی

ماحتی میں کام کرتے ہوں وہ بھی جی ہنود میں، اس نے بابو سے آکر کہا کہ وہ میری گائے واپس کرادی جائے، انھوں نے میرے مکان پر آدمی روانہ کیا کہ اُس کو مبلغ پانچ روپیہ نفع سے کرواپس کر دو، میں نے نہیں واپس کی، میں کام پر اپنے گیا تو بابو نے کہا کہ وہ گائے واپس کر دو، میں نے اسی سے انکار کیا، تو انھوں نے ایک پولیس کے واسطے سے بہت بڑا زور ڈال کر کہا، ادھر یہ بھی کہا کہ اگر نہیں دو گے تو ہم تم کو نوکری سے برخاست کر دیں گے تو میں نے سبب نوکری جانے کے پانچ روپیہ نفع لے کر گائے واپس کر دی، اور مبلغ چالیس روپیہ کی فرائ اور گائے قربانی کے واسطے لایا، اب اس میں سے دس روپیہ بچے اس کا کیا کیا جائے، اور لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم نے پانچ روپیہ لے کر گائے دی، اور میں نے مجبورادی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میری ملازمت جاتی تھی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میں مال محمد دام ریلوے میں کام کرتا ہوں شاید کچھ الزام نہ لگادیں، یہ وجہ تھی فقط۔ بیٹنوا تو جبردا۔

الجواب

اگر وہ شخص صاحب نصاب ہے، اور اگر یہ بیان واقعی ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور پانچ روپیہ نفع کے لئے ان کا تصدق کر دینا چاہئے اور یہ گائے جو پانچ روپیہ خریدا اس کی کا کوئی معاوضہ اس پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱۵
مسئلہ از کرتوی صلح بلیوں مسئلہ برادر عزیم مولوی محمد رضا خاں صاحب مسئلہ

۶ رذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

(۱) بحضور قبلہ و کعبہ دارین عظیم العالی بجاہ النبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام سنت اسلام کے بعد عرض ہے کہ قربانی کی غرض سے دو گائیں خریدنے کو چاروں کو روپیہ دے کر بھیجا، وہ دو گائیں خرید لئے ہو گراں قیمت ثابت ہوئیں، اس پر اور دو گائیں منگوائیں۔ وہ بھی سبب گرائی قیمت کے اور یہ کہ ان کو خر گائیوں ہی سے ایک پر گابھن کا خیال ہے، جس نے فروخت کی وہ جولاہ ہے کہتا ہے کہ گابھن ہو گئی ہے مگر ابھی کھل تھن ہے جس کو اور لوگ بھی گابھن کہہ سکیں، صرف دو جانیں کا خیال قربانی کا تھا آیا، ان گائیوں کا فروخت کرنا جائز ہو گا یا نہیں، ان کے عوض میں اپنی گائیں دے سکتا ہوں یا نہیں ایک گائے یا رسال قربانی کے واسطے منگوائی تھی (ان چاروں کو وقت آنے کے قربانی کے واسطے نامزد نہیں کیا، یا رسال والی کو نامزد کر دیا تھا، روانگی کے وقت لنگڑی ہو گئی بریلی جانے کے قابل نہ رہی اب اچھی ہے دو مہینہ بعد اندازاً بچے گی، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ آیا وہ میرا ہلی ہے یا قربانی کا؟

(۲) قرآن مجید بانیں ہاتھ میں با وضو لے کر تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جان برادر بلکہ از جان بہتر مولوی محمد رضا خاں سلمہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

جو گائے قربانی کے لئے تھی اور وہ لنگڑی ہو گئی اور اس کے عوض دوسری کر دی، اب وہ گائے تھوڑا مال ہے جو چاہو کرو، جب روپیہ دے کر گائیں خریدنے کو بھیجی اس سے اگر یہ نیت تھی کہ دیکھنے کے لئے خریدتے ہیں جس کی قربانی مناسب ہاں گئے نہیں گئے دروازہ لیں گے، تو وہ گائیں قربانی کے لئے مخصوص نہ ہوئیں اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا اور خرید کر قربانی کرو، اور اگر مخصوص قربانی کے لئے خریدیں، اور اب اس وجہ سے کہ یہ ناند قیمت کی ہیں، انہیں نہ کرنا چاہو، اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا کوئی اور بے کر ان سے کم قیمت کی قربانی کر دو تو قربانی ہو جائے گی اور وہ پہلی گائیں جو یا رکھو اختیار ہے، مگر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا جب ان پر مخصوص قربانی کی نیت ہوئی تھی، تو ان کو اگر بدلے تو ان سے بہتر سے بدلتے دکر کتر سے جبکہ کتر سے بدلا تو جتنی زیادتی رہی، اتنے دام تصدق کرنے کا حکم ہے، مثلاً دس روپیہ کی گائے قربانی کو خریدی تھی پھر اس کے بدلے سات روپیہ کی قربانی کر دی تو تین روپیہ تصدق کے جائیں، یہ تو سال گزشتہ کا علاج ہے اور ہر سال کہ ابھی قربانی میں سوتی، وہی پہلی گائیں اگر قربانی کے لئے خریدی تھیں خواہی خواہی قربانی کی جائیں اور ان سے کم قیمت کی ہو نہ بدلی جائیں کہ قصداً صوف کو بے ہرمانہ دینا جاہلست ہے بلکہ خلاف حکم کیا ہی نہ چاہئے، قربانی میں بالخصوص ارشاد ہوا کہ دل کی خوشی سے کرو کہ وہ شرائط پر تھوڑی سواریاں ہیں، پہلوں کو گراں سمجھ کر جو دوسری خریدیں اور ان میں ایک لگا بھن ہے یا نہیں، بہر حال ان کا تم کو اختیار ہے کہ سرکاری مطالبہ پہلی گائیوں سے متعلق ہو چکا اسی شرط پر کہ آدمی ارادہ سے بچے ہوں کہ جو جانور یہ لائیں قربانی کریں گے نہ اس ارادہ سے کہ دیکھ کر جو مناسب سمجھیں گے کرینگے۔

(۲) قرآن مجید باوضو ہاتھ میں لے کر تلاوت کر سکتا ہے، جبکہ اس کے لئے کوئی وجہ ہو مثلاً داہن ہاتھ خالی

نہیں یا خشک گیا۔ والسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مسئلہ امام علی صاحب ازبکینی ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو گائیں خریدی گئیں شرکت میں، قیمت جدا جدا کی گئی چودہ حصے کئے گئے، قربانی کے بعد دونوں کا گوشت یکجائی ملا کر بار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، ایک گائے کم قیمت یعنی نصف کی اور دوسری حصے کی ان چودہ حصوں میں ہر شخص کا برابر حصہ قیمت و گوشت میں کیا گیا، یہ صورت جواز کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

دو دنوں مشربوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۱۳ ار موضع سریناں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب مورخ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ
(۱) ایک شخص نے قصاب سے گائے منگائی اس نیت سے خرید کر کہ وہ آجائیکے تو جو شریک حصہ ہوئے
شریک سمجھوں گا۔

(۲) ایک جگہ دیکھا کہ فقراء کے گوشت میں آنت، او جھڑی بالکل ذیلے تقسیم کرتے ہیں، دوصحوں
میں نہیں۔

(۳) ایک جگہ دیکھا ہے کہ سر اور پیر سقے اور حمام کو، اور ایک پارچہ قصاب کو۔

(۴) بعض لوگوں کو دیکھا ہے قربانی یا عقیقہ یا یاز میں کھانا بھننے کو دیتے ہیں۔

(۵) قربانی گائے میں نصف ایک شخص ہو اور نصف میں دو شریک یا تین، درست ہے یا نہیں، اور
نصف میں چار ہو جائیں، یہ کیونکر ہے؟ بیٹو! توجروا

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ بجا کہتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ تمہاری حصہ گوشت کا فقیروں کو ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سقے، حمام، قصاب کا قربانی میں کوئی حصہ نہیں، دینے کا اختیار ہے، مگر قصاب کی اگر یہ اجرت قرار
پائی تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بہت بُرا کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) نصف میں تین تک شریک ہو سکتے ہیں اور نصف گائے ایک کی سو، اور دوسرے میں چار شریک ہوں

تو ان پاچوں یعنی کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲ ار بلگرام شریف ضلع برہم پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب
۲۶ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو یا چار یا سات آدمیوں نے ایک گائے قربانی کے
واسطے خرید کی منجملہ ان کے ایک شخص نے قیمت نہ وقت خرید کے ادا کی نہ بعد اور وہ شریک رہا، پس اس
صورت میں کسی کی یا اس کی قربانی میں حرج یا غیر یا تو واقع نہیں ہوا، جواب اس کا بجا عبارت مرحمت
فرمایا جائے کہ ضرورت ہے۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب

29

29

یعنی نفس ایجاب و قبول سے نام پر بیع ملک مشتری میں داخل اور ثمن ضرر پلازم ہوتی ہے اور اسے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں، اگر دوسرے کا قربائع کا دیون رہے گا، بیع میں ملک نام ہے،
فی التثویر ذ وجدای لایجاب والقبول، ثمن میں ہے، جب ایجاب و قبول پایا جائے
لزم السیورۃ

اسی میں ہے،

وصیو ثمن حال و موجب الی معلوم یتہ نقد اور ادھار مقرر مدت ہر قریع حسانہ
ہے (ت)

پس جب شرکائے مشتری مالک کا دیکھے اور انھوں نے بنیت انھیں قربانی کی، سب کی قربانی رہ گئی،
ثمن کا مطالبہ اس شریک پر رہا، اگر بنیت قربانی ہی سے دست بردار ہو کر اصل ذبح نہ چاہتا یا خالی گوشت
وغیرہ امور غیر قربت کی بیت سے ذبح جاستا، اور ایسی حالت میں بقیہ سٹہ کار بنیت قربانی ذبح کر لیتے تو
کسی کی قربانی ادا نہ ہوتی کہ ان میں ایک شریک کی بیت تعرب ہیں،

فی التثویر ان کان شریک المستی نصرایا او تنویر الابصار میں ہے اگر قربانی کر نیوالے کے ساتھ
مورید ظہم لہ یحزمن واحد، واللہ تعالیٰ باقی چوبیس کوئی نصرانی یا گوشت کے ارادے سے
اعلم۔ شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ مریض صاحب علی طالب علم از جاوہر ۱۴ صفر الظفر ۱۳۳۵ھ

ایک گائے کو چھ شخصوں نے قربانی کی، ایک کے دو حصے نفلی اور پانچ شخصوں کے واجبی، تو کیا دو
حصہ و لاشخص بعد ذبح گائے، قبل تقسیم گوشت کے ایک حصہ میں دوسرے شخص کو شریک کر سکتا ہے یا
نہیں، یتنوا قوجروا۔

الجواب

قربانی ار قودم نام ب، اور اب ارا قودم ہو گئی، تو دوسرے کی طرف اس کا انتقال نامکن ہے،

سلسلہ درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب بیوع	مطبع مجتبیٰ دہلی	۵/۲
۶	"	"	۶/۲
۷	کتاب لاضیحة	"	۲۳۳/۲

ہاں اس کا ثواب یا گوشت جسے چاہے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴ از شہر ربی مدرسہ سطر الاسلام مسئلہ عزیز احمد فرید پوری ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ
کیا قربانے میں عکائے دیں اس مسئلہ میں کہ قربانی عید اضحیٰ کے پوست کی قیمت گوشت کی طرح تین
حصوں پر تقسیم کی جائے یا تمام و کمال قیمت خیرات کر دی جائے اور کھال کا اپنے صرف میں دانا صاحب قربانی
کے لئے جائز ہے یا نہیں، اور کھال قربانی کی قیمت سید کو دیا جائز ہے یا نہیں، در صورت عدم جواز
کوئی تشریحی حید تحریر فرمائیے۔ یتینوا تو جروا۔

الجواب

کھال اپنے ایلے صرف میں لاسکتا ہے جس میں کھال باقی رہے، مثلاً مشک، ڈول یا کتاب
کی جلد بنا سکتا ہے۔ کھال اگر اپنے خرچ میں ونے کی نیت سے دامن کو بیچے تو وہ دام تمام خیرات کرے، یعنی
فقیر محتاج صرف زکوٰۃ کو دے، سید کو نہیں دے سکتا، اور اگر سید کو دینے کی نیت سے بیچے تو وہ دام سید
کو دے، تین حصوں کا حکم گوشت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۲۵ از موضع ذوالہ ویرم تحصیل ضلع آترسر مسئلہ میان شمس الدین صاحب حنفی قادری

۷ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

مولوی غلام قادر صاحب بھیروی نے مسئلہ قربانی اور کتاب اسلام میں لکھا ہے کہ اگر فسی قبل از ایام
عید قربانی خریدے، وہ واجب بالذکر ہو جائے گا، وہ سب گوشت فقرار کو صدقہ کرے آپ نہ کھائے،
ایسے ہی فقیر جس پر قربانی واجب نہیں، لیکن اس نے کتاب کا حوالہ دیا، اس لئے بعض جہلاء احناف
کو تردد ہے، براہ عربانی حوالہ کتب سے ارشاد ہو، اور یہ بھی آپ تحریر فرمائیں کہ کس قریہ میں قربانی قبل
از عید بعد طلوع آفتاب عند الخفیہ جائز ہے، یا باوجود قریہ جامع ہونے کے بھی بعد طلوع قربانی درست ہے
کیونکہ کتب فقہ میں لفظ دیر یعنی گاؤں واقع ہے، اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس گاؤں میں چند کس
حر بائع آزاد ہوں جمع واجب ہے، جب جمع واجب ہو تو عید بھی وہاں درست ہوگی، پھر بعد عید
قربانی ہوگی یا بعد طلوع قبل از عید؟ جواب ہر ایسی ڈاک مرمت ہو۔ والسلام

الجواب

فقیر اگر نیت قربانی خریدے اس پر غامی اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے، اگر جانور
اس کی ملک میں تھا اور قربانی کی نیت کر لی یا خرید، مگر خریدتے وقت نیت قربانی نہ تھی، تو اس پر وجوب
نہ ہوگا۔ غنی پر ایک اضحیٰ خود واجب ہے، اور اگر اور نہ دیکھتے نذر کرے گا تو وہ بھی واجب ہوگا، اس

۱۶۔ رات میں بھی یہی ہے کہ واجب یا نذر ہو جائے گا میں نذر کئے سے واجب ہو گا کہ حنی پر مجرد خریداری سے۔
در مختار میں ہے:

نذر وہ ہے یا ذر و فعله شرھا لوجوبہا
علیہ بذلک (مختصاً)

نذر وہاں اور فقیر حسن نے قربانی کی نیت سے خریدا
تھا یہ صدقہ کیلئے کیونکہ نذر اور خریدنے کی بنا پر
ان پر واجب ہو گیا تھا (مختصاً)۔ (دست)

ردالمحتار میں ہے:

فروہ۔ فی مکہ موی ان یصلو بہا، او
اشرھا، ولعینو الاضحية وقت الشراء
ثم نوی بعد ذلک لا یحب، لان النية
لہ تعارف الشراء فلا تعتبر،
بدا ثلث

اگر مکی اپنی ملک میں تھی تو نیت کر لی کہ اس کی قربانی
کرے گا یا خریدے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو
پھر بعد میں قربانی کی نیت کی تو اس سے اس پر
قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ خریدنے سے وقت ساتھ
نیت نہ کی لہذا بعد کی نیت معتبر نہ ہوگی۔ (پہلے دست)

در مختار میں ہے:

لومات فعلی العنی غیرہ لا العین، ولو
ضمت او سرقت فشری اخری فظہرت
فعلی العنی احداھا وعلی الفقیر کلاھما
شمعی

اگر بیٹے و عی پر دوسرے واجب ہے فقیر پر نہیں،
اور اگر گم ہو جائے یا چوری ہو جائے تو دوسری
خریدی اور پہلی مل گئی تو غنی پر ایک ہی رزم
ہوگی جبکہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی،
شمعی۔ (دست)

جو شہر نہ ہو اس میں نہ نماز جمعہ ہے نہ نماز عید، سو دوسروں کی آبادی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس میں
مستند و محلے ہوں، دائم بازار ہوں، وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاستے ہوں۔ اس میں
فصل مقامات پر کوئی ماکم مقرر ہو وہ شہر ہے، جہاں ایسا نہیں صبح سے قربانی جائز ہے، ہوا نسیم
الذی علیہ السحقوق کہ فی العیبة (وہی صبح ہے جس پر جمعی حضرات میں جیسا کہ علیہ میں ہے۔ تہا واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۲۲۲/۴	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الاضحية	۱۔ در مختار
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۔ ردالمحتار
۲۳۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	۳۔ در مختار

مسئلہ ۲۲۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سات شخصوں نے ایک راس گائے واسطے قربانی خریدی کی وہ گائے فرار ہو گئی، اس کو ہر چند تلاش کیا سب کاجکی پاؤس اور اسی شخص کے مکان پر، اور اس کے نواح میں بھی جہاں سے اس کو خریدا تھا، آج وہ گائے بقتلہ تعالے ہاتھ لگئی اب اُس گائے کے واسطے کیا حکم ہے اور کس طرح سے ہم کو ثواب قربانی کا حاصل ہوگا،

الجواب

ساتوں شخص اس گائے کو زندہ خیرات کر دیں کسی فقیر کو دے ڈالیں، بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ان میں پانچ شخص صاحب مہاب تھے، ان پانچوں پر واجب تھا کہ اگر وہ گائے گم ہو گئی تھی، اور گائے یا بکریاں لے کر بارہویں، ریخ تک قریبی کر لیتے، اب کو بارہویں گزار دی اور قربانی نہ کی، یہ پانچوں گنہگار ہوئے، ان پر توبہ واستغفار واجب ہے، اور گائے کی نسبت ساتوں پر واجب ہے کہ زندہ خیرات کر دیں۔ رد المحتار میں ہے،

فَكَوْنِ الْبِدَالَةِ اِنْ اَصْحَابِ الْاَنْثَةِ
الشَّرَاءِ لِلْاضْحِيَةِ اِذَا لَمْ يَضَحْ بِهَا، حَقٌّ
مُضَى الْوَقْتُ يَتَصَدَّقُ الْمُسْرِعُ بِحَسَبِ
حَيْثُ كَانَ يَتَصَدَّقُ بِهَا مِنْ اَصْحَى مَنَافِعِ
مَعْدُومِ الْقَوْلِ وَهُوَ قَوْلُ فِي حَيْثُ وَابْنُ يَوْسَ،
وَقَوْلُ اللَّهِ وَتَعَالَى اَعْلَمُ.

یعنی میں ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ جو قربانی کے لئے خرید شدہ مکاری کی قربانی کر سکا اور وقت گزر گیا تو اسی شخص اس راس کو ہی صدقہ کرے جیسا کہ فقیر کے لئے یہ حکم بلا خلاف ہمارے اصحاب میں ہے کیونکہ امام محمد نے فرمایا: یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور ہمارا قول ہے رحمہم اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۷

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پر دیس میں ہے اس کی جانب سے اُس کا کوئی عزیز قربانی کر دے تو فرض زید پر سے اُتر جائے گا یا اجازت کی ضرورت ہے،

الجواب

قربانی و صدقہ فطر عبادت سے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلا اجازت نافذ ہے، ہاں اجازت کے لئے صراحت ہونا ضرور نہیں دلالت کافی سے، مثلاً زید اس کے خیال میں ہے، اُس کا کھانا پہننا سب اُس کے

پاس سے ہونا ہے، یا یہ اس کا دلیل مطلق ہے، یا اس کے کاروبار یہ کیا کرتا ہے، ان صورتوں میں ادا ہو جائیگی۔
در مختار میں ہے،

لا عن ذواتہ ولدا الکبیر العقل، ولو ادعی
عنہما بلا دن احز استحب باع ذن عادی ای
لوفی عیارہ والاعلاقہستانی عن الخیط،
فلیحفظ، قلت ومثله القائم یا مسورة
بامرہ اظهر وازهر لوجود الا ذمت ولو
فی ضمن العام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں اگر دو بیٹا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ غلطی پر اور بہتر ہے
کیونکہ اذن پایا گیا اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آیا آدمی پر اولاد و صغار کی طرف سے قربانی
مثل صدقہ فطر واجب ہے، اپنے مال سے کرے یا ہر شخص اپنی علیحدہ کرے، اور جس قدر چاہے اس
قدر کرے۔ بیّنوا توجہروا۔

الجواب

اولاد و صغار کی طرف سے قربانی اپنے مال سے کرنا واجب نہیں، ہاں مستحب ہے، اور شربانی
جس پر واجب ہے اس پر ایک ہی واجب ہے زیادہ نفل ہے، چاہے ہزار جا نور قربانی کرے گا
ثواب ہے، نہ کرے گا کچھ مواخذہ نہیں۔

فی الدار المختار تجب التضحية عن نفسه
لا عن طفله علی الصاهر، بخلاف
الفطرة، شاة او سمع بدانة
ام متقط، وفي الحائصة
فقط هر السرداية يستحب

در مختار میں ہے قربانی خود اپنی طرف سے واجب ہے،
نابالغ اولاد کی طرف سے اس پر واجب نہیں
بخلاف فطرانہ کے، قربانی کے لئے بکری یا اونٹ
یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے اور متقطع
اور حائضہ میں ہے کہ ظاہر روایت یہ کہ نابالغ کی طرف

ولا یجب بخلاف صدقة افطر، والغتوی
یعنی ظہر السواۃ منحصرا، واللہ
سے مستحب ہے واجب نہیں بخلاف صدقة فطر کے
اور قوی ظاہر روایت پر ہے اھ منحصرا، واللہ
تعالیٰ علہ۔

مسئلہ ۲۲۹ از دیورنیاں ضلع بریلی مسئلہ چیم بخش بروز شنبہ ۱۱ مارچ ۱۳۲۳ء
جناب مولوی صاحب قبلہ: بعض ادائے آداب کے عرض ہے، دیگر احوال یہ ہے، ایک شخص نے ایک
راس بکری عید اضحیٰ کو قربانی کی اور اس کی کلجی ٹول اور خاصہ میں بانڈھ کر قبر گنڈ میں دفن کیا اور راس مذکور کے
گوشت سب تقسیم کر دیا، اپنے لئے قلع نہیں رکھا، محلہ والوں نے سبب دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ
مجھ کو اپنے فعل کا اختیار ہے، تحریر فرمائیے کہ یہ قربانی جائز ہے یا کیا قصہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی
ٹٹکا کیا ہے، تحریر فرمائیے کہ کیا وجہ ہے؟

الجواب

کلجی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اخلاص مال ناجائز، اگر اس نے بہ نیت قربانی ہا نور مولاتعالیٰ کیلئے
ذبح کیا تو قربانی ہوگئی اور بعد کو اس کا یہ فعل منافق قربانی نہیں، اور اگر سرے سے اس کا ذبح ہی کسی ٹٹکے یا غل کیلئے
تھا نہ بہ نیت ادائے واجب ہو تو مال نہ ہوئی۔ وہ تعالیٰ عذ
مسئلہ ۲۳۰ از موضع بہدور ضلع پٹنہ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ڈاکخانہ سرمدہ بروز چار شنبہ
۳۰ ذیقعدہ ۱۳۲۳ء

ورثۃ الانبیاء کیا حکم دیتے ہیں اس مسئلہ میں کہ منہاج بیت جو قربانی دی جائے اُس گوشت کو
کس طرح تقسیم کیا جائے، اس کا رواج ہے کہ ایک حصہ خویش و اقربار اور ایک وقف علی المساکین، اور
تیسرا حصہ وقف کیا جاتا ہے۔ مع دلیل ذرا اب ارشاد ہو۔ میتوا توجہ واد۔

الجواب

اس کے بھی یہی حکم ہیں جو اپنی قربانی کے، کہ کھانے، کھلانے، تصدق، سب کا اختیار ہے، اور مستحب
تین حصے ہیں، ایک اپنا ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ ہاں اگر میت کی طرف سے حکم میت کرے، تو وہ
سب تصدق کی جائے۔ مرد المحتار میں ہے،
من ضعی عن البیت یمنہ کم یمنہ فی اخییۃ اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو صدقہ اور کھانے میں

نفس من استصدق و لا کل و لا جوع للمیت و میں اپنی ذات قربانی والا معاملہ کیا جائے اور اجر و ثواب اللہ! للہ! قال الصدق و بخار انا اب یا صدقیت کے لئے ہوگا و ملکیت ذبح کرنے والے کی المیت لا یاکل منہ و الا یناکل من ذبیحہ ہوگی، فرمایا صدق نے اور مختاریہ ہے کہ اگر میت کی وصیت پر قربانی اس کے لئے کی تو خود نہ کھائے ورنہ کھائے، برازیہ (دست)

اور فقیر کا معمول ہے کہ قربانی ہر سال اپنے حضرت والد ماجد خاتم المتقین قدس سرہ العزیز کی طرف سے کرتا ہے اور اس کا گوشت پوست سب تصدق کر دیتا ہے اور ایک قربانی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے، اور اس کا گوشت پوست سب نذر حضرات سادات کوام کرتا ہے، تقبل اللہ تعالیٰ حق و من المسلمین (آمین) (اللہ تعالیٰ میری طرف اور سب مسلمانوں کی طرف سے قبول فرمائے، آمین) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱۸: اقصیہ حافظ گنج ضلع بریلی مرسلہ حرم بخش مہار ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ گوشت قربانی کا جو بقرعید میں اہل اسلام میں ہوتا ہے وہ اہل بنود کو دیا جائے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی ہم کو غور و تہ سے جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

الجواب

قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کا فر کو دینا جائز نہیں، اگر دے گا تو اسے گوشت کا تاوان دینا لازم ہوگا، اور اگر غنیمت نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا، گوشت کا اسے اختیار ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ اس کے تین حصے فرسے، ایک حصہ اپنے لئے، ایک عزیزوں و خلیشوں کے لئے، ایک تصدق کے لئے، یہاں کے کفار کو دیسا ان تیسوں میں سے خارج ہے، لہذا انھیں دینا خلاف مستحب ہے، اور اپنے مسلمان بھائی کو چھوڑ کر کافر کو دینا حقیقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۱۹: از چہرہ گزشتہ محلہ چھپیاں مسولہ جمیع مسلمانان گدگار ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا، طہیقہ کا گوشت کا فر کو دیا جائز ہے یا ناجائز؟ اسی طرح قربانی کے رددہ اور آست کا فر کو دینا کیسا؟ اور اگر کسی نے نہ جاننے کی حالت میں گوشت یا رددہ وغیرہ دلایا تو اس کی قربانی اور بُرائی یا نہیں؟

الجواب

آت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے، وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دے دی جائے تو حرج نہیں،

لَحِیْثٌ لِّلْحَبِیْثِیْنِ وَ الْحَبِیْثُوْنَ لَیْخِیْثٌ۔ یعنی خبیث چیزیں خبیث توڑ سکھائے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے (آت)۔

یہاں نے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں، وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے۔
وَاطْبِیْتُ لِّلطَّیِّبِیْنِ وَ لَطِیْمُوْنَ بِطَیِّبَتِیْ۔ طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے (آت)۔

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔ وھو اعلو
مسئلہ ۲۳۳ مستولہ اکبریاہ خاں باہشتندہ سوداگری محلہ بریلی سوداگر چشمہ بروز جمعہ ۱۱ رزد القعدہ ۱۳۳۲ھ
ایک شخص نے ایک قربانی تین آدمیوں کے نام جو مر گئے ہیں کیا، وہ فرماتے ہیں قربانی درست ہوتی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اللہ عزوجل کے لئے کی اور اس کا ثواب جتنے مسلمانوں کو پہنچا چاہا اگرچہ عام امت مرحورہ، تو قربانی درست ہوگی اور ثواب سب کو پہنچے گا، اور اگر ان تینوں بچوں نے اپنی طرف سے قربانی کی وصیتیں کی تھیں تو ہر ایک کے مال سے بجا قربانی لازم ہے، ایک قربانی دو کی طرف سے نہیں ہو سکتی اگر کی جائے تو کسی کی طرف سے نہ ہوگی محض گوشت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از سیتا پور ڈاکخانہ خیر آباد مدرسہ نیازیہ مدرسہ شکور اللہ صاحب
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زیاد نے بیت قربانی کی اور عمرو نے حقیقہ کی نیت، جانور واحد میں کر کے جانور سلال کیا، اور دونوں نے آپس میں برابر گوشت تقسیم کر لیا، عمرو کا حقیقہ اور زیاد کی قربانی صحیح ہوتی یا نہیں؟

الجواب

گائے یا اونٹ میں دو سے سات تک شریک ہو سکتے ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم حصہ اصل میں بیاض تھی اندازہ سے درست کیا۔

حصہ کرے جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے، ہاں اگر ایک نے سوا چھ حصے سے دوسرے نے پون تودہ جانور
 رگوشت ہو گیا قربانی حقیقہ کچھ نہ بھا، نہ اس پون والے کا نہ سوا چھ والے کا، کہ ایک حصہ سے کم میں تقرب
 نہیں ہو سکتا، اور جب اس کے ایک جز میں نہ بڑا تو کسی جز میں نہ بھا، اللہ عزوجل ہر شریک سے غنی ہے
 یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض اُس کے لئے اور بعض غیر کے لئے، جس کا ایک ذرہ غیر کے لئے ہو وہ کل غیر کے لئے ہے،
 یہاں جبکہ دو شخصوں میں گائے نصف نصف ہے تو ہر ایک کے ساڑھے تین حصے ہوتے، ایک حصہ ڈونا مگر دوسرا سالم
 حصے موجود ہیں، اور قربانی حقیقہ دونوں مل کر ہی کے لئے ہیں لہذا دونوں صحیح ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۳۵ ۹ رذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ بکرے دو طعن خفی کے جاتے ہیں، ایک یہ کہ بکریں کوٹ
 دی جائیں اس میں کوئی عضو کم نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ آلت تراش کر پھینک دی جاتی ہے، اس
 صورت میں ایک عضو کم ہو گیا، آیا ایسے خفی کی بھی قربانی جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ بوجہ مذکور مانعت کرتے
 ہیں۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

جائز ہے کہ اس کی کمی اس بار میں ٹیپ نہیں آتے بکرے سب زد جاتا ہے کہ خفی کا گوشت فیہوت
 فعل کے زیادہ اچھا ہوتا ہے فی الہندیۃ عن الملاحۃ یجوز المجبوب العاجز عن الجمع آخ (ہندیہ
 میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ذکر کثا جحفی کے قابل زبدا وہ قربانی میں جائز ہے الخ۔) واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۳۶ ۹ رذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے کا کان چرا ہوا ہے جیسے گاؤں کے لوگ بچپن
 میں کان چرو دیتے ہیں کہ طول یا عرض میں شق ہو جاتا ہے مگر وہ ٹکڑا کان ہی میں لگا رہتا ہے جدا نہیں ہوتا اور
 اس کے سینک جو گھوم کر چہرے پر آئے، اور ایک سینک آٹکٹ تک آیا جس سے آنکھ کو نقصان پہنچنے کا احتمال
 تھا اُس کی نوک تراش دی گئی، ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں، بیٹو اتوجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، دانت و پاؤں بالکل سلامت ہوں،
 فی العسکیریۃ تعری الشرقاء وھ۔ عالمگیری میں ہے قربانی شرعاً جائز ہے یہ وہ ہے

جس کے کان لمبائی میں چرسے ہوئے ہوں، اور مقابلہ جائز ہے یہ وہ جائز ہے جس کے کان کا انگوٹھ حصہ لگا ہو لیکن جہانہ ہو لگا لگا ہوا ہو، اور مدبرہ جائز ہے یہ وہ ہے جس کے کا پچھلا حصہ اسی طرح لگا ہو۔ یہ صفات بکری کی ہیں، اور جو مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرقاء، مقابلہ مدبرہ اور خرقاء کی قربانی سنت فرمایا ہے، تو شرقاء، مقابلہ اور مدبرہ میں یہ نہی تنزیہ پر محمول ہے جبکہ کثیر کی حد میں اقوال کا اختلاف ہے، ہاتھ میں یوں ہے۔ (د)

مشقوقة لاذن طولا، والمتابلة ان يقطع من مقدم اذنها شعث ولا يمان بل يترك معلقا، والمدابرة ان يفعل ذلك بمؤخر الاذن من الشاة، وما روى انت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى انت يصحى بالشرقاء والمتابلة والمدابرة والحرق، فالتى فى الشرقاء والمتابلة والمدابرة محمول على المدب وفى الحرق على الكثیر على اختلاف الاقوال فى حد الكثیر كذا فى البدائع

روايات میں ہے،

حمار کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینک پیدائشی طور پر ہوں، اور یوں غلطی بھی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینک کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا ہو، اور غیر میں اگر سینک ٹخ سمیت ٹوٹا ہو تو ناجائز ہے، قسمتی اور مدائع میں ہے اگر سینک کا ٹوٹنا مشاش تک ہو جائے تو ناجائز ہے، اور مشاش یہ ڈی کا برا ہے جیسے گھٹنے اور کہنی وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم (د)

یصحى بالجمادى لاقرب له حلقه و كذا العطماء التى ذهب بعض فریضہ كسر او غیره فان بلغ الكسر المم لم یجز قهتانی، وفى البدائع ان بلغ الكسر المشاش لا یجزى والمشاش هو حجب العظام مثل الركبتین والمرقیت آة واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳

۱۳ جمادی آخرہ ۱۳۶۲ھ

ایک راس عقیقہ کے لئے خریدی اس کا سینک ٹوٹ گیا، اب دوبارہ پرنسکل آیا، یہ راس قابل قربانی ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

سینگ ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے، اگر اوپر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں،

في رد المحتار يرضى بالجاء وهي التي لا قربان لها خلقه، وكذا العطاء التي ذهب بعض قرونها بالكسور وغيره، فاعلم ببلوغ الكسور الى السطح لم يجز قهستاناً، وفي البدائع ان بلوغ الكسر المشاش لا يجزئ والمشاش رؤوس العظام مثل سر كبتين والسر فقتين لا.

رد المحتار میں ہے جوار کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں عظام بھی، یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو، اور مخ تک ٹوٹ چکا ہو تو جائز ہے، قہستانی۔ اور بدائع میں ہے اگر یہ ٹوٹ مشاش تک ہو تو ناجائز ہے اور مشاش ہڈی کے بھرے کو کہتے ہیں جیسے ٹکٹے اور کنیاں اور۔ (د)

اور پھر اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا، مگر اب رخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لان السانہ قد زان وهذا ظاهر (یعنی مانع جاتا رہا، مگر اب رخم بھر گیا) والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مستور بروری حیل بن مسلم رحمہ اللہ: ہم اہلسنت وجماعت بریل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معتمدین شرع میں اس مسئلہ میں کہ قربانی کا باؤر کس قدر صیح منہ چاہئے اور کس قدر سینگ جانور کا ٹوٹا ہوا ہو تو قربانی ہو سکتی ہے، اور جڑ سے ٹوٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے، ینوا تو جرد

الجواب

آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اعضاء سلامت ہونا ضروری ہے، سینگ ٹوٹا ہونا مضائقہ نہیں رکھتا مگر جہاں سے آگاہ ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو ناجائز ہے۔ رد المحتار میں ہے،

قوله (ويرضى بالجاء) هي التي لا قربان لها خلقه وكذا العطاء التي ذهب بعض قرونها بالكسور وغيره فان بلوغ الكسر الى السطح لم يجز قهستاناً، وفي البدائع ان بلوغ الكسر المشاش لا يجزئ والمشاش رؤوس العظام مثل سر كبتين والسر فقتين لا.

اس کا قول کہ جوار کی قربانی جائز ہے، یہ وہ ہے جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں عظام بھی، جس کے سینگ کا ٹوٹنا وغیرہ کچھ حصہ میں ہو، اور یہ ٹوٹ مخ سمیت ہو تو ناجائز ہے، قہستانی۔ اور بدائع میں ہے اگر ٹوٹا مشاش

المشاش لا یجوزی والمثاش رؤس العظام
مثل المركبتین والمرکتین ۱۱، واللہ تعالیٰ اعلم۔
نیک ہو تو ناجائز ہے، مشاش بڑی کے سرے کو کہتے
ہیں جیسے گھٹنے اور گتیاں ۱۲، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۹ از چو نیاں ضلع لاہور اور ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

انجن مذکور کے اشتہار مذکور میں ہے جس جانور کے پیدائشی کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے ہمارے
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، اور ناجائز ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ مگر چونکہ وہ روایت
اصول ہے اس واسطے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے اوپر فتویٰ دیتے ہیں کہ جس جانور کے پیدائشی
کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے۔

اب حضرت مولانا صاحب جواب خود تحریر فرمائی کہ ایسا مذکورہ بالا جانور واقعی قربانی میں حائز
ہے یا ناجائز، کیونکہ میں نے سمجھا ہے کہ اکثر فتاویٰ میں ایسے جانور کو ناجائز لکھا ہے، حضرت صاحب
انجن کے اشتہار شائع شدہ میں یہ دونوں مسئلے اسی طرح لکھے ہیں، آبا یہ دونوں مسئلے درست لکھے ہو
یا کہ نہیں، منسل طور پر تحریر فرمائی کہ اللہ اعلم۔

الجواب

جس جانور کی اصل پیدائش میں کان اور دم نہ ہوں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی
قربانی جائز ہے، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز، اور معتدل قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہما، خانیہ میں ہے۔

شاة او سمین لھا اذن ولادنب حلقۃ
یجوز، وقال محمد رحمۃ اللہ لایکون
هذا، ولو کان لا یجوز، و ذکر فی الاصل
عن بی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
انہ یجوز۔
بکری کی اگر پیدائشی طور پر کان اور دم نہ ہو تو جائز ہے
اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرمایا ایسا جانور
نہیں ہوتا اگر ہو تو قربانی جائز نہیں ہے، درمسترد
(اصل میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مقول ہے کہ یہ جائز ہے۔) (ت)

اسی طرح اجناس و مصلحہ و ہزار یہ میں ہے، غائبانہ ہے جس پر اشتہار میں اعتبار کیا، اور

واقع میں وہ قابلِ اعتماد نہ تھا۔

ابو مؤمن و شروح نے عدم جواز پر جزم کیا اور قول خلافت کا نام نہ لیا، مختصر امام کرخی پھر غایۃ البیان عدد ۱۰۰ اتعانی میں ہے،

قد ثبت مدونات بايوسف عن السكاء التي
لا قرن لها قال تحزى فان لم يكن لها
اذن لا تحزى وهو قول ابى يوسف رحمه الله
تعالى عليه
ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
سے سکاء کے متعلق سوال کیا اور یہ وہ ہے جس کے
پیدائشی طور پر سینک نہ ہوں، تو انہوں نے فرمایا
جائز ہے اور اگر کان نہ ہوں تو ناجائز ہے یہ ۱۰
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (ت)

پر آئیں ہے،

سكاء وهي لتي لا اذن لها خلقه لا تجوز
لان مقطوع اكثر لا اذن اذا كانت لا يجوز
تعدى لا اذن اولي عليه
سکاء وہی لتي لا اذن لها خلقه لا تجوز
لان مقطوع اکثر لا اذن اذا كانت لا يجوز
تعدى لا اذن اولیٰ علیہ
ناجائز ہو گا۔ (ت)

غایۃ وغایۃ البیان و نتائج الاذکار وغیرہا میں اس پر تقریر کی، منسلک متوسط میں ہے،
لا يجوز اليدى لا اذن له خلقه اوله اذن
واحد عليه
لا يجوز اليدى لا اذن له خلقه اوله اذن
واحد علیہ

منسلک متوسط میں اس پر تقریر کی، تنزیہ او بصار و در مختار میں ہے،
ولا السكاء سقى لا اذن لها خلقه
سب (ت)

طحاوی و شامی میں اس پر تقریر کی، بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

لغایۃ البیان

کتاب الہدایۃ

کتاب الاصحیۃ

کتاب المنقسط فی منسلک المتوسط باب الہدایۃ

کتاب الاصحیۃ

کتاب در مختار

مطبع یوسفی کھنہ

دار کتاب العربی بیروت

مطبع محبتی دہلی

۲۴۶ م

ص ۳۰۴

۲۳۳ ہ

لا تجوز مقطوعة أحد الاذنين بكلمة لها ،
والتي لها اذن واحدة خلقة ركة

تبيين احناف امام زليحي میں ہے ،
السكا، وهي التي لا اذن لها خلقة لا تجوز
سكا، وہ ہے جس کا پیدائشی کان نہ ہو، ناجائز
ہے (ت)

مناسك امام کرمانی پھر شلبی علی الزلیحی میں ہے ،
لانه فاست عنه عضو كمال
شرح طحاوی امام سیبانی پھر خزائن المفتین میں ہے ،
لا يجوز السكا، وهي التي لا اذن لها
حقة اولاً اليه لها خلقة ركة
اتحافی علی البزازیہ میں ہے ،

قال محمد رحمه الله تعالى في الاصل بلغت
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
انه قال استشرفوا العين والاذن، ودوى في
السنن عن عن كرم الله وجهه عن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم ان تستشرف العين
والاذن وقد اعتبر رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم بقاء الاذن فمنهم فواتها من
جواز الاضحية ۛ

امام محمد نے فرمایا اصل میں کہ ہمیں حضور علیہ الصلوۃ
والسلام سے روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ
آنکھ اور کان کو بغور دیکھو۔ اور سنسن میں حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور
علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ ہم آنکھ اور کان
کو بغور دیکھیں۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے
کان کو بقا کا اعتبار فرمایا ہے تو ممدوم ہر جہاں قریدی
کے لئے مانع ہو گا۔ (ت)

سے بدائع الصنائع کتاب الضحیۃ فصل واما شرکاء امت الواجب ایچ ایم سید کینی کرچی ۵/۵
سے تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۶/۱
سے ماشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق " " ۶/۱
سے فرائز المفتین " " " " ۲۰۶/۲
ۛ غایۃ البیان

فتح اللعین میں ہے :

لا يصح باسكاء، وهي التي لا اذن لها خلفه
بخلات صغيرة الاذن
مجمع الاثر میں ہے :
ولا اسكاء وهي التي لا اذن لها لفقة
اور اسكاء، جس کے پیدائشی کان نہ ہوں، اس کی فستہ بانی
شک جئے بخلاف چھوٹے کان کے۔ (ت)
نہیں۔ (ت)

سراجیہ میں ہے :

لا تجرى استى له يخلق لها اذن
ثاميا ہی قضیہ حدیث ہے، کما علمت من غایة البیان (جیسا کہ تم نے غایۃ البیان سے
معلوم کر لیا ہے۔ ت)

تثانیاً اس کی وجہ ظہور ہر ہے کہ علمت من الہدایۃ ومن سلك الکرم فی حبب کرم نے
ہدایہ اور مناسک کرمائی سے معلوم کر لیا ہے۔ ت، ایراث للقرن من عدم طاری وصل میں تعسرتہ کی
کوئی وجہ ظاہر نہیں۔

رابعاً یہی اکثر کتب میں والعمل معا علیہ الاکثر (عمل اس پر ہو گا جس پر کثرت ہو۔ ت،
خامساً یہی احوط ہے، تو بوجہ اسی کو ترجیح، اور اسی پر اتماد و عمل و فتویٰ واجب۔ واللہ

تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۴۰ ۹ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی دُم نہائی کے قریب کٹی جاتی ہے اور
ایک کان چرا ہوا ہے مگر حقہ اس کا بڈانہ ہوا کان ہی میں لگا ہے، تو اس صورت میں اس کی قربانی
جائز ہے یا نہیں؟ بیئتوا تو جبروا۔

۳۸۰/۳

۵۲۰/۳

ص ۸۹

ایک ایم سیدی کمپنی کراچی
دارالخیر التراث العربی بیروت
فریکشور بکھنر

۱۔ فتح اللعین کتاب الاضیحة
۲۔ مجمع الانہر شرح مفتی الابحر
۳۔ فتاویٰ سراجیہ کتاب الاضاحی

الجواب

جائز ہے،

فی استنباط فیضی بالغ، ولا مقطوع اکثر الاذن
اول الذانیۃ، فی الدر المختار للاکثر حکم لکل
بقاء و ذہابا، فیکفی بقاء اکثر و علیہ القیوم
فی المہدیۃ تجزی الشرق، وھی مشقوقة
الاذن طولا، و المقابلة ان یقطع من مقدم
الذنیۃ شئ، و لا یمان مل یتزلک معلقا
و المداہرة ان یفعل ذلک صوخر الاذن،
وانہی محمول علی السدب کذا فی البدایہ
اح مختصرا۔ واللہ تعالی اعلم۔

تزیید پر محمول ہے۔ - برائے میں یوں ہے اح مختصرا۔ واللہ تعالی اعلم (ت)
مسئلہ قسبہ کسی کلمہ سے مسترا مثلا بدیدن، جائزہ در صحت پیش امام بروزیک مشنبہ
۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

قربانی کی کمال سستی کو والدین کو دینا درست ہے یا نہیں، کتاب مالا بدین کے اندر صدقہ فعل مید کو
جائز لکھا ہے، اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ کمال قربانی صدقہ واجب ہے یا نفل ہے، سید و قربانی کی کمال
سے یا نہیں؟ اگر لڑک قربانی کی کمال دے دیا کرتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کمال سادات کرام کو دینا جائز ہے، اپنے ماں باپ اولاد کو بھی دے سکتا ہے، شوہر
زوجہ کو زوجہ شوہر کو دے سکتی ہے، وہ بڑی بہت تصدق ہو تو صدقہ نافلہ ہے ورنہ بدیہ، سقا کو دینے میں

۲۳۳/۲	مطبع محبتی دہلی	کتاب الاخیۃ	لہ در مختار شرح تئیر الابصار
۲۳۳/۴	"	"	لہ " " "
۲۹۶/۵	قورانی کتب خانہ پشاور	الباب الخامس	لہ فتاویٰ ہندیہ
۵۹ ص	مطبع علوی کھنؤ	کتاب الزکوۃ	لہ مالا بدینہ (فارسی)

بھی حرج نہیں۔۔۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

30
30

مسئلہ ۲۲۲۔ مسئلہ حاجی الیہا رعاں صاحب صاحب کتب ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ
قربانی کی کمال کو بہریت تصدق فروخت کرنا یا اس کی قیمت سے پوریا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھا جائز ہے
یا نہیں؟ بیتوا توجہروا۔

الجواب

جائز ہے کہ تصدق کے لئے بیچا یا مسجد کے صرف میں لانا، دونوں قربت میں، اور یہاں وہی مقصود،
لا عین التصدق ولا تصدق العین (نہ کہ عین التصدق اور عین چیز کا تصدق۔ ت)، عالمگیری میں ہے،
زایبہ ہند راہم لیسق الدرہم عینی اپنے یا اپنی عیال پر خرچ کرنے کے لئے قربانی کی کمال
فہمہ و عیالہ، ولو باعہا بالدرہم لیتصدق کو درہم سے فروخت کرے اور اگر درہم کا صدقہ
بہ جائز، لانه قربۃ کا تصدق کسب الخ کرنا ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح عبادت ہے
التین اھم لمخلصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہمیں الحقائق میں یوں ہے اھمخلصا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

ایضاً الجواب اصل یہ کہ ایسی چیزیں، قرآن، تبرع، زکوٰۃ، شکر ہے ای میں قربت مقصودہ
صرف ارادت و محبت سے حاصل ہو جاتی ہے، ولہذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور جو کھانے
کی بھی اجازت عطا فرمائی،

قال تعالیٰ فکلوا منہا و طعموا من ثمرہا و المعبود اللہ تعالیٰ نے فرمایا قربانی سے خود کھاؤ اور قناعت
وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واسلے اور محتاج کو کھلاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ
کھراوا و طعموا و ادخروا۔ اخرجه احمد تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ
والشیخان عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ کر۔ اس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع
تعالیٰ عنہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور کمال کی کوئی چیز مثل مشکیزہ و غزالہ و پستین و توشہ دان و فرش و کیکہ و جلد کتاب وغیرہ

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضیئۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۱/۵

۲۔ القرآن الکریم ۳۶/۲۲

۳۔ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی تہذیبی کتب خانہ کراچی ۸۳۵/۶

بنا کر اپنے تصرف میں لانا بھی روا،

كما نص عليه في عامة كتب المذهب وعن
 اهل المؤمنين عائشة رضي الله تعالى عنها
 قالت قالوا يا رسول الله ان الناس يتخذون
 الاسقية من ضحىهم ويحبون فيها
 الودك فقال وما ذاك قالوا فبهت اب
 توحى لحوم الاصاحي بعد تلت قال
 فبهتتكم من اجل لداقة فكلوا وادخروا
 وتصدقوا - اخرجه احمد والبخاري و
 مسلم.

جیسا کہ اس پر عام کتب مذہب میں تصریح کی ہے
 اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 نے فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض
 کی یا رسول اللہ! لوگ قربانی کے چمڑے سے مشکیزے
 بناتے ہیں اور مشکیزوں میں چربی بھر لیتے ہیں تو حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا ہوا، انھوں نے
 عرض کی آپ نے یقیناً دن کے بعد قربانی کے گوشت
 کھانے سے منع فرمادیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ و
 السلام نے فرمایا میں نے تمہیں ضرور تمہارے آدم کی

وجہ سے منع کیا تھا تا اب کماؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ اس کی تخریج امام احمد، بخاری اور مسلم نے کی ہے۔
 اسی طرح مذہب صحیح میں جلد و لحم کی تبدیل بھی ایسی اشیاء سے جائز ٹھہری جو اپنی بقا سے عین کے
 ساتھ استعمال میں آئیں بیت برز، کرتاب، پیرٹ

لفظ للهداية يعمل منه آلة تسعمل في
 البيت كالسطح والجراب والفرسول و
 نحوها لان الانتفاع به غير محصور
 ولا يابس بامت يثري به ما يتنعم
 به في البيت بعينه مع بقائه استحسانا
 وذلك مثل ما ذكرنا، لان للبدل
 حكم البدل، واللحم منزلة الجبد
 في الصحيح، اھ ملخصاً۔

چرہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے
 ہاتھ کے الفاظ میں ہے اس کمال سے گھر کے
 استعمال والے آلات بنائے جائیں مثلاً بچوں،
 تھیلے، غریب (چھلنی) جیسی چیزیں، کیونکہ کھانوں
 سے انتفاع حرام نہیں ہے اور ان سے گھر میں
 استعمال کیلئے چیز خریدنا جو بعینہ باقی رہے تو
 استحساناً اس میں کوئی حرج نہیں اس کی مثالی ہماری
 ذکر کردہ چیزیں ہیں، کیونکہ بدلی کا حکم بدل و لا ہے
 اور گوشت حکم میں بمنزلہ کھل کے ہے صحیح مذہب
 میں، اھ ملخصاً۔ (ت)

یو ہیں اغنیاء کو گوشت یا کھال یا اس کی کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اسبیاں ان کے عوض فرید کر دینا بھی جائز ہوا

لَا تَلْمِزُوا لِمَا جَرَّ التَّصَرُّفُ بِنَفْسِهِ ، فَجَوَّازُ الْهَدِيَّةِ
مِنْ بَابِ أَوَّلَى حَكْمَا اسْتَدَلَّ فِي الْهَدَايَةِ
لِجَوَّازِ إِطْعَامِ الْغَنِيِّ بِقَوْلِهِ مَتَّى مَا زَاكَلَهُ
وَهُوَ غَنِيٌّ جَازَ أَنْ يُوَسَّلَ غَنِيًّا

و لہذا فقیر کو دینے میں تمہیک شرط نہ ہوتی ، بلکہ اباحت بھی روا ٹھہری ، یعنی دسے نہ ڈالے ، بلکہ دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دے ۔ شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے :

وَيُؤْكَلُ إِي يَطْعَمُ مِنْ شَاءَ مِمَّا عَلَى طَرِيقِ
الْإِهْلَاقِ سَوَادُكَانَ فَقِيرًا أَوْ غَنِيًّا ، وَ يَمْتَصِبُ
مِنْ يَشَاءُ عَلَى سَبِيلِ التَّقْيِثِ ، فَقِيرًا أَوْ
غَنِيًّا

شرح باب میں ہے :

كُلُّ دَمٍ وَ جِبِّ شَكْرًا ، فَلْيَصَاحِبْهُ أَنْ يَأْكُلَ
مِنْهُ مَا شَاءَ ، وَ يُوَكَّلِ الْأَغْنِيَاءُ ، وَلَوْ بِإِبَاحَةِ
وَالْمَقْرَءَةِ تَهْلِكُ أَوْ إِبَاحَةِ وَلَا يَحِبُّ
التَّصَدِّقَ بِهِ ، لَا مَكْلَهُ ، وَلَا مَعْصِيَةَ أَحَدٍ مَخْضًا

اور یہ معنی خود آیت و حدیث سے استفادہ کہ اطعموا فرمایا نہ کہ اسطوا ، البتہ یہ ناجائز ہے کہ اپنے یا

سہ اہدایہ کتاب الاضیحة
سہ شرح النقایہ علامہ برجندی
سہ المسک المتقسط فی المنسک التوسط مع رشاد الساری باب الہدایہ فصل فیما یجوز من الہدایہ دار الکتب بیروت ص ۴
سہ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الانشاجی قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۵/۲

۲۲۸/۲

۱۹۹/۲

۴

۲

اپنے اہل و عیال یا داروغتیا کے صرف میں ورنے کو گوشت یا کھال یا کسی چیز کو بعض ایسی اشیاء کے فروخت کرے جو استعمال میں خرچ ہو جائیں اور باقی نہ رہیں جس طرح روپیہ پیسہ یا کھانے پینے کی چیزیں یا تیل بھیل وغیرہ کہ ان کے عوض اپنی نیت سے بیچنا قبول ہے، اور نیت اغنیا مثل اپنی نیت کے ہے، اور یہ جائز جس سے آفات قربت ہوئی، اس قابل نہ رہا کہ اس کے کسی جز سے قبول کیا جائے۔ ہدایہ میں ہے،

لا یشترى به مالا یتفع به الا باستهلاكه كالخحل
والابزیو اعتباراً بالبیعہ بالدرہم، والمعنی
فیہ انه تصرف علی قصد التناول
قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو ہلک کر کے نفع اٹھائے جیسے سرکہ یا بیج، جس طرح کہ درہم سے نفع بطریقہ ہلک ہوتا ہے تو یہ بھی منع ہے منع کی وجہ مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے۔

علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں،

والمعنی فی عدم شترائه مالا یتفع به
الا بعد استهلاكه انه تصرف علی قصد
التناول، وهو قد خرج عن جهة التناول
ایسی چیز خریدنے کی ممانعت میں وجہ یہ ہے کہ ہلک کر کے نفع کی صورت میں مال حاصل کرنے کی غرض سے تصرف کرنا ہے حالانکہ قربانی میں تو مال سے خارج کرنا مقصود بناسا ہے (ت)

بخلاف اس کے کہ اس قسم کی اشیاء سے صرف غیر میں صرف کرنے کو مبادر کرے کہ اس میں معنی ممنوع یعنی تحمل متحقق نہیں، تو اس نیت سے یہ استعمال بھی جائز، و لہذا تبیین میں فرمایا،
لو باعها بالدرہم لیتصدق بها حازلاً
قربة كالصدق بک
اگر درہم سے اس سے فروخت کیا تاکہ درہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ بعد قربانی اس کے اجزائے ہر قسم کا تصرف غنی کو حلال ہے، مگر وہ جس میں معنی تناول پائے جائیں، اسی لئے مجمع الانہر شرح ملقی الاجر میں تصریح کی کہ المعنی انه لا یتصرف علی قصد التناول

سہ الہدایۃ	کتاب الاضیحة	مطبع برسفی بکھنو	۴۴۸/۴
سہ البنایۃ فی شرح الہدایۃ	•	المکتبۃ الادبیۃ مکتبۃ المکرمتہ	۱۹۰/۴
سہ تبیین الحقائق	•	المطبعۃ الکبریٰ بولاق مصر	۹/۶
سہ مجمع الانہر شرح ملقی الاجر	•	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵۲۱/۲

(مقصود یہ ہے کہ مال کے حصول کی غرض سے تصرف نہ کرے۔ ت)

اس تحقیق و تنقیح سے واضح ہوا کہ علماء جو ایک شے تصدق کی دیکھتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ تصدق میں ضروری ہے یعنی خاص اُسی چیز کو بغیر بدلے خیرات کرے بلکہ مطلقاً ہر شے کے عوض بیچ کر خیرات کرنی جائز ہے خواہ روپے پیسے ہوں یا اشیائے خوردنی یا اعیان باقیمر، نہ عین تصدق ضرور ہے، جس کے حقیقی معنی فقیر کو مالک کرنا،

کافی انزاکاة من فتح القدير حقيقة الصدقة جیسا کہ فتح القدير کے زکوٰۃ کے باب میں ہے کہ تملیک، لعینتہ صدقہ کی حقیقت فقیر کو مالک بنانا ہے (ت) بلکہ مطلقاً ہر مصرف بغیر میں صرف کرنا جائز ہے اگرچہ اس میں کسی کی تملیک نہ ہو، جیسے کفن مرقی و نفقہ مسکین وغیر ذلک، ولہذا اہل سنت و ائمہ اربعہ کی عبارت مذکور نے صاف واضح کر دیا کہ قربت پاسہ ہے خاص تصدق کی کوئی خصوصیت نہیں، اور خود ظاہر ہے کہ جب بے صورت قبول اپنے اور اعیان کے مصرف میں ٹانار داجوا، اور جانور کا قربت سکے لئے ہونا اس کا مانع نہ ٹھہرے تو مصارف خیر جس میں اصلاً بچہ قبول نہیں اور خود امور قربت میں، بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔

اب حکم مسئلہ بحمد اللہ روشن ہو گیا، ریخت تصدق و اموال سے یہ عبارت فتاویٰ ہندیہ سے گزرا اور مسجد کی چٹائی وغیرہ میں صرف کرنا بھی قربت ہے، نہ اپنا قبول جو ٹھکانہ ٹھہرا، پس دونوں صورت مسئلہ سائل کا حکم جواز ہے، یہ بحمد اللہ تعالیٰ وہ تحقیق ہے جس سے اس فصل کی تمام جریات کا حکم نکل سکتا ہے،

فاتقن هذا معك لا تحدة بهد الايضاح اس کہ مضبوط کر دہو سکتا ہے اس وضاحت اور صفائی سے تمہیں کسی اور تحریر میں نہ ملے اور موجودہ زمانے کے عین علم پر اس کے محقق ہونے پر تمہیں تعجب نہ ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

عہ مولوی رشید احمد گنگوہی

مسئلہ ۲۳۳ از بنارس محلہ گندی ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب
۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی واسطے تعمیر مسجد و اشیا کے متعلق مسجد مثل
بوریا، بدھن، فرش، شامیانہ وغیرہ یا راستے درستی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ در صورت
عدم جواز کے اگر کوئی شخص مصروف نہ ہو میں صرف کرے، یا ہر پاپہ وغیرہ ہندو کا فرکودے، تو اس کی قربانی درست
ہوگی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اراقبہ دم و وجہ امتہ سے ہو جاتی ہے کما نص علیہ العلماء قاطبہ (جیسا کہ تمام علماء نے اس پر نص
فرمائی ہے۔) تناسل اس کے بعد کھاتے، کھلانے، دینے، دلانے سے اس میں کچھ روق نہیں آتا اگرچہ کسی کو دے، اور
چرم کے باب میں ابھی بیان ہوا کہ ہر قربت روا ہے۔ واللہ تعالیٰ عود۔

مسئلہ ۲۳۴ از موضع کٹرہ ڈاکخانہ ادبہ صلیح گیا مرسلہ مولوی عساکریم صاحب مڑہ جہادی الآفرہ ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی مرمت مسجد اور بوریا دینہ مسجد میں
صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ در غسل حائضہ، پاخانہ و ادرین مسجد کے لئے اس قیمت سے بڑا دینا جائز ہے
یا نہیں؟ بیتوا التوجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ اراقبہ دم سے اقامت واجب کے بعد اجزائے اضمیہ سے صرف قول منوع ہے خاص
تصدق ضرور نہیں بلکہ جمیع انراض غیر کہ مثل تصدق قربت میں، سب جائز ہیں، اور بدینہ خود اپنے تصرف میں
لانا دیگر اجاب اضمیہ کو یہ یہ دینا بھی جائز،

کما ظہرت بنقول ذلک کتب المذهب المعتمدہ جیسا کہ تم نے مذہب کی کتب معتبرہ سے فائدہ پایا،
ول فی خصوص ذلک رسالۃ حافضہ سمینہا اور خاص اس مسئلہ میں ہمارا جامع رسالہ ہے
"الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضیۃ" ہم نے اس کا نام "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود
الاضیۃ" رکھا ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
حکوا داد خسروا و امت جبروا کھاؤ اور اٹھا رکھو، اور وہ کام کرو جس سے ثواب
سے سنن ابی داؤد کتاب الضمایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲

و مضائقہ نہیں۔

وذلك لان الطريق في العبادات اما الادخار، واما
الاشتجار، فاذا اعطاهما المسجد، او باعها
لا مورد القرب، واعطى الثمن فيه، فقد
اتى بما ينبغي، اما اذا اياها للمعول، فقد
خالف فما حصل خليف، و سبيله التصديق
وانما التصديق قليل للفقير، اما اذا املك
فقيرا، فاعطى المسجد خلاصه، فاصف
الصدقة قد بلغت محلها - والله تعالى
اعلم -

یہ اس لئے کہ قربانی کی کھاؤں میں طریق ذخیرہ کرنا یا
اخر و ثواب حاصل کرنا ہے تو جب مسجد کو دیں یا ان کو
فروخت کر کے تقرب والے امور کئے یا ان کی
قیمت ان امور میں خرچ کرنے کے لئے تو اس نے مناسب
محل پر رکھ دیا لیکن اگر مال حاصل کرنے کی غرض سے
فروخت کیا تو خلاف ورزی کی بسبب جو مال بنایا
خبیث ہوا اس کا راستہ یہی ہے کہ اس کو صدقہ کرے
جبکہ صدقہ فقیر کو مالک بنانا ہے تو فقیر کو مالک بنایا
تو اس نے مسجد کو دے دیا تو کوئی عرج نہیں کہ صدقہ
اپنے محل پہنچ چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ مسئلہ جناب حکیم سراج الہی صاحب، شہداء امام داروازه جناب حضرت شاہ محمد اجل صاحب
۵ رذی الحجہ یک شہر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا چتر افروخت کر کے مسجد
کی جائداد اور مسجد کی مرمت کرنا اور مسجد میں لگانا، عام اس سے کہ مسجد کی دیوار ہو یا مسجد کا پانچاڑ غسل خانہ
وغیرہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بقیہ توجروا۔

الجواب

قربانی کی کھان میں اس کام میں صرف کر سکتے ہیں جو قربت و کار خیر و باعث ثواب ہو۔ صورت میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کی نسبت فرماتے ہیں،

كلوا و اطروا و اشربوا و اداوا ابوداود و ابن
نبتة الهذلي رضى الله تعالى عنه -

کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب
(اسے ابوداؤد نے بخشہ نہی رضى الله تعالى عنه
سے روایت کیا۔ مت)

تمہیں المعانی شرع کثر الدقائق میں ہے،

دور مہمانانہ راہم لیتصدق بہا جاز، لکنہ
 قریبہ کا تصدق لے
 اگر صدقہ کرنے کی غرض سے درہم کے بدلے فروخت
 ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے دتہ
 مگر فنا سے مسجد میں پائخانہ بنانا قربت نہیں بلکہ ممنوع ہے کہ مسجد کو بوئے بد سے بچانا واجب، اور اس کی
 فنا کا ادب بھی اس کی مانند ہے یہاں تک کہ علمائے فنا نے مسجد میں بعد مسجدیت جدیدہ دکان بنانے کی نعت
 فرمائی کہ باعثِ بھرتی ہے۔ فناوی عالمگیری میں ہے،

تیم المسجد لایجوز لہ ان یسفی حیوانیت فی
 حد المسجد، او فی فناءہ، لان المسجد
 اذا جعل حیواناً و مسکن تسقط حرمتہ،
 و هذا لایجوزہ الفناء تبع المسجد، فیکون
 حکمہ حکم المسجد، کذا فی محیط الشریعہ
 مسجد کے منقلم کو جائز نہیں کہ مسجد کی حدود میں دکانیں
 بنائے، کیونکہ مسجد یا فنا سے مسجد کو دکانیں بنایا
 تو مسجد کی حرمت ساقط ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے
 جبکہ فنا سے مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا
 حکم بھی مسجد والا ہوگا، محیط شریعی میں یوں ہے،

ہاں اگر صدقہ و فنا سے مسجد سے دور کوئی پائخانہ مسافروں اور بے گھر نمازیوں کے مستحق مسجد ہے
 تو اس کی تعمیر یا مرمت فردی بھی نیت صالحہ سے ضرور قربت و موجبِ اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ علم
 مسئلہ مولانا مولوی بشیر صاحب علی گڑھی بالائے قلعہ مدرسہ اول مدرسہ منظر الاسلام

یوم یک شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کمال قربانی بیچ کر مسجد بنانا
 درست ہے یا نہیں؟ اور کوئی عمارت مثل مسافر خانہ، نشست کی چوہالی جس میں مسافر یا اپنے
 ہم قوم مقیم ہو سکیں۔ بیتنوا تو جودا

الجواب

مسجد یا لوجه اللہ مسافر خانہ وغیرہ آرام مسلمانان کی عمارت بنانا جس میں اجر ہو اور حصولِ اجر
 ہی کی نیت ہو، بالکل ہر اس کام میں جو شرعاً قربت ہو، قربانی کی کمال صرف کرنا ہرگز ممنوع نہیں رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیعہ کی نسبت جیسا تصدق فرمایا، صدقہ کرو، یونہی و انت جسدی بھی

۱۔ تبیین الحقائق کتاب الاضحیہ المطبوعہ الکبریٰ بولاق مصر ۹/۶
 ۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقت الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۹۲
 ۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴/۶

ارشاد فرمایا، وہ کام کرو جس میں ثواب ہو، رواۃ ابوداؤد عن نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (اسے ابوداؤد نے نبیۃ ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت، امام ذہبی شرح کنز میں فرماتے ہیں:
 لویا عجاہا لہم لیتصدق بها جزلانہ اگر ان کو درہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ درہم کو
 صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح
 قربت ہے (ت)

معلوم ہوا کہ عین تصدق لازم نہیں، بلکہ قربت ہونا درکار ہے، تصدق بھی اسی لئے مطلوب ہوا کہ
 قربت ہے، توجہ قربت ہو سب کی وسعت ہے، ہاں بریت قبول اپنے صوف میں لانے کو اس کے دام
 کرنا جائز نہیں، حدیث،

من ماع جدد، ضحیۃ فلا اضحیۃ جس نے قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی
 لہ۔ رواۃ الحاکم والبیہقی عن نہ ہوئی۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ
 ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
 کا یہی مہمل ہے، اور حدیث صحیحین میں مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے
 شتران قربانی حج کی نسبت حکم فرمایا کہ، کا گوشت پوست تصدق کر دیں جواز تصدق کی دلیل ہے نہ کہ تعین
 تصدق کی، ورنہ اکل و افخار بھی منوع ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز و مخصوص ہے، وہ واقعہ حال ہے،
 اور وقائع حال کے لئے غرم نہیں، اسی حدیث میں ان کی نکلیں اور جھولیں تصدق کر دینے کا بھی حکم ہے تو
 یہ جواز حکیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخشش تھی نہ کہ عام تشریع، ہاں جس نے قبول کے لئے بھی وہ ان دامن
 کو تصدق ہی کرے کہ اول ان کا حصول بروجہ خبیث ہے، اور جو مال یوں حاصل ہو اس کی سبیل تصدق
 ہے، عبارت ہدایہ کا یہی مطلب ہے، خود ہدایہ میں فرمایا:

المعنی فیہ انہ تصرف علی قصد القبول بحیث وجہ ہے کہ اس نے مال بنانے کی غرض سے
 تصرف کیا۔ (ت)

۹/۶	المطبعة الکبریٰ الامیریۃ دلاق مصر	کتاب الاضحیۃ	۱۰ تبیین الحقائق
۲۹۰/۶	دار الفکر بیروت	کتاب التفسیر	۱۱ المستدرک للحاکم
۲۳۲/۱	تقدیمی کتب خانہ کراچی	باب تصدق بکلود الہدی	۱۲ صحیح البخاری
۲۴۸/۶	مطبع یوسفی مکہ	کتاب الاضحیۃ	۱۳ الہدایۃ

اس مسئلہ کی تحقیق تمام مع ازاہت اداہام فقیر کے رسالہ الصافیۃ الموحیۃ لمحوہ جلود الاضحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۸ ازجیت پور کا تکیا دار مسئلہ مولوی نور محمد عرف باوامیاں بن قاضی محمد ہاشم امام مسجد جامع جیت پور۔
۳ ر ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

بخدمت اقدس عالی جناب فیضیاب اعلم اہلسنت وجماعت مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ
اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب اداہام اللہ برکاتکم و مد فیوضکم علینا آمین،
از جناب احقر اعباد نور محمد بن قاضی محمد ہاشم کے، بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے گزارش یہ ہے کہ
قربانی کے چڑوں کو یہاں کے مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں نہ خیرات دیتے ہیں اور متولیان مسجد ان کو بیچ کر قیمت
جمع رکھتے ہیں، اور حسب ضرورت امام کا پیگار اس رقم میں سے دیتے ہیں۔

پس یہ قربانی کے چڑوں کی مسجد میں خیرات دینا اور اس پیسوں کا اداہام کو دینا یا دوسرے ضروری خرچ
مسجد ڈول رستی وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں، یتقوا تو حسدوا۔

الجواب

قربانی کے چڑوں کو نہ مسجد میں دے دیا کہ انہیں یا ان کی قیمت کو متولی یا منتقلان مسجد، مسجد کے
کاموں مثلاً ڈول، رستی، چراغ، بجلی، فرش، درخت، تنخواہ مؤذن، تنخواہ امام وغیرہ میں صرف کریں،
بلاشبہ جائز و باعث اجر و کار ثواب ہے۔ تبیین المحتاتی میں ہے: احاذ لانہ قرۃ کا سقدۃ، (جائز
ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) اسی طرح ہر آید کافی و عالمگیری وغیرہ میں ہے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اکلووا وادخروا وادعوا
(کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ ت) امام اگرچہ مفتی بر اس کی تنخواہ دینے کو متولی یا منتظم
ان چڑوں کو بیچ سکتے ہیں یا اپنے سے انہوں نے مصارف مسجد کے لئے دہاں رکھے ہیں، تو ان میں سے تنخواہ دے
سکتے ہیں۔

وان اجدد قد وصل موضع التقرب
وعطاء وظیفۃ امام المسجد ایضاً قریۃ
کیونکہ کمال تقرب کے مقام کو پہنچ گئی، امام مسجد کو
وظیفہ دینا بھی قربت ہے اگرچہ جہتی کو لینا قربت نہیں

وان لم یکن اخذها قرینة للعنف بل مباحا علی
اسفقتی به ، فلم یکن فی معنی البیع بالدرہم
لہدیۃ غنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
بلکہ مفتی بہ قول پر مباح ہے تو غنی کو ہدیہ دینے کی
غرض سے فروخت کے معنی میں نہ ہوئی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۲۴۹ مسئلہ حنفیہ امام احمد ایا صاحب از قصہ نجیب آباد ضلع بجنور علیہ چٹان ۱۵ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی امام یا نو دین مسجد کو دینا یا اس کی قیمت
فروخت کر کے دینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر پیش امام خواہ پاتے ہیں تو کیا حکم ہے ؟ اور جن کی کوئی تنخواہ بھی مقربہ
نہیں صرف عید کو کچھ بطور ہدیہ چندہ کر کے دے دیا ، حید الاضنی کو قربانی کے چرم وغیرہ دے دیئے ، یا مسلسل میں
نکاح خوانی لیں ، اسی پر ان کی گزراوقات ہے ، تو ایسوں کے واسطے چرم قربانی یا اس کی قیمت دینا کیسا ہے
اور کیا حکم ہے ، بیتنا تو حورو۔ کاجی دوس کے نیلام کی راس اور عدالت سے کسی شخص کے قرضہ کی
بابت کے نیلام کی راس قربانی کے واسطے علیحدہ علیحدہ کیا حکم رکھتی ہے ؟

الجواب

(۱) امام و مؤذن غیر تنخواہ دار کو طور حالت پر قربانی یا اس کی قیمت لینے میں حرج نہیں ، اور
تنخواہ دار کو بھی جبکہ تنخواہ میں نہ دیں ، یعنی زید نے ، امام کو ذکر رکھا اور اس کی تنخواہ اس کے ذمہ ہے ، پر
قربانی کی کھال بیچ کر اسے ادا کرے تو اپنا روپیہ بچاتا اور اپنا مطالبہ اس سے ادا کرتا ہے ، اور یہ قریب ہے اور
قربانی سے قریب جائز نہیں ، ہاں اگر اہل محلہ نے امام و مؤذن کو مسجد کا ذکر رکھا جس کی تنخواہ ذمہ مسجد ہے
تو چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد میں دے کر اس سے تنخواہ ادا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کاجی دوس کے نیلام کی راس خریدنا جائز نہیں ، نہ اس کی قربانی ہو سکے کہ وہ فضولی کی بیع ہے ،
یعنی غیر مالک کی بے اجازت مالک ، اور ایسی بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے ، اور بیع موقوف قبل
اجازت مفید مالک نہیں ہوتی ، اور مالک غیر کی قربانی نہیں ہو سکتی ، اسی طرح پھری کا نیلام جبکہ قیمت اس بارے
زائد نہ دی گئی جو جس میں وہ نیلام ہوا ، وہ نیلام بھی بے رضائے مالک ہے ، ہاں مثلاً اگر سورہ پہلے کا
مطالبہ تھا اور ایک سو ایک کو نیلام ہوا ، سورہ پہلے ڈگری دار کو دیئے گئے اور باقی روپیہ اصل مالک کو ،
ورودہ اس نے لے لیا ، تو یہ اس بیع کی اجازت ہو گئی ، اب خریدار اس شے کا مالک ہو جائے گا ، اور
اس کی قربانی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از مرض سید ڈاکٹر سوانہ کلان ضلع میرٹھ مرسلہ مجیدہ خاں ۲۹ صفر ۱۳۴۲ھ

حاصل آمد مصدق ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسائل چہائیں ؟

(۱) کمال قربانی کی اگر ہم لوگ بظاہر عایت کسی استحقاقِ خدا کے واسطے خیال کر کے اگر اپنے امام مسجد کو دیں تو جائز ہو گا یا نہیں؟

(۲) آج ہمارا امام غریب ہے کل کو خدا کے فضل سے صاحبِ نصاب ہو گیا تو کمال قربانی اس صورت میں بھی دینا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۳) سید صاحب کو کمال قربانی اور تہِ زکوٰۃ سے مسلوک ہونا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۴) صاحبِ قربانی اپنی قربانی کی کمال کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے تو کس کس خرچ میں؟ ڈول، مصلیٰ، مشک وغیرہ کے علاوہ تازی سائی وغیرہ بھی جو لا سکتا ہے یا نہیں؟

فیض اللہ خاں، حبیب خاں، حمد و خاں، کالے خاں پسر جنگ باز خاں۔

الجواب

واجبِ اضحیہ اراۃ دوم سے ہو جاتا ہے، اس کے بعد لحم و جلد اس کی ملک ہیں، اس میں ہر تصرف مانگا نہ کر سکتا ہے صرف تولِ منوع ہے، تو کمالِ عینہ، خواہ اس کا ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنوا کر اپنے صرف میں لا سکتا ہے، سید کو بھی دے سکتا ہے، ہر غنی کو دے سکتا ہے تو امام نے کیا قصور کیا ہے، عام ازیں کہ صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو، ہاں اُسے دعوں سے بچنا اس غرض سے کہ وہ دامِ اپنے یا کسی غنی کے صرف میں نہ لے جائیں، جائز نہیں، وہ غنی امام ہو یا غیر، یونہی اگر امام اس کا نوکر ہے اور اس کی نواہ کے بدلے کمال دی تو ناجائز ہے کہ یہ بھی قبول ہو یعنی کمال دے کر مال بچانا، اور اگر کمال اس نے بچی کہ اس کے دامِ تصدق کو دے تو امام غیر صاحبِ نصاب کو دے سکتا،

و حلّ ذلک مفصل فی فتاویٰ و فی
رب لستنا الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود
یر تمام ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ "الصافیۃ
الروحیۃ لکم علوہ، لا ضیۃ" میں مفصل بیان ہو چکا ہے
(ت)

الاختصیۃ۔

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، نہ انھیں لینا جائز، نہ ان کے دے ادا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور یہی صحیح ہے، کہ بیّنات فی رب لستنا "الراہ الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "الراہ الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" میں بیان کیا ہے۔ ت) اہانت کے معادض میں بھی جرمِ قربانی دینا ایک صورت میں جائز ہے، وہ یہ کہ متولیانِ مسجد یا اہل محلہ نے اسی طرح سے مقرر کیا کہ تم اہانت کرو قربانی کی کمالوں سے تمہاری خدمت کی جائے گی، یہ صورت بھی صورتِ تول نہیں، جرمِ قربانی جس طرح مذکور ہوا ہے صرف میں مطلقاً لا سکتا ہے، رنگوانے کی شرط بعض رنگ آمیزی حاکم

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مشتملہ مسئلہ محمد حسن علی قاضی، حمید آباد، علاقہ اندور، محلہ جمال پورہ۔ بروز یک شنبہ

تاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کیسے شخص کو دینا درست ہے اور جائز ہے، اور اگر قربانی کی کھالی صاحب نصاب کو دے دیں تو قربانی اس کی جائز ہوئی یا نہیں، اگر اگر قربانی کی کھال صاحب نصاب کو کر وہ پیش امام بھی مسجد کا ہے، دے دی تو قربانی اس کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں، اور اگر قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کا حق سمجھ کر اس کو دے دی جائے یا وہ پیش امام ان کھالوں کو اپنا حق سمجھ کر بردار لے تو ان کھالوں کا اس شخص کو دینا درست اور جائز ہے یا نہیں، اور قربانی ان لوگوں کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں، اگر قربانی کی کھالیں کسی مسجد کی تعمیر کے کام میں لائیں یا ان کو فروخت کر کے مسجد کے جائز بنالیں، یا مسجد کے اور کام میں لائیں مثلاً مسجد کا ستوا و بنوالیں یا مسجد میں اس کی قیمت کا پانی ڈالیں تاکہ سب نمازی وضو کریں، یا مسجد میں آفتاب بے خزاں جائے تاکہ نمازی وضو کریں، ان سب صورتوں میں قربانی درست اور جائز ہوئی یا نہیں، بحوالہ حدیث و آیات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں اجر ملے گا دن قیامت کے نزدیک، اللہ جل شانہ کے۔

الجواب

قربانی اراقہ دم لوجہ اللہ کا نام ہے، واجب اس قدر سے ادا ہو جاتا ہے، پھر اس کے گوشت پوست کے لئے تین صورتیں ارشاد ہوئی ہیں بعینہ اپنے صرف میں لایا جائے یا وقت حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے، یا اس سے ثواب کا کام کیا جائے،

هكَلُوا وَاذْكُرُوا وَاَسْتَجِرُوا۔

کھاؤ اور اذکار رکھو اور ہر وہ کام کرو جس سے

ثواب ہو۔ (ت)

ثواب میں وہ مسجد کے سب کام داخل ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اجر اسے اخیر سے صرف قبول ممنوع ہے کہ اس کے دام کر کے اپنے کام میں لئے جائیں،

من باع جلد اضحية فله الاضحية له۔ جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی اس کی قربانی

نہ ہوئی۔ (ت)

۳۳/۲ لے سنی ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لوم الاصحاح آفتاب عالم پریس
۲۹۰/۲ لے المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت

کہاں کی جس طرح جائناز یا کتابوں کی جلدیں یا مشکیزہ اپنے لئے بڑا سکتا ہے یہ بھی کسی غنی کو بھی ہدیہ دے سکتا ہے اگرچہ وہ غنی امام ہو، جبکہ اس کو خواہ میں نزدیکی جائے، اور اگر خواہ میں دے تو امام اگر اس کا نوکر ہے جس کی خواہ اسے اپنے مال سے دینی جوتی ہے تو دینا جائز ہے، کہ یہ وہی قول ہوا جو منوع ہے، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے جس کی خواہ مسجد دیتی ہے تو جائز ہے کہ یہ مسجد میں دے دے اور مسجد کی طرف سے امام کی خواہ میں دی جائے، قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبرائینا حرام ہے۔

قال الله تعالى لا تأكلوا أموالكم بينكم **مسئلہ** ۲۵۶
 باب طہ - والله تعالى اعلم۔
 سے نہ کھاؤ۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶ از کید کیر اذ اکما نہ باز پور ضلع غنی مال مرسلہ عبد الجبہ صاحب دارالافتاء ۳۳۵
 اس علاقہ میں یہ سم ہے کہ بقرعید کی قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کو دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر، بزاز اور بطور صدقہ دیں، یا غنی ہو، اور بطور ہدیہ دیں، لیکن اگر اس کی اجرت اور تحفہ میں دیں تو اس کی اجرت میں ہیں اگر وہ چنانو کر ہے تو اس کی خواہ میں دینا جائز نہیں، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال ہتم مسجد کو مسجد کے لئے دے دی اس نے مسجد کی طرف امام کی خواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ والله تعالى اعلم

مسئلہ ۲۵۷ محمد عبدالحامد صاحب، ممبئی سنگھی مدرسہ مدرسہ یا کد سرپست لکھیا ضلع حرم سنگھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی جلد سے مسجد بنانا اور مسجد کے چونا لگانا اور مرمت کرنا اور چٹائی و فرش خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بدلائل کتب صافیہ و عبارات صحیحہ سے بیان فرمایا جائے، فقط۔

الجواب

جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عکروا وادخروا وانشجروا۔ رواہ
 ابوداؤد عن نسیئة الہمدی عن صفی اللہ
 کھاؤ اور ادھار کھاؤ اور ثواب کے کاموں میں
 خرچ کرو (۱) سے ابوداؤد نے نبیہ بدنی رضی اللہ

سۃ القرآن المکرم ۲۹/۴

لے سنن ابی داؤد کتاب النضای باب جس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

تعالیٰ عنہ ۔

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ ت ۔

تبيين الحقائق و فتاوی عامگیر یہ وغیرہا میں ہے ۔

لو باسعه مالدراهم لیصدق بیتا حباذ اگر در اہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ در اہم کا صدقہ کے

لایہ قریۃ کا تصدق نہ ہو جواز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)۔

ثابت ہوا کہ خاص تصدق ضرور نہیں بلکہ بر قربت ، ہاں اس سے اپنا قول منوع ہے کہ اپنے خرچ

کے لئے روپوں یا کسی ایسی ہی چیز سے بدلے جو خرچ ہو جاتی ہے ۔ بنایہ شرح ہدایہ لایمام العینی میں ہے ۔

المعنی فی حد مرأشتر ، ما لا یستفیع بہ الہا کمال کے بدلے ایسی چیز خریدا جس کو ہلاک کرنے

بعد استہد کہ انہ تصرف عن قصد التمولیٰ کے بعد انتفاع حاصل کی ممانعت کا مطلب مال

وہو قد خرج عن جہۃ التمولیٰ یہ حاصل کرنے کی غرض سے تصرف مراد ہے جبکہ

اس صورت میں تول کی جہت خارج ہو گیا (ت)۔

ظاہر ہے کہ مسجد میں صرف کرنا تول سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا بلکہ تصرف باطل ہے ، کوئی ذی شعور

ایسا نہیں کہہ سکتا ، نہ ذی علم ، اُن مدعیوں پر فرض ہے کہ اولاً شرح مطہر سے اس کا ثبوت دیں کہ جس مسجد کی

مرمت پوست قربانی سے ہونی چاہیے یا نہ ۔ یہ وہ ثبوت دینے کا ارادہ کریں گے

اُن پر کھل جائے گا کہ ان کی دونوں باتیں محض بے اصل و باطل تھیں ، اُن پر تو بر فرض ہے کہ شرح مطہر پر افترا

بہت سخت چیز ہے ، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر دے ، آمین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵۸۸ھ از رنگون گونی اسٹریٹ ، یونانی ڈسپنسری (یونانی شفا خانہ) مرسلہ حکیم محمد ابراہیم داندیری

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ

اس بستی میں دستور ہے کہ قربانی کی کھالیں مسجد کے پیش امام کو دے دیتے ہیں ، اگر نہ دی جائے تو

جھگڑا بھی ہوتا ہے اور پیش امام صاحب بھی یوں فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھالوں کا میں حقدار ہوں ، ضرور سب

دی جائیں ، اور اہل جماعت یوں کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو قربانی کی کھالیں تبرعا دیسا جائز ہیں نہ کہ جبراً ۔

عن فی الاصل حکم العدد من قلم الناسخ و الصحیح یوثر اس کو تول کن تصرف باطل ہے ۱۲ عبد المنان الاعظمی

۹/۶

المطبعة الکبریٰ الامیریۃ بولاق مصر

کتاب الوضیۃ

لے تبیین الحقائق

۱۹۰/۴

المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ

۷

لے البنیۃ فی شرح الہدایۃ

عزیز

۱۱

جب تبرعا دینا جائز ہے تو کچھ حقہ قیمت چرم قربانی کا امام صاحب کو دینے، اور کچھ حقہ دیگر مساکین کو دیا جائے تو زیادہ افضل ہے، پس اختلاف طرفین کی جانب سے ایک مولوی صاحب منصف قرار دیئے، منصف مولوی صاحب نے یوں حکم دیا کہ قربانی کی کمال سبب کی سبب مسجد کے پیش امام صاحب کو دے دو اور کسی دیگر مسکین کو نہ دو، اس واسطے کہ وہ لوگ تمہاری حیات و موات کے حقہ دار نہیں، اور پیش امام صاحب پر جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، اور گناہ واقع ہو تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ حشر کے دن اُس گناہ کی جزا سزا میں نے لی، تم لوگ بے خوف قربانی کے سبب چڑھے پیش امام صاحب کو دے دو۔

حاضرین محفل میں سے کسی صاحب نے ان مولوی صاحب سے یہ عرض کیا کہ میں نے ایک گائے کی قربانی کی، اور دو مسکینوں نے ایک ساتھ چرانا ننگا ان کو دیا جائے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ایک چڑھے کی قیمت یا چرہ دو مسکینوں کو دینا مکروہ وضع ہے، اُس نے پھر کہا کہ دوسرا مسکین بھی تو سائل ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ دوسرے سائل کا سوال اُس کی دُور میں جانے دو۔

اب سوال یہ ہے کہ،

- (۱) اس طرح جبراً قربانی کی کمال پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) اگر جبراً لے لیا تو اس پیش امام کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟
- (۳) اور اسی طرح جو شخص جبراً لینے والے کی مدد کرے، اس مددگار کے حق میں کیا حکم ہے؟
- (۴) اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ امام صاحب کو تنخواہ ملتی ہے، قربانی کی کمال نہ دے تو اس شخص پر امام صاحب کو حاضرین مجلس کے ساتھ غضب خدا پڑنے کی بددعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۵) اُس منصف مولوی صاحب کے حق میں جس نے حشر کے دن مواخذہ خداوندی کی ضمانت لے لی ہے، کیا حکم ہے، نیز منصف مولوی صاحب ایک مسجد کے پیش امام ہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) جو شخص حق کو باطل کرے اس کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟

(۷) ایک کمال کئی مسکینوں کو صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس شخص نے جھوٹ کہا کہ قربانی کی کمالیں اُس کا حق ہیں، شریعت مطہرہ نے کھالوں میں اتنے اختیار دئے ہیں، وہ صورت کرے کہ بعینہ ان کو باقی رکھ کر استعمال میں لائی جائیں، مثلاً مشک یا

ڈول یا کتابوں کی جلیں بنوائے، یا کسی ایسی ہی چیز سے جو باقی رکھی جاتی ہے بدل لے، مثلاً اُن کے بدلے برتن یا کتاب خرید لے، یا بعدینہ کھال اپنے عزیزوں، قریبوں خواہ کسی غنی کو دے دے، یا مسجد یا مدرسہ دینی میں دے دی جائے، یا اُسے تقرب الی اللہ کے لئے بیع کر اُس کے دام فقرا مساکین طلبہ و غیسر ہم مصارف خیر کو دیتے جائیں، خواہ ایک کو یا سو کو، یہ جو اس شخص نے کھا کہ ایک چمڑے کی قیمت یا ایک چمڑا و کو دینا منع ہے، بعض جھوٹ کہا، اور شریعت مطہرہ پر اقرار کیا، اور اس کا یہ کہنا کہ پیش امام کو جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، شریعت پر اس کا دوسرا فترا، اور ظلم کو عاز کرنا ہے، اور اس پر وہ سخت جرات کہ اُس پر دینا ہو وہ اپنے ذمہ داری، عذاب الہی کو ہلکا سمجھنا اور معاذ اللہ کفر ہے، اس کی امامت جائز نہیں درہم پیش امام اگر کھالیں لینے پر جبر کرے اور اس سے باز نہ رہے تو یہ بھی فاسق ملعون ہے، اور اس کا امام بنانا گناہ، اور اس جبراً لینے میں جو اس کی مدد کرے وہ سخت شریک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، حدیث میں ہے،

من مشى مع ظالم لم یبعثہ و هو یعلم انه ظالم ففقد
طرح من الاسلام
جو دانستہ ظالم کی مدد کو چلا وہ اسلام سے نکل گیا۔ (دست)

اور جو شخص امام کو کھال نہیں دیتے خواہ وہ خواہ پاتا ہو یا نہ پاتا ہو اس میں ان پر کوئی شرعی الزام نہیں کہ امام کو دینا شرع سے واجب نہ کیا، رکھ لے، یا حق سب سے حق تلفی ہوتی، اس پر جو امام نے اُس مسلمان کو وہ سخت بد دعا دی کہ وہ خدای مستحق غضب ہوا، الیاذ باللہ تعالیٰ کہ اس نے مسلمان کو ناحق ایذا دی، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی
فقد اذی اللہ
جس نے بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (دست)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵ از سنبل محلہ رحمن سرائے مدرسہ احمد علی صاحب ۹ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے جانور کی کھال کے دام صاحب قربانی اپنے صرف میں و سنے یا نہیں؟ اور قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کرے؟ اور قربانی کے چمڑے کو کج پیش امام دے یا نہیں؟

اور مسجد میں صرف کوسے یا درمیں قرآن و حدیث ہیں، اور بڑی قربانی کی حجام اپنا حق سمجھ کر سہ تو دے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کمال کے دام صاحبِ قربانی اپنے صفت میں نہیں دے سکتا۔ حدیث میں ہے،
 من باع حلاً اضحیٰ ملاً اضحیٰ لہ۔ جو اپنی قربانی کی کمال بیچے اس کی قربانی نہ چرتی۔
 مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنا، ایک احباب کا، ایک مسکین کا۔
 پیش امام کا اس میں کوئی حق نہیں، دو تو اختیار ہے، لیکن اگر وہ اس کا نوکر ہے تو تنخواہ میں نہیں دے سکتا۔
 مسجد اور مدرسہ وغیرہ دونوں میں صرف کرنا جائز۔ حجام کا اس میں کوئی حق نہیں، دینے کا حقدار ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع میوندی بزرگ ضلع بریلی مسئلہ سید امیر عالم حسین صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۴۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلود قربانی مسجد میں لگانا
 درست ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ خرش و چہمت میں لگانا درست نہیں، یعنی جس جگہ مسجد کیا جائے وہ
 جگہ قیمت جلود قربانی سے نہ بنائی جائے کہ وہ قیمت صدقہ سے اس جگہ مسجد کرنا عام ہے، ہاں اس قیمت
 سے حدود و دیوار مسجد یا فسطاط وغیرہ بنایا جائے تو درست ہے، اور جس لئے ہیں کہ گناہ وغیرہ بنادیا جائے
 تو کچھ خرچ نہیں نولہ مسجد میں جو یا اور کہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ گناہ بھی نہ بنایا جائے کہ وہ قیمت صدقات
 سے ہے کہ اس کے پانی سے وضو جائز نہ ہوگا اور نہ اس کا پانی پینے کے قابل ہوگا، تو جناب قبلہ سے امیدوار
 ہیں کہ اس کا ثبوت علامان کو کیوں نہ دیا جائے کہ قیمت جلود قربانی کس کام میں صرف کی جائے، آیا مسجد یا
 کنوئیں وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قربانی کی کمال مسجد میں دے دی تو متولی کو اختیار ہے کہ اسے مسجد کے جس صرف میں چاہے خرش
 کرے، اور اگر مسجد میں دینے کی نیت سے خود اس کے دام کے تو وہ دام بھی مسجد کے سرکام میں صرف
 ہو سکتے ہیں، ہاں اگر اپنے خرچ لاسنے کی نیت سے کمال بیچے تو یہ دام خبیث ہیں، مسجد میں نہ دے، نہ مسجد
 کے کسی کام میں صرف ہوں، بلکہ فقیر مسلمان پر صدقہ کے جائیں و تحقیق المستند فی رسالت انصافیۃ
 الموحیۃ لحکمہ جلود الاصحیۃ (اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے رسالہ انصافیۃ الموحیۃ لحکمہ جلود الاصحیۃ

میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جزمیرہ ضلع فریدپور ڈاک خانہ خاص مرسلہ مولوی مفتی الدین صاحب قاضی

ارفریقہ ۱۳۴۰ھ

ماقونکم ونظر المسلمین بعدو مکو رحمکم اللہ
تعالیٰ اندیش کہ تعمیر مسجد از چرم اخیجہ جائز است یا
نہ، و تصدق بچرم اخیجہ از قبیل تطوعات است
یا از واجبات، و در ادائے صدقہ واجبہ تملیک
مشروط است، بکذا در ادائے صدقہ نافذہ تملیک
مشروط است یا نہ؟

آپ کا کیا ارشاد ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے علوم
سے مسلمانوں کو نفع دے، اس مسئلہ میں کہ قربانی
کے چرم سے مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں، قرآن کے
چرم کا صدقہ واجب ہے یا نفل، اور صدقہ واجبہ
کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے کیا نفل صدقہ کی
ادائیگی میں بھی تملیک شرط ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب

صدقہ باطلاق عام در گرو تملیک نیست
کہ لفظت بہ الاحادیث، لکثیرۃ و حقیقتہا
فی فتاویٰ شامہ قولہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم اطعمت روحہ فہو
لک صدقۃ، و ما اطعمت ولسدک
فہو لک صدقۃ، و ما اطعمت حاتمک
فہو لک صدقۃ، بکذا کما مر
و ظہار و یحییٰ فرد واجب است، و شک
نیست کہ از قسم صدقہ است، و لہذا فقی را روا
نیست، معہذا تملیک لازم مکررہ اند،
اباحت دارد کما مضوا علیہ قاطبۃ بر چرم اخیجہ
رأساً، بیچ و قلیفہ اند شرعاً معین نیست، روا
ست کہ باستعمال خود دارد و یا بفقہی ہدیہ کند، پس ابوحنی

مطلق صدقہ تملیک کا پانہ نہیں ہے جیسا کہ
کثیر احادیث اس پر ناظر ہیں اور اس کی تحقیق
بہت آسان ہے، ایک حدیث یہ
ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو
قرآن اپنی بیوی کو کھلایا صدقہ ہے اور جو قرآن اپنی
اولاد کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے اور جو قرآن اپنے
خادم کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے۔ بلکہ کفارہ صوم
ظہار اور قسم واجب ہے اور شک نہیں کہ از قسم صدقہ
ہے اسی لئے فقی کو کھانا جائز نہیں اس کے باوجود
تملیک لازمی نہیں ہے بطور اباحت دین جائز ہے
جیسا کہ تمام فقہار نے اس پر نص فرمائی ہے
چرم قربانی پر تو کوئی شرعی حکم معین نہیں ہے خود استعمال
کرنا جائز ہے یا کسی غنی کو ہدیہ کر کے تو شرعی مطالبہ کے

مطالبہ شرعیہ، صلہ صدقہ نیست، نہ واجب، نہ نافلہ،
 نہ عامہ نہ خاصہ، پس شرط تملیک فقیر زیادست
 بر شرع است، آری اگر بفقیر غنیہ صدقہ حاصل نافلہ
 شود، وای معنی موجب آن نبود کہ چیزی کار آنجا
 بیجا روا نیست، نہ می کہ زرے کہ بر بنائے مسجد
 یا تکفین میت صرفت کنی، اگر بفقیر سے دہی، نیز
 صدقہ حاصل نافلہ بود، وای معنی منع نہ کنہ از صرفت
 زور کار خود یا در کار خیر، بلکہ آنجا خود مطالبہ
 شرعیہ بود کہ بنائے مسجد محل حاجت، و تکفین میت
 ہر دو واجب ست، و بصرفت اضحیہ یا حرم او بکار
 دیگر اصلاً مطالبہ نیست تا گویند کہ مطلوب شرع صدقہ
 اوہست مضر قہر محل تملیک شد بہ صدقہ اش زنیار از
 شرع مطالبہ نیست، بلکہ ایں جاسہ کار فرمودہ اند
 کلوا وادخروا وادخروا غریہ، و براے
 حاجت بردارید، و بکار ثواب صرفت کنید، و داہ
 ابوداؤد عن نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ایس سوم خود جمیع میراث و مشروبات را شامل ست،
 تعمیر مسجد نیز از ان ست، پس بالیقین رواست
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

طوری ہرگز صدقہ نہیں ہے نہ واجب، نہ ہی نفلی،
 اور نہ عام نہ خاص، پس اس میں تملیک فقیر کی شرط
 کرنا شرع پر زیادتی ہے ہاں اگر فقیر کو دے گا تو
 خاص نفلی صدقہ ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقیر
 کے بغیر کسی کے لئے روا نہیں، دیکھئے جو زرے آپ نے
 مسجد کی تعمیر پر کیا یا میت کے کفن پر خرچ کیا اگر فقیر
 کو دیتا تو وہ بھی خاص نفلی صدقہ ہو جاتا بلکہ وہ اس
 پھر کو مانع نہیں کہ آپ خود اپنے صرفت میں یا کسی بھی
 کار خیر میں صرف کریں بلکہ مسجد کی تعمیر فروری ہو یا کفن
 دینے کی حاجت ہو تو شرعی مطالبہ ہے اور یہ دونوں
 واجب ہو جاتے ہیں حالانکہ حرم قربانی کو کسی کام پر
 خرچ کرنے کا شرعاً کوئی مطالبہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا جاسکے
 کہ، اس کو صدقہ رہا نہ صرفا غلوب ہے، و اس
 صدقہ کا مصرف تملیک کے بغیر نہیں ہو سکتا بلکہ شرع
 نے اس کو صرف کرنے کا کوئی بھی حکم نہیں دیا، ابوداؤد
 نے حضرت نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کھاؤ،
 ذخیرہ کرو اور اچھا کھاؤ، یہ تین کام کرنے کا حکم فرمایا
 جو کہ تمہارے تمام نیکیوں اور ثواب والے مقامات
 کو شامل ہے اور مسجد کی تعمیر بھی نیکی کا کام ہے

لہذا اس کا مصرف تعمیر مسجد کے لئے بالیقین جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲ از ملا محمد اسماعیل ابن محمد رمضان در مسجد رنگریزاں پالی تاریخ ۱۱ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہم لوگ سب محلہ قربانی کی کھالیں ہمارے محلہ کی مسجد
 میں دیتے ہیں تاکہ مسجد کی ڈول، رسی و چراغ دھتی میں امداد پہنچے، اور اگر سوائے ہماری مسجد کے اور جگہ ان
 لئے سنن ابی داؤد کتاب انضایا باب جس لحوم الاصحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۳

کی۔ وضاحت کر دے، تو اس کو ہم محمد سے خارج کر دیتے ہیں، عند الشرح ایسا کرنا کس حکم میں داخل ہے؟

الجواب

مسجد میں چم قربانی صرف کر دینا جائز ہے مگر واجب نہیں، دوسرا اگر اور کسی جائزہ صرف میں خرچ کرے، اُس پر کوئی مواخذہ نہیں، اُس بنا پر اُسے محلہ سے خارج کر دیا ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۳ از انشیٹہ تحصیل کنوڑ ضلع سہارنپور مسؤل سید مظفر صاحب ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

علائے ذی شان مسئلہ محررہ ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) زید پوست قربانی بعینہ مسجد میں دینے کو اور اس کی ضروریات میں خرچ کرنے کو جو وہ تنہا، مؤذن ہو یا دیگر جو کچھ مسجد، جائز کہتا ہے، اور نیز قربانی کرے، لے کر اپنے استعمال میں لائے، اور اول بار کر یا دیگر کسی طریقہ سے معتدا اپنے لئے تیار کر اسے کو شرعاً جو جائز کہتا ہے، تو اُسی ذول کو جو اس نے اپنے استعمال کے لئے تیار کر یا تھا مسجد میں اگر دے دے تو زید کہہ کر اس کو جائز رکھتا ہے اور نہ وہاں دونوں امر کو ناجائز کہتا ہے، اور استدلال ہر دو کاتب فقہ مثل ہدایہ و مشامی کی جہاں سے جیسا کہ عبارت پر یہ مفسر مد اصح المطابع صفحہ ۴۴۴ میں ہے،

و یصدق بعدد ہذا لہ جبر۔ مسجد دیعس
مہ کہ تستعمل فی البیت کالمنعہ والمحراب
والغریب والنحوھا الخ۔

قربانی کی کتاب کو صدقہ کی جائے کیونکہ یہ قربانی کا جز ہے
یا اس کو خود کام میں لاکر گھر میں خرچ یا تحصیل یا
چھلنی وغیرہ بنائے الخوات

زید کہتا ہے جبکہ پوست قربانی کی اشیاء قربانی کرنے والا اپنی ذات کے لئے تیار کر کر استعمال کر سکتا ہے، تو وہ ان کو مسجد میں دے دے تو کیا حرج ہے، خود کہتا ہے کہ صدقہ و فطر کے معنی تملیک بلا عرض ہے، تو مسجد میں پوست قربانی دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ مسجد تملیک کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، ایسے ہی شارع علیہ السلام نے پوست قربانی کی اشیاء تیار شدہ کو اپنے نفس کے لئے اپنے گھر میں استعمال کرنے کے لئے حکم فرمایا نہ کہ مسجد میں اُسی شئی کو اپنی طرف سے دے دینے کو۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی گائے وغیرہ کے سینک کے اوپر کا حصہ نیچے تک ڈٹا ہو تو ہڈی پر
میں تو مطلقاً مکسورۃ القرن کو جائز نہ لکھا ہے، اور شامی میں تفصیل اس طن کو اگر کسر خج تک پہنچی تو ناجائز
ہے، و نیز متاشش یعنی ردس عظام تک اگر کسر پہنچے تو ناجائز۔ تو جس جائزہ کا اوپر والا حصہ نیچے تک

اُٹھ گیا وہ جائز ہو گا یا ناجائز ہو گا؟ یہ بتواتوجروا۔

الجواب

(۱) زید کا قول صحیح ہے، بیشک اسے امور بر و خیر میں صرف کر سکتے ہیں، اور اپنے لئے ایسی چیز جو باقی رکھ کر استعمال کی جائے جیسے ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنا سکتے ہیں اور اسے بدرجہ اولیٰ مسجد میں دے سکتے ہیں، تصدق جس میں تمبیک فقیر ضرور ہے، صدقات و اجر مثل زکوٰۃ میں سب سے ہر صدقہ واجبہ میں بھی نہیں، جیسے کھار و حیام و ظہار و میمنہ ان کے طعام میں تمبیک فقیر کی حاجت نہیں اباحت بھی کافی ہے، کمافی فتاویٰ القدر و عیدہ عامۃ لکھتے (فتح القدر وغیرہ عام کتب میں جیسا کہ موجود ہے)۔ چرم قرآنی کا تصدق اصل واجب نہیں، ایک صدقہ نافذ ہے، اس میں اشتر و تملیک کہاں سے کیا، بلکہ ہر قربت جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حکلو وادخروا وامتدروا۔ لکھا اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔
کیا مسجد میں دینا ثواب کا کام نہیں، امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ولانہ قدسۃ کا تصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت سے ت) کیا مسجد میں دینا قربت نہیں، اور عجیب منطق یہ ہے کہ مسجد میں دینا تو جائز ہیں کہ تکیا فقیر ہوگی، اور اپنے سرف میں رکھنا جائز اس میں تمبیک فقیر ہوگی و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قرن اوپر ہی کے حقے کو کہتے ہیں، جو ظاہر ہوتا ہے وہ گرکل ٹوٹ گیا حرج نہیں دلسنا چاہیے میں کسورۃ القرن کو جائز فرمایا، ہاں اگر اندر سے اس کی جزائش آئی کہ سر میں جگہ خالی ہوگی، تو ناجائز ہے۔ رد المحتار کا یہی مفاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۵ از تلمذ ضلع شاہجہانپور محلہ ہندو پٹی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب

۲۰ رمضان ۱۳۳۴ھ

مفتیان کرام ذوی الاحترام کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، زید کہتا ہے کہ جلد قرآنی و حقیقہ مسجد و مدرسہ کے صرف میں آسکتی ہے، مگر کا قول ہے کسی فقیر کو دی جائے وہ خرچ کر سکتا ہے

لے فتح القدر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدق الی مکتبہ فوریرہ ضویر سکھ ۲۰۹/۲
لے سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب مجلس لحوم الاضاحی آفتاب عام پریس لاہور ۳۳۲
لے تبیین اعتقائی کتاب الاضحیۃ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۹۶

کیونکہ یہ صدقہ ہے، اور صدقات کی تفصیل کلام الہی نے فرمادی، انما الصدقات للفقراء الا یہ سورہ قہر (صدقات خاص کر فقراء کے لئے ہیں۔ ت۔) اور حکم باری تعالیٰ ہے،

وان ت ساعتم فی شئ فزدوا فی اللہ والرسول۔ (ت۔) اگر تم کسی معاملہ میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور

رسول کی طرف پھرو۔ (ت۔)

ہذا کلام ربانی کی طرف رجوع کی گئی، نیز تجر کا بیان ہے کہ بر تقدیر صحت قول زید اس کا ماخذ کہاں ہے امید کو مسئلہ کی توضیح مع نقل عبارات فرمال جائے، فقط۔

الجواب

بیشک ہر منازعت میں اللہ و رسول ہی کی طرف رجوع لازم ہے، مگر ہر ایک کو بلا واسطہ رجوع کی یاق کہاں، ہمیں دیکھئے آیہ کریمہ میں صدقات سے زکوٰۃ مراد کہ اسی میں ارشاد ہوتا ہے والیٰ احادیث علیہا (صدقات پر کلام کرنے والوں پر۔ ت۔) اور بقرہ نے اسے قربانی و حقینہ کو شامل کر دیا ہے جس سے دیکھا کہ اس کے توڑش کی نسبت خود قرآن عظیم میں ارشاد ہے، فیکلو مما فیہ من لہم منہ اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ اب کہاں رہی صدقہ کی وہ تفصیل جو اس آیت کریمہ میں ماحضہ ارشاد ہوئی تھی کہ انما الصدقات للفقراء الا یہ (صدقات فقراء کے لئے ہیں الا یہ۔ ت۔) یہ بھی نہ سمجھ کر غلط فہمی اس کو قربانی کہتے ہیں نہ صدقہ، تو ہر کار تقرب اس میں رد ہوتا ہے۔ امام زینبی نے شرح کنز الدقائق میں فرمایا، لانه قرۃ کا تصدیق (کیونکہ صدقہ کی طرح یہ قربت ہے۔ ت۔) ہاں ہم نے عام مسئلہ قربانی میں اللہ عزوجل کی طرف رجوع کی تو اس کا ارشاد پایا، فیکلو مما فیہ من لہم منہ الفقیر۔ خود اس میں سے کھاؤ اور غرض درمند فقیر کو کھاؤ۔ (ت۔)

اطعام کے لفظ نے بتایا کہ نسیق ہی واجب نہیں اہستہ ہی کافی ہے جو محض ایک قربت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رجوع کی، تو حضور کا ارشاد پایا،

۵۹/۴	سۃ القرآن الکریم	۶۰/۹	سۃ القرآن الکریم
۳۶ و ۲۸/۲۲	سۃ	۶۰/۹	سۃ
		۶/۹	سۃ
۹/۹	المکتبۃ الکبریٰ الامیریۃ برقی مصر	کتاب الاضحیۃ	تہ تمین الحقائق
		۲۸/۲۲	سۃ القرآن الکریم

فکلواداد خرواد ائحسروا - سوا۱۱
 ابوداود وغیرہ عن نبشۃ الہدی رضی اللہ
 کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ثواب کا کام کر دو۔ اسے
 ابوداود وغیرہ نے حضرت نبشۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

مسجد و مدرسہ وغیرہ طہنت میں دینا بھی ثواب کا کام مثل اطعام اور اسی اتجروا کے حکم میں
 داخل ہے، ہاں اگر کوئی شخص اس کی جگہ اپنے صرف میں دینے کی نیت سے روپوں پیسوں کو بیچے تو بیشک
 قیمت اس کے حق میں خبیث ہوگی،

لانہ جزء من القول کما نصوا عنہ و فی
 حدیث المستدرک من باع جلد اضعیۃ
 کیر نکیر مالہ اری کا جزو ہے جیسا کہ انہوں نے نص
 فرمائی ہے، اور مستدرک کی حدیث میں ہے، جس
 نے اپنی قربانی کی کھالی فروخت کی تو اس کی قربانی
 نہیں (ت)

وہ قیمت در مسجد میں دے نہ مدرسہ میں فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب (اللہ تعالیٰ طیب ہے وہ تم
 طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) بلکہ فقہاء پر تفسیر اہ تصدق کرے کما هو حکم مال الطیب (جیسا کہ
 ناپاک مال کا حکم ہے۔ ت) اور اگر نہ پسندے بلکہ بدمذہب یا کسی غیر کی کو دینے کیلئے روپوں پیسوں
 کو بیچے، خود یہ خواہ متولی مسجد و مدرسہ وکیل فقیر، بہر صورت جائز ہے، اور وہ دام مدرسہ و مسجد میں
 صرف ہو سکتے ہیں کہ منوع قبول ہے نہ کہ تقرب۔

وقد مر من التبع انہ قرۃ کا تصدق و
 تمامہ التحقیق فی رسالتنا الصافیۃ الموجیۃ
 لحکم جلود الاضحیۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔
 جمیع سے گزرا کہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ کل
 تحقیق ہمارے رسالہ الصافیۃ المرویۃ لحکم جلود
 الاضحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

۲۰۹۹ھ انجمن اسلامیہ رانا دارڈ کاٹھیاوار

۲۰۹۹ھ مجتہد دہلوی امام اہلسنت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی! بعد تسلیم

۲۳/۲ ۱۰ سنن ابی داؤد کتاب الفضایا باب حبس لکوم الاضامی آفتاب عالم پریس لاہور

۳۹۰/۲ ۱۱ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت

۲۲۸/۲ ۱۲ مسند امام احمد بن حنبل مسند ابوہریرہ المکتب الاسلامی بیروت

۹/۶ ۱۳ تبیین المعانی کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامیریۃ بولاق مصر

بعد تکرم و قد ہوئی عرض یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) قربانی کے چمڑے کے پیسے جو معلم کہ مدرسہ کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر مقرر کئے گئے ہیں آیا ان کو بطور مایانہ تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قربانی کے چمڑے کے پیسے سے غریب اور تو نگر کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ کیلئے عمارت بنانے کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) قربانی کے چمڑے کی آمد سے عمارت بنانا اس کا سود یا کرایہ کہ آئے، اس کے بچوں کی تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) قربانی کے چمڑے کی آمد سے غریب یا تو نگر طلباء کو کتاب دے سکتے ہیں یا نہیں، مانند قرآن شریف وغیرہ بیٹنوا تو جو دوا۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق ان فیما رجوایم تحریریں قربانی کرتے ہیں کہ ابتداءً شرع معلوم نے ان پر واجب فرمائی اس کی کمال میں یہ احکام ہیں:

(۱) دوسرے باقی رکھ کر اپنے استعمال میں دینے میں متناہی کے مشابہ ذول یا کتابوں کی حبس دین بنو اس لئے قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادخروا (سورہ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "اور ذخیرہ کرو"۔ ت)

(۲) اپنے استعمال کے لئے اس سے وہ چیزیں خرید سکتے ہیں جو باقی رکھ کر استعمال ہوتی ہیں، جیسے برتن، کتابیں وغیرہ یا قیام البدل، قیام البدل (بدل کا قیام بدل کے قیام کی طرح ہے۔ ت)، درمخار میں ہے:

یتصدق بجندها، او یحمل منہ نحو غریال کمال کا صدقہ کرے یا خود غریب، تھیلہ، مشکیزہ، و حراب و قربة و صفرۃ و دلو او یدلہ بما خواں یا دلو بنائے یا ایسی چیز سے تبادلہ کرے جس کو باقی رکھ کر وضع حاصل کرتا رہے، جیسا کہ ینتقم بہ باقی کا مرثیہ

گزارا۔ (ت)

(۴) اسے اپنے لئے دامن کو نہیں بیچ سکتے، اگر بھیجیں تصدق کریں لایہ سبیل ما حصص

لے سنن ابی داؤد کتاب البیعا باب حبس لوم الضعیفا آفتاب عالم پریس لاہور ۳۳/۲

لے در مختار کتاب الاضیحة مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۴/۲

دوجہ نجیث (نجیث طریقہ سے حاصل شدہ کا یہی حکم ہے۔) رد المحتار میں ہے :
 تصدق بالدرہم فیما لو امد له بهہ^۱ اگر اسے درہم سے بدلا تو درہم کو صدق کرے (ت)
 یہاں تک کہ اگر داموں کو بچے پھر چاہے کہ اُن داموں سے کوئی چیز ایسی خریدے جس کی خرید جائز
 تھی، جیسے برتن وغیرہ، تو اب اس کا اختیار نہیں، وہ دام تصدق ہی کرنے ہوں گے۔ غلطادی علی الدر المختار
 میں ہے :

قوله بسانتفع بعينه، فله ان لا يجوز بيعه بدرهم ثم يشتري به ما ذكر^۲ قوله وہ چیز جس کے عین سے نفع حاصل کرے
 اس کا ظاہر یہ ہے کہ کھال کو درہم کے عوض فروخت کر کے پھر درہم کے ساتھ کوئی چیز خریدنا جن کو ذکر کیا، جائز نہیں۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے :

وینفدہ ما ذکرہ عن البدائع^۳ اس کا فائدہ دے گا جو ہم بدائع کے حوالہ سے
 ذکر کریں گے۔ (ت)

(۴) یوں ہی اپنے لئے کسی ایسی چیز سے بھی جس کو خرچ ہو کر کام میں آتی ہے، جیسے کھانے پینے
 کی چیزیں، یہ ناجائز ہے، اور اُن کی قیمت تصدق کر لی ہوگی۔ در مختار میں عبارت مذکورہ ہے :
 لا یستہلك كخب و لحم و نحوه کدرہم ہلاک ہونے والی چیز کے عوض میں جیسے سرکہ گوشت
 ذن میع اللحم او المجلد به اعاب يستهلك وغیرہ مثلاً درہم، تو اگر گوشت یا کھال کو ایسی
 امد درہم تصدق بشمنہ^۴ ہلاک ہونے والی چیز سے یا درہم کے عوض فروخت
 کیا تو اس کی قیمت صدق کرے۔ (ت)

(۵) اسے باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر اسے کرائے پر نہیں دے سکتے، مثلاً کھال
 کی مشک بنائی یا اس سے کوئی برتن خریدا، اور اس مشک یا برتن کو کرایہ پر دیا، یہ ناجائز ہے، اس
 کرائے کو تصدق کرنا ہوگا۔ در مختار میں ہے :

۲۰۹/۵	داراجیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضیحة	لے رد المحتار
۱۶۲/۴	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاضیحة	لے حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۲۰۱/۵	داراجیاء التراث العربی بیروت	۔	لے رد المحتار
۲۳۴/۲	مطبع مجتہدائی دہلی	۔	لے در مختار

لا یؤجره فان فعل تصدق بالاجرة یت
 حاوی القای، قادی ظہیر، پھر درختے، پھر دو اختیار میں ہے،
 نو عمل الجند جرابا و اجرة لم یجوز، اگر کمال کو تھیل بنا یا اور اجرت پر دیا تو اجرت کو
 وعلیه التصدق بالاجرة۔ صدق کرے، اجرت لینا جائز نہیں۔ (ت)
 (۶) اپنے اوپر کسی آتے ہوئے کے بدلے میں، مثلاً فخر کی خواہ یا کسی کام کی اجرت میں نہیں دے سکتے
 فانہ ایضاً فی معنی البیوع للتمول (کیونکہ یہ بھی تمول کے معنی میں ہے۔ ت، درختار میں ہے،
 لا یعطى اجر الجزار منها لانه کبیع یتے قصاب کو اجرت میں نہ دے کیونکہ یہ بیع کی طرح
 ہے۔ (ت)

کفایہ، پھر دو اختیار میں ہے،

لان کلا منہما معاوضة لانه انما یعطى الجزار بمقابلۃ جزرة، والبیع مکروه فکذا معانی
 کیونکہ یہ دونوں معاوضہ ہیں کیونکہ قصاب کو اس
 کی مزدوری کے عوض دے گا، اور بیع مکروہ ہے
 تو اس کا ہم معنی بھی مکروہ ہے۔ (ت)

(۷) یوشی اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے لاند یصا معنی البیوع بالدرہم
 (کیونکہ یہ بھی درہم کے بدلے بیع کے معنی میں ہے۔ ت) اور اگر دیں گے فقیر اس کا مالک ہو جائیگا
 اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ فقیر پر شرعاً فقیرانہ قسمستانی پھر ابن عابدین علی الدہم میں ہے،
 اذا دنع اللحم الى فقیر بنیۃ الزکوۃ لا یحسب جب فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے گوشت تو فی ہر الروایۃ
 عنہا فی ظاہر الروایۃ میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (ت)

(۸) فقرا کو دینے کی نیت سے دامنوں کو بھی بیچ سکتے ہیں کہ یہ اپنے لئے تمول نہیں، تبیین الحقائق
 پھر غلگیر میں ہے،

۲۲۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الاضیۃ	سکھ درختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سکھ رو، مختار
۲۳۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	سکھ درختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سکھ رو، مختار
۲۰۹/۵	"	"	سکھ رو، مختار

لا یبغیه بالدرہم لیفق الدرہم علی نفسه و عیالہ ، ولو باعہما یا الدرہم لیتصدق بہا جائز لانہ قریۃ کا تصدق

درہم کے عوض اپنے یا اپنے عیال پر خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اگر درہم کے عوض فروخت کیا درہم کو صدقہ کرنے کے لئے، تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ دست

(۹) غنی کو مسجد کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا تمول نہیں، پھر اس غنی کو اختیار ہے چاہے دامنوں کو بیچ کر اپنے خرچ میں لائے چاہے کسی کی اجرت یا تنخواہ میں دے چاہے اپنی زکوٰۃ میں دے، اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ اب حکم اضمحیہ منقطع ہو گیا، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے،

فقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہولہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے صدقہ ولتا ہدیۃ یتہ کہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (ت)

فقہ پیر جامع الرموز پھر رد المحتار میں عبارت مذکورہ ہے،

لکن اذا دفع لغنی ثم دفع الیہ سبتہا یحب ہ ای دفع الیہ ہب لہ منیۃ الزکوٰۃ جائز واجزا۔

لیکن اگر غنی کو دیا اور غنی نے اپنی زکوٰۃ میں دیا تو زکوٰۃ شمار ہوگی، یعنی محبوب لہ اپنی زکوٰۃ کی میت سے دے تو جائز ہے۔ (ت)

(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں،

فقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انتجروا ردۃ ابو داؤد عن نبشۃ الہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ اجر کماؤ۔ اس کو ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

پھر مہتممان مسجد کو اختیار ہے کہ اسے بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہیں لائیں اگرچہ امام یا مؤذن یا فراش کی تنخواہ میں،

لانہ صار ملک للمسجد کمسألة العقیف الذکور فی نقطہ حکم الاضحیۃ۔

کیونکہ مسجد کی ملک ہو گئی جس طرح غنی والا مذکور مسئلہ تو قریانی کا حکم ختم ہو گیا۔ (ت)

سے تبیین الحقائق کتاب الاضیحة ۶ و فتاویٰ ہدیۃ کتاب الاضیحة ابواب اساس ۵/۳۰

سے صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی موالی ازواج النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۲

سے رد المحتار باب الاضیحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

سے سنن ابی داؤد کتاب الاضیحة باب حبس لحوم الاضاحی کتبخانہ عالم پریس لاہور ۴/۳۳

(۱) مدرسہ دینی میں نہ دیں کہ وہ قربت نہیں، اور مدرسہ سنی مدرسہ دینی اگر اس کے فکر ہیں جن کی تنخواہ اس پر واجب مرقی ہے اس میں نہیں دے سکتا کہ یہ اس پر آتا ہے، ورنہ مہتمم مدرسہ کو دیکھئے وہ تنخواہ میں دے، یا جس کار دینی مدرسہ دینی میں چاہے صرف کرے۔

(۲) مدرسہ دینی کی عمارت میں خرچ کر سکتا ہے کہ قربت ہے۔

(۳) لا الہ الا اللہ سُوَد حرام قطعی ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ سُوَد کھانا شتر بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے بدتر ہے۔ ہاں جو عمارت کا ذخیرہ مثل تعلیم علم دین کے لئے وقف کریں کہ اس کے گمراہ سے وہ کار بخیر جاری ہو، اس کی تعمیر میں صرف کر سکتا ہے۔

(۴) اسے کتابوں سے بدل کر طلبہ کو دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ طلبہ غنی ہوں کہ کتاب باقی رہ کر کام آتی ہے اور ایسی چیز کے عوض اپنے لئے بیچنا جائز ہے، طلبہ کے لئے بدرجہ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۰ مدرسہ حافظ محمد حسین صاحب مدرس تلمیذ مولوی رشید احمد صاحب گسگوہی ہفتم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی کو تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ یتنوا تو جبروا۔

الجواب

جو مدرسہ تعلیم علوم دینیہ کے لئے چندہ سے مقرر ہوا اس میں قربانی کی کمال خواہ بیچ کر اس کی قیمت بھینا کہ مصارف مدرسہ مثل تنخواہ مدرسین و خوراک طلباء وغیرہ میں صرف کی جائے، مذہب صحیح پر جائز ہے کہ ایسے مدارس کی اعانت قربت ہے، اور قربات میں صرف کرنے کے لئے گوشت پوست قربانی بیچنے کی مطلقاً اجازت ہے،

فی الهدیۃ لا یمنعہ بالدراہم لینفق
الدائم عن نصفه و عیالہ، واللحم
بمنزلۃ الجلد فی الصحیح، ولو ہما
بالدراہم لیتصدق بہا جابر کلامہ
قربۃ کالتصدق، کذا فی التبیین

بنیہ میں ہے کہ اپنے اور اپنے عیال پر درہم خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اور گوشت بمنزلہ کمال ہے صحیح قول میں، اور درہم فقیر کو صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ یوں تبیین

معنی لاعانہ علم الدین میں قربت ہونے کے منافی نہیں، جیسے ستائے ستائے و تودان مسجد کی اجرت؛
 وقد فصل القول فيها في وقت وف
 المسئلة رسالة كافية صيبتها
 الصافية الموجية لحكم حدود الاضحية
 والله تعالى اعلم.

32

32

۲۸۶ مسئلہ از طالب پور ضلع مرشد آباد کوٹلی راجہ صاحب مسئلہ محمد جان صاحب محمد
 ۶ رمضان مبارک

چمے فریاد علماء شریعت غرا ادریں مسئلہ
 کہ اگر چرم اصاحی بتویان مدارس دینیہ تبلیغ
 دارہ شود و ایشان بصوابید خود یا باشارہ
 استشارہ و ہند گان چرم اوراد و ضروریات مدرسہ
 صرف نمایند گئے از جواز و ادیانہ؟ بیست و
 توجروا۔
 روشن شریعت کے علماء کیا فرماتے ہیں اس
 مسئلہ میں اگر چرم قربانی مدارس کے متولیوں کو تبلیغ
 کر دی جائیں اور وہ اپنی صوابید پر یا دینے والوں
 کے مشورہ سے حد کسہ کی ضروریات میں صرف
 کریں تو جواز کی صورت ہے یا نہیں۔ بیان
 کرو اجراؤ (ب)

الجواب

در جواز بعد ادا قسہ دم و اقامت قربت صورت
 مذکورہ جائے سخن نیست، متویان اگر فقراء
 باشند این تمیک تصدق باشد و رد ہر یہ،
 و بیچک ازینہا در اجزائے اضحیہ ممنوع نیست،
 فی النقیۃ و شرحہا للبرجندی
 یہب من یشاء علی صیل التعلیك
 فقیرا و غنیاً، آنچه کہ ممنوع و مکروہ است
 بیع بر وجہ تمول ست لحدیث
 من باع اضحیتہ فلا
 قربانی کے خون بہا دینے اور قربت قائم کر دینے
 کے بعد مذکورہ صورت کے جواز میں کوئی شبہہ
 نہیں ہے، متولی حضرات اگر خود فقیر ہوں تو ان پر
 صدقہ ہو گا ورنہ ہر یہ ہو گا، ان میں سے کوئی بھی
 قربانی کے اجرا میں ممنوع نہیں ہے۔ نعیاد اور
 اس کی شرح برجندی میں ہے جس کو چاہے دے کہ
 مالک بنا کر فقیر کو خواہ غنی کو اور منع صرف تمول کے
 طور پر فروخت کرنا ہے اس حدیث کی بناء پر
 کہ جس نے قربانی کی کمال فرحت کی اس کی

الضحیۃ للہ۔ رواہ المحاکم فی المستدرک و
 البیہقی فی المسن عن بنی ہریرۃ رضى الله
 تعالى عنه عن النبی صلی الله تعالى
 علیه وسلم، و پیداہت کہ ہریرہ از بیج چینیہ
 نباشد، بالجملہ ایں مبنی خود در حکم اضحیہ رواست،
 و جلد بالا ترازو نیست، بالاتفاق، و فی الہدایۃ
 و الکافی و التبیین و غیرہا اللحم
 بمنزلة الجبد فی الصحیحۃ، باز
 آن گاہ کہ جلد بتلیک مضعی در ملک متولی آمد،
 حکم اضحیہ ختمی شد، متولیان را ہر گونہ
 تصرف در و روا باشد لحصول المطلق
 و انتهاء الحاجز، و ذلک قولہ
 صلی الله تعالى علیہ وسلم
 فی اللحم المتصدق بہ عن ہریرۃ
 مرضی الله تعالى عنہا ہولہما
 صدقۃ و لساہدیۃ، رواہ البخاری
 عن امر المؤمنین مرضی الله تعالى
 عنہما، ازینجا سست کہ اگر کسے لحم اضحیہ
 خود شس بہ نیست زکوۃ بر فقیر تصدق کند
 زکوۃ ادا نشود، و اگر بغنی چرہ داد و ادا از
 زکوۃ خویش بہ دست فقیر نہاد زکوۃ شس ادا نشود،
 زیرا کہ حکم اضحیہ بآن چرہ پیایاں رسید، حال ایں چینیہ

قربانی نہیں، اسس کو حکم نے مستدرک میں اور بیہقی
 نے اپنی نسخی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے روایت کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ہریرہ فروخت
 کی قسم نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ قربانی کے گوشت میں
 بھی یہ معنی موجود ہے جبکہ کمال اسس سے ام نہیں
 ہے بالاتفاق، اور ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہ میں
 ہے کہ گوشت کمال کے حکم میں ہے صحیح قول میں،
 پھر جب کمال قربانی دینے والے کی طرف سے
 متولی کی ملک کر دی گئی تو قربانی کا حکم تام ہو گیا، متولی
 حضرات کتب ہر طرح اسس میں تصرف کا اختیار ہے
 حماقت ہونے اور اجازت پانے جانے کی وجہ سے
 اور یہ اسس طرح کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا
 ارشاد اس گوشت کے متعلق جو حضرت ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما کو صدقہ ملکہ دے اس پر صدقہ ہے اور
 ہمارے لئے چرہ ہے اس شے کو بخاری نے حضرت
 ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
 کیا ہے اسی سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا
 گوشت فقیر کو زکوۃ میں دے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی اور
 اگر غنی کو چرہ کے طور پر دیا اور اسس نے وہ زکوۃ میں
 دے دیا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ غنی کو چرہ دینے
 سے قربانی کا حکم تام ہو گیا اور اب غنی کے لئے یہ ملکہ

۳۹۰/۲	دارالکرمیوت	کتاب التفسیر	ملہ المستدرک
۳۳۸/۴	مطبع یوسفی مکہ	کتاب الاضحیۃ	ملہ الہدایۃ
۲۰۲/۱	تجدیدی کتب خانہ کراچی	کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی موالی از دواج النبی	ملہ صحیح البخاری

سست از آن آں غنی در رنگ سار مخلوقات او کہ با آنها
 ہر چہ خواہد کند فی رد المحتار اذا دفع اللحم الخ
 فقیر بفسیحة الزکوة لا یحسب عنہا فی ظاہر
 الروایة، لکن اذا دفعہ ینہم دفعہ الیہ سیمہا
 یحسب۔ پس اگر ایشان در بی صورت قرب استہلاک
 کردند، بیع مانع نبودے کہ آنکہ تول کرد مضی
 نبود، و آنکہ مضی بود تول نہ کرد، کما اذا قصد
 به علی فقیر فباعہ مد مرہم لتعقته، ایں جا
 کہ صرف ہم یا مور قربت سست، و قربت خود یکے از
 مصارف اخیر است لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ
 وسلم و انت حروا، رواہ ابوداؤد عن نبیہ
 بہذی رضی اللہ تعالی عنہ، و من فقیر
 و رفقاؤی خود بقدر کفایت در رسد
 "الضایفة الموجبة لحکم حدود الاصلیة"
 بیا لایزید علیہ تحقیق نمودام کہ اگر مضی بخودی خود
 بے تکل تملیک بدیگر سے جلد اضافی یا بچو امور قربت
 صرف نماید مخدور سے نیاید، لاجرم ایں صورت
 اولی بکراست کما لا یحیی علی اولی النہی،
 و اللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

قرار پائی۔ رد المحتار میں ہے جب قربانی کا گوشت
 فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایۃ میں زکوٰۃ
 میں شمار نہ ہوگا، لیکن جب غنی کو دیا اور غنی نے فقیر
 کو اپنی زکوٰۃ میں دیا تو غنی کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر
 قربانی واسلے کمال کو قربت کے علاوہ بھی صرف کریں
 تو کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ قربانی والا تول نہیں سنا
 اور تول واسلے نے قربانی نہ بنائی مثلاً جب فقیر پر صدقہ
 کیا اور فقیر نے درہم کے عوض فروخت کر دی قریباں
 کمالی قربت میں صرف ہوئی جبکہ قربت لہذا احکام قربانی
 سے ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس
 ارشاد کی بناء پر کہ ثواب کماؤ، اس کو ابو داؤد نے
 حضرت نبی اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت
 کیا ہے اور کفر سے اپنے فقاوی میں بقدر
 کفایت اور سالہ الضایفة الموجبة لحکم حدود الاصلیة
 میں انتہائی بیان کر دیا ہے کہ اگر قربانی والا خود بلا واسطہ
 تملیک دوسرے کو خود صرف کرے تو کوئی حرج
 نہیں ہے تو یہ صورت بطریق اولیٰ جائز ہوگی،
 جیسا کہ صاحب فہم پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ
 سخرہ و تعالی اعلم (د)

مسئلہ ۲۸۳۲ از سہرام ضلع مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۲، جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ
 قیمت کمال قربانی جو پہلے سے بیوہ و بیس، یتیم و بے بس، مسکین سکنا سے جار و اقریبے دیار
 پر تقسیم ہوئی، و مساجد کے فرش، جاماز، روشنی، ڈول، رسی و جھاڑو وغیرہ کے مصارف میں صرف،

ہوا کرتی تھی جس کو اہلیانِ مدرسہ ناجائز مشہر کرا کے اب مسلم کھان یا نکل قیمت باعوانے اہلیانِ مدرسہ باعوانے بیان و اعلیٰ داخل مدرسہ ہو جاتی ہے، اور مسکینانِ محروم رہتے ہیں، ستم ہے یا نہیں؟ اور اہلیانِ و مہتممانِ مدرسہ کو اس رقم کا لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حرم قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اسے بغیر بیع اپنے کسی صرف میں لائے تو لا سکتا ہے، شذکتوں کی جلدیں سائے یا مشک، ڈول بنوائے، اور ایسے ہی کاموں کے لئے کسی غنی کو بہرہ بھی دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اسے معارفِ خیر میں صرف کرے، شذکتی دیکر گاہ و مساکین کو دیں یا مساجد کے معارفِ مستقیم میں صرف کرنا یا سستی مدارس وغیرہ میں امدادِ علم دین کے لئے دینا، یہ سب صورتیں جائز ہیں بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلاوا وادخروا وادعوا وادعوا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی بنا پر کہ کھاؤ، ذخیرہ بناؤ اور ثواب کماؤ۔) ان میں سے جن میں زیادہ مناسب اور احسن جہتِ تبت کے ملامت جانے صرف کرے، کسی صورت کو ظلم نہیں کہہ سکتے، ہاں قیوں اور موادوں در مسکینوں کو دینا ناجائز بتائے وہ ظلم کرتا ہے کہ یہ اس کا شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے، یونہی اگر کچھ دے اپنے یہاں کی کھالیں حاجتمند قیوں، یتیموں، مسکینوں کو دینا پامال نہیں کہ اس کی صورت احسن، وائی یہی ہو، اسے کوئی دعوہ یا مدرسہ والا روک کر مدرسہ کسے لئے لے تو یہ اس کا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسلمہ ۱۲۲۱ھ ۱۸۰۲ھ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک غریب شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی، وہ اس قابل نہیں ہے کہ حقیقہ کرے ساتھ قربانی کے، مگر بسبب سنت ادا ہونے کے اس کو کسی شخص نے کچھ عطیہ کیا تھا اس کو فروخت کر کے اس نے قربانی کی، اور اس کے پاس کسی طرح کا مقدر نہیں ہے، اور اس قربانی کی کمال کے دام اپنے خرچ میں ناجائز ہے یا ناجائز؟ جینا تو جردا۔

الجواب

حقیقہ کے احکام مثل اضمیہ میں، اس سے بھی مثل اضمیہ تقرب الی اللہ عزوجل مقصود ہوتا ہے، اور جو چیز تقرب کے لئے رکھی گئی وہ قول یعنی اپنا مال بنانے سے محفوظ رکھنا چاہئے، کھان بھی جائز کا جزو ہے، تو داموں کو بیچ کر اپنے صرف میں لایا جیسا کہ اضمیہ میں ناجائز ہے، یہاں بھی ضرور نامناسب ہونا چاہئے

کو رجوع عن التقرب نہ ہو، ہاں اُس سے کتاب کی جلد یا مشک، ڈول بنا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا اسے کسی محتاج کو دے دے، پھر اس سے خفیف قیمت کو اس کی مرضی سے خرید کر دوسرے کے ہاتھ پوری قیمت کو بیچے۔ ہذا ما ظہری (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ از تکرار محلہ بندہ پٹی، ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب محلہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلد قرآنی یا عقیقہ براہ راست مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہے، یا تمہیک مسکین کی ضرورت واقع ہوگی، بیتوا بالذلیل و قو حیدوا بالاجور الجذیل (ذیل کے ساتھ بیان کرو اور کثیر اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما فرما: وان تجبذوا۔ احمد وثواب حاصل کرو۔ (ت)

اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے والے دوسوں کو روخت کی قوم بھی براہ راست صرف کئے جاسکتے ہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے، لانه قربة كالتصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ان صورتوں میں تمہیک مسکین ضروری جاننا شرع مطہر میں زیادت کرنا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، تو اپنی طرف سے ایجاد ایجاب ہوا، ما انزل الله بها من سلطان (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نہ فرمائی۔ ت) ہاں اپنے خرچ میں لانے والوں کو بیچے تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک خبیث ہے بڑے راست مدرسہ مسجد میں نہ دے، فان الله طيب لا يقبل الا الطيب (میشک اللہ تعالیٰ طیب ہے اور صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اس سوال کا جواب پہلے فتویٰ میں نظر نہ آنا عجیب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الصلوات باب حبس الحرم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

۲۔ تبیین الحقائق کتاب الاضاحی المطبعة الکبری الامیریہ بلاق مصر ۹/۶

۳۔ القرآن الحکیم ۲۳/۵۲

۴۔ مسند امام احمد بن حنبل عیابی ہر روز رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۲۸/۶

مسئلہ ۲۸۶ از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب

قربانی کے چڑا کاروپہ مسکینوں کو نہ دے بلکہ اس روپیہ سے فوائد عوام کے واسطے کتب خانہ میں قرآن شریف و کتب عربیہ و فارسیہ و انگریزی و ہنگلہ وغیرہ خرید کر کے رکھا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ دینی کتابیں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ از بارہنگی مسئلہ ریاض حسین ناظم انجمن نور الاسلام ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھان کی قیمت ایک ایسی انجمن میں جس کے اغراض و مقاصد دستور العمل مسئلہ سے واضح رائے عالی ہونگے، صرف ہو سکتی ہے؟

الجواب

مقاصد کے عام الفاظ ہمیشہ دل خوش کن ہوتے ہیں، اعتبار واقع کا ہے، اگر یہ انجمن حقیقتہً اہلسنت کی ہے، جن کے مقاصد و بائیت و دیوبندیت وغیرہ باضالالت سے پاک ہیں اور بچوں کو اسی مذہب حق کے مطابق تعلیم ہوتی ہے، تو بیشک جرم قربانی اس میں صرف کرنے کو دیا جاسکتا ہے، اور اس کے معارف کے لیے بیچ کر قیمت بھی اس میں دی جاسکتی ہے۔ تبیں امتیازی امام زلیحی میں ہے، لکنہ قربانہ کا تصدیق (کہونکہ یہ صدقہ کی طرت قربت ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۸ از چٹہ سبھی، اشرف منزل مرسلہ سید محمد فرید الدین صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر ٹنہ میں ایک انجمن جس کا نام صفا المساجد ہے قائم ہوئی ہے، اس کا مقصد محض مرمت مساجد و تعمیر منہدم مسجدوں کی ہے، اس انجمن میں تمامی اہل ارادہ و غربا رعلی قدر مراتب واسے در سے امداد کرتے ہیں، اب یہ انجمن چاہتی ہے کہ جرم قربانی عید الاضحیٰ بھی اس کی مد میں شامل کیا جائے اگر جرم قربانی عید الاضحیٰ یا قیمت جرم اس انجمن میں دیا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بیٹنوا تو جہودا۔

الجواب

جائز ہے، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انت جہودا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نرمی و عالمگیری میں ہے، لاہ قرۃ العین صدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) دائرہ
تعالیٰ علم
مسئلہ ۲۸۹ از قصبہ کٹرہ، تحصیل کٹرہ، ضلع شامبہ پور، محلہ مرغی، مسلسل عید الفقار خان
۱۵، ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اگلے سال گائے قربانی کی تھی، اس کی کھان
فروخت کر کے اور وہ روپیہ میں نے نہ اکی راہ میں اس لاج پر خیرات کیا کہ کھانا پکایا اور بھوکوں کو تقسیم کیا،
اور مجھ کو محرم میں تھپی ملی، اور ادھر ادھر نہیں ملی، تو مجھ سے دو چار لوگوں نے کہا یہ بیکار خرچ کیا، اس کا عذاب
تاقیامت تجھ کو ہوگا، اس واسطے کہ تم نے محرم میں اماموں کو خیرات دی، تم کو چاہئے کہ مسجد میں یا اسلامیہ مدرسہ
میں خرش دے دے، یا یہاں ایک فقیر صاحب ایک پرکار عرس کرتے ہیں اُن کو دیا ہوتا، تو تم کو تاقیامت
ثواب ہوتا، اور تم عذاب میں داخل ہو گئے یا حضرات کو خیرا دے دے تو ثواب ہوتا۔

جناب! یہاں اسلامیہ مدرسہ میں سرکاری انتظام ہے، اور مسجد میں بھی بہت خرش تھے، اس
وجہ سے بھوکوں کو کھلا دیا میں نے اچھا کچھ کر، اور آپ کا حال نہیں معلوم تھا کہ جناب کو کٹرہ والے روپیہ
روانہ کر دیا کرتے ہیں، خیر مجھ سے خطا ہوئی، اب جو حضرت اشداد فرمائیں وہ فدویہ کر سے، یا تو اگلے سال
کا خرچہ دے یا اس سال کا، دیتے ہی چپ کر دے، مجھ کو کٹرہ میں نہیں ہوگی، بیٹھنا تو جبرودا
الجواب (فدویہ مدرسہ نسواں اسلامیہ کٹرہ)

آپ نے بہت اچھا کیا کہ مساکین کو کھانا کھلوا دیا، یہ بہت بڑے ثواب کی بات ہے نہ کہ عذاب
کی، اُن لوگوں کا کتنا محض غلط ہے، خیرات مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ہوتی ہے اور اس کا ثواب اماموں کی
اور بچ پاک کو پہنچا سکتے ہیں، اور وہ ان پر تصدق نہیں بلکہ اُن کی نذر ہے، یہ فقیر بفضل تعالیٰ غنی ہے
اموال خیرات نہیں لے سکتا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ احباب اچھے مصارف میں صرف کرنے کیلئے
زکوٰۃ و صدقات کے اموال بھی بھیجتے ہیں کہ اپنی رائے سے مصارف خیر میں صرف کروں، اور وہ بفضل تعالیٰ
صرف کر دے جاتے ہیں، زکوٰۃ اُس کی جگہ اور دیگر صدقات اُن کی جگہ، یوں یہ فقیر بھی اُن احباب کا شریک
ثواب ہو جاتا ہے کہ صدقہ اگر سو یا تھو پر لے گا سب کو ثواب ملے گا، ایک روٹی کا ٹکڑا کہ زید کے مال سے
پکا، اور زید کی بی بی نے خادمہ کے ہاتھ دروازہ کے سائل کو بھیجا، تو زید جس کا مال ہے، اور بی بی
جس نے بھیجا، اور خادمہ جس نے جا کر فقیر کو دیا تینوں یکساں شریک ثواب ہیں، اور مولیٰ تعالیٰ کا فضل
سہ تمیں الخیرات

بہت بڑا ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ فرماتے ہیں مٹائے دیں وصفتان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سلطان روم کے ساتھ اور حیر قوم
 ملک جو لڑ رہا ہے، یہ انظر من الشمس ہے اور اس لڑائی کے فرج کے بابت اس دیار کے بڑے بڑے آدمی مل کر
 مجلس کر رہا ہے کہ اس سال قربانی کا چمڑا کی قیمت جتنا ہوگا وہ سب وہاں بھیجا ہوگا، اور وہاں بھیجنے سے ہم لوگوں
 کا ثواب بہت ہوگا اور جہاد کا رتبہ ملے گا، اور ہم لوگ وہاں جا کر سلطان کی لشکر کے ساتھ ہوا ہونے کا کچھ تو
 سرانجام نہیں رکھتا ہوں یہ ہی ہم لوگوں کے واسطے پس ہے، بعد اس کے کہ اس دیار کا فقر اور غریب
 لوگ یہ کہہ رہا ہے کہ اس برس سلطان کی جہت سے ہر لوگ سب کے سب شاید مارا جاوے گا، یہ سب
 آدمی و زاری انہوں کا سن کے کون عیسارہ تھوڑا ہی کچھ ٹل رہا تھا، وہ اپنی زبان سے یہ کلام باہر کیا کہ یہ جو بڑے
 آدمی اور بعض دو عالم، سلطان کی غیر خواہی کے واسطے جو کمپنی کیا ہے شاید یہ غیر خواہی نہ ہوگا بلکہ یہ بد خواہی ہوگا
 کیونکہ ہر سال جو یہاں کا فقر و غریب مساکین لوگ یہ سب ہزارہ کی قیمت اپنے دو وزن و فروزہ لے کر خوشی سے
 اوقات بسر کرتے، اس سال وہ لوگ غم میں دو اوقات بسر کرتے ہیں، اور یہ سب روپیہ اچھا نہیں ہے کیونکہ
 یہ فقیروں کا حق ہے، اور مجھ کو خوف ہے کہ میرے سلطان المعظم کو کچھ نقصان آجائے، اب بڑے
 دو آدمیوں کو اور بڑے دو عالموں کو جھوٹے یہ رواج کیا ہے یہ بڑا زور ہے کہ لاؤں بگاؤں مجلس کر کے ہر ایک
 مسلمان سے دو طاقت کے مطابق کچھ چندہ وغیرہ مقرر کر کے سب کو مل کر وہاں بھیجنے سے اولیٰ ہوگا، اور وہ مسکین
 لوگ اپنا حصہ پا کر اگر خوشی سے دیو سے تو بہن بہتر ہوگا، جیسے کہ اور جگہ کے فیر لوگ دے رہا ہے، اور یہ بھی
 بہتر ہوگا کہ اس میں ہم لوگوں کو اپنے دو حصہ کے مطابق فقیروں کو اور غریبوں کو کچھ نلہ دیویں، اور بواسطہ
 اس کے میرے سلطان بظلمہ اللہ کے لئے خدا عزوجل سے مدد چاہوں، یہ بات اُن بیچارے کا
 کوئی بڑے آدمی سننے ہے، وہ بیچارے کو لعن طعن کر رہا ہے، احقر حضور سے یہ امید کرتا ہے کہ کون
 حق پر ہے، اور اگر وہ آدمی ناحق پر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قربانی کا چمڑا کچھ خاص حق فقر و غریب نہیں، ہر کار ثواب میں صرف ہو سکتا ہے، حدیث میں فرمایا،
 خلوا دأخروا دأنت حردا (کھاؤ، ذخیرہ کرو اور ثواب کا دہ ستا) اور واقعی جہاں تک معلوم ہے

عہ سوال میں بگڑ جگہ دو کالفاظ سائل کا تکیہ کلام ہے ۱۲ عبد المنان

لے سنسن ابی داؤد کتاب الصلایا باب حبس لجوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

مجبوری کو اس وقت ادا کی بہت ضرورت ہے اور اس میں دین کی بڑی منفعت ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور اسی جگہ حکم ہے کہ وہی کام اختیار کریں جس کی حاجت شدید ہو، اور شک نہیں کہ ہاں کی حاجت شدید ہے فقر کی خبر گیری جہاں تک شرعاً ضروری ہے اہل مال پر لازم ہے وہ اگر نہ کریں ان کی بے سعادتی ہے، مگر یہ کھالیں جن میں شرع نے فقر کا کوئی حق معین نہ فرمایا، یہ اگر نہ دی جائیں دوسرے کار اہم میں صرف کی جائیں تو اس پر ان کی ناراضی کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس پر ان کا رزق موقوف ہے، نہ عام طور پر یہ کھالیں ان کو دی جاتی تھیں بلکہ مدارس کو دی جاتی تھیں اور شریعت میں ضرر عام کا لحاظ ضرر خاص سے زیادہ اہم ہے، یہاں تک کہ ضرر عام کے دفع کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جاتا ہے کما فی الاستبہاء والنظائر وعینہ (جیسا کہ الاستبہاء والنظائر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۱ مسئلہ عنایت بیگ میجر کارخانہ گلاب کمپنی، سکندرہ راؤ، ضلع علی گڑھ

بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین نامہ ان شرعاً متین کہ ہمارے قصہ سکندرہ راؤ میں مدرسہ اسلامیہ ہے اس میں قرآن شریف، اردو، انگریزی پڑھائی جاتی ہے، اس کی ادا کے لئے حرم قربانی دینا موجب ثواب ہے یا نہیں، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں انگریزی کی تعلیم ہے اس لئے اس کی ادا ٹھیک نہیں ہے۔

الجواب

صرف قربانی میں تین باتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں کلو اداء خیر و اوائت جرداً کھاؤ اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ انگریزی پڑھنا بیشک کوئی بات ثواب کی نہیں، اگر یہ احتیاط ہو سکے کہ اس کے دام صرف قرآن مجید و علم دین کی تعلیم میں صرف کئے جائیں تو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۲ از ث جہانپور تاجر خیل افضل المدارس مسئلہ مولوی محمد الدین صاحب

۴ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

ساجد العلماء افضل العباد حضرت ایہ استغفار نہایت ضروری ہے، مخالفین کا مقابلہ ہے بہت جلد جواب سے مطلع فرمایا گا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ بعض جگہ دستور ہے چند گائے جمع کر لی گئیں، اور ان میں حصے مقرر کر دیئے، اور ہر ایک حصے سے کہہ دیا کہ یہ گائے تمہاری طرف سے لایا جاتا ہے اس شرط پر کہ یہ چاروں دروسہ ہیں (بنا ہوگا، فلاں) ہم میں صرف کرتا رہے۔ ان کے لئے شرائط و التشریحات جائز ہیں یا ناجائز؟ یا بدینہ تو وجود

الجواب

جبکہ کوئی شخص ان میں کسی معین گائے کا ایک حصہ یا چار حصے خریدے اور ان دوگوں کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے اور یہ شرائط متحدہ سے کہ سس کی کھال دروسہ وغیرہ یا فلاں نیک کام میں صرف کرنا ہوگا تو یہ جائز ہے، اس میں عرج نہیں

وہو ان کان میعاً بشرط علیس بشرط یہ
نفع احد المتقارین او المعقود علیہ
الصالح للاستحقاق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ اگرچہ بیع باشرط ہے لیکن اس شرط میں عاقدین
اور معقود علیہ میں سے کسی مانع نہیں ہے معقود علیہ
نفع کے استحقاق کا اہل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ (د ت)

الصابية الموجية لحكم جلود الاضحية

(چرمائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ خزانہ صابری کتاب)

مسئلہ ۲۹۳

حلاصة الصافية الموجية لحكم جلود الاضحية
مسائل العلماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں
کہ قربانی کی کمال توراہ ثواب میں خرچ کرنے کیلئے
یہاں جیسے مدارس اسلامیہ کی اعانت، مسجد کیلئے
چٹائی، روشنی وغیرہ کا یہ ثواب جس میں کسی خاص
فقیہ کو مالک نہیں بناتے، جائز ہے یا ناجائز؟ اور
ایسا پیران معارف میں صرف ہو سکتا ہے یا وہ
صرف واجب ہے اور اس کا فقیہ کو مالک بنانا غریب
ہے۔ بیٹو اتقوا۔

جواب اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف۔ یہ اور ہم
اسی سے مدد مانگتے ہیں، درود و سلام سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر،

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ و نصلی علی
رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلک فیم یباع
جلود اضحیتہ لیصرف ثمنہ فی ذلک القرب
کاعانة المدارس الاسلامیة و شراء حصر
المساجد و زیت قنادیلہ و غیر ذلک من
التقبات النقی لا تملیک فیہا، فہل ہو
جائز، والصرف الی تلك الذوات ما تم ام لا،
بل یكون صدقة واجبة لا تصرف الا فی مصارفہا
انید و تاس حکم اللہ تعالیٰ۔

اچھو اسب، الحمد للہ وبہ نستعین، وانقلو
والسلام علی سید المرسلین محمد و
آلہ وصحبہ اجمعین، ما تقرب

انی اللہ تعالیٰ بالقرابین ، نعم اذا باعہ
بالدرہم لایمال یتمول ، اور یہ
یتحصل ، بل لیصرفہ الی وجہ القرب
ومرضات السرب ، جائزہ ذلک
وامن لم یوجد تملیک ہنا الذ
فان المطلوب فی الاضاحی مطلق التقرب
دون خصوص تملیک من الفقیر ولسا
جازت الاباحۃ ولولعی .

والمعنی المانع فی البیم انما هو
التصرف علی قصد التمول کما نص علیہ
الائمۃ لاعلامہ قال فی الہدایۃ لا یشرک
بہ ما لا یتفق بہ الا باستحلاکہ کالخل
والاباحۃ باعتبار ابا البیم بالدرہم
والمعنی فیہ انہ تصرف علی
قصد التمول اتم وفی مجمل الانہر
شرح علی التقریب لا یمنعہ
بالدرہم لینفق الدرہم
علی نفسه وخیالہ والمعنی
انہ لا یتصرف علی قصد التمول اتم
ومثله فی البناۃ شح
الہدایۃ للعلامة السدر وغیرہ
من اسفار العلماء الغرہ

جب تک لوگ خدا کے لئے قربانی کرتے رہیں ۔
قربانی کی کمال کو تول کی غرض سے نہ بیچا ہو ،
بلکہ کارِ ثواب میں صرف کرنے کی غرض سے بیچا ہو ،
تو یہ بھی جائز ہے اور اسی معارف میں اس کا ضرب
کرنا بھی جائز ہے ، اگرچہ وہاں فقیر کو مالک بنایا گیا
ہو ، کیونکہ قربانی کا مقصد مطلق کارِ ثواب ہی ہے ،
فقیر کو مالک بنانا نہیں ، اسی لئے قربانی کا گوشت
وغیرہ مالدار کو دینا بھی جائز ہے ۔

اسل میں قربانی کی کمال کو بیچ اس وقت منع
ہے جب اس کو اپنی ذات کے تول کے لئے بیچا ہو
اسی کی علماء اعلام کے کلام میں تصریح ہے صاحب
فرماتے ہیں ،

”سندہ بریس قربانی کی کمال سے ایسی
چیز خریدے جس کو فنا کے بغیر اس سے فائدہ
نہ اٹھایا جاسکے جیسے سرکہ یا فلد سے بدن (کران کو
ختم کر کے ہی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) ، درہم
کے ساتھ بیع کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے
کہ اس نے کارِ ثواب کی چیز کو اپنی ذات کے بیع
اور مالدار کے لئے برتا۔“

مجمع الانہر شرح طینی اب بکر میں ہے ، تدبیر
کے بدلے بیچنا اس وقت منع ہے کہ وہ تدبیر
اپنے اور بال بچوں پر صرف کرے کہ یہی ”تصرف علی

لے الہدایۃ کتاب الاضاحیۃ
مجمع الانہر شرح طینی اب بکر

مطبع روضی بکھنہ ۴/۲۲۵
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲۱

وملاهرات البیوع للقرب لم یس من التمول
فی ثقت فلا وجه لمنعه ببل هو
قربة لكونه فعل لا جمل قربة ،
فیكون اقامة للمطلوب الشرعی لا دخلا
فی الوجه المنهی ، الا ترى الى ما قال
لامام العلامة فذوالسیدین
الزلیلی فی تبیین الحقائق شرح
کنز الدقائق لبواعیها بالدراهم
لیتصدق بها جاز لا منه قربة
کالتصدق ام فانما علی الجواز
بكونه قربة ، وما نحن فیہ الاض
کذلک ، فیکون مثله فی حکم المهرات ،
ویالیت شعری من ایمن یحکم
بوجوب التصدق مع انه لم یکن
معینا فی القربان ، اساد کلا حدث
اخر ما یوجبہ عینا بخلاف ما اذا
باع بالدراهم لیتفقها علی نفسه
وعیالہ حیث یجب التصدق
لحدوث التمول المنهی عنه اقوال
والسرفی فذلک ما یتغاد
من کلمات العلماء الکرام ان
اصل القربة فی الاضحیة انما
تقوم باساقاة الدم لوجه الله

وجه التمول ہے۔

یہ بات بتایہ وغیرہ کتب کبار میں ہے ، تو ثابت
ہوا کہ کمال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفع
کے لئے دراپہر یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے
بدلے میں ہو ، اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ کار ثواب
کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ علاقہ نہیں ، تو ایسی بیع
منوع ہونے کی کیا وجہ ہے ، بلکہ یہ تو اسی مقصد کے
حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوتی ، تو
اس کو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

علامہ غزالی نے اپنی شرح کنز میں فرماتے
ہیں ، اگر کھان کو صدقہ کرنے کی نیت سے بیچ تو
جائز ہے ، کیونکہ کار ثواب ہے ، جیسے گوشت
ہی صدقہ فر دیتا۔

آپام زلیلی نے اپنے کلام میں بیع دراپہم کے
جواز کی وجہ مطلقاً کار ثواب بتایا ، بیع مسئلہ بھی کار ثواب
کے لئے ہی ہے ، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا
وجہ ہے ، یہ بلاشبہ جائز ہے۔

ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل
بے اصل بات ہے ، جب خود قربانی کے گوشت
اور کھان کا صدقہ کرنا واجب نہیں ، تو اس کے دام کا
صدقہ کس طرح واجب ہوگا ، بلکہ صدقہ کر دے
کرنے والی کوئی نئی بات پیدا بھی نہ ہوئی۔

ہاں وہ بیع بالدراپہم جو اپنی ذات کے

تعالیٰ فعالہ یرق لایجوز الاشتناع بشئ
 مہ حتی انصوف واللہیت وغیر ذلک
 لاسہ فوی اقامۃ القسربۃ
 بحمیمہ اجزا ثہا فاذا اقیمت وحصل
 المقصود ساع لا انتفاع علی جمیعہ
 الوجوہ، میدانہ لماکات شیئا
 تقرب بہ الحب المولف سبخنہ
 وتعالیٰ، والمقرب والتمول صدان متین
 لایلتئسان، فقد حصر بذلک عن
 جہۃ التمول بحیث لا عود الیہ
 ابدافاد قصد بشئ مہ التمول
 فقد خالف واورث ذلک خبثہ فی
 البدل، وایما مال حصل بوجہ
 خبیث فسیلہ التصدق، اما
 القربات فلا تناف المتحاب
 بل تناف ولا تورث خبثا بل
 تزہقہ فمت ایہ۔ تہ۔ رم
 وتحب۔ تصدقہ، قال
 الامام العیو فی البینایۃ
 المعرفۃ اشتراء ما لاینتزم
 بہ الا بعد استہلاکہ انہ
 تصرف علی قصد التمول
 وهو قد خرج عن جہۃ
 التمول فاذا تمولتہ بالبیع
 وجب التصدق لانہ ہذا

انتفاع کے لئے ہو، وہ ضرور بیع منہی عنہ ہے کہ
 اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے، اور یہ شرعاً
 منع ہے، اس کا بھید یہ ہے کہ قربانی پر حاصل
 کار ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے، اسی لئے
 جب تک جانور سے یہ اصل غرض حاصل نہیں
 ہوتی اس سے ہر قسم کا اسعار مطلقاً منع ہے، اور
 یہ ہے کہ اونی اور دودھ سے بھی انتفاع جائز نہیں،
 نہ قربانی کرنے والے کو نہ غیر کو، اور جب اصل غرض
 حاصل ہوگئی تو اس کے تمام اجزاء اس سے ہر قسم کا انتفاع
 جائز ہوگیا، لیکن قربانی شدہ جانور کو کلا یا بئسا
 کسب نہ کر کے لئے بیچنا، اس کو قرابت اور
 کار ثواب نہ بھوک دینا کی طرف موڑ دینا ہے،
 اور کار ثواب اور حصول زر میں منافات ہے،
 اس لئے اس طرح بیع ناجائز اور منہی ہوگی، اور
 جو وہ بیع اس طرح حاصل ہوگا وہ مال غبیث
 ہوگا اور مال غبیث کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے
 اور صدقہ کی غرض سے بیچنے اور قربانی میں کوئی
 منافات نہیں کہ یہ بھی کار ثواب اور وہ بھی کار ثواب
 تو یہ ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے، تو اس سے
 حاصل شدہ رقم خبیث نہ ہوگی، لہذا یہ بیع بھی
 حرام نہ ہوگی۔ اسی بات کو علامہ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
 نے بنایہ میں ارشاد فرمایا، "جس چیز سے انتفاع
 اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہوا ایسی چیز۔ بیع
 حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے
 جانور میں تمول کی غرض سے تصرف ہوا لاکہ وہ جانور

الشن حصل بفعل مكره فيكون خيئاً
فيجب التصديق له وبه تبين
وامتكانت بينا نفسه ان ليس
كل تبدل مستهلك تمولا والا لما جاز
البيع بالدرهم بنية التصديق
ايضا التصديق التمول عليه حينئذ
فيكون تصرف مسموعا بحيت وهو
خلاف المنصوص عليه ويكون
التصدق اذ ذاك لان ازالة الخبث
والخروج عن المآثم لا لاكتساب
الثواب والتقرب الى رب الاسباب
ولا يجوز له فيه رجاء القبول ،
ذن الله طيب لا يقبل الا طيباً ،
ولم يرجع الياء باثم على اثم فالت
ارتقاء القول في مال خيئ
اثم بعياله كما صرحوا به
وهذا كله باطل بالبداهة

عن ذن نفس لفظ التمول يدل بعبارته
على المال وبهياتة على تحصيله
لنفسه كما لا يخفى ۱۲ متہ قدس سرہ

قول کی جت سے کل کر بھیشہ کے لئے قرب کی جت
میں داخل ہو گیا ہے، تو جب سے بیع کر کے کسب
کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ
قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، تو وہ خبیث
ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہو گیا۔

سوال و جواب یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تر
سب کے نزدیک مستم ہے کہ کمال کی بیع بطور
قول ناجائز ہے، اور حاصل ہونے والی قیمت
خبیث ہے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز
کے بدلے بیچنا جو برتنے سے ختم ہو جائے یہ
بھی بیع بطور قول ہے، ترکار ثواب کے لئے
بھی اس حاجت بحسب بطور قول ہوا، جس کو ناجائز
ہونا چاہئے، اور قیمت کا صدقہ واجب ہونا چاہئے۔
جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام عینی
کا کلام کر رہا ہے کہ اگر انھوں نے تصدیق کے لئے
مستملک سے بھی بیع کو جائز قرار دیا، جب لانکہ
اس پر بقول آپ کے بیع برائے قول صادق آنا

کیونکہ قول اپنے لفظ کے اعتبار سے
مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی
ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۲ متہ
قدس سرہ

فثبت ان ليس كل تبدل بمثل تلك تمولا و
ان السميع للتصدق خارج عنه فكذا السائر
القرب اذ لا فارق يقضى يكون هدا تمولا
وذلك خيرا ومن ادعاه فليات بهرمان على
دعواته ولم يقدر عليه ان شاء الله -

پھر جس امام عینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہو گیا کہ مستهلك سے بیع مطلقاً قول کے لئے نہیں ہوتی
فان قال قائل انما جازم بسمیہ
للتصدق لان الوسائل حكم المقاصد
والسمیع للتصدق مثل التصدق و
التصدق حاشی فكذا السميع له -

قامت كذلك السميع للتقرب
مثل التقرب والتقرب - فكذا سم
له بل يلزم عليه جواز السميع
للاكل ايضا لجوانه الاكل ينص القران
العظيم فالحق في التعليل ما قدما
عن الامام الزيدى من انه قربة،
وحينئذ لابد من كلية الكبرى
مقابلة بامت كل قربة تجوز ههنا
ينتج ان السميع للتصدق يجوز
ههنا وبه يتضح جواز سائر
القرب وضوح الشمس في
رابعة النهار هذا وللعبد
الضعيف لطف به القوى اللطيف

ہائے اور اس کو حرام ہونا چاہئے، اور اس کا تصدق
بلا نیت ثواب ضروری ہونا چاہئے جو مال خبیث کا
حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا گناہ باطلے گناہ
ہونا چاہئے، اور یہ سب باطل ہے، کیونکہ یہاں
تصدق اور طلب ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوتی،
ایک اور سوال وجواب اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی
عرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صدقہ
کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مستعد کا ہوتا ہے
وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ جائز ہے تو اس کا وسیلہ
بیع بھی جائز ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر
کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سائے کا ثواب
جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہئے
بلکہ اس توجہ سے تو اشیائے مستهلكہ کے عرض بھی
بھی جائز ہونا چاہئے، مثلاً غلہ کے عرض کھل بھی
اور غلہ کو اپنے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا
جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم
مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز، حالانکہ
اسی بیع کے ناجائز ہونے کا جریہ کلام ائمہ میں
موجود ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ
وسیلہ مقاصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے

تقریر آخر اشمل واظهر لیان الفرق
تطهر به المسائل جميع ان شاء
الله تعالیٰ۔

(اس لئے کہ یہ کارِ ثواب ہے، اور مطلق کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغریٰ ہوا، اور نتیجہ دینے کے لئے
کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے جو اس طرح ہوگا ہر قربت جائز ہے تو بات نصف النہار کی طرح واضح
ہوگئی کہ ہر قربت اور کارِ ثواب کے لئے یہ جائز ہے، واللہ الحمد۔

فما قول وبالله التوفیق الجہات
ثلث، الاکل والادخار والاشتجار وهو
طلب الاجریای وجہ کامت فقد
اخرج ابو داؤد فی سنتہ بسند صحیح
سواتہ حکمہم من رجال الصحیحین
ما خلا مسنداً فثقة حافظ منہ
شیوخ البخاری عن نبیۃ الخیر
الہذلی عن محمد بن عبد اللہ بن علی
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انا کنا سبباً کم عن لحو مہا
انت تاکلوها فوق ثلث لکی تسعکم
جاء اللہ بالسنۃ فکلوا وادخروا و
تحدوا الاواہد الا یا مایہ احکل و
شریب و ذکر اللہ عزوجل آم والاشتجار
بافلا قد یثقل التصدد وبتوجہ التقرب
کہ لا یخفی فان فسرہ مفسر بالصدق
فلکی التصدق فی کلامہ بالمعنی الاعم علی
ہایا تیک تحقیقہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک دوسری تقریر شرفا قربانی کے مصرف کی تین
جہتیں ہیں، اکل (کھانا)، ادخار (حسب جمع کرنا)
اشتجار (کارِ ثواب) میں صرف کرنا چاہیے کون سا بھی
کارِ ثواب ہو، جیسا کہ ابو داؤد نے ایک ایسی سند
سے جس کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ
میں ہیں، امام صاحب تحفۃ مسند وایتے میں
توہ ثقہ ہیں، حافظ ہیں، اور امام بخاری کے
اساتذہ میں ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبیۃ
ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قرمانی کا
گوشت نہیں دیتے، زائد روکنے سے منع کرتے
تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب
اللہ تعالیٰ نے کسارگ فرمادی، تو اب کھاؤ، جمع
کرد اور کارِ ثواب میں صرف کرد۔ سنو یہ دن
ہی کھانے بننے اور ذکر الہی کے دن ہیں۔
قرآن حدیث سے مطلقاً ہر کارِ ثواب کیلئے
بیجا جائز ہوا۔

فان قلت الوارد في حديث احمد
والبخاري ومسلم وغيرهم عن
ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى
عنها قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم كلوا وادخروا وصدقوا ،
عليه عمل الانتجار على الصدق
الاتحاد المحكم والمحادثة .

قلت كلافات الامر ههنا
ليس للوجوب باجماع عامة علماء
الامة ، منهم ساداتنا الائمة الاربعة
رضي الله تعالى عنهم ، وقد نصوا
في غير ما كتب امت لو اكله كله
ولم يتصدق بشئ منه لاشئ عليه
ومعلوم ان الترخيص والترغيب في مقيد
لا ينافي الترغيب والترخيص في مطلق ،
فلا معنى للحمل ولاداعي اليه .

وسر المقام ان الحمل عندنا
ضروري لا يصار اليه الا لفسوسا وهو
ان يتناحبا بحيث لا يمكن العمل بهما
اما حديث لا تافع فتحن نجري المطلق
من اطلاقه حملا لفظ على
ظاهرة وعملا بالدليل بتسامه ، قال
المولى المحقق على الاطلاق

سوال وجواب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کار ثواب سے
مراد وہی فقرہ پر صدقہ کرنا ہے ، تو ہمیں امر ہے کہ
حدیث شریف کا لفظ انتجار تمام امور خیر کو عام ہے
اس کو تعلیک فقرہ واسطے صدقہ میں ضم کرنا محکم ہے
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ
خاص پر محمول کرنے کی یہ دلیل دیں ، بخاری و مسلم
وغیرہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس
میں انتجار کے بجائے تصدق کا لفظ ہے ، تو
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم
لفظ انتجار (کار ثواب) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ
اصول کا مسئلہ یہ ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہو
تو نام کو اس پر محمول کیا جاتا ہے ، اور یہاں پر
ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے
جانور کا ہے اور حکم بھی دونوں ایک ہی ہے ،
بس فرق یہ ہے کہ اتوداد شریف کی حدیث میں
صدقہ عام کا حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں
صدقہ خاص کا ، لہذا یہاں انتجار سے مراد صدقہ
ہی ہے ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ
جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر
محمول کیا جائے گا ، لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر وقت
مستحب کو عام ہو ، بلکہ صرف حکم وجوبی کے ساتھ

محمد بن الہمام قدس سرہ فی فتح القدیر
اجیب عنایانا انما نحمل فی الحادثة الواحدة
للمضرورة لم وقال فی تشیید هذا الجواب
تحقیقہ ان العمل لما یحب الالضرورة
وهی اعمارة بین المطلق والمقید الخ
فانما طعمه التنقیح هو التماثل
دون الاتحاد والحکم واحدۃ

خاص ہے کہ احکام واجبہ میں، اتحاد حکم و واقعہ کے
وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، اور قربانی
کے معنی کے سلسلہ میں جو حکم ہے استیجابی ہے،
اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے الہذا
مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا، ایک
کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جس
حدیث میں تصدیق کا لفظ ہے اس سے وہی مراد
لیں گے، اور جس میں مطلقاً کا رثاب کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہ خیر مراد لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔

اس کا رمزیہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجبوری ہے،
یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے اپنے عمل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی
بائکل ضرورت نہیں۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں "حادثة واحدة بین مطلق و مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت
ہے، جب مطلق اور مقید کے اسم میں تعارض ہو تو "شاق کو مقید پر تنبیہ دینا چاہئے کہ مجبوری ہے یہ
تو ثابت ہو، کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں، بلکہ دونوں
حکموں کا تعارض اور منافاة ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے چند
مثالیں پیش کرتے ہیں:
(الف) تلویح وغیرہ میں ہے "مطلق اور مقید
اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو
مقید پر حمل نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ یک شئی
کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تعارض نہیں، تو
حمل کی ضرورت نہیں۔"

يجزى هذا من عارض عارض ففان
جاء انهم فقد حكموا ان لا حمل ان
ومراد في السبب اذ لا تجاذب في الاسباب
ولا ان كان متعين لا مكان الجمع
بالامتناع مطلقاً، وانه يحسب الحمل
ان اتيا في حكمين مختلفين
يوجب احدهما تقييد الآخر

بمقابلة لآخره، وذلك كانت ضغف
المقيد لآخره اطلاق فينتفى
بانتفائه فينتفى لا محالة
في اعتقاف رقبته ولا تملك
موقعة كافترة فان التهم عمت
تميز كافترة ينفى جواز اعتناقها
عنه، اذ لا اعتناق عنه بدون
تميزه عنه.

وقد اجابوا القائلين بالحمل
في الاسباب واختلاف الحوادث
بعد التماس كمال
التدريج وغيره، وعنوان وجوب
الحمل عند الاتحاد بامتناع
الحجم مثله. له بقوله تعالى
فصيام ثلثة ايام مع قسرة
اجت مسعود رضى الله تعالى عنه
بزيادة متابعات، قلوا فان
المطلق يوجب اجزاء غير المتتابع
والمقيد يوجب عدم اجزائه كما
في التوصية وغيره فقد ادى ذلك
لحصول حاصل بالايجاب دون
الجواز والاستحباب، وهذا

(ب) توہین میں اسباب متعدد اور اختلاف حداثہ
کی صورت میں بھی مطلق کو مقید پر حمل کرنے والوں کو
جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”اگر ایک ہی حادثہ
میں ایک عرصہ میں مطلق کی نفی ہو، اور دوسرے میں
مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا
کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اصل مراد
دونوں کی نفی ہے۔“

ہاں وہ ایسے فتن حکام میں مطلق کو مقید
پر محمول کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی
تفسیر کو مستلزم ہو جیسے کسی نے کسی سے کہا باری
طرف سے ایک غلام آزاد کرو، اور مجھے کسی شرک
غلام کا مالک نہ بنانا، ایسی صورت میں آمر کی
طلب سے عرف مسلمان خرید کر ہی آزاد کیا جائیگا
اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے، لیکن شرک غلام
کی ملکیت کی نفی نے تمیز کو صرف مسلم غلام
تک خاص رکھا، اور اسے مالک بنا سنے بغیر
اس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا
مالک بنا سکتا ہے یعنی مسلمان کا، اُسی کو
آزاد بھی کر سہ گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہوگا۔

(ج) توضیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے
مقید پر محمول ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا
”اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے

سے لہر آن لکھ ۵۹

سکھ التوضیح والتوضیح فصل فی ذکر المطلق والمقید

رہے یا حکم دیا۔ متفرق طور پر ہوا مسلسل، اس سے
کچھ تخصیص نہیں کیا۔ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (تین یوم کا
روزہ) لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی قراءت ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ میں مُتَتَابِعَاتٌ مسلسل
تین دن، آیات یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض
حکم واجب کئے گئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے
کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھئے تو کفارہ کے لئے
کافی ہوگا۔ اور متتبعات کا تقاضا یہ ہے
کہ مسلسل رکھنا واجب ہے، اس لئے یہاں
مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔

تو ان علماء نے تعارض والی صورت کو وجوب
کے ساتھ خاص فرمایا۔

(د) یہ بات نیز علیہ النعل بحر العلم رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فرائح الرحموت میں فرمائی: ”مصنف کی
عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر
حمل کرنا احکام واجبہ کے ساتھ خاص ہے، احکام
مستحبہ اور مباحہ کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ مطلق
اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض
نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا
تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے قید پر عمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا
اور مطلق کا تقاضا یہ ہوگا کہ کوئی جرم نہیں کیا، اس
تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، مطلق کو

قال المولى بحر العلوم ملك العلماء
عبد الله الكنتري قدس سره في فوائده
الرحموت شرحة مسلم الثبوت، فيه
إشارة إلى أن الأصل أنهما إذا كان
الحكم الإيجاب دون التذنب أو الإباحة
أو لا تمانع في إباحة المطلق و
المقيد بخلاف الإيجاب فإن
إيجاب المقيد يقتضي ثبوت
المؤخذة بترك القيد وإيجاب
المطلق أجزاء مطلقاً، قول
الامام السفاني في النهاية على
ما نقله في البحر مقراً عليه بل
متمسكاً به من أن الأصل أنه لا يجوز
حمل الذنب على المقيد، لأن حدثه ولا حادثته حتى
جوز الوضيفة رضي الله تعالى عنه
التيمم بجميع أجزاء الأركان بحديث
جعلت في الأمر من مسجداً و
طهوراً ولم يحمل هذا المطلق
على المقيد وهو حديث التراب
طهوراً، فلعلة أراد نفي تمام من
تمام أن مذهب أصحابنا رضي الله
تعالى عنهم وجوب الحمل عند اتحاد

فوائده الرحموت شرح مسلم الثبوت، في المستصفي فصل المطلق، ما دل على فرد غشوت الشريف (رضي الله عنه) إيران ۳۶۱
بحر الرائي كتاب البيع فصل في غل البناء والعلاج في بيع الدار، إيچیم سہیل کراچی ۲۹۹/۵

الْحَادِثَةُ مُطْلَقًا ، فَفَدَانِ لَيْسَ هَذَا ۵۲
 مِنَ الْمَنَاطِ فِي شَيْءٍ بَلْ لَا يَجُوزُ فِي حَادِثَةٍ
 أَيْضًا إِي مَالِهِمْ يَتِمَّ نَعْمًا فَيَضْطَرُّ إِلَيْهِ لِدَفْعِ
 التَّعَارُضِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ أَمَامَنَا الْأَعْظَمَ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْ يَحْمِلُ الْأَرْضَ
 عَلَى التَّرَابِ مَعَ اتِّحَادِ الْحَادِثَةِ وَعَلَى هَذَا
 التَّقْيِيرِ لَا يَتَجَدُّ مَا أورد عَلَيْهِ الْعَلَامَةُ الْحَقُّ
 مُحَمَّدُ بْنُ عَابِدِ بْنِ الشَّامِيِّ قَدَسَ سِرُّهُ الْمَسَامِيُّ
 فِي رِبِّهِ الْمُحْتَارِ كَمَا أَوْضَعْتَهُ فِيمَا عُلِقَتْهُ
 عَلَيْهِ وَتَلَجَّدَ الصَّعِيفُ هَهُنَا مَحْثُ شَرِيفٍ
 لَوْ لَا غَوَابَةُ الْمَقَامِ لَا تَبُتْ بِهِ -

مقیدان لیا جاتا ہے۔
 (۵۲) امام سنغاتی نے ہمایہ میں فرمایا اور صاحب
 بحر الرائق نے ان کے قول کو سند کے طور پر ذکر کیا،
 ”صحیح یہی ہے کہ حادثہ چاہے ایک ہو چاہے چند
 مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جائے گا، دیکھو حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا،
 ”ساری رُوسے زمین میرے لئے ظہور بنائی گئی“
 یہ مطلق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا، ”التَّرابُ
 ظُہورٌ“ (مٹی پاک ہے)، یہ خاص اور مقید ہے
 ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے عام کو خاص پر
 حمل نہیں کیا، اور اس کے سارے اجزائے

ہی تیم جائز قرار دیا، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے۔
 اسی عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام سنغاتی ان لوگوں کو عاب دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں
 کہ حنفیوں کے نزدیک اتحاد حادثہ وحکم ہو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا حالانکہ دار مد ار حسب وشر
 واحد یا متعددہ پر نہیں، تعارض پر ہے، اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو مقید پر حمل
 کیا جاتا ہے، اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں بھی عام کو خاص پر حمل نہیں کیا کہ ان
 دو حکموں میں کوئی تعارض نہیں۔

(یہاں امام شامی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتاب پر لکھے ہوئے ہیں
 حاشیہ میں دیا ہے)

عَلَى أَنَّ تَقَابُلَ إِنْ يَقُولُ إِنْ الْأَتِّحَادُ هُمْ
 لَوْ حَمَلَ عَلَى التَّصَدُّقِ لَكُنْهُ مَعَهُ كَالْمُطْلَقِ
 مَعَ الْمُتَقَيَّدِ فَكُنْ ذَلِكَ يَجِبُ حَمْلُ الْأَطْعَمِ
 الْوَارِدِ وَعِنْدَ أَحْمَدَ وَالشَّيْخَيْنِ وَغَيْرِهِمْ فِي
 حَدِيثِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 كَلُوا وَاطْعَمُوا وَادْخُلُوا ۱۰
 ایک اور دلیل یہی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح
 روایت کیا،
 (۱۰) کَلُوا (کھاؤ)، اَطْعَمُوا (کھلاؤ) ادْخُلُوا (دھج کر)
 اور امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت
 بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کیا،
 كَلُوا وَاطْعَمُوا وَادْخُلُوا ۱۰

۱۰ صحیح البخاری کتاب الاطعمہ باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۴/۸۳۵

عبد احمد و مسلم و الترمذی من
حدیث بریدۃ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کلوا ما بقاءکم و اطعموا و ادخروا
و عند مسلم و غیرہ من روایۃ
ابی سعید الخدری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کلوا و اطعموا و احبسوا
و ادخروا ، فان الاطعام الصامع
التصدق کالاتجار مع انہ باجماع
العلماء علی اطلاقہ جاسر لاتفاق علی
اباحۃ ، لابیاحۃ و عند فقہ الامم
علی التلیک ، فافہم و لست من الموفق
اذا نظر حدیث امتنا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مع هذه الاحادیث الذریعة الخ
فی مروه امت المراد ثمة
بالتصدق المعنی الاعم الشامل
لجميع انواع القرب العالیة

عنه ای احادیث نبیثہ و سلمیہ و بریدۃ
و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ حصہ
قدس سرہ ۔

عن ظنی انہ لابد لہما من لفظ علیہ
(ای یجب حمل الاطعام الواسعۃ فی
الاحادیث علی التصدیق)

(۲) کلوا ما بقاءکم (مکھنچا ہے کھاؤ) و اطعموا
(کھلاؤ) و ادخروا (جمع کرو)
اور امام مسلم و غیرہ کے یہاں ان الفاظ میں مروی ہے ،
(۳) کلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) احبسوا
(روک رکھو) و ادخروا (جمع کرو)

حضرت بیٹہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس
کے ساتھ ملتی ہے ، تو ان چاروں حدیثوں میں "کلوا"
اور "ادخروا" کا لفظ مشترک ہے ، صرف حضرت
بیٹہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تیسرا لفظ
"ایتحدروا" طلب اجر یعنی کار ثواب کرو ہے
اور بقیہ تین حدیثوں میں "ایتحدروا" کے بجائے "اطعموا"
ہے ، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہما کی حدیث میں
اس مقام پر تصدیق ہے ، گویا ان حدیثوں میں
تیسری چیز کو تین لفظوں سے تعبیر کیا ، ایتحدروا ،
اطعموا ، تصدیقاً اب اگر سب چھوڑ کر ہم یہ تسلیم
کر لیں کہ حضرت بیٹہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

یعنی حضرت بیٹہ سلمیہ ، بریدہ اور ابی سہل
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث ۱۲ حصہ
قدس سرہ ۔ (ت)

میرا گمان ہے کہ یہاں "علیہ" کا لفظ ضروری
ہے یعنی حدیث میں وارد اطعام کو صدقہ پر
محمول کیا جائے ۔ (ت)

سہ جامع الترمذی ابواب الاسامی باب فی الرخصۃ فی اکھاب بعد ثلاث ایمن کمپنی دہلی ۱۸۲/۱
سہ صحیح مسلم کتاب الاضامی باب بیان ما کان من النہی عن کل لوم الانسان فی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲

کما سیرد عليك تحقيقه
 امت شاء الله تعالى کیا تلتتم
 وترو سوردا واحدا ، و
 الاحاديث يفسر بعضها بعضا
 والله التوفيق

حدیث کا لفظ "ایستجدوا" عام نہیں بلکہ حضرت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی طرح
 اس سے مراد خاص صدقہ تملیکی ہے (یعنی جس
 میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے) تو سوال
 یہ اٹھتا ہے کہ بقیہ تینوں حدیثوں میں لفظ "ایستجدوا"
 کے بجائے لفظ "اطعموا" ہے۔ تو اس کو بھی شریعت
 سے وہی نسبت ہوئی جو یہ تجدد کا ہے۔ تو لازم ہوگا کہ
 اطعام کو بھی تصدقوا پر محمول کیا جائے اور
 اطعام میں بھی امانت کافی نہ ہو تملیک ضروری ہو۔
 جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قربانی کا
 گوشت اپنے دستہ خزانہ یا بیٹا کو کھلا دے تو یہ ناجائز ہوگا
 جب تک کہ فقیر کو اس کا مالک نہ کرے جبکہ
 تمام علماء کا اجماع ہے کہ آدمی قربانی کا گوشت جس طرح
 دوسروں کو دے سکتا ہے اسی طرح بطور
 امانت دھرت بھی کر سکتا ہے اور اگر حدیث کے لفظ
 اطعام کو تصدق پر محمول نہیں کرتے تو بخوار کو کیسے
 محمول کرتے ہیں۔

افترض ان سب حدیثوں پر متنازعہ یا محال کا یہ کیفیت
 ان سے ملے گی کہ تصدقوا سے مراد
 صدقہ خاص نہیں بلکہ عام طور پر ہر کارِ ثواب مراد ہے
 چاہے اس میں تملیک ہو یا نہ ہو۔

وناھیک قول الامام الجلیل
 صاحب الہمایۃ فیہا یتحب ان
 لا ینقص الصدقۃ عن الثلث لامت
 العهد اتثلثۃ الاحکام والادھار کما
 مروینا والاطعام لقولہ تعالیٰ
 واطعموا القانۃ والمعتر ، فانقسم
 علیہا اثلاثا ، و معلوم ان
 الاطعام لا یقتصر علی التملیک لافقہ
 ولا شرعا وقد اجمعا اھلہا علی

تائید مزید اور انصاف پسندوں کے لئے تو
 صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہی کافی ہے
 جس میں وہ لفظ اطعام کی تفسیر منہوم صدقہ
 سے کرے ہیں، عبارت ان کی یہ ہے: "منسب
 یہ ہے کہ صدقہ والا حصہ ایک ثلث سے کم نہ ہو"
 کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دو چیزیں تو حدیث
 سے ثابت ہیں، کھانا اور جمع کرنا، اور تیسری چیز
 اطعام، یہ قرآن سے ثابت ہے، ارشاد الہی
 ہے: اطعموا القانۃ والمعتر (کھلاؤ صابر اور مانگنے

جواز الإباحة بل فهو ان كل ما مشروع
بنفط الاطعام جاز فيه الإباحة لما سيأتي
فان تعيين التيمك تدعون ، ثم رأيت العلامة
الاتفاق في غاية البيان قال في شرح هذا
الكلام وذلك لان الآية والخبر تضمن جواز
الاكل والتصدق والادخار فكانت الجهات
ثلثا فانقسمت عليها ثلاثا و معلوم ان
ليس في الآية الا لفظ لا طعام المجمع على
شؤنه للإباحة ، وقد عبر عنه بالتصدق
فعلوان التصديق المذكور ههنا هو
المحمول على الانتحار وحيث العكس
والله الموفق.

والے فقہروں کو، تو جب جہتیں تین ہیں تو کوشش
بھی تین حصہ کر لیا جائے۔
اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ قرار
حصہ کہا ہے یہ وہی ہے جس کو بعد والی عبارت
میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں، اور یہ
بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے لئے تین
ضروری نہیں، نہ شرعاً نہ لغتاً، بلکہ سب سے بالاتفاق
اطعام میں اباحت کو جائز رکھی، بلکہ یہ تصریح کی کہ
جہاں لفظ اطعام آئے وہاں اباحت مراد ہوگی،
انام اتفاقاً اسی عبارت کی شرت میں فرماتے ہیں،
”قرآن و حدیث نے جب کھانا، صدقہ اور
جمع کو ناجائز قرار دیا، تو جہتیں تین ہوئیں، اسلئے
گشت کا بھی تین حصہ کرنا چاہئے۔“

ہمارا کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اباحت داخل
ہے، اور اسی کو یہ علماء لفظ تصدق سے تفسیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ تصدق ہی عام معنی
میں مستقل ہے اور اس سے ہر قسم کا کار خبر مراد ہے۔

ایک شہد اور اس کا جواب، امام باقرؑ نے اپنی
مسند رک میں سورۃ حج کی تفسیر میں ابوہریرہؓ سے روایت
عندہ کے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے،
امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ میں اسے نقل کیا، حاکم
نے اس حدیث کو صحیح الاسناد پایا، لیکن امام
ذہبی نے تحقیق میں اس پر عرج کی، جو کچھ بھی ہو یہ

ثم ان الحكم روى في تفسير سورة الحج
من مستدرکه بطريق يزيد الجواب عن
عبد الله بن عياش المصري عن الاعرج
عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه قال
قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
من باع جلد اصبغته فلا اصبغته لئلا

لغة غاية البيان

لغة مستدرک علیہم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج

دار الفکر بیروت

۲۹۰/۲

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و متداول ہے،
اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنادیتی ہے،
الفاظ حدیث کے یہ ہیں،

من باع جلدًا ضعیفة فلا ضعیفة له.
(جس نے قربانی کی کھال بھی اس کی قربانی نہیں)
اس حدیث سے اگر کسی کو مشبہ ہو کہ اور غیر
کے لئے بھی اس حدیث کی رو سے ناجائز ہوئی۔
قراس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر
نہیں جس کے خارجی، داخلی اور شرعی سبھی قسم کے
شواہد ہیں۔

خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علماء اس
پر متفق ہیں کہ صدقہ کے لئے کھال کی بیع جائز ہے
اور حاس علمائے اصناف قربانی رہنے والی چیز
کے بدلہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور
ظاہر ہے کہ سب علماء حدیث کے خلاف اتفاق
نہیں کر سکتے، اس لئے لامحالہ سب کے نزدیک
یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مؤول ہے۔

شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی
کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیے ہیں
ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے، اور از روئے
شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو بدل کا تھا
چنانچہ زکوٰۃ و فطرہ میں جس طرح اصل (غلہ، چاندی
سونہ وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح انکی

ورواہ البیہقی ایضاً فی سننہ الکبریٰ،
قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ
قلت وھذا وان سرحدہ الذھبی فی
التخصیص فقد تلقاہ العلماء بالقبول، و
یھذا یتقوی الحدیث وان ضعف سندہ
بید انھم کہ تری لایحرون علی اطلاقہ، فقد
اتفقوا علی جواز البیع للتصدق، ونصب
اثبتانی، الصحیح عندھم علی جواز البیع
بما یتقے، فكان استان فی تنقیح معنی الحدیث
وانا اقول ویاتہ التوفیق من تأمل
نظم الحدیث، ومعنی النظر فی القواعد
الفقہیة، الجاء ذلک لی الحزم۔
لمراد بیع فی من لا مطلق التبدل فیھا
کان، کیف وان استصدق من مقاصد
لاصحیة العاذون فیھا شرعاً، وان تبدل
حکم ابدال وقد ثبت شرعاً جواز دفع القيمة
فی سکوۃ و فطرۃ و نذر و کف ساقۃ کما نص
علیہ فی الھدایۃ والکافی والکنز
والتویر وغیرھا عامۃ کتب المذھب
فاذا جاز ہذا، والصمد قامت
وجہۃ، فلان یحوز وہی نافلۃ
ادنی ما ھم، ما عدا جواز ذلک
فی الھدایۃ والضعیایان لایریق الدم

ويعطى القيم ، فان القرية فيها بالاراقة
 دون التصديق ، وهي خير معقولة .
 فلا تستبدل ولا تتقوم ، كما افاده
 في الهداية والبحر وغيرهما
 ثم انا نجد الجزاء في الاضحية
 لانه اعظم شاهد على عدم
 الاطلاق ، فامنت من مباح
 للتصدق فقد اخط بما كانت
 مندوبا اليه في الاضحية ،
 فكيف يجازى بانتفاء قرينه مع
 انه لم يزد على القرية الا
 قرينة مطلوبة في خصوص
 المحلل ، وقضية الجزاء ترتيبه
 على فعل ينافي التضحية و
 ينفي الاضحية على ما فيه من
 التاويل لكونه في معنى الرجوع
 عن القرية ، فلا يمكن ان يكون
 من باب القرية ، بل ولا من
 باب الاحل والادخار فان
 الشرع قد مذهب فيهما ايضا
 مثل الاستجار ، ولو كان فيهما ما ينافي
 الاضحية ويصح ان يترتب عليه نفق
 الاضحية ، لما اذن فيهما ، فعند

قیمت بھی ، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح
 گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے اسکی قیمت
 کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیل شبہہ اور اس کا جواب | اصل قربانی
 میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے
 بجائے اسکی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شہدائے
 جائز نہیں ، قربانی ہی کرنی ہوگی ، اس کا جواب یہ
 ہے کہ قربانی میں اصل مقصد خون بہانہ ہوتا ہے
 جو قیمت صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتا ، اور
 چونکہ قربانی کا حکم خلاف قیاس ہے ، اس لئے اس
 میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں ، جیسا کہ
 توحہ باریہ وغیرہ میں اسکی تصریح ہے اور گوشت
 اور کھان کا مقصد صدقہ ہے ، اس لئے قیمت سے
 بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بطور
 شرط و جزاء وارد ہوئی ، شرط یہ جملہ ہے ، جس نے
 قربانی کی کھال بھی " اور جزا یہ ہے " اسکی
 قربانی نہیں ہوئی "۔

پس اس جزا کا تعاضیہ ہے کہ شرط ایسی
 چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے اور قربانی
 قربانی نہ جائے ، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا
 مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو ، یعنی شرط ایسی بیع
 ہوگی جو ثواب کے لئے نہ ہو ، اور وہ بیع جو حصول ثواب

ذلك من أئمان المراد هو البيع بحيث يخرج
عن جميع ما رخص له الشرع فيه، وما هو
إلا البيع مستهلك لا كالمصرف
إلى قرية ذات الأكل وهو الانتفاع
به عاجلاً قبل ذهب بنفس
التبدل، والأدخار لكونه
لا نفع به ببقائه، والانتجار
بعد من التقرب فخرج عن الوجوه
الثلاثة الشرعية، فكان هو المملوك
بالنهي المورث للخبث الموجب
للتصدق، أما إذا باع ما ينتفع به
بقيا فالأكل وامت فقد والانتجار و
لا، لم يكن فالأدخار باق، لا
البدل ينوب البدل وهو مبقر
فيكون مديناً، وكذا إذا باع
مستهلك لقرية فالأكل والأدخار
وامت ذهب فالانتجار حاصل
وهو أفصل الوجوه فلا معنى
للمنع وبه ظهرات مانع
فيه أدل بالحواش من البيع
بباق وهو مصروح بجوانبه
في عامة كتب المنهاج

عنه الإدخار والانتجار كلاهما بالنصب عطفاً
على الأكل ۱۲ من قدم سورة

کی غرض سے ہو، یا وہ بیع جو باقی رہنے والی چیز
سے ہو، یا اس کو کھالیا جائے، تو یہ افعال
لا اضحیة له (اس کی قربانی نہیں) کی شرط
نہیں بن سکتے، کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اجازت دی ہے، تو لامحالہ شرط میں وہی
بیع مراد ہوگی جس کی کمال یا گوشت کو قبول کیئے
پہچایا ہو کیونکہ ایسی بیع سے قربانی کے مقاصد
غرض فوت ہو گئے، بیع کی صورت میں کھانا غنئی
ہو گیا، یہ ظاہر ہے، ادخار (جمع کرنا) اس لئے
غنئی ہو گیا کہ ایسی چیز کے طرخ جب جو باقی رہنے
والی نہیں ہے کہ کھائے کہ بدل اصل کا قائم مقام
ہے، اور طلب ثواب اس لئے غنئی ہو گیا کہ یہ بیع
تمول اور کسب زر کی طرخ سے ہوئی تو ایسی
بیع کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد غنئی
ہو گئے، اور یہ کہنا بالکل چسپاں ہو گیا کہ لا اضحیة
له (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیع سے جو
قیمت حاصل ہوئی نصیب ہوئی، تو اس کا صدقہ
واحسب ہو گیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز
سے بدلاتہ اکل و ثواب تو ضرور غنئی ہوا، مگر
ادخار باقی رہا کہ بدل کا باقی رہنا اصل کا باقی
رہنا ہے، اور ہلاک ہونی والی چیز سے بکے ثواب

ادخار اور انتجار دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ
اکل پر عطف کی بنا پر ۱۲ منہ قدم سورة (ت)

فانكار حد انما هذا امر ليس تحكم
فماذا ، وانت اذ اتهمت ما القيت
عليك ، واخذت القطاثة
سيديك وجعلت الانصاف بين
عينيك ، لعلمت انت ان اهل الغنى
المعهوم من الحديث ، في اول النظر
كما بعد الطلب الحديث فانت
المبادر من سياق اللفظ انت يكون
سببه لا المتفوع لانه عقد موضوع

بہا تراکل وادخار تو ضرور منعی ہو ، لیکن طلب
رہا اب بھی باقی ہے ، اور یہ ان وجوہ ثلثہ
میں سب سے افضل ہے ، تو یہ جائز ہوگا ،
اور اس کا انکار زیادتی اور زبردستی ہے ۔

ایک آسان بات | یہ طبی اور دقیق بحث ترک
بھی کر دیں چلے تو یہ ایک آسان اور سارے
باتہ سے کہ لفظ بین انتفاع کے لئے پہلے پرست
کرتا ہے ، کیونکہ عقیدہ بین کی وضع ہی اسی غرض کیلئے
ہوتی ہے اور یہی لفظ بین مالہ اہم کی طرف بھی اشارہ

عن ثم بعد ثم ان لنا من المولى سبحانه
وتعالى على بشراء غايه البين للعلامه
الاتقاني رأيته نقل عن الامام مشيخ
الاسلام بكل ما يشيرون الى هذا الذي
نحوت اليه حيث قال قال شيخ الاسلام
خواهر زاد رحمه الله تعالى في مبسوطه
اما اللحم فالجواب فيه كالجواب في الجبد
ان باعه بالدرهم تصدق بشئنه وانما
باعه بشئ اخر ينتفع به جاز كما في
المجلد وانما ذكر محمد رحمه الله تعالى
لبيع في حق المجلد دون اللحم لانه
شئ الامور على ما هو الغالب وفي الغالب
كما ينتفع بعين المجلد بما ع بشئ اخر
ينتفع به وفي اللحم في الغالب ينتفع به

پھر کچھ زمانہ بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ،
عالم اہل حق کی نایاب کتاب خرید لیجئے گا ، اسے
یہ نے دیکھا کہ انھوں نے امام شیخ الاسلام سے
وہ سب کچھ نقل فرمایا جس کی طرف میں نے اشارہ
کیا ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ شیخ الاسلام
خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبسوطہ میں
فرمایا کہ گوشت کی بابت حکم وہی ہے جو کھال
میں ہے کہ اگر درہم سے فروخت کی تو صدقہ
کوئے اور اگر کسی اور نفع اور چیز سے فروخت کی
جائز ہے جیسا کہ کھال کا حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے صرف کھال کے متعلق بیع کا حکم
اس لئے ذکر کیا کہ انھوں نے غالب رواج
پر بنا کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ غالب طور پر
جلد کو نفع یا نفع مند کے بدلے فروخت
(باقی بر صفحہ آئندہ)

لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم
لان البیعة المطلق ، والبیع من حکل
وجه اما المقایضة فتستوی فیہ جہتا
البیع والشراء ، اما سائر المستملکات
ففی حکم الدرہم ، ولذا جعلہا فی
الہدایۃ ہی الاصل ، وقال فی سائرہن
اعتبار ، بالبیع بالدرہم ہذا حکمہ
ما خطر بالبال مستعجلا ، فانعم الفکر
منصفاً متأملاً ، فان وحدت شیئاً يعرف
وینکرہم آل جہدانی اتباع العرس من
اثنیۃ النظر ، والله الہادی الی صوالی
الفکر .

کرتا ہے کیونکہ بیع کی یہی صورت اصلی ہے ، اور
اشیاء سے تبادلہ میں تو بدلیں پر قیمت اور بین
دووں ہونے کا احتمال رہتا ہے ، اس لئے صرف
لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے
کافی ہے کہ حدیث میں لفظ ”من باع“ سے
خاص وہی بیع مراد ہے جو درہم کے بدلے اپنی ذات
کے قول و انتفاع کے لئے ہو ۔

مشتبہہ اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر
مستملکات سے بھی تو بقول آپ کے بیچنا منع ہے
تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر
غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بیع منحوع با درہم
ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر مستملکات کے
ساتھ بیع کی ممانعت درہم کے ہی تابع ہو کر ہے ، اصل
قراردیا ، اور فقہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ، اعتباراً بالبیع بالدرہم (درہم کی بیع پر قیاس
کرتے ہوئے) ۔

(فقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولایباح احد فاشا من الامداد بالبیع هو
الذی یقصد بہ لا تنفع ۱۲ منہ قدس
سورۃ ۔

کیا جاتا ہے اور گوشت میں غالب یہی ہے کہ
اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے
فروخت نہیں کیا جاتا اور ، قراس سے اشارہ ہوا
کہ بیع سے مراد صرف وہ ہے جس سے انتفاع
مقصود ہو ۱۲ منہ قدس سورۃ ۔ (ت)

عبارت ہدایہ کی تشریح ہماری اس تحقیق سے
ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی بالکل وضع ہو گئے
اور مائعین کا استدلال باطل ہو گیا، اگر جلد یا
گوشت کو دراجم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا شخص
ختم کے بغیر ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کی
قیمت صدقہ کر دے۔

(۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کیلئے
بیچنا ہے، مطلقاً نہیں۔ کیونکہ پہلے انہوں نے یہ
فرمایا کہ کھال ستکھ کر کام کئے کوئی سامان
بنایا جاسکتا ہے، پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر
اس سے غائدہ اٹھایا جائے۔

اس سے بدل بھی سکتے ہیں، تو ان دو
مسکلوں میں انتفاع ذاتی ہی کا بیان ہے اس
کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بدلیں جو استعمال
میں خرچ ہو جائے، تو یہ مانعت بھی ذاتی استعمال میں
ہی بیع کے لئے ہوئی، اب اسی بیع کی مانعت کی
علت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیع بالدراجم کی طرح
ہے، تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیع بالدراجم
مراد ہوگی، جو منوع ہے، صدقہ کے لئے تو دراجم
کے عوض بیعت جائز ہی ہے، اور آگے اسی
کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنی قبول ہے، تو
یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پیکار پکار کر اعلان
کر رہا ہے کہ اس بیع سے مراد ذاتی انتفاع

(تنبیہ نفیس) اقول وبهذا التحقيق
استبان والحمد لله معنى قول الهداية
لو باع العبد او اللحم بالدراهم او بما
لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق
بشمه او فانه ما معناه اذا باع بها
لاجل الاستماع لا البيع بها مطلقاً
فانه ما رحمه الله تعالى ونفعنا ببركاته
في الاول والاخرى قال اولاً يعمل منه
آلة تستعمل في البيت، ثم قال ولا باس
بان يشتري به ما ينتفع به في البيت
بعينه مع بقائه، ثم قال ولا يشتري
به ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه
وقال في تعليقه اعتباراً بالبيع
بالدراهم، قال والمعنى فيه انه
تصرف عن قصد التمول، ثم قال
ولو باع العبد او اللحم أو فكلما
كله، بدوة وشاذة وفتحها واشتقاقه
في البيع لاجل الانتفاء لا مطلق
البيع، كيف ولو اريد المطلق لما ساغ
قوله ولا يشتري به ما لا ينتفع به أو
فانه شواء ذلك لاجل التصديق
جائز قطعاً ولما صح قوله
اعتباراً بالبيع بالدراهم لمثل ما بينا

وبطل تعليله بانه تصرف على قصد القول
فليس حكم ببيع بالدرهم مما يصدق
عليه ذلك كما استلزم تحقيقه، وقوله
ولو باع الجدة ام انما هو متفرع على
تلك المسئلة فلا يراد به الامام اسرير
بها، كانه لما بيعت عدا من جوارن وانشاء
السوال ف قيل اذا لم يجر هذا
فان فعله فاعل فماذا عليه، فاجاب
بانه يتصدق بشمته ثم نشأ
السوال بان قولكم هذا يفيد صحة
البيع فكيف بعد بث من باع جلد
اضحيت فلا صحبة له فاجاب "بانه الحديث
اسما يفيد كراهة البيع اما ببيع جوار
نقير الملك والقدر على التسميم"
وهذا دليل اخر على ان
ليس الكلام في مطلق البيع بالدرهم،
فانه البيع بها لا يجل التصديق
لا يكره صلا، وقد بينت هذا،
فان من هنا مولا العلامة العلائي
صاحب الدرر حيث قال بعد قول
المولى الغزالي رحمه الله تعالى
"تصدق بشمته" انه مفاده صحة البيع

والى بيع ہے مطلقاً بیع نہیں، ورنہ حضرت کی ان
عبارتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے "ما لا يصدق به"
(جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے، اعتباراً بالبیع
بالدرہم رینہ بدرہم پرتیاس کر سکتے ہوئے،
وانہ تصرف على قصد القول (یہ قول کی نیت
سے تصرف ہوا) اور اسی کے بعد صاحب ہدایہ
کی یہ متنازع عبارت "اگر جلد اور گوشت الخ"
تو اس کا مطلب مطلقاً بیع کیسے ہو سکتا ہے،
یہ تو اسی حکم پر متفرع ہے، تو یہ کسی نے پوچھا کہ
ذاتی اغراض کے لئے جریح بالدرہم ہوتی وہ تو
نامائے ہوتی، اب جو بیع اس سے حاصل ہوا کیا
کیا جائے تو دوبارہ مال خبیث ہے، اس کا
صدور واجب ہے، اس پر گویا پھر کسی نے پوچھا
آپ کے حکم پر مال خبیث ہے اسے یہ پتہ چلتا ہے
کہ بیع ہوئی مگر فاسد، اور حدیث بہرک "لا صحبة
له" سے یہ ادا زہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے،
تو اس کا جواب اس طرح دیا کہ "الحدیث
انما يفيد الكراهة" یعنی حدیث سے بھی بطلان
ثابت نہیں، مراد کراہت ہی ہے، کیونکہ بیع کے
تو تمام ارکان یا سہ گئے کہ جانور بیچنے والے کی
ملک ہے، اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی لا سکتا ہے
اس لئے بیع تو ہو گئی، مگر قصد قول اور عدم نقل کے

مع الكراهة، وعن المتألف باطل لانه
 كالوقت مجتبیٰ ثم فقد نص اب
 قول التنویر كالهداية تصدق
 بشمسه "یعنی كراهة البیوع،
 فمحال ان یكون الكلام في
 مطلق البیوع بالدرهم، بل في
 الصورة المكروهة فقط، وهو
 السامرة في قوله "لا يشتري به
 ما لا يستفم به" الخ قوله
 "تصرف على قصد التمول"
 ومن اوضح الدلائل على ذلك
 ايضا تعلیل الكاف شرح سور
 لمسئلة الهداية بقوله لا ان معنى
 لتمول سقطت الاصحية فاذا
 تمولها بالبیوع اشتقت القربة
 الخ مدله فوجب ان تصدق
 فاضادات الكلام انها سوف
 صورة التمول لا غير، ولذا
 جاء تصومير المسئلة في التبيين
 ومجموع الانهر وغيرهما من
 الاسفار الغريبة بلفظة "لا يبيعه

کی وجہ سے فاسد ہوئی۔

(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات
 کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع
 بالدرہم نہیں کیونکہ تصدق کے لئے بیچنے کو تو
 کبھی جائز کہتے ہیں۔

(۳) یہیں سے صاحب درمختار کے کلام کا
 مطلب بھی واضح ہو گیا جوا نھوں نے امام غری کے
 قول تصدق بشمسه کی شرت میں فرمایا ہے
 اس کا معاد یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے مگر فاسد ہے
 اللہ قاسمی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جاور
 کو وقف کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل
 قرار دیا۔ اس عبارت میں اس بات کی صراحت
 ہے کہ تنویر کا نقد تصدق بشمسه باطل ہدیر کی
 عبارت تصدق شمہ کی طرح ہے، جو مطلب اس
 ہے وہی تنویر کی عبارت کا بھی ہے، تو ایسی صورت
 میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو
 بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت "لا يشتري به
 ما لا يستفم" سے تصرف علی قصد التمول تک میں
 مراد ہے۔

(۴) اس مقصد پر اس سے بھی واضح دلالت
 کافی شرح والی کی ہے، وہ فرماتے ہیں،

بالدرامہ علی نفسه و عیالہ ، فقد اوضحوا
 المرام ، و انما احوال الودھام ، و هذا دلیل
 من علی ما ذکرنا ، و الخاص الموت و الله
 یحب الموت ، ان نقل کلام التبیین فی
 الهدایة ثم قال " و هكذا فی الهدایة و
 الکافی " اذ فقد اوضح سلاطینہ اب معنی
 کلام التبیین و الهدایة واحد .

کتبوں میں اس طرح بیان کیا گیا " کمال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے درامہ کے عوض نہ ہے " تو انھوں نے
 تو قسم ہی لگا کر چھوڑا یہ پڑھ کر دلیل ہوئی ۔

(۵) اور پانچویں صاحب ہندیہ کا یہ کلام کہ انھوں نے صاحب تبیین کے کلام کو نقل کر کے فرمایا " یہ
 مسئلہ اسی طرح ہدایہ اور کافی وغیرہ میں ہے " تو انھوں نے تو مرہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحب تبیین اور
 ہدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے ۔

ثم بعد ضمان لسان من مبطنه و تعالیٰ علی
 عبده الصغیر بشرای غایۃ البیان
 شرح الهدایة للعلامة الاتقانی رحمہ اللہ
 تعالیٰ ، مرآۃ شرح کلامہ بما لویق للوہم
 مجالا ، حیث قال یوید بہ امت القویۃ
 فانت عن الحدیث باعہ و لکن الاضحیۃ
 ساقط عنہا معنی التمول ، قلنا یا عہ
 بالمدناہم و جب علیہ التصدیق بہا ،
 لئلا یزعم التمول بشئ من الاضحیۃ او بدلتھا
 قافا ذکا لکافی وغیرہ ان المسئلۃ

اس کے بعد غایۃ البیان علامہ اتقانی رحمۃ اللہ علیہ
 دیکھنے کی قریب بڑی تو انھوں نے تو درامہ کے
 سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں : ہدایہ
 کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کمال کی بیع کے بعد
 اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے
 حالانکہ قربانی سے کسب زرا اور حصول زرا کی غرضاً قاطب
 ہے ، تو جب درامہ سے اس کو بیچ دیا ، تو اس کا
 صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معادضہ سے
 کسی قسم کا تول نہ لازم آئے ۔

تو انھوں نے بھی کافی کی طرح یہ بات صاف

۶/۹	المطبۃ الکبریٰ الامیریۃ ببلق مصر	کتاب الاضحیۃ	تبیین الحقائق
۳۰/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	البابہ السادس	مے فتاویٰ حندیہ
			مکہ غایۃ البیان

کر دی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو
تحریر کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع
ہے جس سے کارِ ثواب اور قربت ہونے کی بھی ہوتی
ہے، تو وہ بیع اس حکم کا نفع سے خارج ہو گئی
جو اسے قربت اور حصولِ ثواب کے لئے ہو،
والحمد للہ رب العالمین۔

تو یہ امر واضح ہو گیا کہ ممنوع مطلقاً بالدرہم نہیں
بلکہ سب تحریر کے طریقہ پر یہی بدل میں جہت پرست
کرتی ہے، اور کسی سے تصدق واجب ہوتا ہے
اور کارِ ثواب کے لئے بیچنے پر کوئی مرن نہیں الزام
وہ کارِ ثواب کسی قسم کا ہو

میں نے اس بار کسی فتویٰ دیا اور اس موضوع
پر ایک سال قریب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا،
اور دوسرا محل فتویٰ تہ سال ذی القعدہ میں
دیا یہ دونوں فتاویٰ میرے فتاویٰ کی جو تھی حسد
میں ہیں تو میرے ان فتوؤں کی مخالفت ہمدیوں کی
ایک ہی علت سے شروع کی جن میں اکثر وہاں یہ ہیں
ان کا خیال ہے کہ کمال کی بیع درہم کے ساتھ
مطلقاً ناجائز ہے، خواہ نیت کارِ ثواب کی ہی
کیوں نہ ہو، ان کا صدقہ کرنا واجب ہے، وہ بھی
اسی طرح کہ فقیر کو اس کا، تک بنا دے، کسی بھی

ہو البیع للتمول، و زاد ان اسراد بیع
یقوت لقریة و خرج البیع لا قامة قریة،
قانه لا یوتھا من یحصلھا وھو تقرب
لا تمول، فانضج الصواب و زال الار تیاب،
والحمد للہ فی کل باب، ھکذا ینبغی التحقیق
اذا ساعد التوفیق، ومن التوفیق تعالیٰ ہدایة
الطریق، فقد بان بعمدة اللہ جل وعلا ان
البیع بالدرہم لیس من یمنع مطلقاً بل
اذا کان علی جهة التمول، وھو الذی یومر
بالتحریر وعلیہ تصریح وحب التصدق، اما
اذا باع بہا لیسر فی القرب، وذلک سائہ
و سائر و حوۃ القرب مطلقة حیث لا تحرم
فی ثمنیہا

بذلک افیتت غیر مودة وکتبت
فیہ فتویٰ منصفۃ اذا سئلت عند لتسہ
بقین من ذی المحبة عام الف، ثلثمائة
و خمس من ہجرة من لولا ما من ہدیت
الخص، و لا لاء قمی ولا برغت شمس،
ولا اقل غد ولا ادبر اس علیہ و علی آلہ
الفر، لکرام افضل صلاۃ و اکمل سلام
و اخری مجملۃ اذ ورد علی السوال
لسبع خلون من ذی القعدة الحرام
فی العام الذی یلی ذلک العام

وهما مثبتتان في المجدد الرابع من
مجموعة فتاوى المباركة ان شاء الله تعالى
استقاة بالعطايا لسوية في الفتاوى الرضوية
جعلها الله نافعة للمسلمين ومقبولة لدى
العالمين وحجة لعبد يوم الدين آمين
الله الحق آمين۔

فصل في ذلك ، زعمى شرذمة من
الهديين اكثرهم من الوهية المبطلين
نراهم من ان البيم بالدم اهم مطلقا
ولوللقرآن يوجب التصديق حتى لا يجوز
له الصرف الى ما نوى من قرب بل لا يجوز
من العهد الا بالاداء الى الفتيير على وجه
التحكيد ، واحتج الاصل غيرهم عن ذلك
بعبار ما في الهداية والدار المذكورتين
وقد بينا ما هو المراد بهما واشتبا عن شر التحقيق
على انه لا يصح من شيء منهما مرسوم القوم
فانما ناذك عن الاسترسال صرة اخذوا
في مذكلامهم ، فانه لشدة وهن نفسه
غنى عن ايرون عبره ، قلن سألهم
هل اسكلامهما اعني في قول الهداية
والدار في سيم بكرة لافي عبره ، ليقولن
نعم ، ولئن سألهم هل السيم بالدم
يكرو مطلقا ليقولن لا ، قل فاني قد هبون ،
ولئن قالوا في الاول لا ، نقضت عليهم
حجتهم نفسها بالخطأ والجهالة ولئن

دوسرے مصنف میں خواہ مصنف غیر ہی کیوں نہ ہو احرف
کرنا جائز نہیں۔ اصاف نے تو ہدایہ اور در مختار کی
انہیں دونوں عبارتوں سے سستہ پکڑی جس کا مفصل
بیان اوپر کر رہا ، تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری
نہ تھی مان کہ بات حد درجہ کمزور ہے ، کیونکہ ان سے
خود پوچھ دیکھو کہ ہدایہ اور در مختار کی عبارت بیع
مکروہ کے بیان میں ہے ، یا کسی دوسری کے
بیان کے لئے تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے پھر
ان سے پوچھ کیا کھان کی بیع مطلقا مکروہ ہے تو
کہیں گے نہیں ، تو اب فیصلہ کے لئے کیا باقی
رہ گیا ہے ، اور اگر ادل میں پلٹ کر جواب دیں
کہ صرف بیع مکروہ کی نہیں ، توں کا نفس انہیں
خود خدا سے گناہ شامی میں اگر کہیں ہاں ، تو
ان کی بات خود انہیں کو جھٹلار ہی ہے کیونکہ وہ بھی
صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں ، اور اگر
وہ اس بیع کے جواز کا انکار کریں گے تو ہم ان کو
لفظ من علام کے لشکروں سے آسودہ کر دیں گے۔

قَالُوا فِي الْآخِرَتِمْ ، فَكَلَامُهُمْ أَنْفُسَهُمْ
مَتَادُ عَلَيْهِمْ بِالْهَيْتِ وَالْبَطَالَةِ ، فَانْهَمُ
أَيْهِمْ مَعْتَرِفُونَ بِجَوَازِ الْبَيْعِ لِلتَّصَدِّقِ مِنْ
دُونِ كَرَاهَةٍ ، وَإِنْ لَمْ يَعْتَرَفُوا لَا يَتَنَاهَاهُمْ بِخَوْدِ
مِنْ نَصُوصِ حَدِّهِ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ بِهَا ضَائِكُ
بِهَذَا الْقَدْرِ مَشْتَبَعًا لَهُمْ ، وَمَزِيدًا لَهُمْ
عَرَضَ بِالْهَيْتِ .

وَلَكِنْ أَقُولُ لَا غَرَضَ مِنْ تَفْصِيلِ
قَاصِرِينَ لَا يَكَادُونَ يَسْتَدُونَ فِي الْعَيْثِ
وَالْمُهَيِّنِ وَالْمُخَيِّصِ وَالْمُتَيْنِ وَالْمُدِينِ وَالْمُهَيِّنِ
وَالْمُتَالِ وَالْمُهَيِّنِ ، إِنَّمَا الْهَيْتُ مِنْ تَبِيرِهِمْ
الْمُكَلِّهِ الْمُدَوِّ طَوْلَ الْبَاعِ وَحَصْمِ الدَّرَاجِ
عَلَى مَا يَمِيهِ مِنْ أَمْرِ لَا سَدَّاعَ حَيْثُ
مَتَادُ غَضَاوَةٍ عَلَى الْإِتْبَاعِ وَاحْذَرُ يَتَشَبِّهُ
بِمَا قَدْ مَنَاجَرَتِ الْعَيْتِ وَالْمُكَلِّهِ أَنَّهُ تَفْصِيلُ
عَلَى قَصْدِ التَّمَوُّلِ "أَنِ قَوْلُهُ" فَيَكُونُ خَبِيثًا

اگر یہ جوڑنے کی سطح میں پڑ گئے جو موٹے اور ڈبٹے
ہستے اور موٹے ، اور دائیں بائیں کی تیز نہیں
رکھتے تو تعجب کی بات نہ تھی ، تعجب تو اس بات پر ہے
کہ ان سب کے امام گنگوہی صاحب جو طول باع
وسعت اطلاع کے مدعی ہیں انہوں نے کیسے یہ
فرمان دیا ہے کہ سب بدو گریہوں میں صاف کرنا
اور سند میں عیسیٰ اور کافی کی عبارت پیش کی ہادیہ
اور دور کی عبارت ہی ان کے خلاف محبت تھیں ،
لیکن عیسیٰ اور کافی کی عبارتیں تو ان کا صریحی رد ہیں

یہ حکم نو دس کے حال سابق پر تھا پھر
حکمرانی اور ضلالت میں اس کا حال مزید
ترقی کر گیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد
صریح کو اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار
کیا ، سم بلاکت و بربادی سے اللہ تعالیٰ
کی پناہ مانگتے ہیں لاحول ولاقوة الا باللہ
العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

عَلَى هَذَا كَانَ إِذَا ذَاكَ ثُمَّ تَوَقَّى بِهِ الْحَالِ
فِي الْفَوَايَةِ وَالضَّلَالَةِ فَوْقَ الْكُفْرِ
الْبَرَاكِ وَاحْتِسَابِ لَمْ تَدَادِ الْفُصُولِ
وَاسْتَحْبَبَ الْعَمَلِ عَلَى الْهَدْيِ نَفْذِ
بِاللَّهِ مِنَ الْهَلَاكِ وَالرَّدَى وَالْأَحْوَالِ وَ
لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۱۲
سُورَةُ الْحَزْنِ .

خصوصاً بدایہ کی عبارت میں تو تصدق کی علت غائیہ
کو قرار دیا ہے، اور غیث کی وجہ بیع کی کراہت کو
تسلیم کیا ہے، اور بیع کی کراہت کی وجہ قبول کو
گردا گیا ہے تو کیا یہ آدمی درہم کے ساتھ بیع کو مطلقاً
بیع قبول گردانتا ہے، یا قبول اور تقرب کا فرق
نہیں جانتا، یا خدا کو خدا پر قیاس کرنے کو در غیث
کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہی عنہ کو بیع جائز
پر اعتبار کرنے کو اور قرار دیتا ہے، یہ کتنی شیئی بات ہے
ہر مذہبی اس سے بناوٹا سمجھ رہا ہے۔

یہ اہل اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت و جماعت
کی ہدایت دے۔ اس نے کہا، قربانی کر نیلے نے
جب جلد درہم کے عوض بیع دی تو قوں (کسب نہر)
کی ریت ہو یا سہرہ کی اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب
ہو گیا جیسے نذر کا صدقہ واجب ہوتا ہے، یعنی نے
شرح جہار میں کہا یہ قصد قبول پر تصرف ہے اور قربانی
کسب نہر کا ذریعہ ہونے سے نکل چکی ہے، تو جب
بیع کر کسب نہر کیا تو صدقہ واجب ہو گیا کیونکہ یہ ثمن فعل
مکروہ سے حاصل کیا تو غیث ہو گا اور صدقہ واجب
اور کافی میں ہے جب اس سے قبول کیا تو قرست کمال
سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا تصدق
واجب ہوا۔

اس کلام سے تم از کم یہ بات واضح ہو چکی کہ یہ شخص

فیحب التصدی، وایہ اذا اتولہا یا البسیم
الی قولہ وجب التصدی فان کلامی الہدایۃ
والدرہ وایہ کا نا حجتین علیہم لا لہم،
لکن لا کما تین اصابتین یا مت الکلام فی
صورۃ التمول لا مطلق التبدل، لا سیما
کلامہا ما لیدر البین کا لیدر، امت
وجوب التصدی لاجل الخیث و الخیث
لکراہۃ البیع، وکراہۃ البیع بقصد التمول،
فیائیت شعری فیظن الرجل ان کل تبدل
بمستهلک تمول، فی حکم کراہۃ البیع بہ
مطلق، ام لا یدری الفرق بین التمول
والتقرب حتی یحتج علی الصد بالصد، ام
یحیز قیاس البیان علی التین، و الخیث
علی الطیب، و السہی عنہ علی السادۃ و
فیہ، بل السندوب الیہ فہل ہذا الاشرف
نکرا، و امر امر، وایا ما کان قال اللہ
الصراۃ لنحو البراعۃ ومنع التناعہ۔

قال الرجل ہذا اللہ تعالیٰ الی صلتک
اہل السنۃ و الجماعت، اداماع المضحی
جید اضحیتہ بالدرہم سواء کان البسیم
للتمول او بذنیۃ التصدی تعین تصدی ثمنہ
کالتذروہذا ہو معنی الصدقۃ الواجبۃ۔

قال العيني في شرح الهداية انه تصرف على قصد التمول وقد خرج عن جهة التمول فادام قوله بالبيع وجب التصديق لانه هذا الثمن حصل بفعل مكروه، فيكون خبيثا فيجب التصديق له وفي الكافي خافوا تمولها بالبيع اشغلت القربة الى بدله فوجب التصديق آخر معربا ملخصا.

اقول دلنا كلامك هذا على تعيين الشق لاحير من الشقوق الثلاثة المبارة في قولي، ياليت شعري فعرفنا بترديدك ان ليس كل بيع يستهلك تسولا عندك وانك ما تزيين التمول وغيره، وان بدلت المقرب بالتصدق جهلا منك، او تعذلا مع عندك ان الكلام في سائر القرب دون التصديق هاذن لا اجد لاحتجاجك بكلام ابكا في مثلا، الا كم ان ادعى ان من حصل اثم سواء كانت صلواته لله تعالى او لغيره وحتج عليه بقوله عمر وحل قل يا ايها الكافرون لا تعبدوا ما تعبدون ۝ فامتن كان الدليل يتم بان يكون اخص من المدعى مع عدم الساس بالجزء المقصود منه استثناء فيه اصلا، فلا يرى احدا من

قول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے تبھی تو بیع قول اور بیع تقرب کو دو علیحدہ قسمیں قرار دے کر قرب ترید سے بیان کیا کہ قولی ہو یا صدقہ کی نیت و اہم کا صدقہ واجب ہو گیا، ہاں لا علمی یا تجاہل عارفانہ میں لفظ تقرب کو تصدیق سے بدل دیا کیونکہ کلام تو مطلقا کار ثواب کے لئے بیع کرنے سے متعلق ہے۔

الفرس اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات دہی آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف سے استدلال جائز ہے، اس استدلال کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کچھ عبادت خدا کی ہو یا غیر خدا کی کسب ناجائز ہے۔ دلیل اس کی قرآن عظیم میں ہے، لا تعبدوا ما تصدون، و ما تعبدون و کما ہی نہیں لا تعبدوا سے استدلال کر دیا۔ اسی طرح صاحب کافی کی عبارت تو بیع قول کی مخالفت میں ہے اور آپ نے مطلقا بیع حرام کر دی یہ تو عبارت کافی سے استدلال کا حال ہے اور عینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے۔ اس لئے کہ وہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدیق اس لئے واجب ہے کہ مال خبیث ہے اور یہ صورت بیع قول کے سوا اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتی۔ تو آپ کا اس عبارت سے استدلال اور میری بات

کے ثبوت میں سورج پیش کرنے کے مرادف ہے اس شخص نے کہا، کافی اور عینی کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اس کمالی کے وام کا تصدیق واجب ہے، تو وہ صدقہ واجبہ ہوا۔ اور اس کا مصروف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا مصروف ہے، تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔

”تم ہی صاحب فی اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ قول کے لئے ہے توقیت کا صدقہ واجب ہے، تو یہ بات صحیح ہے، بیشک اگر بقصد قول صحیح کی تر اس کا تصدیق واجب ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کار ثواب کی غرض سے جمع کیا تب بھی تصدیق واجب ہے، تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں، اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہر اتر

ابسطین یعجز عن إقامة الف دليل على دعواه هذا احتياضك بالكافي، اما التمسك بكلام البدر فمألف الله من ان تنقص درجة ممن يدعى وجود الليل البهيم مسيل الاستار يحتج عليه بوجوه الشمس في وسط السماء بانزلة تبهر الانصار۔

قال فقد اتضح مهاتين الروايتين وجوب التصديق واذا وجب الصدقة فكونها صدق واجباً واغنى بنفسه فلا يكون مصرفاً الا مصروف الصدقة الواجبة كما هو ظاهر، فلا يجوز صرفه الى ساء الساجد والمدارس من آله والتقريب۔

اقول ان امرين الوجوب عند القول فمهم ولا كلام فيه، او عند التقرب فلا ولا كلامه واما اثره في دليلك فما ثبت بهما لا نزاع فيه، وما فيه النزاع لم يثبت بهما، وان كان محسناً ان يقع في كلام الاصح لفظ وجوب التصديق في اي مسئلة من اقباب، فنعم له عوارض في كل كتاب، ولا مل عند الرسل والتواب۔

قال والصدقة مطلقاً لا بد فيها من تملك موارداً اياحة او تملكاً تاماً۔

یہ دونوں عبارتیں ہی کیا ہیں، سر کتاب میں آپ کے مدعا پر سیکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔ اس شخص نے کہا "صدقہ میں مطلقہ تمذیک واجب ہے عام ازیں کہ بطور اباحت ہو یا بطور تمذیک"

آدمی کو صحیح بات نہ معلوم ہو تو جتنا بوجھ اس پر صبر کرنا چاہتے اور دراز لسانی سے پرہیز کرنا چاہتے، لیکن آپ نے تو ایک نئے ٹرک کا اضافہ کرنا چاہا، اور شرطیج کے کھیل میں گڑھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباحت بھی تمذیک کا ایک حصہ ہے، اور صدقہ واجرہ تمذیک میں بھی اباحت سے کام چل جائے گا، افسوس کہ اس کلام میں قسم کو قسم اور صدقہ کو شریک بنا دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی تقریب کے بیاب میں تباہی کے ابواب بھرے پٹھے ہیں، ابواب طلاق و لقطہ و ہبہ و کراہیہ و غیرہ میں کثرت سے یہ مسائل ہیں۔

بر لوگ فتنہ میں حادوں کتاب امام صدر الشریعہ کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی ابتداء میں ہی لکھتے ہیں، پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تمذیک سے بھی، تو پانی والے نے ایک پوری جماعت سے اگر یہ قسم میں سے جو چاہے اس پانی سے وضو کرے، اور پانی کسی ایک کے وضو بھرتا، پوری جماعت کا وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ علی سبیل الانفرادیہ کی قدرت ثبات ہو گئی۔ اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب قبضہ کرو، تو تم نہ ٹوٹے گا، کیونکہ ثنا پانی جب

اقول یا یتک اذ لو تہتدالی الصواب
قنعت، بما من قبل صنعت، و تفک عن
الاستیصال منعت، و لکنک اجبت ان تزیید
فی الظنور نفیة، و فی الشط و نبح غفلة،
و ابستدعت القول بامث الاباحۃ من
التمذیک و امہا تحری فی الصدقۃ
مطلق، ف جعلت القسم قسم،
و انصد ند امدان کلمات العلماء فی مسائل
الاباحۃ غیر قبیلۃ و لا خفیة، بل دوارۃ 3
کثیر من ابواب الفقہ، منها الطہارۃ
ومنها الزکوۃ، ومنها الطلاق، و منها
اللقطۃ، و منها النہیة، و منها الکراہیة
و غیر ذلک و هذا شرح الوقایہ تلامذ
الجلیل صدر الشریعہ اول کتاب
نتداسہ فی الفقہ، اعاد فیہ
مرحمہ اللہ تعالیٰ فی اول
کتاب الطہارۃ من باب
التیمم، ان القدرة ثبت بطریق
لاباحۃ، و بطریق التذیک، فان قال
صاحب الہام للجماعۃ من التیممین
لیتوصا بهذا الہاء ایکو شاء، و النساء
یکفی لكل واحد منقذ و اینتقض تيمم
كل واحد لبشوت القدرة لكل واحد
عنی الانفراد، اما اذا قال هذا الہاء بکم
و قبضوا لا ینتقض تيممهم لانه یقف

سب کو ہر کیا اور تقسیم نہیں کیا ترہیہ مشاع ہونے کی وجہ سے وہ ہر باطل ہوا، اور کسی کے لئے اباحت ثابت نہ ہوئی۔ ایسا ہی فتح اور بحر وغیرہ میں ہے۔ تملیک اور اباحت کا فرق اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پہلی صورت میں اباحت ثابت فرماتے ہیں، اور دوسری صورت جو ہر اور تملیک کی طرح ہے، اس میں اباحت کی نفی فرماتے ہیں، اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو ایک کا ثبوت اور دوسرے کی نفی کیسے ہوتی۔ تو اردو فتح لکھ میں ایک مشہور و معروف ضابطہ مصرح ہے "امام نے کسی کمانے کی چیز کی اجازت لفظ "الطعام" سے دی کہ اسے فلاں کو کھادو" تو اس میں اباحت کافی ہے۔ درجس کو "ایمان" سے اجازت دے دی کہ اسے فلاں کو دے دو" تمیک ضروری ہے۔ تو آنکھ کھولی کر دیکھ لیجے کہ تملیک و اباحت

امام غزالی نے فرمایا: الزکوۃ تملیک و زکوۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔
علامہ علائی فرماتے ہیں: اس سے اباحت نکل گئی۔

۱۰۵-۱۰۹/۱	المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی
۲۵۱/۱	مطبع مجتہائی دہلی
۴۵۳/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۲۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی
۱۲۹/۱	"
۳۷ ص	فصل منظر الزکوۃ فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

على ملك الواهب ولم تثبت الاباحه لان
ما بطل الهبة بطل ما في ضمنه او مخصصاً
ونحوه في الفتح والمهر وغيرهما، فانظر
كيف بايسوا بينهما، واسمع كيف اثبتوا الاباحه
لكل منعه، يقول المالك ليتوضأ به ايكم
شاء، مع بداهة انه لا تثبت بقوله هذا
شئ من الملك لكل منهم، ولا لاحد
افما كنت درست هذا، او ما دريت ولا وجهيت
ضابطا لهم، انت ما شرع بلفظ اطعام
وطعام حذريه الاباحه، وما شرع بلفظ ايتاه
واداء شرط فيه التمليك، حكما في ظاهر الدل
ومجمد الانهر وغيرهما فافتح العين
هل هما قسيان، او احدهما قسم من الآخر
كرايس فلاں كودسے دو" تو اس میں تمیک ضروری ہے
آپس میں قیم میں، یا ایک دوسرے کی قسم!

أو ما علمت ان مولی الغزی لما قال
ان الزکوۃ تملیک ان قال المحقق العلانی
خروج الاباحه، او ما عرفت ان الامام حصار
اشریع لما قال فی النقایۃ تصیرت تملیک

۱۰۵-۱۰۹/۱	المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی	کتاب الطہارۃ	شرح الوقایۃ
۲۵۱/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب کفارة الطہار	در مختار
۴۵۳/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الطہار	مجمع الانهر شرح مفتی الابحر
۱۲۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الزکوۃ	در مختار شرح تنویر الابصار
۱۲۹/۱	"	"	"
۳۷ ص	فصل منظر الزکوۃ فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	"	ہے مختصر الوقایۃ فی مسائل البدایۃ

اوں تو ایسی نعوص کا انبار لگ جائے جو تمہیک اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ صدقات میں مطلقاً اباحت کافی ہے یہ بھی غلط ہے، اتنی بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں بحت کافی نہیں، ہم نے اس بات کے جزئیات تنویر اور در سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی نقل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے، تو اس قال کا کلام از تاپا محمد دوش ہی محمد دوش ہے اور میں مزید زرد کی ضرورت نہیں۔

ما تنترقی دوت نقلہ الامار، وانا بحمد الله
عالم بسا ط غطك، ومشار لعصك، وما أسبغ
عليه عن قريب، انشاء المولى القريب
النجيب، واما ما اوهمت من اجراء الاباحة
في الصدقات مطلقا، فواضح السطون عند
كل من يعلم ان الزكاة وصدقة العطر
لا تعي فيهما الاباحة على المذهب الصحيح
المفتي به، وقد قدما نصوص النقاية و
التنوير والدر، وضابط الدر و شروح
متفق الابحر، وسيأتي شياذة على ذلك
ان شاء الله.

وبالجملة كلام الرجل ككلامه هوش
من قرنه الى قدمه صندوش، ومحن اذ
قد اوضحنا المرام وان حنا الادها مرتوفين
مربا لملك الاعلام، فلا علينا ان نقصر الكلام
ونظري بسا ط الرد والابرام والمحمد لله
ولي الانعام.

ایک سنی عالم کا فتویٰ البتہ علمائے اہلسنت
میں سے بھی ایک بزرگ نے اسی قسم کی بات کہی
جو گنگوہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام یہ ہے
”قربانی کی کمال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیا جائے
یا اس کو خود استعمال کیا جائے، یا اس کو باقی رہنے
والی چیز سے بدلہ جائے، جیسے چھلنی، مصلیٰ وغیرہ، تو
صدقہ کی صورت میں تمہیک ضروری ہے۔“
انہوں نے اپنے کلام سے مذکور ثابت کیا کہ

تذیل مجلیل، قال العبد الذلیل بعد
هذا، وقفت على تحرير آخر لبعض حيلة
العصر من اعاضل اهل السنة حنح فيه نحو
ما صح ولهك انقوم، وحكوا لا بد ههما
من التمسك متمسكا بما تعريبه حكم جلود
الاضاحي ان يتصدق بها او يتعم بها بنفسه
او يستدلها بما يستفح به مع نقاء
كانغريال والصحة وغيرها، وفي مسورة

کہاں کا صدقہ صدقہ واجبہ ہے، نہ یہ ثابت کیا کہ اس کو کسی اور کارِ ثواب میں نہیں لگایا جاسکتا حالانکہ یہی دلیل کا صغریٰ ہے، جبکہ اس کے ثبوت کے دلیل ہی بیکار ہے، ان بزرگ کی غلطی کی بہت بے رحمی کہ انھوں نے یہ کہا کہ قرآنی کی کمال صدقہ کرنے بعد اس سے انتفاع حاصل کرتے یا باقی رہنے والی چیز سے استبدال میں منحصر ہے، اور جب بعینہ انتفاع اور استبدال با باقی کی صورت نہ پائی گئی تو تصدق معین ہو گیا، اور اس میں تملیک ضروری ہے (اللہ تعالیٰ انھیں اپنے لطف سے روشنی یہ ان کے کلام کی نشانی توحید ہے۔

لیکن قابلِ فوراً مر یہ ہے کہ شرع میں صدقہ کا اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے، (۱) تمليك المال من العقیقہ اس صورت میں عاریتہ، اباحتہ، ہدیہ، قرض وغیرہ سب صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوٰۃ میں لفظ صدقہ سے ہی مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تملیک ضروری ہے، تو صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجبہ ہے، لیکن اس معنی

التصدق لا بد من التملیک اور حاصلہ معرباً۔
اقول ہذا کلام کہ اتوی لایکادیرجع الی طائل، فان لزوم التملیک فی التصدق لایستلزم لزومه فی التقرب، ولم یلزم کلامکم بايجاب التصدق ہنہا عینا ونفی سائر وجہ التقرب تینا فالصغری المطویۃ ہی التوب کانت محتاجہ الی البیان وقد طویتوہا و طویتم، نکشتم من یہ ما ختل السراہن وکانت ملحظ ہذا، نفاضل ومحیط بطور ان حکم المخلو اد کان دائر بین الاشیاء الثلاثۃ، بالسیع بالدرہم ولولاجل التقرب استفی الاخیار، فتعین الاول، وهو لا بد فیہ من التملیک ہذا عایۃ ما یقال فی تفسیر کلامہ، علی حب مرامہ ہذا، مر بہ بلفظہ واکرامہ فالأول۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، اعلم ان لصدقہ اطلاقاً الاول احقوب تمليك المال من العقیقہ معجلاً، فخرج الاعاۃ، ولا ماحۃ و ہدیۃ الغنی والاقراض و ہذا اھو المراد فی التزکوۃ وصدقہ الفطر، وبہذا الماعنی یقال ان الصدقۃ لا بد فیہا من التملیک و حیث لا تدخل فیہا الکفاسات لجوار الاناحۃ

بإطلاق الاستفاح، والتصرف والاستهلاك
الصادق به وبالإباحة وبهذا المعنى تشمل
الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما
قال القسستاني والشامي وغيرهما في مصروف
الزكاة أنه هو مصروف الصلوة الصدقة الفطر
والكفارة والسدرة وغير ذلك من الصدقات
الواجبة عليه وبه علم امت هذين
المعنيين لا يتعد هب الواجب من الصدقات
والخلف بينهما كما أنه هو الذي حدد ذلك
الرجل الوهابيات جعل الإباحة من
التكليف، وذلك أنه سأل في الفتاوى ما يقصر
الصدقة على التكليف وسأل في رد المحتار
ما يقصر أنفا وهو يفيد أن الكفارة أيضا
من الصدقات، وقد نقل العباسيتين
في فتاواه فأطن أنه نظم منها شكلا و
استنتج منه أن الكفارة لا بد فيها من
التكليف، وكذا داسيان الإباحة تسوغ
فيها، فلم يتأكد نفسه أن حكم يكون الإباحة
قسما من التكليف لأنه اضطربت لديه
لاقوال، وضاق عليه ميدان الجبال
ولم يدرك أقصى عن الاشكال الاباء
هذا الحال، ولم يعرف المسكين فرق
الحال، وإن تغير الاوسط يهدم الاشكال

استهلاك بھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تملیک اور
اباحت دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے، صدقہ اس
معنی میں کفار پر ہوا جاتا ہے جو صدقہ واجبہ سے بے
اسی کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے،
چنانچہ قسستانی و شامی وغیرہ نے کہا،
”جو فقیر مصروف زکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر، کفارات
اور سدر وغیرہ کا مصروف ہے“

صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی
متحقق ہونگے، شاید اسی بات نے اس دیوانی آدمی
کو یہ حرات دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تملیک
میں شمار کیا کہ انھوں نے فتح القدیر میں دیکھا، صدقہ
کے لئے تملیک ضروری ہے اور رد المحتار کی بھی
نقل مستند عبارت میں دیکھا کہ کفارہ بھی صدقات
میں سے ہے۔ یہ دونوں عبارتیں اس نے اپنے
فتویٰ میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب
دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تملیک ضروری
ہے، اور یہ جان ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت
تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے کہ اباحت
بھی تملیک کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال نہیں
مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پاسکے
تو یہ حال بات بول دی اور قیاس ترتیب دیتے ہوئے
انھیں یہ پتہ نہ چلا کہ درمیان کفارہ کے قیاس سے نتیجہ
عط ہوتا ہے فتح القدیر کی عبارت ”الصدقة

يجب فيه التملك " اس صدقہ سے مراد صدقہ نما
بمعنی اولیٰ ہے اور " الکفارات نجوس فیہ
الاباحۃ " کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے، حالانکہ
تمستانی ان کی راہ کشادہ کر چکے تھے، وہ فرماتے ہیں
" انہ تصوف تملیکاً لیستثنیٰ منہ الکفارات "۔
صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ
اس سے مستثنیٰ ہے۔

فان النیٰ يجب فیہا، تملیک ہی الصدقۃ بالمعنی
الاخص الخارidge فیہا لفظ الیتاء او الاداء او
ما یؤدی مؤداہما، والکفارات لیست من
الصدقات بهذا المعنی، علا شکل ولا اشکال
والحمد لله المہیمن المتعال، علی انہ ان
قطع النظر عن ہذا التحقیق العیس الایس
الدریق، فکان السیل ان یتق ل باستثناء
الکفارات من حکمہ جوب التملیک کما
فعل الفاضل القمستانی حیث قال
تحت قول النقایۃ تصرف تملیکاً لیستثنی
منہ اباحۃ کفسارۃ ۱۰ لان یرتبب مشدک
هذا الحال، وبالله العصیۃ من السزل
الضلال ہذا ماوعی ناک سعد الی شرح
اعلاقات الصدقۃ۔

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک بہرہ
اور فقیر و فنی " دون کو عام ہو، توسط شریح
ابوداؤد میں ہے،

" صدقہ یہ ہے کہ فقیر دل کو دیا جائے (مطلب
یہ کہ صدقہ میں غمنا یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہائے
نزدیک مالداروں کو بھی دینا جائز ہے۔"

الثالث وما یقطع النظر عن الفقر
ایضا، فتشمل التملیک والاباحۃ للتفسیر
والغنی، قال فی التوسط شرح سنن ابی داؤد
الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقرا ای غالب
انواعها کذلک فانہا علی الغنی جائزۃ
عندنا یشاب بہ بلا خلاف آمہ وقال فی

رد المحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے۔ صدقہ
مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازاً بہرہ کو صدقہ
کہتے ہیں، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقہ
فقیروں کے صدقہ سے کم ثواب والا ہوتا ہے۔
احمد و طبرانی نے کبیر میں مقام ابن مسعود کرب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیوی کو
کھلایا تو صدقہ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقہ، جو خادم
کو کھلایا تو بھی صدقہ۔

طبرانی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت ہے، آدمی اپنے گھر میں جو کچھ اہل عیال
اور خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ
ہے۔

(۴) اس اطلاق میں نہ تمییز ہے نہ اباحت،
یا ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو
نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے، جیسے گنوں بنانا،
نہری تیار کرنا، مسافر خانے اور پل بنانا، مساجد
اور درسوں کی تعمیر کرنا، اور انھیں امور خیر میں صرف
کرنے کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں۔ اور اوقاف کو سی
معنی میں صدقہ مودہ کہا جاتا ہے، حدیث شریف
میں ہے، "مصور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

رد المحتار عن البحر الرائق الصدقة تكون
على الاغنياء ايضا وان كانت مجازا تحت
الجهة عند بعضهم وصريح في النسخة خيرة بان
في الصدق على العتي نوع قرينة دون قرينة
لغيرهم وروى احمد والطبراني في الكبير
عن المقدام بن معد يكرب رضي الله تعالى
عنه، قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم انك ما اطعمت زوجتك فهو لك
صدقته وما اطعمت ولدك فهو لك صدقة
وما اطعمت خادمك، فهو لك صدقة، قوله
فيه عن ابى امامة الـ هـ لـ رضي الله تعالى عنه
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما انفق
الرجل في بيته واهله وورده فهو صدقة
الرابع ربما تطلق حيث لا تميلك و
لا اباة اصلا وانما هو تصرف مالي تصد به
نفع المسلمين كحفر الابار وكردى الانهار
وبناء الربط والجسور والمساجد و
المدارس وغير ذلك، وعنت هذا
تقول انها صدقات، جارية، ومن ذلك
قولهم في الاوقاف صدقة مؤبدة، وعنه
جاء قوله صلى الله تعالى عليه وسلم

۲۵۷/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	رد المحتار
۲۹۸/۲۰	المکتبة الغیصلیة بیروت	حدیث ۶۳۴	شہ المعجم الکبیر
۱۱۲/۸	" " "	۷۴۷	کے

اذا اناك سعد بن عبادة رضي الله تعالى عنه
فقال يا رسول الله احي ماتت فاتي الصدقة
افضل؟ قال سقي الماء، فحضر بئرا، و
قال هذه زكاة سعد، كما اخرج احمد
وابوداؤد والفسائف وابن حجة
وابن حاتم والمحاكم عن سعد
والويلي عن ابن عباس رضي الله
عنه فقد سقي سقي الماء بحفر البئر
صدقة، ومعلوم ان لا تمليك
فيه ولا اباحة، فان من شرطها ان
يكون الماء في ملك المبيع كما لا يحق على احد
وقد قال صدر الشريعة انهم لما لم يذكروا
لا تصح باحتهم اؤد وقد نص علما لنا
ان ماء البئر غير مملوك لصاحبها، ففي
الهداية البئر ونحوها
ما وضع للاحيوان ولا يملك
المباح بدونه، وفي فتاوى
لعلامة خير السديد الرضوي

حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض
کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری مال کا انتقال
ہو گیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہو گا؟ حضور نے
فرمایا، لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا۔ انھوں نے ایک
گرواں کھدوا دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ سعد کی مال
کے لئے ہے۔ (احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ،
حاکم، ابن حبان عن ابی یعلیٰ عن ابن عباس)

تو اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دیا
جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، کیونکہ اباحت
کے لئے شرط یہ ہے کہ شے مباح، مباح کر نیوالے
کی ملک ہو۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں، جب مال
موقوف یا ملکوں کی ملک نہ رہی تو ان کی طرف سے
اباحت بھی درست نہیں۔

اس طرح علماء نے تصریح فرمائی کہ کنویں کا پانی
کنویں والے کی ملک نہیں۔

آپ میں سے کنویں اور اس کے مثل
جو چیزیں میں قبضہ کر کے نہیں رکھی گئیں، اور قبضہ کے
بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی۔

۱/ ۲۳۶ سنن ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فضل سقي الماء آفتاب عالم پریس لاہور
سنن النسائي کتاب الوصايا فضل الصدقة عن الميت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۲
مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۸۵ و ۶/ ۴
موارد الطالبان الی نوادہ ابی حبان کتاب الزکوۃ باب سقي الماء المطبعة السلفية مکتبہ المکرمة ص ۲۱۸

کے

۳۵ البدایہ کتاب ایاء الموات فصل فی المیاء مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۸۳

فی الولوالجیة وکثیر من الکتاب لو نزع ماء
بئرس جل بعیرا دنه حتی یبست لاشع
علیه لان صاحب البئر غیر مالک للماء
فادن لایکون الا تقربا الی الله تعالی بتصرف
فی ماله لنفع المسلمین وعلی هذا سائر
القرب البائیة سواء فی دخولها فی معنی
الصدقة۔

وقد قال الامام فقیہ النعمان
قاصی خان فی الحامیة قریة فیها مؤمطویة
بالأحوجت القریة، والقرض اهلها
وتقرب هذه القریة قریة اخروی
فیها حوض یحتاج الی الاخرها سادوا
ان ینقلوا الأجر من القریة القریة
خربت و یجعلوها فی هذا الحوض،
قالب ان عرف بان تلك البئر لا یجوز صرف
الأجر الا بانہ، لانه عاد الی مکة وانت
لم یعرف البانی قالو الطريق فی ذلك انت

عنه قلت ای لا ضمان لان الاتلاف صادف
مباحا غیر مملوک لحد اما التصزیر
فیہنی ان یکون فیما ینظر اذ افعله لمحض
الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔

فتاویٰ خیریہ، دلول الجیرہ وغیرہ بہت سی کتابوں
میں ہے: ”اگر کسی نے کسی کے کنویں کا پانی نکال کر
کنوئیں خشک کر دیا تو مکالمے والے پر کوئی تاوان
نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں۔“
تو یہ صدقہ اسی معنی پر ہے کہ اللہ کے تقرب
کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف
کر رہا ہے، اور اس معنی میں سائے مالی کا بغیر صدقہ
قرار دینے والے میں برابر ہیں۔

اطلاق نمبر ۳ کی دوسری مثال امام فقیہ النعمان
قاصی خان فرماتے ہیں: ”ایک دیہات میں پختہ
کنوئیں تھیں، دیہات اُجڑ گیا اور کنوئیں معطل ہو گئیں،
اس کے قریب دوسرے دیہات والوں نے
اس کی اینٹیں اپنے حوض میں لگانی چاہیں، اگر
کنوئیں کا بنانے والا موجود ہے تو اس سے اجازت
یعنی ضروری ہے کیونکہ تعطل کے بعد اینٹیں بانی کی
ملک ہو گئیں، اور بانی کا پتہ نہ پڑے تو وہ اینٹیں فقیر
کو دے دی جائیں اور وہ اپنی طرف سے اس کو
حوض میں لگا دے، کیونکہ وہ اینٹیں اب لفظ

میں کتابوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی مباح چیز
کا اتلاف ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر
مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر و زانی ایسا کرے کیونکہ
اسلام میں ضرر و ضرار کی حاکمیت ہے ۱۲ منہ (ت)

يتصدق بها على فقير، ثم ذلك الفقير
يسقطها في ذلك الحوض، لانه بمنزلة
اللقطة والاولف ان ينفق القاضى
في هذا الحوض، ولا حاجة فيه الى
الصدقات على الفقير أم، وفي الهندية
عن الوقفات الحماية، فيما اذا لم يعلم
القارس، الحكم في ذلك الى القاضى ان
سرى سيجها وصوب تسها الى عمارة مقبرة
فله ذلك أم وقاف في احماية قلبه يست
الاشجار بعد اتحاذا الارض مقبرة فان
علم عارسها كانت للقارس وان لم
يعلم فاسرى للقاضى ان سرى ان يبيع
الاشجار وتصور تمنها الى عمارة مقبرة
فله ذلك، وتكون في الحكم كانها وقف أم
قلت اى في انه مالى مصروف الى
وجود المبر، اما الوقف فلا لما في الحماية
ايضا، سرجل جعل ارضه مقبرة، وفيها
اشجار عظيمة، قال بوقيه الوهم
مرحمه الله تعالى وقف
لاشجار لا يصح، فتكون
الاشجار للواقف، ولو رثته

دگری پڑی چیز کے حکم میں ہے، اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ قاضی اپنے حکم سے اسے عوض میں لگا دے اس طرح فقیر کو دینے والے جیلہ سے نجات مل جائے گی۔

عامگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے :
 اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پسند
 نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیج کر اس کی
 قیمت قبرستان کی درستگی میں صرف کر سکتا ہے ۔
 خانیہ میں ہے : انہیں کو مقبرہ بنانے کے بعد
 اس میں درخت لگ آئے ، لگانے والا معلوم ہو
 تو وہ اسی کا ہے ، اور لگانے والا معلوم نہ ہو
 تو اُنے قاضی کی ہے اسے بیج کر قبرستان کی
 مرمت میں لگا سکتا ہے ، اس کا حکم وقف ہی
 کا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا مال ہے جو مصارفِ خیر کے لئے ہی ہے اسی طرح اس درخت کا مصروف بھی مصارفِ خیر میں ، وہ درخت خود وقف نہیں ہو جاتا۔ اسی غائیہ میں ہے "ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی جس میں درخت ہیں، فقیہ ابو جعفر کا رد ان ہے کہ چونکہ درختوں کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت وقف کے

۷۲۵/م	فصل فی الوقت المنقول الی	کتاب الوقت	سہ فتاویٰ قاضیان
۴۴۳/۲	فورانی کتب خانہ پشاور	باب الثانی عشر	سہ فتاویٰ ہندیہ
۷۲۴/م	فرانکسور لکھنؤ	فصل فی الاشجار	سہ فتاویٰ قاضیان

ہوں گے، اور وہ مرگیا تو اس کے درشہ کی ملک
ہوں گے، اور یہی حکم اس مکہ کا ہے جو ایسے ار
میں ہو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔

رحمانیہ کا جزیرہ ہے، مسجد ویران ہو گئی جس
کے بانی کا پتہ نہیں، اور لوگوں نے دوسری مسجد
بنائی، پھر ان کی رائے بدلی کہ ویران مسجد بچ کر
اُس کی قیمت اس مسجد میں لگائیں، تو امام محمد کے
نزدیک اس میں حرج ہیں، اور قاضی ابویوسف
کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد
ہی رہے گی۔

سراجیہ میں ہے: پرانی مسجد جس کے بانی کا
پتہ نہیں وہ ویران ہو گئی، لوگوں نے اسی کے قریب
دوسری مسجد بنائی تو قاضی ابویوسف کے نزدیک
ویران مسجد کا سب مان بچ کر آنا مسجد میں نہیں
لگا سکتے۔ اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے،
اور فتویٰ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول
پر ہے۔

اس کی وجہ دی ہے کہ مسجد جب ڈھے کر
ناقابل استعمال ہو گئی اور لوگ مستغنی ہو گئے، تو
امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا ملک بانی
ہو جاتا ہے، اور جب بانی کا پتہ نہ پئے تو وہ نقد ہو گئی
اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

ان عامات، و کذا البین فی الدار التي جعلها
مقبرة لله، ومعلوم ان حكم اللقطة هو
التصدق الا ان يكون الملتقط فقيرا، فيصرفه
الى نفسه، وهو ايضا من باب التصديق من
المالك، بل قال في الدار المختار عن العدة
وجد لقطة وعرفها ولم ير ربها فاستقر بها
لفقره ثم ليس يجب عليه، ان يتصدق
بشئله الله وان كان لهنا سراحا كذا في
البحر والنور، عن الولوالجية والهمدية
وجامع الرموز عن الظهيرية قلت لا
يتصدق احد من ماله فلا تتغير بتغير
حاله تعقير احد الزكوة ثم السو بس عليه
سردف، وبالجمله الحكم هو التصديق
وقد نصوا على جواز صرفه الى عبادة
لمقبرة واصلاح الحوض، ومن ذلك
ما في الرحمانية عن الاجناس، اذا خرب
مسجد ولا يعرف بانيه ومنى اهل المسجد
مسجد آخر ثم اجتمعوا على ميعه، واستعانوا
بشئله في ثمن المسجد الا خوف فلا بأس به،
وهذا قول محمد حلالا بى يوسف فانه
مسجد ابد عند الله، وفي السراجيه مسجد
عتيق لا يعرف بانيه حرمت فتحذ بجنبه

سہ ماوی قاضی حان کتاب الوقت فصل فی المقابر والمیامات نوکشتور لکھنو ۴/۲۵
کے درمختار کتاب اللقطة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۶

رحمانیہ

مسجد آخر، ليس لأهل المسجد امت
يسعونه وليستعينوا بتمننه في مسجد
آخر، عند أف يوسف خلاقا لمحمد
وعليه الفتوى۔

وذلك امت المسجد اذا خرب
والعياذ بالله واستغنى عنه يعسود
عند محمد الم ملك الباقف،
كما في التنوير وغيره فادالم يعرف
باسيه صار لقطه، وقد قال
لامام محمد ج صرفه الى
مسجد آخر فعند ان التصديق
النامور به في اللقطه هو به هذا
المعنى الرابع الداخلى فيه المرح
المع المقابر والميادين والمساجد
وهذه الاطلاقات حكمها فقهية
كما ستعرف۔

حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، عوص اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تعلق ہے نہ اہانت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ سارے
اطلاقات فقہیہ ہیں۔

الخاص قد يتوسم فيقطع النظر
عن قيد المال ايضا، ويطلق على
كل نفع للغير بإيصال الخير او دفع
الضرر، كيهنا كان ومن ذلك حديث تكرار

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔
توجیب، چوتھم کی اسٹیوار کا حکم لفظ کا ہر اتویہ
بات صاف ہو گئی کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے، ان
پانے والا فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ
ہے بلکہ درختار میں عمدہ سے نقل کیا کہ فقیر سے لفظ
پایا اور اس کو اپنے اوپر خرچ کیا، پھر مالدار ہو گیا
تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فقیر اس کے خلاف
ہے (بحر و نہر عن الولا الجید و جامع الرموز من
الطہیر)۔

میں کہتا ہوں قرین قیاس بھی یہی ہے کہ
صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے
اس کا حکم نہیں بدلے گا، جیسے فقیر مال زکوٰۃ کھاتا رہا
اپ مالدار ہو گیا، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ فقیر زکوٰۃ
کھاتی سب واپس کر اور فقیروں پر صدقہ کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے
اور اسی کو عمارت، مقبرہ اور اصلاح عوص میں صرف کرنا
حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، عوص اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تعلق ہے نہ اہانت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ سارے
اطلاقات فقہیہ ہیں۔

(۵) کہیں صدقہ سے مالی ہونے کی قید بھی حکم کر دی جاتی
ہے، اور مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے
ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی شان
وہ حدیث ہے کہ منفرد کے ساتھ علی کر جامع

کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
میں حکم دیا،

”اگرچل یتصدق علی هذا ایصلی معہ
کوئی اس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ مل کر نماز
پڑھے۔“

یوں ہی سرکار نے فرمایا، ”آدمی کے ہر چوڑ پر
ہر دن صدقہ ہے، تو دو آدمیوں کے بیچ نصف فکنا
صدقہ ہے، آدمی کو باہر پر سوار ہونے میں مدد دینا
صدقہ ہے، اس کا بوجھ ڈال دینا صدقہ ہے، اچھی
بات صدقہ ہے، راستہ بتانا صدقہ ہے، راستے سے
کوڑا کرکٹ دور کر دینا صدقہ ہے (احمد و مسلم و
بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)۔

یہ ان یہ حدیث شریفہ، آدمی کے جسم میں تکلیف ہو
تو جو اس پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ
اس کا اجر بخشنے کرے گا اور گناہ معاف کرے گا (احمد)
ترمذی، ابن ماجہ، ابی الدرداء، احمد و ابی داؤد
باسناد صحیح،

الحاجة المروی فی جامع الترمذی وغیرہ
لا رجل یتصدق علی هذا ایصلی معہ وقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل سلا فی من الناس
علیہ صدقة کل یوم تطلع فیہ الشمس تعدل
بین الاثنين صدقة بينهما، وتبین الرجل
علی دبتہ فتحمل علیہا، او ترفعہ علیہا
مناہ صدقة والکلمة الطيبة صدقة و دل
الطریق صدقة و تمیط الادی عن الطریق
صدقہ، اخرجه احمد والشیخان عن
ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من رجل مسلم
یصاب بشئ فی جسده یتصدق بہ الارفعہ
اللہ بہ درجة وخطیئہ حصینہ، اخرجه
احمد والترمذی و ابن ماجہ عن ابی الدرداء
واحمد و نسیاء نحوه عن عبادة رصف اللہ
تعالیٰ عنہا باسناد صحیح۔

- ۸۵/۱ سنن ابی داؤد کتاب الصلوة باب فی الجمع فی المسجد مرتین کتاب عالم پریس لاہور
جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد ابی ہریرہ دہلی
صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اخذ بالکتاب ونحوہ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل فرع من المعروف قدیمی کتب خانہ کراچی
مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت
۳۰/۲ سنن جامع الترمذی ابواب الریات باب ماجاء فی العفو ابی ہریرہ دہلی
سنن ابن ماجہ باب العفو فی العفاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
مسند احمد بن حنبل بقرہ حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت
۳۸/۲

(۶) اور کبھی لفظ صدقہ بھی تو مع کی انتہا ہو جاتی ہے کہ ہر فعل محمود و مشروع کو صدقہ کہتے ہیں کہ دوسرے پر صدقہ نہ ہو تو اپنے پر تو ہے۔

”مسجد کی طرف بڑھنے والا دم صدقہ ہے، ہر بکیر صدقہ ہے، ہر سکی صدقہ ہے (احمد ری، د احمد بن من جابر، احمد، مسلم، ابو داؤد عن حدیث، طبرانی فی البکیر عن ابن مسعود، بیہقی عن ابن عباس، عبد بن حمید اور حاکم نے اس حدیث میں اسنا اضافہ کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی، مسلمان نے اپنے اور اہل دیلم کے لئے جو خرچ کیا اس پر صدقہ کا ثواب ملے گا“

نمبر ۳ میں ذکر کی ہوئی حدیث مقدمہ ام ابن سعد کے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تہیہ سے آ اور جو خود کھایا صدقہ ہے“

ان اطلاقات کو خوب ذہن نشین کر میں، شانہ کہ اس تحریر کے علاوہ اس تفصیل سے نہ ہے۔

اب صرف یہ فیصلہ رہ جاتا ہے کہ قرآنی کے

قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۲ و ۴۰۹

۲۲۵/۱

۲۲۴/۱ و کتاب لکھنؤ ۱/۲۲۴

۸۹۰/۲

۳۲۴/۱

۳۲۰/۲

۲۳۲ و ۱۱۰/۱

۵۰/۲

السوس قد يستقصی فی التوسم

فیقطع النظر عن غیر ایضا و یطلق علی کل

فعل حسن محمود فی الشرع فانه انت

لو یکن تصدقا علی غیره، فقصہ تصدقی

نفسه، ومن ذلک قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم فی حدیث ابی ہریرۃ السار کل خطوة

تخطوها الی الصلوة صدقة، و جاد فی

حدیث کل تکبیر صدقة، وقد قال

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل معروف صدقة

اخرجه احمد و البخاری و آخرون عن

جابر، و احمد و مسلم و ابو داؤد عن حذیفۃ

و نظری فی البکیر عن ابن مسعود، و بیہقی

فی الشعب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہم، و زاد عبد بن حمید و الحاکم

و صححه فی حدیث جابر هذا و ما انفق

المسلم من نفقة علی نفسه و اہله کتب لہ

بہا صدقة، و تہ حدیث المقدم المقدم

لہ صحیح البخاری کتاب الجہاد

صحیح مسلم کتاب الزکوة

لہ کتاب صلوة المسافرین

لہ صحیح البخاری کتاب الادب

صحیح مسلم

سنن ابو داؤد

مسند احمد بن حنبل ۵/۳۹۴ و المعجم البکیر حدیث ۴۰۴ و ۴۱۲ و ۱۱۰/۱

لہ المستدرک للحاکم کتاب البیوع دار الفکر بیروت

ذکرة، وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة^۱،
اتقن هذا فاعلمك لا تجد بياض تلك
الاطلاقات الا في هذه الوریقات والله سبحانه
واهب العلیات.

ثم ان المراد بالصدق في قولهم
في الاضاحی تصدق بالثلث وقولهم
یئذ یب لا ینقص الصدقة عن الثلث
لیس هو المعنی الاخص الاول، کیفت و
قد اجمعوا علی اباحة الاباحة فی القربان
فلا ینک تعین الاخص المنحصر فی
التمیك، ویتمنع ذلك فی قول محمد الانهر
وغیره الجهات ثلث لاکل و ادخار و
استصدق^۲ فایس الاطعم العام العیر
لخصوص یا تمیلا المنصوص علیه فی
قوله عز و محدة و اطعموا القانم والمعتو^۳
وقد استدلی فی الهدایة بالایة علی قول
اسبیة یشحب ان لا ینقص الصدقة عن
ثلث، اق نل ان الجهات ثلث الاحکام و
الادخار لہا روینا الاطعم من لقوله تعالی و
اطعموا القانم والمعتو^۴ نقسم علیہا اثلثة^۵

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاق
میں سے کس اطلاق کے تحت آیا ہے، تو یہ طے ہے
کہ تبرادل مراد نہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ
قربانی کے گوشت کو بطور امانت کھلے جس میں اس
معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تمیك ضروری
ہے، اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے
کھانے سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ
صاحب مجمع فرماتے ہیں، "قربانی کے مصرف کی تین
حیثیت ہے، کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا"
حالانکہ قرآن شریف میں کھانے کا صریح ذکر ہے
تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا جس میں امانت کافی ہوتی ہے
صاحب مجمع نے لفظ صدقہ کہہ کر اس کو بھی مراد
لیا ہے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحب ہدایہ کے
اس قول کی دلیل دی، "صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا
چاہئے۔"

صاحب ہدایہ کہتے ہیں، "اس لئے کہ جہتیں تین ہیں
کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، اور
کھانا، یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتج کو کھلاؤ،
قرینوں کے لئے ایک ایک ثلث رکھا گیا"

۲۶۹/۲۰

المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت

حدیث ۶۳۴

سۃ المعجم الکبیر

۵۲۱/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب لایحیۃ

سۃ مجمع الانہر شرح ملقی الکمر

سۃ القرآن الکریم ۶۳/۲۲

۲۴۵/۲

مطبع یوسفی مکتبہ

کتاب الاضحیۃ

سۃ البیاتی

اب اگر صاحب ہدایہ کے قول "صدقہ ثلاث سے کم نہ ہو" میں لفظ صدقہ سے مراد وہ نہیں جس میں تملیک ضروری ہو، اور جب گوشت میں یہ ثابت ہو چکا تو حسب قول ہدایہ "کمال بھی مستربانی ہی کا جز ہے" کمال کا بھی یہی حکم ہو گا کہ اس میں بھی تملیک ضروری نہ ہوگی۔ مسجد میں پانی نکالنے کے لئے اس کا ڈول بن سکتا ہے، القصر ان لوگوں کا ہدایہ اور کافی وغیرہ سے استلال ساقط ہے۔

فبكان المراد بالصدقة هو المعنى الخاص
لما انطبق الدليل على المدعى كما لا يخفى،
واذا قد علمت ان الصدقة لها اطلاق
ون لزوم التليك انما هو في المعنى الاول
وانه غير مراد ههنا، وجب ان لا يكون مراد
ايضا قولهم يتصدق بخلدها فان الصدقة
ههنا هو عين التصدق في قولهم يتصدق
بالثلاث، يرشدك اليه تعليل الهداية
بقوله لانه كجزء منها فتنت ان ليس
تصدق الجدد مما يقتصر على التليك حتى
لوصفه منه دلوا، ووقفه على اثر مسجد
ليستسقى به المتوضئون حشر قطعا فسقط
الاحتجاج برأيه.

اب ایک رہ گیا، ترقانی میں اگر صدقہ یعنی اول
مراد ہیں، تو بقیہ معانی میں سے کون سے معنی مراد
ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں
ہے، ہمیں تو تملیک والے صدقہ کی لغی سے کام
تھا، جب یہ مراد نہیں تو صدقہ اور جس معنی میں
مراد لیا جائے ہمارا مقصد حاصل ہے، مگر ترجیح ہم
وہ بھی مٹا دیتے ہیں۔

بقیہ اذہ لیس المراد الاول فاعت
لبواقی یرد وانما البیئنة علی من یدعی،
نعم ان سألنا التبیرع، فنقول حدیث
نبیثة الخیر الہدی سررضی اللہ تعالیٰ عنہ
یہدی الی مطلق الاتجار الحاصل بسائر
وجوه القرب، فلیکن المراد هو المعنى
الرابع، وهو الغالب فی الصدقات النافعة،

یعنی مفتی بر قولی پر کہ منقول چیز کا وقف جائز ہے
جب متعارف ہو اور بیشک مسلمانوں میں قبول
اور رومی وغیرہ مساجد کے کنوؤں کے لئے
مروج ہے ۱۲ اشرفی سرہ العزیز (ت)

علا علی المعنى به من جواتر وقت المنقول
حيث تعبرون وقد تعارض المسلمون
وقف الدلو لرشاعلى أيار الساجد
۱۲ منه قدس سرہ العزیز.

عل انت قد بينا ان معنى المنع
ليس ترك الصدق المأمور به
فانه غير المأمور به ههنا، انا
بل المعنى قصه التمول النهي عنه
في كل ما تقرب به الى المولى
سبحنه وتعالى، وهو لا يتحقق
في شئ من القرب، فلا يضربنا
عند التحقيق ارادة شئ من المعاني
اصلا، كما لا يخفى على من رزق العقل
السليم والفهم المستقيم، والله سبحانه بكل
شئ عليم، هذا وجه في الجواب عن احتياج
هذا العاقل المستطاب۔

اقول ثانيا مبساة عن حصر المسألة
في الواجهة الثلاثة، ولا دليل يدل على الحصر،
وعدم الذکر ليس ذکراً لعدم، وهذا
الامام القادري مقتصر في محضه على
تبيين الصدق وعمل آله حيث قال
ويتصدق بعبودها او يعمل منه آله
تستعمل في البيت الله فترك التبدل ما يبقی
ايضا، ايظن كلامه هذا معارضا بكلام من
ثلث، وهذا المحقق المحلي قال في ملتقاء
وهو من متون المذهب المعتمدة كما
نص عليه العلامة الشامي، يا حكل من

حدیث حضرت نبیشہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
میں ایثار (کارِ ثواب) کا لفظ آیا ہے جو تمام کارِ خیر
کو عام ہے، تو چوتھے معنی جو عام طور سے صدقات
نقلیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہو گا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصہ
صدق کی ممانعت ہے، نہیں قصہ تمول کی ممانعت
ہے، تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصہ تمول میں
پایا جائے گا اور صدقہ جائز ہو گا، اس لئے صدقہ
کی جو قسم بھی مراد لے لو ہمیں کوئی ضرر نہ ہو گا۔

مزید توضیح [جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس
عالم اہلسنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے
یہ سمجھا کہ مصارف قربانی کی صرف تین جہتیں ہیں حالانکہ
اس پر کوئی دلیل نہیں، اگر کسی مصنف نے صرف
تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زائد نہیں
کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں، امام
قادری نے تو اپنی مختصر میں دو ہی جہت کا ذکر کیا،
”کمال کا صدقہ کر دیا جائے یا ٹھہرنا استعنا کلمتہ
کوئی پیر بنائی جائے“ تو انھوں نے باقی رہنے والی
چیز سے استبدال والی شق چھوڑ دی، تو کیا ان کے
کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض
سمجھا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی اور قربانی
کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے
کھلائے، اور صدقہ تہائی حقہ سے کم نہ کرے۔“

لحم أصحيته ويطعم من شاء من غني و
فقير، وندب أن لا يسقط الصدقة عن
الثلاث ثم قلوا كذا التبدل ما باقى في مسألة
الطعم مع حواشيه قطعاً على المذهب الصحيح
وإن احتجوا بصححه في الظهيرية وغيرها
من حواشيه التبدل بما كُول باللحم
بالحبوب والسيوب وغيرها بغيره كالجلد بالكتف
والجرب لا عكسه في الصورتين، فقد ترك
هذا الوجه في اللحم، وعلى كل علم يحيط بكل
ما هو مباح، ويطأ ثوبك إن تبعته أعيانك
عندها كثر، وإلا حصر فلا يصح لأن يقال
إذا سقى الأخيران تعين الأول وقد لوحنا
ببعض من هذا في مطوى كلامنا في الوجه
السابق.

واقول ثلثان أيتهم إلا الحصر
فبشوني أفلا يحوز أهداء عني، و
ليس من الثلثة، ألا يجوز الإحارة من
فقير أو ملي وليس صها ولا يجوز البسيع
بالدراهم للتصدق وليس البسيع للتصدق
عين التصديق، فادبقت هذه فليكن البسيع
بها لاجل التقرب أيضاً من البواقي:

وبالجملة فلا دليل يظهر على عدم جواز
لبس لاجل التقرب ولا على وجوب التملك

تو انھوں نے بھی تبدیل بالباقی والی شئی چھوڑ دی حالانکہ
مذہب صحیح پر یہ جائز ہے، اور فقیر میں تو گوشت
کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزیات کے ساتھ بدلنے کی
بھی اجازت دی، اور حلقہ کو کتاب اور چمڑے کی ٹھکی
کے ساتھ، اس کا دل نہیں، تو ایک یہ صورت بھی
متروک ہو گئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے
سب کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، اور جب حصر احاطہ
نہیں تو یہ کتنا صحیح ہیں کہ سب دو قسمیں متحقق نہ ہوں تو
تفسیری متعین ہے۔

اسی طرح بالدار کو بدیہ کرنا جائز اور فقیر کو عاریۃ
دینا ناجائز ہے، یہ دونوں صورتیں بھی تو ان تینوں
میں شامل نہیں، کیا صدقہ کی نیت سے درہم کے
بدلے بیع جاری ہیں حالانکہ بیع کرنا صدقہ کرنا نہیں
ہے، تو جب اس کا بر ثواب کے لئے بیع جائز
تو دوسرے کا بر ثواب کیلئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

المنقصر کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کار ثواب
کے لئے بیع مباح ہو، اور اس کا تصدیق طور تمیز

ہونا ثابت ہو، اور جس چیز کو مخالفت پر دلیل قائم ہے، وہ یہ نقصہ قول ہے، اور ان دونوں میں ہونے کا بعد ہے۔ اور قربانی کے اجزاء سے نقصہ تقرب جائز ہے، اور یہ یہی اسی لئے ہے، اس لئے اسی کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

اب ہم اسی پر بس کرتے ہیں، اور ابتدا و ابتدا میں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، میں اپنے نفس کو غلط و لغزش سے بری نہیں گردانتا، اور خلل ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار بھی نہیں کرتا، سبحان اللہ! میں کیا اور میری رائے کیا، نقصان ہی میری پونجی ہے اور غلطی میں ہر گز، لعلی میری صفت اور عاجزی میرا نشان، اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی توفیق سے ہے، اور اسی کے لئے ہر دم تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی بُرائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں اور اسی کی حمد پر یہ رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے طرہیت کے مطابق کتاب کا سنہ تالیف بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہوئی تو اس کا نام الصافیۃ الصوحیۃ لحسنہ جلود الاصحیۃ رکھا، اور یہ پنجشنبہ کے روز چاشت کے وقت ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۰۷ء میں ہوا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

اذا فعل ذلك، بل الى ليل ناطق بخلافه فان الماتم انما هو قصد القول وهذا بمعزل عنه، والمسوخ كما تبين بكلام التبيين قصد القرية وهذا، فليقتصر على هذا القدر، حامدين لربنا في الورد والصدور هذا ما طهر لفهمي لغاصر وفكري العاقر ومعاذ الله ان ابرئ نفسي من الخطا والزل واصتر على سائى بعد وصرح الخلل وسجن الله اليش انا واليش راى، واما النقص بضاعتى والمخطا صناعتى، والجهل صفتى، والجهز سمتى، فان اصبحت مستوفى رضى، وله الحمد في كل ان وحسن، ان خطات عشوم ذنبى، واسأل التوبة ارحم الراحمين، والحمد لله العزيز الوهاب، والصلاة والسلام على النبي الاواب وآله وصحبه خير آل واصحاب، واذا انتهت الرسالة بحمد ذي الحلالة ودومت ان اسير بها بعلم لطيف، يكون علما على عامر التيف، كما هو دأبى في جميع التصانيف وقد جاءت بعد الله تعالى مختصرة، ومع الاختصار مطهرة مطهرة تناسب ان اسميها "اصافية الموحية لحكم جلود الاصحية" وكان ذلك ضحوة الخميس ليلة لقيت من دى القعدة الحرام سنة الف، وثلاثمائة وسبع من

ہجرتہ المولیٰ سید الانام بمقتضیٰ صلاة و
اکمل سلام واجمل تحية عن ائمة السعامة
عینہ و عن آلہ وصحبہ الکرام علی مراللیالی
والایام، والحمد لله ذی الجلال والاکرام
کتبه العبد المذنب احمد رضا المہر یلوی
علیٰ عہدہ سید المصطفیٰ النبی الاُمّی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ ۲۹۲ ار ریاست راجپور مدرسہ مطیع العلوم، مدرسہ محمد امین الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ
دیہات میں قبل صلوة العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں، اور ہزار بغیر پوست کٹ
کو قربانی کے چرٹے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں، اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چرٹے کی قیمت کے
معرف ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور اس کی قیمت کو مدرسہ مسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا
نہیں، اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چرٹے کی قیمت تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

مرغ کی قربانی مکروہ و تشبہ بالجوس ہے، نہ اس سے واجب اضحیٰ ادا ہو سکتا ہے، اور جائز
قربانی شرعی وہ صحیح ہی کر سکتے ہیں کہ ان پر نماز عید نہیں، اجرت جزا میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ
آمرل ہے اور قربانی سے قبول جائز، اس چرٹے کا یہی حکم ہے جو اصل کا، کہ ادخار و ایثار دونوں جائز
ہیں، خواہ اس کی مشک بڑا لے یا کتابوں کی جلیں، یا اسے مسجد یا مدرسہ دینیہ یا مسکن میں دے دے، یا
بنیت معارف خیر یا چکر اس کی قیمت معرفت خیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں
سے، ہاں اگر اپنے لئے اسی دامی سے بچا تو وہ دام غیث ہیں، اور ان کی سبیل تصدق۔ واقعہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از سٹون صلیح رائے بریل مدرسہ محمد طحطا صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ قربانی کی رتی و جھولی صدقہ کرنا چاہئے
و حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے (۱) شرح وقایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الاحصاء، بیان احکام الہدی
(۲) عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) در مختار جلد اول، باب الہدی

۴، ہدایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الہدی (۵) قدوری، باب الہدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری
بجڑ گتا ہے کہ قربانی کی رتی و جھول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید کے پیش کردہ
ذرائع پر حسب دلیل احترام کرتا ہے

اولیٰ شرح و قایہ و ہدیہ وغیرہ میں مسئلہ بخونٹ حنہ کو باب الہدیٰ میں بیان کیا ہے ، حالانکہ یہ مسئلہ باب الاضغیہ سے تعلق رکھتا ہے ، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے :

دوم علیٰ طریق التثزیل یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ خظام جس سے زید نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے ، تو کیا اس کے معنی کسی لغوی نے گراؤں یعنی رتی کے بیان کئے ہیں ، ابی اثیر ابو عبیدہ کسی نے تصریح کی ہے خظام کے معنی گراؤں کے ہیں ۔

سوم کتاب حیدۃ الرماہ نے خظام کے تصدیق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے ، اور کہا کہ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے تخریج کی ہے ، تو کیا اس روایت سے خظام کے تصدیق کا حکم ثابت ہوتا ہے ؟ فقط نام ہوا کلام بکرا ، پس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں ؟ اور بکرا کے اقوال اس کے جوتانا کیا ہیں ؟

الجواب

انقیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں ، ایک یہ کہ وسط بینی کے گوشت یا ایک طرف کے سٹنے میں سوراخ کر کے تانبے ، چاندی ، سونے کا حلقہ یا لکڑی یا ہاتھوں کا بنا ہوا چھٹا ڈالیں ، اور مضبوط ڈور کا سرا اس میں اور دوسرے سر سے میں رتی یا خود اس میں رتی باندھیں ، اس حلقے کو بڑھ بھنم سورہہ و فتح اسے محفوظ ، اور لکڑی کو خشاش بالکسر اور دوسری میں فہار بالفتح ، اور بالوں کے تیلے کو عربی میں خزامہ ، اور سب کو زمام بالکسر ، نیز اس ڈور کو زمام اور اس رتی کو کہ اس میں باندھی جاتی ہے مقود بالکسر ، راستہ جی عربی دن رتی میں زمام دھار اور بکوتا کو جنہی میں نکیل کہتے ہیں یہ اس کے انقباض کا اکل طریقہ ہے ، اور اکثر ناقہ سائے سواری میں بھی مستعمل ہے کہ بے اس کے انقیاد نام نہیں ہوتا ، گرا دینے کا احتمال رہتا ہے ، دوسرا یہ کہ رتی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش بار کی طرح ڈالی کر منہ پر ناک کے قریب اس کے چھٹا دیتے ہیں ، عربی میں اسے خظام بالکسر ، اور ہندی میں ٹھیر کہتے ہیں ، نیز زمام معنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی اول کہ بھی خظام بولتے ہیں ، تو خظام کے چار اطلاق آجوتے ، مگر وہ رتی کہ گائے بھیس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے ، اسے خظام کوئی نہیں کہتا ، نہ مادہ خظام اس کی مساعدت کرتا ہے کہ وہ خضم معنی بینی سے ماخوذ ہے ۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے :

خطم البعیر ان یوحذ جبل من لیف او شعر
او قطن فی جعل فی احد طرفہ حلقۃ ، ثم
یشد فیہ ، بطرف الاخر حتی
یصلیرک الحلقۃ ثم یقلد
البعیر ثم یثقی علی
محطمہ ، واما ما یجعل
اونٹ کی خظام یہ ہے کہ بکرا کی چھال یا بالوں یا کائی
سے رتی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنایا جائے
پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ
کی شکل ہو جائے ، پھر اسے اونٹ کے گلے میں
بار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک
پر لپیٹ دیا جائے ، اور وہ باریک رتی جو

والخط مرکل ما وضع فی الف البعیر یقاد بہ ی

کہتے ہیں، اور خطام اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے

اونٹ کو کھینچا جاسکے۔ (ت)

تاج میں ہے، کہ فی الحکمہ (حکم میں یوں ہی ہے۔ ت)۔ بحر الرائق میں ہے،

الخطام هو الزمام وهو ما يجعل فی

انف البعیر

خطام زمام ہی ہے اور یہ اس شے کو کہتے ہیں جو

اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ (ت)

درمیں میں ہے

الخطام الجبل الہدی یقاد بہ البعیر

خطام وہ رستی ہے جس کے ذریعے سے اونٹ کو

چلایا جاتا ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں کرتا ہے

یخطامہ او بزمامہ وہما معنی، والشک فی تعینہ وهو یکسر خاء خیط یشد فیہ الحنفہ السماء

(حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اسکی خطام یا اس کی زمام دونوں ہم معنی ہیں، شک اس کی تعین میں ہے، اور خطام خاد کے کسر کے

عنه ای فی حدیث البخاری فی کتاب العلم عن ابی بکرہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد عد علی بعیرہ وامسک الناس بحطامہ او بزمامہ۔ الحدیث ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

یعنی امام بخاری نے کتاب العلم میں ابوبکر سے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی تکمیل کر تھا رکھا تھا، الحدیث ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

۱۰۹/م	مصطفیٰ البانی مصر	فصل الثامن باب الجیم	۱۰۹/م
۲۸۴/۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	” ” ”	۲۸۴/۸
۶۲/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الحج باب الہدی	۶۲/۲
		صحیح البخاری	
۱۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب العلم باب من قعد حیث یشتی بہ المجلس	۱۶/۱

بالبرۃ، ویشد فی طرفہ المقودۃ

ساتھ اس دھاگے کو کتے ہیں جس میں برہ نامی حلقے کو
باندھا جاتا ہے اور اس کے کنارے میں رستی باندھی جاتی ہے۔ (ت)

تھاریز نیز تجھ میں ہے،

البرۃ حلقة تجعل فی لحم الانث ، و ربما
كانت من شعریۃ

برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور ایسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے۔ (ت)

اس میں شرح جامع الاحوال مصنف سے ہے،
حلقة یشد بہا الزمام

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

نیز امام قزوینی سے ہے،

الزمام ما يجعل فی الف العید و قیقا و قیل
ما یشد بہ رؤسها من جبل و سیر

زمام اس باریک رستی کو کتے ہیں جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک

ایسی رستی یا قسم ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)
مصباح الثیر میں ہے،

قال بعضهم الزمام فی الاصل اعیط الی
یشد فی البرۃ او فی الخشۃ ثم یشد

ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری
کو کتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا لکڑی میں باندھا
جاتا ہے پھر اس میں مقود (رستی) کو باندھا جاتا
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے۔ (ت)

الیہ المقود ثم سس بہ المقود لفسہ

کئی العربی میں ہے،

الزمام هو اصل الذی يجعل فی البرۃ
والخشۃ قال الجوهری او فی الخشۃ

زمام اس رستی کو کتے ہیں جس کو حلقہ یا لکڑی میں ڈالا
جاتا ہے، جوہری نے کہا یا اس کو خشۃ (لکڑی)

۶۲/۲	کعبۃ دارالایمان المینۃ المنورۃ	باب النمار مع الطار	سبح مجمع بحار الانوار
۱۸۴/۱	"	باب الجار مع الرار	"
۱۸۴/۱	"	"	"
۲۲۰/۲	"	باب الزام مع المیم	"
۲۴۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر	الزاد مع المیم تحت الزام	شہ المصباح الثیر

ثم يشد في طرفه المقود وقد لسي المقود
نرماسا
میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں رستی
باندھی جاتی ہے اور کبھی اس کی کانام زمام رکھا جلتا ہے۔ (ت)

صراح میں ہے :

خشايش بالکسر چوب کہ در بنی شتر کنند و ہرچ از
مس باشد آن را برہ گویند ، و آنچه از نو سنے آن
را خز امر کہ
خشايش عام کے کسر کے ساتھ اس کی لکڑی کو
کتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے ، چٹل
کی جو شے اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں اس کو برہ
کتے ہیں اگر وہ بالوں کی بدولت اسے خزاں کہتے ہیں (ت) ،

اسی میں ہے ، غلام بالکسر مہار (غلام کسر کے ساتھ مہار ۔ ت) ، اسی میں ہے ،
زمام بالکسر مہار اور شے کہ در چوب میں شتر بندند
برشے مہار بندند
نام کسر کے ساتھ مہار اور وہ دھاگہ جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھتے ہیں
اور اس پر مہار باندھتے ہیں (ت) ،

برجان میں ہے :

مہار بالفتح چوبیکہ در بنی شتر کنند و ریسوں برس بندند
قاموس میں ہے ، الخزامۃ کلکتابۃ للذرة (خزامہ بروزن کتابتہ حلقہ کو کہتے ہیں ۔ ت)
تاج میں ہے ،
مہار تہ کے ساتھ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کو
اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس پر ڈوری باندھتے ہیں ،

وهی حقة من شعر تجعل فی دسترة
انفہ يشد بہا الزمام کما فی
اور وہ (خزامہ) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو
اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ

۳۷۸/۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل الزمار من باب المیم	تاج العربی
۲۵۷	مطبع مجیدی کانپور	فصل النیر	تاج العربی من الصحاح باب الشین
۲۶۸	" " "	فصل الزمار	" " " باب المیم
۴۴۵	" " "	" " "	" " " " " " "
۱۰۶/۴	مصطفیٰ البابی مصر	فصل النیر	تاج العربی من الصحاح باب المیم

الصباح، وقال النبي ان كانت من صفر
فهي برة وان كانت من شعر فشم
حزمت

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
اهدى عامر الحمدينية في هدي رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم جملا كانت
لا في جسد في راسه، برة من فضة،
وفي رواية من ذهب يغيظ سذ لك
المشركين۔

جیشک نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث
و اسے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ
فرمائے ان میں ایک اونٹ ابو جہل کا تھا جس کے
سر (ناک) میں چاندی کا ایک پھلہ تھا۔ ایک
روایت ہے کہ سونے کا پھلہ تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مشرکوں کو جلانے کے لئے ایسا
کیا تھا۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے،

(في راسه) اي الفه فان اسرة حقة
من صفر و نحوها تجعل في لحم
انف النعير، وقال الاصمعي في احد
جانبى النخري لكن لما كان الانف من
البرس قال في راسه عى الاتع يه

(اس کے سر میں) یعنی اس ناک میں، کیونکہ برہ
چمیل یا اس جیسی کسی شے کے ایسے حلقہ کو کہتے
ہیں جو اونٹ کی ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور اٹھتی ہے کہ وہ اونٹ کے نتھنوں کے
ایک طرف ڈالا جاتا ہے لیکن ناک چونکہ سر ہی کا

حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں ملتا تھا (ت)
فخ البحر میں طیبی سے ہے، جعله في الرأس اقتبعا (اس حلقہ کو سر میں قرار دینا
بطور مجاز ہے۔ ت) سلمہ بن تحیم کی حدیث میں ہے،

لے تاج العروس فصل النار من باب الیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۴/۸ - ۴۳
۲۴۴/۱ سنن ابی داؤد کتاب الناسک باب فی الہدی آفتاب عالم پریس لاہور
۵۲۸/۵ سے مرقاۃ المفاتیح الفصل الثانی المکتبۃ المجدیہ کوئٹہ
۱۴۸/۱ لے مجمع بحار الانوار باب البہار مع الار مکتبۃ دار الایمان الدینۃ المنورۃ

انہی نہرت و بجلودھا۔

صدقہ کرنے کا حکم دیا جن کو ذبح کیا گیا سادات،

دوم میں،

امری فقمت لحوصھا ثم امرنی فقمت جلالہا

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا قر

وجلودھا۔

میں نے قربانی کے جانوروں کا گوشت تقسیم کر دیا۔

پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھلوں اور چڑوں کو تقسیم کر دیا۔ (دست،

سوم میں،

ان السی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرہ

بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں

ان يقوم علی بدنہ وان یقسم بدنہ کلہا

حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے

لحوصھا وجلودھا وجلالہا۔

ہو جائیں اور ان کا گوشت، جھل اور چڑے

سب تقسیم کر دیں (دست)

چہارم میں،

اھدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کیلئے

ھانۃ بدنۃ فامرنی بلحوصھا فقسمھا

سو دنٹ بیچے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان کا گوشت

ثم امرنی بجلالہا فقسمھا ثم بجلودھا

تقسیم کر دوں تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کی جھلوں کو

فقسمھا۔

تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا، پھر مجھے ان کے

چمڑوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا (دست)

صحیح مسلم میں تین سندوں سے،

امری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا

ان اقوم علی بدنہ وان اتصدق لحمھا و

کہ میں قربانی کے پاس کھڑا ہو جاؤں اور ان کے

جلودھا واجتہا۔

گوشت، چمڑوں اور جھلوں کو تقسیم کر دوں (دست)

۱/۲۳۰ صحیح البخاری کتاب المناکب باب الجلال علیہ قیدی کتب خانہ کراچی

۱/۲۳۲ " " باب لا یطی الجزار من الہدی شیئاً قیدی کتب خانہ کراچی

۱/۲۳۲ " " " " باتصدق بجلود الہدی

۱/۲۳۲ " " " " " " باتصدق بجلال الہدی

۱/۴۲۳ " " " " " " باب الصدقۃ بطوم الہدایا وجلودھا وجلالہا

اور دوسروں سے مثل لفظ سوم تجارتی و تہاد فی المساکین (یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کروں ۔ ت) ان میں کہیں ذکر غلام نہیں ، یہ مضمون صحیحین پر پیش ہے ، اور نسبت انفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس طرح عمدۃ الزعماء میں مذکور تھیں بلکہ کتب متداولہ حدیث میں کہیں نہیں ، جیسا کہ لامع و ارشاد الساری و شرح مؤلف سے ظاہر ۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا :

قال صاحب الکواکب وفيه انه لا يجوز بيعة
الجلال ولا جود الهدايا والضحايا كما
هو ظاهر الحديث اذا الامر حقيقة في الوجوب
اح ، و تعقبه في اللامع فقال فيه نظر
فذلك صيغة افعل لا لفظ امر ۔
صاحب کواکب نے کہا اس میں یہ ہے کہ قربانی
کے جانوروں کی جھلون اور کھالوں کی بیع جائز نہیں
جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے کیونکہ امر حقیقتاً وجوب
کے لئے ہے اح ۔ اور لامع میں اس کا تعاقب
کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اس لئے
کہ جو امر وجوب میں حقیقت ہے وہ صیغہ افعل ہے
نہ کہ لفظ امر ۔ (ت)

شرح علامہ زرقاتی میں ہے ،

فيه استحباب التجليل والتصدق بذلك
الجلل ، و لفظ امر لا يقتضي الوجوب لان
ذلك في صيغة افعل لا لفظ امر اح ، و
مرأيتي كتبت على هامش الارشاد مانصه ،
اقول ليس قوله امر الاحكاية امره صلى
الله تعالى عليه وسلم الا ان يستيقظ
يمكن ان يكون حكاية من مثل عليك
استصدق ۔

ممکن ہے یہ حکایت ہو عليك بالتصدق (تجھ پر صدقہ لازم ہے ۔ ت) جیسے انفاظ سے (ت)

- | | |
|--------|--|
| ۱/ ۴۴۴ | ۱/ صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بطوم الهدایا و جلود بالان |
| ۲/ ۲۲۲ | ۲/ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال و جود و دار الکتاب العربی بیروت |
| ۳/ ۵۷۷ | ۳/ شرح الزرقانی علی مؤلف الامام مالک کتاب الحج المكتبة التجارية الكبرى القاهرة |

ذکر نظام کیلئے فقیر نے جتنی کتب حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی، بارہ کتابیں دیکھی تھیں، پھر خیال آیا کہ درایہ امام حافظ الحدیث ابن جر عسقلانی دیکھی جائے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا، اسے دیکھا تو انہوں نے صاف فرمایا،

لہذا فی شئ من طرقہ ذکر المخطوطات میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکر خطام نہ کیا۔

بالجملہ تصحیح کی طرف اس کی نسبت نقد و معنی ہر طرح غلط ہے، ہاں بذریعہ باب الہدی میں حدیث، بغیر لغت سے مذکور، اور کتاب الاضیئہ میں ملے۔

قصداً بحلہا وحفظ منہ ولا تعد احراحوار قرانی کے جانوروں کی جھٹوں اور ہانگوں کو صدقہ کر اور صحت شیعہ۔ اس میں سے کچھ بھی تصاب کو بطور اجرت مت دے،

اسی طرح کافی امام نسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں، الا لفظ الاحتر (سوائے لفظ آجر کے۔ ت)، نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضیئہ میں، الا لفظ شیعہ (سوائے لفظ شیعہ کے۔ ت)۔

اقول تو حدیث ضرور یہی مروی ہوئی، اور حافظ (ابن جر عسقلانی رحمہ اللہ) کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں، امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں دو حدیثیں مذکور مشائخ ذکر کر کے فرمایا، قصور نظرون احفاحہم عنائہ ہماری نظر کے قاصر ہونے نے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (ت)

یونہی حافظ الشان نے باد صفت اس وسعت اطلاع کے نفی نہ فرمائی، یہ ائمہ کے ساتھ علماء کے کرام کا ادب ہے بخلاف جہالی زمانہ یعنی غیر مقلدین کہ کریمک سنگ سے بڑھ کر وقوف نہیں، اور ائمہ پر سلب مطلق کے طرے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سہ الدررۃ فی تخریج احادیث الہدیۃ کتاب الحج باب الہدی الملکۃ الاثریۃ سانگلہ ہل
سہ الہدیۃ کتاب الاضیئہ مطبعہ یوسفی کھنؤ

۵۴/۲
۴۴۸/۲

سکھ انکافی شرح الوافی

سکھ بدائع الصنائع کتاب التفسیر فصل واما بیان ما یستحب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
شہ فتح القدیر

۵/۱

تو حدیث مذکور میں صدقہ عظام کا عند اللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلدی و عظام شتران ہدی کے بارے میں ہے، قربانی کی گائے بکریوں کی جھوڑی اور ان کے گلے کی رسیوں کا ذکر و ذکر جہان تک نظر کی جاتی ہے شتران اضمحیہ کے جلال و عظام کا بھی کہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کہے اختیار اور دلالت النص اقول اس کی بھی گنجائش نہیں، اذ اضمحیہ مکی الوجہ معنی ہدی میں ہے نہ یہ جھولیں ان جلال سے نہ گلے کی رسیاں اس عظام کے مثل۔

اوپر تو ظاہر کہ ہدی کے لئے عمل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے غیر میں ہدی کو ذبح و نحر نہیں کر سکتے۔

واللہ تعالیٰ شر محلتھا فی البیت العتیق
وقل تعالیٰ ہدیٰ یا نذر لکعبۃ یث
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان ہدی کے جانوروں کا پہنچا ہے اس آزاد گھر تک۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی جو کعبہ تک پہنچے۔ (مت)
اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، تو ہدی میں بہ نسبت اضمحیہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تقرب باریتہ و م میں مساوی ہیں، لہذا کیا مستبعد کہ اصل و جہان سے متقرب یعنی لحم و جلد میں حکم کیسا ہو اور زوائد و مضائق کی طرف جو سرایت صاحب خصوص میں مونی، اضافی میں رہو، وہ ہدیہ و کافی و غمیر یا میں حدیث ہدی سے دربارہ لحم و جلد اضمحیہ استناد کیا، اور جلال و عظام اضمحیہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اضمحیہ میں ان دو پر اقتضار اور ان دو کا ترک، اور اس ترک و اقتضار پر اتفاق کتب آخر کس لئے۔

دوم یہ کہ وہ جھولیں معمول سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہوئے جانور کیلئے بنائی جاتی ہیں اگرچہ وہ گاڑی میں جوڑنے کے یل ہوں۔ وہ خاص شتران ہدی کے لئے بنتیں، اور زوائد کی حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتی ہیں اور ان کے لئے ان کا بنانا سنت ہے، تعلیہ و اشعار کی طرح شعار اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے، بدلتہ ہدی کے گلے میں نعلین وغیرہ یا بٹے ہوئے طلاوسے ڈالتے اور بالخصوص اونٹوں پر طلاوسے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے، اور ان کے کوبان میں خفیف نیزہ مار کر خون نکالتے، یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔

علمائے کرام نے فرمایا: ان جھوٹوں کا اپنی حیثیت توہی کے مناسب ہونا مستحب ہے، ہر کی بجھنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ویسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ فنیع اور شعائر کی زیادہ تعظیم ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پر بیش ہاکڑوں کی جھولیں ڈالتے اور بدینہ طیبہ سے باہر نکل کر آثار کر کے رکھ چھوڑتے، عرفہ کے دن پھر پہناتے اور بعد نماز انہیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے، جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل تیار ہونے لگا انہیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راتوں کی یہ جھولیں آثار کر رکھ لی جائیں کہ کانٹوں سے ان میں کھوٹا نہ لگے، ان میں سے کوئی ساحت قربانی کی معمول جھولوں پر حقائق ہے کہ یہ ان کے معنی میں ہوں۔
امام اہل ابو زکریا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانور کو روانہ کرنے کا استجاب پنا اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت، کپڑوں اور ٹھکڑوں کو صدقہ کیا جائے، اور یہ کہ ان جانوروں کو کھل پھل پانی پائے، اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ کھل عمدہ جو۔ حاضی نے کہا کہ کھل پنا ناست ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی کوبان میں نیزہ مار کر خون نکالنے کے بعد کھل پنائی جائے تاکہ وہ خون میں لقمہ نہ جائے، نیز انہوں نے کہا کہ کھل کا قیمت و عمدگی میں قربانی روانہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منقش کپڑوں، بعض یعنی چادروں، بعض مصر کے بننے ہوئے قیمتی کپڑوں، لٹافوں اور عمدہ چادروں کی جھولیں پنا یا کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا: جھولوں کو رات

فی هذا الحديث فوائد كثيرة، منها استحباب سوق الهدي وانه يتصدق ملحومها وجلودها وجلالها وانها تجبل واستحبوا ان يكون جلا حمتا، قال القاضي التجليل سنة وهو عند العلماء مختص بالابل وهو ما اشتهر من عمل السلف قالوا ان يكون بعد الاشعار لئلا يتلطخ بالسدم قالوا ويستحب ان تكون قيمتها ونفاستها بحسب حال الهدي، وكان بعض السلف يجبل بالوشم وبعضهم بالمحبرة وبعضهم بالقباطي والملاحف والانحر، قال مالك اما الجبل فتزعم في القليل لئلا يخرقها الشوك، قال واستحب ان

كانت الجلال مرتفعة ان لا يجعلها حتى يغدو الى عروب ان كانت بشمون يسير فممن حين يحرم يجعل (مخلصاً) قبل نه پسنائے اور اگر وہ کم قیمت والی ہوں تو اعرام باذمتے وقت ہی پسنائے (مخلصاً)۔ (دست)

امام علامہ عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

الجلال جمع جمل وهو الذي يعطى ظهور الحيوان من الابل والغنم والحصار والبهائم وهذا من حيث العرف ، و لكن العلماء قالوا ان التجليل مختص بالابل من كساد ونحوها ، قال ابن بطلال بطلال كان مالک وابو حنيفة والشافعي يرون تحليل البكدين يه

جلال جمل کی جمع ہے اور وہ اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ، گھوڑے، گدھے اور بچر وغیرہ جانوروں کی پشت پر ڈالی جاتی ہے، یہ عرف کے اعتبار سے ہے، لیکن علماء نے فرمایا کہ کڑے وغیرہ جھیل پسنانا صرف اونٹ کے ساتھ مختص ہے، ابن بطلال نے کہا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ ہی کے جانوروں پر جھیل ڈالنے کو جائز سمجھتے تھے۔ (دست)

امام جلیل ابراہیم برکات فسفی کافی شرح والی میں فرماتے ہیں،

فان كانت بدنة قد هابمزاودة او فصل والتقيد احب من التجليل لان التقيد ذكر في القرآن قال الله تعالى ولا تقلد ولا ذكر التحليل فيه ، وان كان كلاهما ثابتاً بالسنة لان هدايا رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت مقسدة مجللة ، ولانه قد تجل البدنة لاعلى وجه التقرب بخلاف التقيد

اگر ہڈی کا جانور (اونٹ یا گائے) ہو تو اس کو چمڑے یا فصل کا پار پسنائے اور پار پسنانا جھیل پسنانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ پار پسنانے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولا تقلد (اور نہ وہ جنہیں پار ڈالے گئے) اور جھیل پسنانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اگرچہ دونوں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ہڈی کے جانوروں کو پار اور جھیل پسناتے تھے، اور اس سے بھی کہ جھیل کبھی بلا نیت قربانے شرح صحیح مسلم ہندوی صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة علوم الهدایا القیدی مکتب خانہ کراچی ۲/۲۲۲

عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجمال المبدن ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲/۲۵۷

سکاف کافی شرح الوائی

پہناتے جاتے ہیں خلافت ہار پہنانے کے (ذکر بنیت تقرب ہی ہوتا ہے)۔ (ت)
 موطا شریف میں ہے،

ما لک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما کان یحطل بدنة القباطی و
 الانامہ و البجل ، ثم یبعث بها الی الکعبة
 فیکسوها ایاها ، ما لک انہ سأل عبد اللہ
 بن دینار ما کان عبد اللہ بن عمر یصنع
 ببجل مدنه حیث کسبت الکعبة من
 الکسوة ، قال کان یتصدق بها۔
 حضرت امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا
 کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمیں
 کے جانوروں کو مصری چادروں ، اونی کپڑوں اور
 جملوں کی جھلیں پہناتے پھر ان جھلوں کو کعبہ شریف
 بھیج کر خلافت کعبہ پہناتے۔ امام مالک سے مروی
 ہے حضرت عبد اللہ بن یزار سے پوچھا گیا کہ جب
 کعبہ شریف کو مستقل کپڑے کا علاق پہنایا
 جائے لگا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قربانی کے جانوروں کی جھلوں کو کیا کرتے تھے
 تو انھوں نے کہا وہ ان کو صدقہ کر دیتے تھے۔ (ت)

ابن المنذر نے بطریق ساریب یہ نافع سے روایت کی،

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یجعلن
 مدنه ، لاساطط والبرود والعبیر حتی
 ینخرج من المدینة یرعھا فیطویہا ،
 حتی یکون یوم عرفہ
 فیلبسھا ایاھا حتی ینعسھا
 ثم یتصدق بها ، قال
 نافع و ربما دفعھا الی
 بنی شیبہ۔
 بیشک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہم
 کے جانوروں کو اونی کپڑوں ، دھاری دار اور
 منقش یعنی چادروں کی جھلیں پہناتے تھے یہاں تک
 کہ وہ جانور شب ہی نہ تھرہ سے نکلتے تو آپ ان
 جھلوں کو اتار لیتے اور لپیٹ کر رکھ دیتے ، جب
 عرفہ کا دن آتا پھر وہ جھلیں جانوروں کو پہنا دیتے
 جب انھیں ذبح فرماتے پھر جھلیں اتار لیتے ، بعد ازاں
 ان کو صدقہ کر دیتے۔ حضرت نافع نے کہا کہ بعض
 اوقات بنی شیبہ کی طرف بھیج دیتے (ت)

اقول اور اس پر ایک دلیل واضح یہ ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الودیع شریف

لے موطا امام مالک کتاب الحج باب العمل فی الدی میں یساق میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۳۰۰

لے شرح الزرقانی علی الموطا بحوالہ ابن المنذر " " " " دار المعرفۃ بیروت ۳۲۶/۲

فتح الباری بحوالہ ابن المنذر کتاب الناسک باب الجلائل ج ۱ ص ۳۳۹/۳

میں سزاؤ نہ ہدی بھیجے ، ان پر جو لوگ تھیں کہ حکم اقدس بعد نحر تصدق کی گئیں کما تقدیر عن صحیحہ اسدیری (جیسا کہ صحیح بخاری سے گزرا —————) حجۃ الوداع شریف کھل بہار کے موسم میں تھا ، فقیر نے حساب کیا ۹ روزی الحجۃ سلمہ ہجریہ روز جمعہ کو چھٹی مارچ ۱۳۲۱ھ تھی ، ولہذا علماء اسی ماہ تکمیل عمل میں بتاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں خطبہ حجۃ الوداع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہم ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا ،

الرحمان قد استدار کھیفتہ یوم خلق اللہ السموات والارض ، وفيہ قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب شہر ہذا قلنا اللہ ورسولہ اعدوا قال الیس ذوالحجۃ ، قال فی یوم ہذا ، قلنا اللہ ورسولہ اعلو قال الیس یوم النحر ؟

زمار ، اس دن کی حیثیت پر روشنی کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا ، اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے ، ہم (صحابہ) نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اکیا یہ الحجہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا : یہ کو سادہ ہے ، ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اکیا یہ یوم النحر نہیں ہے ؟

امام ابن حجر نے فتح الباری کتاب بدائع الخلق میں ، پھر امام قسطلانی نے ارشاد اساری میں نقل کیا کہ یہ ارشاد اقدس تحریر حل کے مہینے میں تھا ،

حيث قال نعيم يوسف بن عبد الملك في كتابه تفضيل الازمنة في كتابه تفضيل الازمنة انت هذا المقالة صدرت من النسيبي صلي الله تعالى عليه وسلم في شهر مارس ، وهو اداس جہاں فرمایا کہ یوسف بن عبد الملک نے اپنی کتاب تفضیل الازمنہ میں کہا ہے بیشک رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو مارچ کے مہینے میں صادر ہوئی جس کا نام رومی میں آدار اور

یعنی اس وقت کی تعبیر میں ، ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب دوسرے مارچ تھی جیسا کہ ہم نے اپنے یہ رسالہ متعلقہ ”تحقیق سال عیسوی“ میں ثابت کیا ۱۲۱۲ھ قمری سرور

مردمیه و هو بر مہات بالقطیۃ و فیہ
 یستوی اللیل والنہار عند حلول الشمس
 برج الحمل
 قبلی میں برہمات ہے، اور اس میں نے سورج
 کے برج حمل میں طول کرنے کے وقت رات اور دن
 برابر ہوتے ہیں۔ (دست)

اقول مراد یہ ہے کہ اُس میں نے تو کوئل حل ہوتی ہے نہ کہ اس میں تو کوئل حل تھی، ہم نے نیز کائنات کی سلسلانی

عن مطلوب سنہ کی تقویم ہے، لہذا جدول سالانہ مبسوطہ ناقصہ سے دو سال تلاش کیا کہ ۱۰ کم کر کے ۲۰ پر صبح
 منقسم ہو وہ سنہ تھا، طول ہر قندمط (طول حرم محرم حرم سے مابین طویلین السنہ) ۱۰ حاصل
 تفریق ۳۸۰

شہادہ	مرکز	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
۹۰۰	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
۲۲۰	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
بازار سنہ ہنزئی آں ازیں	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
بہر غہ سنہ	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
+ ۱۰ اذی اکھ الیوم ناقص مابین	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
طویلین	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
+ تعدیل الايام	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
+ تعدیل المركز	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
+ اوج	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط
تقویم	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط	ط

لے فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب بدائع باب ما جاء فی سبع ارضین دار المعرفۃ بیروت ۲۱۱/۶
 ارشاد الساری ~ ~ ~ ~ ~ دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۵/۵

حالانکہ ضرورتِ وقتِ نحرِ بدفوں کے بدی پر تھیں، بلکہ وہی طریقہ مسنونہ نحر کی ضامن ہوئیں۔
صحیحین میں زیادہ بن جبیر سے ہے،

سأیت ابن عمر بن قی علی سجد قد اساخ
بدنہ یحوال ابشما قیاما مقیدۃ سنۃ محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا آپ ایک
ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اذن کو بٹھا کر
نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کر کے
باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
سنت ہے۔ (مت)

عمدة القاری میں ہے،

مقیدۃ معنۃ معتدلة برجل وھی قامة
علی الثلاث
بالمجملہ اگر کوئی اپنا گھر تصدق کر دے اور اس پر قادر ہو، عانت نہیں، طام اس میں سے
کہ قربانی کی جھولیں رسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں، نہ حدیث میں نہ فقہ میں،
ومن ادعی فعلیہ الیہ ہرگز دلیل یا اس پر نہیں ہے۔ (مت) ولہذا آج تک
مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج مسموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے ان پر جھولیں ڈالے
اور انھیں حسب حیثیت مزین و بیش بہا کرے، اور اُس سے شعار اسلام کی زینت اور فقرائے مسکین
کی منفعت چاہے تو ضرور اُسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا، اور اُس سے باز رہنا اُسے
شیعہ ہو گا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے رجوع نہ ہو، کسا بیت فی فتاؤنا ویا اللہ التوفیق (جیسا کہ
ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ (مت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ صحیح البخاری کتاب الناسک باب نحر الابل المقیة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۱/۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب نحر الابل قیاما معتدلة ۲۲۲/۱
۲۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب نحر الابل المقیة ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۵۰/۱

باب العقیقہ

(عقیقہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۶ از بریلی مسطورہ سے مولوی سلطان احمد صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
 اگر شخص عقیقہ دیا زیادہ طفلان خود ادا کند پس بوقت
 ذبح شاة نیت ہر عمر کافی ہو یا برائے ہر اک جانور
 علیحدہ پایہ۔
 اگر کوئی شخص دو یا اس سے زیادہ بچوں کا عقیقہ کرے
 تو کیا ایک بکری ذبح کرتے وقت تمام کی طرف سے
 نیت کر لینا کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے میسر
 جانور ہونا چاہئے۔ (ت)

الجواب

گاہ و شتر از ہفت بچہ بسندہ کند و بز دو گو سفند
 جز یک را لغایت نیست، کمافی الاضحیۃ۔
 کائے اور اونٹ سات بچوں کی طرف سے کافی ہے
 جبکہ بھیڑ اور بکری ایک سے زیادہ بچوں کے لئے
 لغایت نہیں کرتیں، جیسا کہ آئینہ میں ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷ از چنڈ گڑھ اور سے پور میاڑ مرسلہ نور محمد ولد عبد الحکیم چیمہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عقیقہ کیا اور اس کے
 چمڑے کی قیمت کر کے قبل وصول قیمت اتنے ہی روپے کا اپنے پاس سے سامان منگوا کر کھانا پکا کر کچھ کھانا بہتر

ایسے مکان پر فقرار اور مسکین پر اور کچھ تمسکنا ان پر صرف کر دیا، نیز قیمت چمڑہ کے علاوہ اسکی گوشت میں زائد سامان شامل کر کے گھروالوں نے بھی کھایا، اور بڑا امتیاز یعنی فقیر ایسے خلیش واقارب کو بھی کھلایا، حالانکہ عقیقہ کے چمڑے کے داموں کا فروخت کرنا، یا اشیائے مستهلكہ کے ساتھ مبادلہ کرنا اپنے تصرف میں لاتے کے لئے ناجائز ہے تو اس شخص نے قیمت کی اشیائے مستهلكہ خریدیں، وہ مسکین پر تصدق کیں، اس کے بعد جب اس نے چمڑے کا دام لے کر اس کا تصرف کرنا ناجائز سا تو ابھی تک کو چمڑہ کے دام نہیں لئے تھے اسی روز، یہ چمڑہ فسخ کر کے قیمت سے انکار اور اس کے مبادلہ میں اشیائے غیر مستهلكہ از قسم پارچہ یا لادٹ یا مقرر کیا۔ اندر میں صورت، اس شخص کا چمڑا کی قیمت کر کے بلا اخذ فی اپنے داموں سے لگا کر، پکڑ کر مسکین پر تصدق کرنا، اور اس میں زائد سامان پکڑ کر خلیش واقارب کو کھلانا، اور اس کے بعد اس کے ناجائز ہونے کے خیال سے یہ فسخ کر کے، اب اس کا مبادلہ کرنا جائز ہوا کہ نہیں، یشوا السند لکتاب توجہرو عہد مند یوم الحساب۔

الجواب

حرم قربانی سے متول ممنوع ہے، فقہاء ہند متذکر میں

لقلولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکموا
بما ادرم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسس
واحدروا واثرت حروا
ارساء کی وجہ سے کہ کھاؤ، ذخیرہ کرد اور صدقہ
کر و ردت۔

تبعین الحقائق میں ہے: لامہ قربۃ کا تصدق (کیونکہ یہ صدقہ کرے کی مثل قربت ہے۔ ت)
وہ اگر فقرار کے لئے بیچا اور اسی قیمت میں اور دام ڈال کر کھانا فقرار اور گھروالوں کے لئے پکاتا تو بڑا کر تا کہ تصدق و متول کا خلل بدلتیز تھا، لیکن وہ قیمت ہنوز نہ لی تھی، اپنے ذہن سے اس کے بدلے وہ روپیہ لے کر اس کا معاوضہ کھنا، یہ اس کی جہالت تھی، لیکن اس سے اس کھانے میں کوئی خبیث نہ آیا اور نہ گھروالوں کے کھانے میں کچھ حرج ہوا، وہ دونوں اس کے خاص اپنے مال تھے، اسے اختیار تھا جہاں چاہے صرف کرے، مگر وہ نیت کہ قیمت حرم قربانی میں فقرار کے لئے یہ کھانا اس کا عوض نہیں ہو سکتا، اگر وہ اپنے کے عوض بیچتا وہ روپے امر، تقرب میں ہی صرف کرنے ہوتے۔ اب کہ وہ بیچ فسخ کر دی، اور اشیائے باقیہ

بلا۔ اس تبدیل سے ثواب و فزول جو حاصل کئے، مباح الاستعمال ہیں مگر تصدق کی نیت سے عدول ہو
اور یہ مکرہ ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ اسے قربات و فقرات ہی پر صرف کر دے۔

غایۃ البیان ملامہ انعمانی شرح ہدایہ میں شرح مختصر الکفری للامام القسری رحمہ اللہ نقل ہے،
جو رکاشراء بعد الشراء للاضحیۃ محمول علی ان منکھ لا یزول بالشراء الا انہ
یکون لانه قد وعد وعدا فلا ینقض المن
برجہ فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اس میں دوسرے
کو شریک کرنے کا جائز ہونا اس بات پر مجہول ہے
کہ خریداری کے سبب سے اس کی ملکیت زائل نہیں
ہوتی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس نے ایک
وعدہ دیا ہے جس رجوع کرنا مناسب نہیں۔ واللہ
تعالیٰ علم دت،

مسئلہ ۲۹۹
۱۳ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) زید کے بیٹے کے لئے دو راسیں خریدیں، بالغ کہتا ہے میرے قیاس میں پیر میں ساڑھے دس
مہینے کی ہے، دوسری میں بھی شبہ ہے، مطالبہ درمیں اس کی شہادت پانی درست ہے
یا نہیں؟

(۲) قصاب سے بیٹے کے لئے ایک بکری خریدی وہ کہتا ہے سال بھر کی ہے، مگر دیکھنے سے اس کی
حالت اس قابل نہیں، سال بھر کا بچہ جو نہ توڑتا ہے وہ اس نے ابھی نہ توڑے، تو اس
صورت میں اس کا عقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ بیعتنا موجود۔

الجواب

(۱) سال بھر سے کم کی بکری عقیقہ یا قربانی میں نہیں ہو سکتی، اگر مشکوک حالت ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے
کہ سال بھر کی نہ ہونا معلوم ہو کہ ان عددہ العلم متحقق الشرط کعلم بعدہ (کیونکہ
شرط کے متحقق ہونے کا عدم علم اس کے عدم تحقق کے علم کی طرح ہے۔ مثلاً خصوصاً یا مع کا
سیاق کہ وہ اس سے زیادہ آگاہ ہے، اور سال بھر سے کم کی بکری بکرے میں اس کا کوئی نفع
نہیں بلکہ اس کا عکس موقع ہے کہ جب مشتری اپنے مطلب کی نہ جانے گا نہ لے گا۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ سال بھر کامل ہونے میں شک ہے تو اس کا حقیقہ رکریں، اور قصاب کا قول یہاں کافی نہیں کہ پکے ہیں اس کا نفع ہے اور حالت ظاہرہ اس کی بات کو دفع کر رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰ کیا حکم ہے شرعاً مٹھرا کا دربارہ حقیقہ کے؟

(۱) جانور دیکھ کے جائیں، ان کی عمر کیا ہونا چاہئے، اور اگر کسی عضو میں نقصان رکھتے ہوں وہ کام میں آسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) گوشت کی تقسیم کس طرح کی جائے، آیا کھانا پکا کر کھلانا، افضل ہے یا گوشت کا تقسیم کر دینا،

(۳) گوشت میں کوئی حصہ والدیں کا بھی ہے یا نہیں؟

(۴) دایہ کسی عضو کی سستی ہے اور مجام و سقہ و حاروب، دھوبی وغیرہ؟

(۵) پوست کے دام قیمت جانور میں محراب کرنا اور ناگنی خرچ میں ملنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا طریقتہ افضل ہے؟

(۶) اور جانور کو دیکھ کس کو کنا یا ستے؟ اور دعائے حقیقہ کس طرح اور کس کو پڑھنا چاہئے؟

(۷) بڈیاں توڑنا چاہئے یا نہیں؟ وردن کرنا پابن ہے یا نہیں؟

(۸) مدت اور روزہ حقیقہ کیا ہونا چاہئے؟

(۹) لڑکے اور لڑکی کے حقیقہ میں قعدا جانور دی کی دو و ایک ہونی چاہئے یا ایک ایک؟

(۱۰) اجرت قصاب کی داموں میں محراب ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر دو جانور ہوں تو ان کی ہری و پاسے ایک ایک جام کو، ایک سقہ کو دی جا سکتی ہے یا دونوں جام کو؟ بیٹنوا تو حیدرہ۔

الجواب

(۱) ان امور میں احکام حقیقہ مثل قربانی ہیں، اعضا سلاست ہوں، بکرا بکری ایک سال سے کم کی جائز نہیں، بھیڑ، ہینڈھا چھ ہینڈ کا بھی ہو سکتا ہے جبکہ آسانا زہ و فرہ ہو کہ سال بھر والوں میں ملا دیں تو دوڑ سے متمیز نہ ہو۔

(۲) گوشت بھی مثل قربانی تین حصے کرنا مستحب ہے، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ اور چاہے تو سب کھالے خواہ سب بانٹ دے، جیسے قربانی۔ اور پکا کر کھلانا کچا تقسیم کرنے سے افضل ہے۔

(۳) حصہ ضروری کسی کا بھی نہیں، استہبابی حصہ میں تمنا اپنا رکھا گیا ہے، والدین کھا سکتے ہیں، اس کی نفعت جو مشہور ہے، صحیح نہیں۔

(۴) والی یعنی سائی کو ایک ران دی جائے جبکہ وہ مسلمان ہو، جاہلوں میں جو ہندو سائیاں یا مس ڈاکٹریں بلال جاتی ہیں، یہ حرام ہے۔ حجام، ستقا، خاک رُوہ، و محول کا کوئی خاص حق نہیں۔

(۵) پوست دامن کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہے، اور قیمت میں خیر کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جانور پہلے خرید کر ذبح کر لیا، اب پوست تھاب نے تول لے لیا، اس کے آتے ہوئے دامن میں یہ دام وضع کر لے، یوں اپنے صرف کے لئے بیچا گناہ ہوا اگر جانور کی خریداری میں حلال رہا، یا دوسرے یہ کہ خریدتے وقت شرط کر لی کہ کمال اتنے کو تجھے لیس ہوگی، یہ سب سے جانور کی خریداری ہی کو حرام و فاسد کر دے گا، ان پر فرض ہو گا کہ اس وقت کو صبح کر دیں، پھر اذ سر نو عقد صحیح سے اسے خرید کر عقیقہ میں ذبح کرے، ہاں بعینہ پوست کی جلد یا ذول یا با مانا وغیرہ بنا کر اپنے صرف میں رکھ سکتے ہیں یوں ہی رتن کپڑے وغیرہ ان اشیاء کے ضمن بیچ سکتا ہے جو قائم رکھ کر استعلا میں آئی ہیں، رد دم یا مانع وغیرہ جن کا استعمال ان کو بنا کرنے سے ہوتا ہے، اور کادھر میں دے دینا اپنے صرف میں لانے سے افضل ہے۔

(۶) باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے، جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے۔ وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے، اور جو ذبح کرے وہی دعا پڑھے، عقیقہ پھر مہیا کہ باپ ذبح کرے دُعا یوں پڑھے:

اے اللہ! میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس کا	اَللّٰهُمَّ هِدْهُ عَقِيْقَةً اِبْنِيْ فُلَانٍ وَثَقِّ
خون اس کے خون، اس کا گوشت اس کے گوشت	يَدِيْهِ وَ لَحْمُهَا يَدْحِيْمٍ وَ عَظْمُهَا
اس کی مڈی اس کی پی پی، اس کا چڑا اس کے	بَعْظِيْمٍ وَ جَنْدُهَا بِعْدِيْمٍ وَ شَعْرُهَا
چمڑے اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے	يَشْعُرُهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا جَدًا وَّ
میں ہیں۔ اے اللہ! اس کو میرے بیٹے کے لئے	لِاِبْنِيْ مِنْ التَّارِيْخِ سُبْحَانَ اللّٰهِ
جسم کی آگ سے فدیہ بنا دے، اللہ تمنا کے	اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

نام سے، اذہ بہت بڑا ہے۔ (ت)

فلاں کی جگہ لیسر کا جو نام رکھا ہو، لے، دختر ہو تو دونوں جگہ لیسر کی جگہ لیسری، ویر پانچوں جگہ لے کی جگہ لے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ اسی فلاں یا سنی فلاں کی جگہ

فَلَا يَنْفَعُ فُلَانًا يَا فُلَانَةً بِئْسَ جَلَامُهُ كَحَمَلٍ يَحْتَاجُ إِلَى اسْتِغْنَاءٍ عَنْ بَابِ طَرَفِ فَسْتٍ كَرِهَ .

۷۔ ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر، اور دفن کر دینا افضل۔

(۸) عقیقہ ساتویں دن افضل ہے، رہو سکے تو چودھویں، ورنہ اکیسویں، ورنہ نہ مگر بھر میں جب کبھی تو وقت دن کا ہو، رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۹) تم سے کم ایک تو ہے ہی، اور پسر کے لئے دو افضل ہیں، استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔

(۱۰) گوشت بنانے کی اجرت دعوں میں نجا کر سکتا ہے۔

(۱۱) ہر سے پاسے خود کھائے تو ہا اقربا رسا کہیں جسے چاہے، خواہ سب حجام یا سب سفا کو دے دے۔

شرع مطہر نے اُن کا کوئی خاص حق اس میں مقرر نہ فرمایا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اگر چھوٹکی صلح گیا ڈاکخانہ اکبر پور مستر سید محمد ولی عالم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

۱۔ چلے، نذر عقیقہ کرنا جائز ہے یا تاخیر؟

۲۔ ایک خستی سے عقیقہ ہو گا یا نہیں؟

۳۔ گوشت عقیقہ کا آئنا جدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ ہڈی ہرج کی توڑنا جائز ہے یا نہیں، بقول توجہ وادار۔

الجواب

۱۔ عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے، اور یہی افضل ہے، اور نہ چودھویں، ورنہ اکیسویں دن۔

۲۔ خستی عقیقہ اور قربانی میں افضل ہے۔

۳۔ عقیقہ کا گوشت بارہا جدا بھی کھا سکتے ہیں، مثل قربانی اس میں بھی تین حصے کرنا مستحب ہے۔

۴۔ اس کی ہڈی توڑنے کی ممانعت میں علماء تفاوت ہے توڑنا بہتر جانتے ہیں، پسر کے عقیقہ میں دو جانور

اندر ہوں اور ایک بھی کیسے اگر خستی نہ ہو۔ حقوق الدیہ میں ہے:

قال في السراج الوهيد اذا س دامت

يعق عن ابول يذ به عن العلامة شاتين

وعن المحاربة شاد، ولو دعه عن العلامة

شاة حمار في النفس صلى الله

تعالى عليه وسلم عوف عن الحسن

السراج الوداج میں فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی واد

کا عقیقہ کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں

اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے اگر لڑکے

کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کہ لڑکے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت، امام حسن

نہیں، یقیناً تو حردا۔

الجواب

بھنگن یا کسی کافر کو جنائی بنانا سمجھنا حرام ہے، نہ کافر کو ران دی جاسے، اور بانوں کی چاندی مسکین کا حق ہے، نائی مسکین کو تو مضائقہ نہیں، اصل حکم یہ ہے کہ پھر جس سے اس کے خلاف کیا بھنگن کو ران، مٹی نائی کو چاندی دی تو بڑا کیا، مگر عقیقہ ہو گیا، بری کے بارے میں کوئی حاشیہ نہیں جسے چاہے دسے، جس کا عقیقہ نہ ہو ہو وہ جو انی بڑھا ہے میں بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱۹۸
مسئلہ از موضع خوردنو ڈاک خانہ بدو سرائے ضلع بارہ بنگلہ مرسلہ صفدر علی صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) حکم ہے کہ عقیقہ میں سر نائی کو اور ران دائی جنائی کو دی جائے، فی زمانہ جنائی اکثر چارن یا ڈومن ہوتی ہے اور ان کا مذہب ظاہر ہے تو کیا ان مذکورہ موجب حکم جنائی کو چارن ہے یا ڈومن ہے دی جائے۔

(۲) گوشت عقیقہ کا صاحب عقیقہ یا اس کے والد کے لحاظ سے کس سبب اکثر بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ درست ہے، اور بعض بزرگ تجویز فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور یہ کھانا النسب ہے تو اب قطعی حکم معلوم ہونا چاہئے، کیا کیا جائے، جو طریقہ وسنت ہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اکثر دیکھا گیا کہ لوگ بکرا منگا کر اور اس کو لڑکے یا لڑکی کے نام ذبح کر کے کچھ گوشت چیل، کوتا کو کھلاتے ہیں، اور کچھ فقرہ کو تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب

(۱) سر نائی کو دینے کا نہ کہیں حکم نہ ممانعت، ایک روایت ہے، جنائی کو ران دینے کا حکم البتہ حدیث ہے، مگر کافر سے یہ کام لینا حرام ہے، کافر سے مسلمان عورت کو ایسے پردے کا حکم ہے جیسے مرد سے کہ سوا منہ کی نکلی اور ہتھیلیوں اور ٹکڑوں کے کچھ نہ دکھائے، نہ کہ خاص جنائی کا کام۔

مجتبے شرح قدوری و تنویر لاہصار و در مختار میں ہے،

الدیمۃ کالرجل الا حصی فی الاصل فلا تنظر الی
ملان المسلمۃ علیہ

صح قول کے مطابق ذمیر عورت اجنبی مرد کی طرح ہے لہذا وہ مسلمان عورت کے بدن کو نہ دیکھتے،

سے در مختار شرح تنویر لاہصار بحوالہ مجتبے کتاب المحظورات باب آخر فصل فی النظر مطبع مجتہدانی دہلی ۲۳۲/۷

الجواب

تورنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر ہے،

قال الشيخ المحقق في شرح المشكوة انه
مذهب الامام مالك، والكسر مذهب الامام
شافعي، قلت وقد صرح علما ان مذهب
عالم الامة رضي الله تعالى عنه قد ب الى
مذهبن وصار اليه حيث لا نص من اصحابنا
كما في رد المحتار وغمر العيون، قلت
لا سيما في مثل ما نحن فيه، قال يكسر
لا يلبس عند مالك، ولو لم يكسر
لعرى قبلة شافعي رضي الله عن الامة
اجمعين - والله تعالى اعلم

نہیں، اور اگر نہ توڑے تو امام شافعی اس پر متاب نہیں فرماتے، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کاموں پر
راضی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کا گوشت والہ دین کو کھانا حرام ہے
یا ناجائز؟ یقیناً توجہ دوا۔

الجواب

جائز ہے اگر سب آپ ہی کھالیں جب بھی حرج نہیں بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھلو
واذخروا (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔ ت)
ہاں بہتر یہ ہے کہ لا اقل بقدر ثلث (کم از کم تہائی نو۔ ت) خیرات کر دے، اور ایک دان
دانی کا حق ہے، ایک ثلث مسکینوں میں تقسیم کریں، ایک ثلث اپنے کھانے کے لئے،

بدنہ ورد الحدیث و ما جو اس الاکل اس پر حدیث وارد ہے، لیکن کھانے کا جواز
فان الله انما لقوم باسم الله رزق تو اس لئے ہے کہ عقیقہ تو جانور کا خون بہانے

والتصدق بالصدق خارج عن كمال الصلوة والصدقة
 من شكر لا حرج، وقد صرحوا بالعلماء كالشيخ في
 الصلوات وغيره في غير هذه الحقيقة كالأصحية
 في جميع الشرائع والأحكام، ومعلوم أن
 الأصح حتى تقسم لمومها ثلاث ثلث طعمه و
 ثلث هدية وثلث صدقة وهذا أيضا على
 وجه الاستحباب دون الوجوب، حق لو اكل
 الكل جاز فكذا الحقيقة، والله تعالى اعلم.
 خود کھانے کے لئے، دوسرا حصہ پیر و تحفہ کے لئے اور تیسرا حصہ صدقہ کے لئے، اور ایسا کرنا بھی مستحب ہے
 نہ کہ واجب، یہاں تک کہ اگر تمام گوشت خود کھالے تب بھی جائز ہے، لہذا ایسا ہی معاملہ عقیقہ میں ہوگا۔
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۲۴^{۳۲۵} شیخ احمد حسین صاحب الزرقاد صاحب پر: ہر گز نہ دیر گئے، ضلع بدایوں
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) مردہ کے نام پر عقیقہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم یہ کہتے ہیں کہ مردہ کے نام پر قربانی کرنا درست
 ہے لہذا عقیقہ بھی درست ہے، اگرچہ پیدائش کو سات دن سے پہلے مرے تو کی حکم ہے؟
- (۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکی کا عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

- (۱) مردہ کی طرف سے قربانی بلا شہد جائز ہے اور عقیقہ شکر نعمت ہے، بعد از ال نعمت اس کا عمل نہیں
 ولہذا اموات بلکہ ان کی طرف سے جواب تک پیدار ہونے سے قربانی ثابت ہے، اور عقیقہ بعد موت
 کہیں ثابت نہیں، جو بچہ سات دن سے پہلے مر گیا عقیقہ نہ کرنے سے جو الزام آتا کہ وہ شفیع ہو گا،
 یہاں نہ ہو گا کہ شرع نے جو اس کا وقت مقرر فرمایا اس سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا، اور سات
 دن بعد اور عقیقہ کیا اور استطاعت تھی تو اسی کی شفاعت کا استحقاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۲۴^{۳۲۵} علامہ از شہر ربی مدرہ ہفت ہستونہ کوئی سیرتین بنگالی کے ارطلباء مدد کو ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
 پتہ: نابالغ گر قین عقیقہ کے مر جائے تو بعد مرنے کے اگر عقیقہ کیا جائے تو ثواب عقیقہ کا ملے گا یا

نہیں؟ اور یہ حقیقت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بچہ کی موت کے بعد حقیقت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۲۴ مسئلہ محمد یعقوب علی خاں از مقام کٹہری ضلع گودا گودی ڈاکٹر ذہینہ اسٹیشن حائل
 بتاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ

جو بچہ پیدا ہوا اور کسی سبب سے اس کی زندگی میں حقیقت نہ ہوا تو بعد مرنے کے اس کے نام سے حقیقت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حقیقت بعد موت پس نہیں کہ وہ مشککہ ولادت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۲۵ از بریلی محلہ سوداگران مسئلہ سردار احمد صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ
 ۳۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں؟

(۱) مُردے کے نام سے حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم کہتے ہیں کہ مُردے کے نام پر قربانی کرنا درست ہے۔ حقیقت بھی درست ہے اگرچہ یہ ہر کے سات دن کے پہلے مرے تو کیا حکم ہے اور سات دن کے بعد مرے تو کیا حکم ہے؟ اور نہ یعنی ہر لڑکے کے لئے خاص ہے یا نہیں؟

(۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکے کا حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصے کو ایک لڑکے کا حقیقت دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مُردے کا حقیقت نہیں کہ وہ مشککہ ولادت ہے بخلاف قربانی کہ ایصالِ ثواب ہے، سات دن سے پہلے مر گیا تو ابھی حقیقت کا وقت ہی نہ آیا تھا اور بعد کو مرنا تو حقیقت گیا، اس بچے کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا اگر بلا وجہ یا وصف استطاعت نہ کیا۔ انھل یہ ہے کہ پسر کے لئے دو نہ ہوں اور دختر کے لئے ایک مادہ کہ اس میں مقابلہ اعضا مکمل ہے اور اگر زود مادہ میں عکس ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک گائے میں ایک سے سات تک کا حقیقت ہو سکتا ہے۔ اگر حقیقت کے سوا دوسرا حصہ ایک یا دو یا کتنا ہی ضعیف غیر قربت مثلاً اپنے کھانے کی نیت کو رکھا تو حقیقت ادا نہ ہوگا، ہاں اگر وہ حصے

بھی قربت کے ہوں، مثلاً ایک حدیث عقیقہ، ایک حدیث قربانی عید اٹھنے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۳۳۳ ہادی حسین صاحب از شہر ربلی محلہ ذخیرہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ء

علمائے کرام! اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید و ہندہ کے آپس میں ناجائز تعلق تھا، ہندہ کو اس ناجائز تعلق کی وجہ سے حمل رہا، افغانیے راز کے باعث زید و ہندہ کا باہم نکاح کر دیا، اب ہندہ نے وضع حمل کیا، زید اس کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، آیا یہ عقیقہ درست ہوگا، اور گوشت یا طعام عزیز و اقربا کو کھانا مباح ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح زید و ہندہ مستورہ میں صحیح ہے یا نہیں؟ علاوہ انہیں زید کوئی کام بھی آئندہ اس مولود کا مثل جفتہ و کتیب وغیرہ کے کرے، اس میں شرکت دینا اور شیرینی اور طعام دعوت ان امور کی لینا اور کھانا اعراس کو جائز ہے یا نہیں، میتوا توجسروا۔

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ حدیث کنواری تھی، اور بچہ نکاح کے کوئی دو عینیہ بعد پیدا ہوا، ایسی صورت میں زید اگر جانتا ہے کہ واقع میں یہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے تو اسے اس کا عقیقہ کرنے کے کوئی معنی نہیں کہ عقیقہ شکر نعمت ولادت سے اور بچہ کی ولادت زانی کے لئے نہیں سوتی مگر فوت ماں کے لئے۔

قل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعناہم
 ہی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زانی کیلئے
 الحجرین پتھر میں (ست)۔

اس کا عقیقہ اگر کرے تو اس کی ماں کرے، اس میں شرکت میں حرج نہ ہوگا، اور جفتہ اور شادی اگر زید بھی کرے تو حرج نہیں، اور شرکت بھی جائز ہوئی جبکہ کوئی محذور شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۱ مستولہ مولوی رحیم بخش صاحب حنفی قادری رضوی از آراء شاہ آباد مدرس فیض الغبار
 ۳۳۲۰ بروز پچھشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول شریعت ۱۴۳۲ھ

(۱) قیاس عقیقہ قربانی پر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ان دونوں کا جامع علت مشترکہ کیا ہے؟

(۲) قربانی کی طرح عقیقہ میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سات لڑکیوں یا تین لڑکے اور ایک لڑکی کے نام سے ایک حاکمے عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۱۰۰۶/۲	صحیح البخاری کتاب المہارین باب لعناہم الحجر	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۰۶۵/۲	کتاب الاحکام باب من قضی لہ بکئی ذبیحہ	" " "
۴۷۱ و ۴۷۰/۱	صحیح مسلم کتاب الرضاع باب اولد للفراس الخ	" " "

الجواب

عقیدہ میں بھی شرکت اسی طرح جائز ہے جیسے قربانی میں جبکہ سب کی نیت خالص لوجہ اللہ ہو، اگر ایک کی نیت بھی قربت کی نہ ہوگی اور باقی سب تقرب چاہیں گے، کسی کی قربت ادا نہ ہوگی کہ وہ سب گوشت ہو گیا، لان اللہ تعالیٰ لا یقبل الشریکة و بعض الاعیاء، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں فرماتا اور عن الشریکة لہ و لعیوہ فکلہ لعیوہ۔ وہ تمام اغنیاء شرکت سے بڑا غنی ہے اور جو اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہو تو وہ سب اس کے غیر کے لئے ہے۔ (ت)

عقیدہ اور قربانی دونوں اراقتہ دم لوجہ اللہ ہیں اور اسی کلیہ میں داخل کہ،

ماکان لہ و لعیوہ فہو لعیوہ، و ما کانت خالصا لہ فہو لہ، و ان تعددت الوجود، و لدا جہ الصدق علی فقیرین بالاشتراك و لا مشاع، کان المقصود وجہ اللہ تعالیٰ و هو واحد، بخلاف النہمة۔

جو کچھ اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہے تو وہ اس کے غیر کے لئے ہے اور جو خالص اس کی رضا کے لئے ہے تو وہ اس کے لئے ہے اگرچہ وجہ تقرب متعدد ہوں، اسی واسطے دو فقیروں پر تقسیم مشترکہ طور پر صدقہ کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود ارشاد اللہ رشودی ہے اور وہ ایک ہی ہے بخلاف جہہ کے۔ (ت)

لہذا حاجت قیاس نہیں فاق السند درج تحت العوہات غیر مسکوت عنہ لیماس (کیونکہ جو شے عورات کے تحت درج ہو وہ مسکوت عنہ نہیں ہوتی تاکہ قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲ از قضا میرزا ڈاک خانہ امیریا پاس محمد اکبر یار خان بروز چہار شنبہ

بتاریخ ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، فحمدہ و فصلی علی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کہ ہفتہ سے کم یا ہفتہ بھر کی عمر یا ہفتہ سے زائد میں انتقال ہو اب ان کے والدین کو ان مردہ بچوں کا عقیدہ چاہئے یا نہیں، اور ہفتہ سے کم عمر میں سفر ان کا عقیدہ کیا جائے یا نہیں؟ اور قربانی بھی ان بچوں کی جانب سے ہوتی ہے یا نہیں؟ اور والدین جو انتقال کر چکے ہوں ان کی جانب سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بابت جو جوابات ہوں واضح طور پر تحریر فرمائے جائیں سخت ضرورت ہے، جواب جہاں تک ممکن ہو بہت جلد، اور ہفتہ کی عمر سے زائد جہاں تک حد ہوا پنی صفر سنی میں، اس کے واسطے کیا حکم ہے، اور وہ بچے جن کا ذکر ہوا عقیدہ کرنے میں مواخذہ

کریں گے یا نہیں؟ اگر حقیقہ کر دیا جائے تو شفاعت ہر روز شکر کرا دیں گے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

ہر مرتبہ کسی عمر کا ہو اس کا حقیقہ نہیں ہو سکتا، بچہ اگر ساتویں دن سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے حقیقہ نہ کرنے سے کوئی اثر اس کی شفاعت وغیرہ پر نہیں کہ وہ وقت حقیقہ آنے سے پہلے ہی گزر گیا، حقیقہ کا وقت شریعت میں ساتواں دن ہے، سات دن سے پہلے مر جانا درکنار حدیث میں کہ کچا حل ہو کر جاتا ہے وہ روز قیامت اپنا مال کھینچتا ہوا آئے گا اور اپنے ماں باپ کے لئے (جبکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گئے ہوں) مولى عزوجل سے ایسا جھگڑا کرے گا جیسے قرض خواہ اپنے قرضدار سے، یہاں تک کہ حکم ہو گا کہ او کچے بچے، اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جائے۔ ہاں جس بچے نے حقیقہ کا وقت پایا یعنی سات دن کا ہو گیا اور بلا غدر یا وصف استقامت اس کا حقیقہ نہ کیا اس کے لئے یہ کیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت ذکر کرنے پائے گا۔ حدیث میں ہے: «العلامة صرحن بحقیقۃ ذکر الکا اپنے حقیقہ میں گروی ہے۔ تیسیر میں ہے:»

یعنی والدین عہ فوات طفلا لا یشفع فی انویہ یتیم
یعنی، اگر بچہ کا حقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ بچپن میں مر گیا تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کر سکا (ت)۔
اشعة اللغات میں ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سنہ زندہ عیسیٰ و مہرست از شفاعت و رحق والدین تا حقیقہ اور اندہند، و اعتماد بر قول آں امام اجل مست و ظاہر آن مست کہ وہی شنیہ است از سلف کہ معنی ابن مست یتیم
امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ بچے کا جب تک حقیقہ نہ کیا جائے اس کو والدین کے حق میں شفاعت کرنے سے روک دیا جاتا ہے اور اعتماد اس عظیم الشان امام کے قول پر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام موصوف نے اسلاف سے سنا ہو گا کہ اس کا معنی یہ ہے۔ (ت)۔

جو بچہ قبل بلوغ مر گیا اور اس کا حقیقہ کر دیا تھا، یا حقیقہ کی استطاعت نہ تھی یا ساتویں دن سے پہلے مر گیا، ان

- ۱۔ سنن ابن ماجہ الجنازہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶
۲۔ الجامع الصغیر حدیث ۵۸۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۵۹/۴
۳۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱۶۵/۲
۴۔ اشعة اللغات کتاب الصید باب العقیقۃ الفصل الثانی مکتبۃ زوریر رضویہ سکھر ۴۸۲/۲

مسبب مورتوں میں وہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا جبکہ یہ دنیا سے یا ایمان گئے ہوں
 اس بارے میں متواتر حدیثیں ہیں، قربانی جو اپنے نابالغ بچہ کی طرف سے بعضی کے نزدیک واجب ہے، وہ
 اس کی زندگی ہی میں ہے، بعد مرگ کسی کے نزدیک لازم نہیں، ہاں ان کی طرف سے کرے تو ان کو ثواب پہنچے گا،
 یونہی ماں باپ کی طرف سے بعد موت قربانی کرنا اجر عظیم ہے اس کے لئے بھی اور اس کے والدین کے لئے بھی۔
 وہ وسیعہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

جیسویں جملہ بابہ الحقیقہ پر ختم ہوئی،
 ایک ہی جگہ کاغذ پر کتبہ لکھو، تاکہ اس سے ہر گاہ

٢٣٢	عبد الملك بن محمد بن بشر بن	١٦ - مائى فى حديث
٢٦٣	احمد بن محمد المعروف بابن ابي	١٧ - الايجار فى الحديث
٢٠٤	احمد بن عبد الرحمن الشيرازى	١٨ - القاب فى الروايات
١٨٩	ابو عبد الله محمد بن حسن الشيبانى	١٩ - الاصل (مبسوط)
٢٠٠	محمد بن حسن المذنبى بن ذباله	٢٠ - اخبار مدينة
٢٠٣	محمد بن محمد بن الشافعى	٢١ - الامم
٢٥٦	زبير بن بكار الزبيرى	٢٢ - اخبار مدينة
٢٦٠	الحسين بن عبد الرحمن الزاهرى	٢٣ - اشبال النفس على الله عليه وسلم
٢٠٥	ابو عبد الله محمد بن عبد الله نيشابورى	٢٤ - الرعيين على كرم
٥٠٥	امام محمد بن محمد العززالى	٢٥ - اخبار العلوم
٦٤٦	محمى الدين يحيى بن شرف السوى الشافعى	٢٦ - الرعيين نووى
٦٤٦	ابو بكر يحيى بن شرف النووى	٢٧ - الكرام المستبشرين على ربيته الامام
٦٣٠	علي بن محمد بن شرف	٢٨ - اسد الغابة فى معرفة النبوة
٨٠٦	ابو ابي الين عبد الكريم بن الحسين العراقى	٢٩ - ليعية العراقى فى اصول الحديث
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن على بن محمد مستقضى	٣٠ - الاخبار فى تفسير الصحاح
٩٠٣	علاء طلال الدين محمد بن اسعد الدوانى	٣١ - احوال دج العلوم
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين اسيرى	٣٢ - الاتقان
٩٤٣	احمد بن محمد المصطفى الكلى	٣٣ - اعلام بقرات الامام
١٠١٢	نور الدين على بن سلطان محمد القارى اعلى على القارى	٣٤ - الاسرار المفردة فى الاجار المرفوعة
١١٤٩	شاه دوى الله بن عبد الرحيم	٣٥ - الامتياز فى سلاسل اوليا
١٢٠٥	سيد محمد بن محمد مرقضى بن بدي	٣٦ - اتحاف السادة المتقين
١٢٤٣	عبد الفتى المذنبى المذنبى	٣٧ - انوار الحاجات شمسى بن
	سيد محمد شطا المذنبى	٣٨ - اعانة الطالبين
٢٢٨	ابو على حسين بن عبد الله الشيرازى بن سينا	٣٩ - اشارات بن سينا

ب

۳۰ -	بداية الصانع	۵۸۷ -	علامه الدين ابی بکر بن مسعود انصاری
۳۱ -	ابداية (مدية المستندی)	۵۹۳ -	علی بن ابی بکر المرعشی
۳۲ -	النحرارانی	۹۷۰ -	شیخ تریب الدین بن ابراهیم ابن نجیم
۳۳ -	سردان شریع مذهب الرحمان	۹۲۲ -	ابراہیم بن موسی الطرابلسی
۳۴ -	مستدای معارفین	۳۷۲ -	عقبه ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی
۳۵ -	السیط فی الفروع	۵۰۵ -	محمّد الاسلام محمّد بن محمد القزّازی
۳۶ -	ابداية شریع المداية	۸۵۵ -	امام بدرالدین محمد بن علی
۳۷ -	سورة الاسر	۷۳ -	یرسب بن نصر الخراسانی الشطری
۳۸ -	طوخ مرام	۸۵۲ -	امام علی ابن محمد مسطلانی
۳۹ -	بستان المحدثین	۲۳۹ -	شادویه العزیز بن شهاب ولی الله
۵۰ -	براهین قاطعه	۷۱۹ - ۵	رشید احمد گنگوہی

ت

۵۱ -	تألیف عروس	۲۵ -	سید محمد مصی ازبیدی
۵۲ -	تاریخ بن عساکر	۵۸ -	علی بن الحسن بن مشقّی، ابن مساکر
۵۳ -	تاریخ السوری	۲۵۶ -	محمد بن اسمعیل السوری
۵۴ -	التفصیل و امریه	۵۹۳ -	برهان الدین علی بن ابی بکر امرعشی
۵۵ -	تحریر ماسول	۸۶ -	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن انعام
۵۶ -	تحفة العقباء	۵۲ -	امام علامه الدین محمد بن احمد السمرقندی
۵۷ -	تحقیق الحسامی	۴۳۰ -	عبد العزیز بن احمد البهاری
۵۸ -	الترجیح والتفصیل علی فقہ وری	۸۷۹ -	علامه قاسم بن قطلوبغا المنصوری
۵۹ -	التقریبات لسنید شریعت	۸۱۶ -	سید شریع علی بن محمد الجریجانی
۶۰ -	التمهید لما فی القرآن من المعانی الاسانیة	۲۶۳ -	یوسف بن جبار الله ابن عبد البر الاندلسی

٩٠١	جلال الدين جبر الرحمن بن ابى بكر السيرى	٨٩ - التعقبات على الموضوعات
٩٠٩	شيخ حسين بن محمد بن الحسن ديار بكرى	٨٤ - تاريخ الخميس
١٠٠٨	داود بن عمر النطاكى	٨٨ - تذكرة اولى الابواب النطاكى
١٠١٣	على بن سلطان محمد القارى	٨٩ - البيان فى بيان ما فى ذيل النصف من شيعات
١١٣٠	احمد بن ابوصيد العروى طاب ثوبه	٩٠ - تفسيرات احمدية
٢٢٥	قاضى شام الله پانى پتى	٩١ - تفسير المنبرى
١٢٣٩	الشاء جبر العزيز ديار بكرى	٩٢ - تحفة الشارح عشرية
٢٥٢	محمد امين ابن عابدين	٩٣ - تنبيه ذوى الافهام
١٣٢٣	جبر القادر الرافعى الفاروقى	٩٢ - التحرير المختار (تقررات الرافعى)
٩٨٩	محمد بن طاهر الغنى	٩٥ - تذكرة موضوعات للعتنى
		٩٩ - تجميس الملتقط
	محمد مومن بن محمد زمان الحسينى	٩٤ - تحفة المومنين فى الطب
٩١٠	حسين بن عل الشافعى ارامه	٩٨ - تحفة الصلوة (فارسي)

ث

٢٩٠	ابوبكر محمد بن الحسين ديار بكرى	٩٩ - الثاقون فى الحديث
	ابو محمد محمد بن امير الملك المصرى	١٠٠ - ثبت

ج

٢٤٩	ابوصلى محمد بن عيسى الترمذى	١١ - جامع الترمذى
٩٩٢	شمس الدين محمد لمراسانى	١٢ - جامع الرموز
١٥٩	امام محمد بن سليمان البخارى	١٠٣ - الجامع الصريح للبخارى
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيبانى	١٠٤ - الجامع الصغير فى الفقه
٢٦١	مسلم بن حجاج القشيري	١٠٥ - الجامع الصريح للمسلم
٢٨٩	ابونصر احمد بن محمد العتبانى	١٠٦ - جامع الفقه (جامع الفقه)

٨١٣	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل باین قاصی	١ - جامع النصاریین فی الفروع
٢٢٠	ابن الحسین عبید اللہ بن حسین الکرخی	٢ - جامع کبیر فی فروع الخنقیہ
١٠	برہن الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخطا	١٠٩ - جوامع الاخطا
٩٨٩	اسد بن ترکی بن احمد ام کلی	١١٠ - جوامع الزکیہ
٥٦٥	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المعاصر	١١١ - جوامع القادی
٨٠٠	ابوبکر بن علی بن محمد خدہ او یمنی	١١٢ - الجوامع النیرۃ
٢٢٣	یحییٰ بن معین بسند دی	١١٣ - جوامع و التعلیل فی مجال الحدیث
٩١١	علی بن جلال الدین عبد الرحمن بن ابی کریم سیوطی	١١٤ - جامع الصغیر فی الحدیث
٣١٠	محمد بن جریر الطبری	١١٥ - جامع البیان فی تفسیر القرآن و تفسیر طبری
بعد از ٢٥٩	ابوعلی حسن بن عرفہ	١١٦ - جوامع شمس حسن بن عرفہ
٢٦٣	ابوکر احمد بن علی طیب بغدادی	١١٧ - الجوامع و تالیفات ازادی و اسامع
٤٣٦	محمد بن محمد الاسود شمس	١١٨ - جامع سلام الصغار فی الفروع
٦٢٦	عباس بن محمد بن احمد بن علی	١١٩ - جامع الادویہ و الامور
٩١١	نور الدین علی بن احمد السمرقانی المصری	١٢٠ - جوامع العقیدین فی فضل الشرفین
٩٤٠	محمد غوث بن عبید اللہ گو الیاری	١٢١ - جوامع غوث
٩١١	ابوکر جلال الدین عبد الرحمن بن علی الدین سیوطی	١٢٢ - جامع الجوامع فی الحدیث
٩٤٣	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	١٢٣ - جوامع عظیم فی زیارت قبر النبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
١٠٥٢	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	١٢٤ - حدیث القلوب الی دیار المغرب
٥٥٢	ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقانی	١٢٥ - جامع الکبیر فی القادی

ح

١١٤٩	محمد بن مصطفیٰ ابو سعید الخادمی	١٢٦ - حاشیہ علی الدرر
١٠٢١	احمد بن محمد الشبلی	١٢٧ - حاشیہ بن شمس علی التبیین
١٠١٣	عبدلغیر بن محمد الرومی	١٢٨ - حاشیہ علی الدرر
٨٨٥	قاصی محمد بن قرا مرزا قاسم	١٢٩ - حاشیہ علی الدرر لما خسر و

٩٤٠	شيخ زين الدين بن كيم	١٢٤٢ - ربيع الثاني في وقت المصير الثاني
٢٨٠	عثمان بن سعيد الدارمي	١٢٤٣ - رد على الجنيته
١٢٤٩	٦١٨٣١ مولوي سيفي وبلوي	١٢٤٤ - رساله مذکور
٢٩٥	عبد الكريم بن جوازن القشيري	١٢٤٥ - رساله قشيري
٨٥٥	بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العيسى	١٢٤٦ - رمز الحقائق شرح كنز الدقائق
٨٤٩	قاسم بن قطلمنا المصري	١٢٤٧ - ربيع الاشتباه عن سبل الياء
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	١٢٤٨ - رساله طلوع ثريا
"	"	١٢٤٩ - رساله اتحاف الغرر
٩٤٠	زين الدين بن ابراهيم بن نجم	١٢٥٠ - رساله ابن نجم
١٠٤٣	علي بن سلطان محمد القاري	١٢٥١ - رساله ابتداء
١٠٩٨	احمد بن سيده محمد بن النحوي	١٢٥٢ - رساله القول السليخ في حكم القبليخ
١١٤٩	شاه اول الله - مود	١٢٥٣ - رساله انصاف
١٢٥٢	محمد امين آفندي ابن عابدين	١٢٥٤ - رساله ابن عابدين
١٣٤	جعفر بن شمس الدين البرزنجي	١٢٥٥ - رساله ميلاذ مبارک الکوکب الانوار على عهد الجوسر
٩٩٣	ابو جعفر احمد بن احمد الشهيد بالحب الطبري المكي	١٢٥٦ - الرياض النضرة في فضائل العشرة
١٢٤٩	٦١٨٣١ ميان سميع بن شاه عبد الله بن النحوي	١٢٥٧ - رساله بدعت
"	"	١٢٥٨ - رساله دعاية
١٣٢٣	ابو الحسنات محمد عبد الحمي	١٢٥٩ - رساله غاية الحال

نسخ

٨٩١	شيخ الاسلام محمد بن احمد بن سبيح التوفي واخر القرن السادس	٩٠ - رد على
٨٩١	كان الدين محمد بن عبد الواحد بن عبد الله بن الهمام	٩١ - رد على
١٠٦٦	محمد بن محمد التوفي	٩٢ - رد على
٨٩	ام محمد بن حسن شيباني	٩٣ - زبدة
١٢٥٠	محمد بن علي الشوكاني	٩٤ - زهر التفسير في حديث السمرين

۹۱۱	جلال الدین حیدر الخنی السیر علی	۱۹۵-۱۰ ہزار علی علی جمعی
۹۲۱	محمد بن عبداللہ ابن شحہ	۱۹۶- دہر اردن فی مسئلۃ الخوض
۹۶۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر الملکی	۱۹۷- اردن و اردن علی الکبار
۱۲۵۲	شیخ عبدالحق محمد بن بلوی	۹۸- ربه الآثار فی اخبار قطب الاسرار
۷	~ ~ ~	۹۹- ربه الاسرار فی مناقب عرش الارار

س

۸۰۰	ابو محمد علی بن محمد احمد بن یحییٰ	۲۰- سیرت ابی یحییٰ (شرح قدوری)
۲۶۳	ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ ابن احمد	۲۱- السیرت ابی یحییٰ
۲۶۳	سعید بن منصور الحرسانی	۲۰۲- السیرت ابی یحییٰ
۲۶۵	ابو داؤد سلیمان بن اشعث	۲۰۳- السیرت ابی داؤد
۳۰۳	ابو عبد الرحمن محمد بن شعیب الصافی	۲۰۴- السیرت ابی یحییٰ
۳۵۸	ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ ابن احمد	۲۰۵- السیرت ابی یحییٰ
۳۸۵	علی بن محمد اردبیلی	۲۰۶- السیرت ابی یحییٰ
۲۵۵	عبد اللہ بن عبد الرحمن ابن احمد	۲۰۷- السیرت ابی یحییٰ
۲۱۳	ابو محمد عبد الملک بن بشیر	۲۰۸- سیرت ابی یحییٰ
۷۳۲	محمد بن عبد اللہ ابن سیدان السی	۲۰۹- سیرت یحییٰ ابن احمد
ساتویں صدی ہجری	سراج الدین سجاد ندی	۲۱- سراج فی المیراث
۷۳۸	شمس الدین محمد احمد الدہلی	۲۰۱- سیر علامہ البیلا
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحق لکھنوی	۲۰۲- سیرت فی کشف ما فی شرح التوقیہ
	عمر بن محمد بن	۲۱۳- سیرت عمر بن محمد علی
۱۵۱	محمد بن اسحاق بن یسار	۲۱۴- سیرت ابن اسحاق
		۲۱۵- سراج القاری
		۲۱۶- السیرت
۱۳۰۴	محمد بن عبدالحق لکھنوی ہندی	۲۱۷- السیرت مشکوٰۃ فی رد المذہب المذکور

٢٣١	شرح الاسام	امام الاسام محمد بن ابي بكر	٥٤٣
٢٣٢	شعب الايمان	ابو بكر محمد بن حسين بن علي البستي	٢٥٨
٢٣٣	شرح الجامع الصغير	محمد بن منصور المنفي والاسيوطي	٢٨٠
٢٣٤	شرح الجامع الصغير	عمر بن عبد العزيز المنفي	٥٢٦
٢٣٥	الشفار في تعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم	ابو الحسن عياض بن موسى قاضي	٥٢٢
٢٣٦	شرح شافيه ابن حبيب	رضي الدين محمد بن الحسن الاشتر ابازي	٦٨٦
٢٣٧	شرح كاميه ابن حبيب	"	"
٢٣٨	شرح طريق الانوار	محمد بن عبد الرحمن الاصفهاني	٤٣٩
٢٣٩	شفار السقام في راية خير الانام	تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي	٤٥٦
٢٤٠	شرح عقائد المنسقى	سعد الدين مسعود بن عمر قنصازاني	٤٩٢
٢٤١	شرح المقاصد	"	"
٢٤٢	شرح المواقف	سيد شريف علي بن محمد البحر جاني	٨١٦
٢٤٣	شرح السراجي	"	"
٢٤٤	شرح خفي	موشى پاشا بن محمد الروي	٨٢١
٢٤٥	شرح ماسب كبره مسكين	مصين الدين الهروي طامسكين	٩٥٢
٢٤٦	شرح فقه اكبر	علي بن سلطان محمد القاري	١٠١٢
٢٤٧	شرح عين العلم	"	"
٢٤٨	شرح قصيده الطيب النغم	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	١١٤٩
٢٤٩	شرح قصيده همزيه	"	"
٢٥٠	شرح رباعيات	"	"
٢٥١	شرح فرائح الرحمت	"	"
٢٥٢	شفار العليل	"	"
٢٥٣	شرح النقاية لابن المكاد	ابو المكاد بن عبد الله بن محمد	بعد از ٩٠٤
٢٥٤	شرف المصطفى	حافظ عبد الملك بن محمد نيشا پوري	٢٠٦
٢٥٥	شرح مقدمه عثمانويه	احمد بن تركي الهاككي	

- ٢٦٦ - شرح جامع الأصول للضعيف
 ٢٦٧ - شرح المشتق للبهنسي
 ٢٦٨ - شرح درر البحار
 ٢٦٩ - مبارك بن محمد المعروف بابن الأشير الجيزي
 ٢٧٠ - محمد بن محمد المعروف بابن الجعفي
 ٢٧١ - عبد الوهاب بن أحمد الشيرازي و هبان

ص

- ٢٦٩ - صراح الجبري
 ٢٧٠ - صبح ابن بيان (كتاب التفسير في أنواع)
 ٢٧١ - صبح ابن فريز
 ٢٧٢ - الصمدان
 ٢٧٣ - صغيري شرح فيه
 ٢٧٤ - مراد مستقيم
 ٢٧٥ - الصوامع المحرقة
 ٢٩٢ - السيل بن حماد الجبري
 ٣٥٤ - محمد بن بيان
 ٣١١ - محمد بن اسحاق ابن عزيز
 ٢٩ تقريباً - أبو فضل محمد بن عبد بن خالد القرشي
 ٩٥٦ - إبراهيم الجعفي
 ١٢٣٦ - سية أحمد شهيد ريوي
 ٩٤٣ - شهاب الدين ابن بن حو الكلي

ط

- ٢٧٦ - الطوق دي على الدر
 ٢٧٧ - الطوق دي على الراقي
 ٢٧٨ - طبقات المقرئين
 ٢٧٩ - طبقات القراء
 ٢٨٠ - الطريقة المحمدية
 ٢٨١ - طبعة الطبية
 ١٣٠٢ - سية أحمد الطوط دي
 ١٣٠٢ - سية أحمد الطوط دي
 ٤٣٨ - محمد بن أحمد الذهبي
 ٨٣٣ - محمد بن محمد الجيزي
 ٩٨١ - محمد بن بير علي المعروف ببركي
 ٥٣٤ - نجم الدين عربي محمد النسوي

ع

- ٢٨٢ - عمدة القاري شرح صحيح البخاري
 ٢٨٣ - العنية شرح الصلاة
 ٢٨٤ - عناية القاصي حاشية على تفسير البيضاوي
 ٨٥٥ - علامه جلال الدين ابني محمد كروبي أحمد العيني
 ٤٥٦ - الكل الدين محمد بن محمد الجباري
 ٠٩٩ - شهاب الدين الحنفي

٢٨٥	عبد بن السائل	٢٨٥	أبو اليت نصير بن محمد الصمغوني
٢٨٦	عقود الدرية	٢٨٦	محمد أمين بن عابد بن الشامي
٢٨٧	عقود	٢٨٧	كمال الدين محمد بن أحمد الششير بن مشكيري
٢٨٨	عمل اليوم واليلة	٢٨٨	أبو بكر أحمد بن محمد بن السني
٢٨٩	عوارف المعارف	٢٨٩	شهاب الدين شمرودي
٢٩٠	عقد الفيد	٢٩٠	أبو عبد الله محمد بن عبد القوي المقدسي
٢٩١	عين العلم	٢٩١	محمد بن عثمان بن عثمان بن أبي
٢٩٢	عقد الجيد	٢٩٢	شاه ولي الدين شاه عبد الرحيم الدهري
٢٩٣	عقود الدرية في تتبع العتادى الحادي	٢٩٣	محمد أمين آخري بن عابد بن
٢٩٤	عقود الرماير في حل شرح الوقي	٢٩٤	محمد بن عبد الحمى الكهندي

غ

٢٩٥	غاية البيان شرح الهداية	٢٩٥	يوسف بن محمد بن عبد الله بن ميرزا تقي
٢٩٦	غرا الاستقام	٢٩٦	قاسم محمد بن فخرزاد خسرو
٢٩٧	غريب الحديث	٢٩٧	أبو الحسن علي بن مغيرة البغدادي المعروف بأثر
٢٩٨	غرايون الصغار	٢٩٨	أحمد بن محمد الحوي المكي
٢٩٩	غنية دوا، عام	٢٩٩	حسن بن محمد بن علي المشرقي
٣٠٠	غنية لمسل	٣٠٠	محمد بن محمد بن محمد المكي
٣٠١	غنية لمسل في القراء السبع	٣٠١	يحيى بن شرف النوري

ف

٣٠٢	فتح باب شرح أبي روى	٣٠٢	شهاب الدين أحمد بن علي بن عبد القادر
٣٠٣	فتح باب شرح	٣٠٣	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن حام
٣٠٤	فتح باب شرح	٣٠٤	أحمد بن محمد بن أبي
٣٠٥	فتح باب شرح	٣٠٥	محمد بن محمد بن شهاب بن بزاز

۳۰۶	فتاوی محمد	۱۰۸	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرضی
۳۰۷	فتاوی خیرینہ	۱۰۹	سرت الدین علی بن عثمان لاوشی
۳۰۸	فتاوی سراجیہ	۱۱۰	عطاء بن محمد ولسلہ
۳۰۹	فتاوی عطاء بن محمد	۱۱۱	داؤد بن یوسف قطیفی
۳۱۰	فتاوی حیاتیہ	۱۱۲	حسن بن عمرو بن علی
۳۱۱	فتاوی خاص بن	۱۱۳	نصیر بن محمد ولسلہ
۳۱۲	فتاوی بسدیہ	۱۱۴	نصیر بن محمد ولسلہ
۳۱۳	فتاوی لیبیہ	۱۱۵	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۱۴	فتاوی وود لیبیہ	۱۱۶	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۱۵	فتاوی کبری	۱۱۷	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۱۶	فتاوی کبری	۱۱۸	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۱۷	فتاوی کبری	۱۱۹	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۱۸	فتاوی کبری	۱۲۰	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۱۹	فتاوی کبری	۱۲۱	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۰	فتاوی کبری	۱۲۲	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۱	فتاوی کبری	۱۲۳	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۲	فتاوی کبری	۱۲۴	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۳	فتاوی کبری	۱۲۵	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۴	فتاوی کبری	۱۲۶	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۵	فتاوی کبری	۱۲۷	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۶	فتاوی کبری	۱۲۸	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۷	فتاوی کبری	۱۲۹	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۸	فتاوی کبری	۱۳۰	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۲۹	فتاوی کبری	۱۳۱	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۰	فتاوی کبری	۱۳۲	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۱	فتاوی کبری	۱۳۳	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۲	فتاوی کبری	۱۳۴	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۳	فتاوی کبری	۱۳۵	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۴	فتاوی کبری	۱۳۶	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۵	فتاوی کبری	۱۳۷	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۶	فتاوی کبری	۱۳۸	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۷	فتاوی کبری	۱۳۹	عبد الرشید بن محمد ولسلہ
۳۳۸	فتاوی کبری	۱۴۰	عبد الرشید بن محمد ولسلہ

٩٤٢	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	٣٣ - فتح المعين شرح اربعين
"	"	٣٣٢ - فتح الله شرح المشكاة
"	"	٣٣٣ - فتاوى الفقيه ابن حجر مكي
"	"	٣٣٣ - فتاوى انقريه
١٠٩٨	محمد بن حسين الانقريه	٣٣٥ - فتاوى اسديه
١١١٦	سيد اسعد بن ابى بكر المدني الحسيني	٣٣٦ - فرائد محمود شوكانى
١٢٥٠	محمد بن على بن محمد الشوكاني	٣٣٧ - فتاوى جمال بن عمر المكي
١٢٨٣	جمال بن عمر المكي	٣٣٨ - فضل عباس العلماء
	ابو عبد الله محمد بن عثمان	٣٣٩ - فتاوى قاعدية
	ابو عبد الله محمد بن على القاعدى	٣٤٠ - فتاوى غوى
١٠٠٢	محمد بن عبد الله التمر تاشى	٣٤١ - فتاوى خمس الدين الرطلى
		٣٤٢ - فتح الملك المنجد
١٢٣٩	محمد بن احمد بن دلى الله المدبرى	٣٤٣ - فتح العزيز (تفسيره) مزي

ق

٨١٤	محمد بن يعقوب الفيروز آبادى	٣٤٣ - القاموس المحيط
٨٥٢	زين الدين بن على بن احمد شافعى	٣٤٥ - قره عين
٩٥٥	نجم الدين محمد بن محمد رابدى	٣٤٦ - القنبه
		٣٤٧ - القرى الكريم
٣٨٦	ابو طالب محمد بن على المكي	٣٤٨ - رقت القلوب فى سماع المحبوب
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن على القسطلاني	٣٤٩ - القول المسدد
١١٤٩	شاه دلى الله بن شاه عبد الرحيم المدبرى	٣٥٠ - قره العينين فى فضيل الشيخين
"	"	٣٥١ - القول الجليل
١٣٠٢	محمد بن عبد الحمى كهنوى انصارى	٣٥٢ - قره الامار حاشيه نور الافكار
"	ابراهيم بن عبد الله الميمنى	٣٥٣ - القول انصارى فى فضل عمر بن الخطاب

ك

٣٣٣	حاكم شهيد محمد بن محمد	٣٥٣ - الكافي في الفروع
٣٦٥	ابو احمد عبد الله بن عدي	٣٥٥ - الكامل لابن عدي
٩٤٣	سيد عبد الوهاب الشحراني	٣٥٦ - البكريات الاخر
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٥٤ - كتاب الآثار
١٨٢	امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري	٣٥٨ - كتاب الآثار
	ابو الحسن محمد بن علي	٣٥٩ - كتاب الامام في أدب نحل الحمام
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله	٣٦٠ - كتاب السواك
٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي	٣٦١ - كتاب الحديث لابن عماد
	لابي عبيد	٣٦٢ - كتاب المطهر
٣١٤	ابو محمد عبد الرحمن بن عاتق محمد الرازي	٣٦٣ - كتاب العمل على رب الفقه
٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٦٤ - كتاب الاصل
	ابو محمد بن علي	٣٦٥ - كتاب الوصية
٤٣٠	علاء الدين عبد العزيز بن احمد البغدادي	٣٦٦ - كشف الاسرار
	علامة المقدسي	٣٦٤ - كشف الرمز
٤٦٨	امين الدين عبد الوهاب بن وبيان الماشقي	٣٦٨ - كشف الاستار عن زوائد البرار
٩٤٥	علاء الدين علي المصطفى بن حسام الدين	٣٦٩ - كسر السعال
٨٠٠	جلال الدين بن شمس الدين الحراري	٣٦٠ - الكفاية
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن محمد المصطفى	٣٦١ - كشف الرماح
٤١٠	عبد الله بن احمد بن محمد	٣٦٢ - كذا الدقائق
٣٠٥	ابو عبد الله الحاكم	٣٦٣ - الكشي طحاكم
٤٨٩	شمس الدين محمد بن يوسف الشافعي الكوفي	٣٦٤ - اكلاب الدراري
٣٥٣	محمد بن جابر التميمي	٣٦٥ - كتاب الجرح والتعديل
١٩٨	يحيى بن سعيد القطان	٣٦٦ - كتاب المعاني

١٩	محمّد بن أحمد الجباري	٢٢٢ - مسلم الثبوت
٢٢	سليمان بن داود الطلياسي	٢٢٣ - مسند ابن داود
٣٠٤	أحمد بن علي الرضائي	٢٢٤ - مسند ابن عيني
٢٣٨	حافظ السخري ابن راجويه	٢٢٥ - مسند السخري ابن راجويه
٢٢١	إمام أحمد بن محمد بن حنبل	٢٢٦ - مسند الإمام أحمد بن حنبل
٢٩٢	حافظ ابن أبي عمير بن عمرو بن عبد الله بن الزرار	٢٢٧ - مسند الكبير في الحديث
٢٩٢	أبو محمد جندب بن محمد بن عبد الله الكشي	٢٢٨ - مسند الكبير في الحديث
٥٥٨	شهر بن شعيب بن شعيب بن شعيب	٢٢٩ - مسند الفردوس
٤٤٠	أحمد بن محمد بن علي	٢٣٠ - مصابيح الخير
٤١٠	عبد الله بن عبد الله بن أحمد النخعي	٢٣١ - مصنف
٢٣٥	أبو بكر عبد الله بن محمد أحمد النخعي	٢٣٢ - مصنف ابن أبي شيبة
٢١١	أبو بكر عبد الله بن رزاق بن همام الصنعاني	٢٣٣ - مصنف عبد الرزاق
٦٥٠	أحمد بن محمد بن أحمد بن أحمد	٢٣٤ - مصابيح النخعي
٢٢٠	أبو عبد الله أحمد بن عبد الله بن عبد الله	٢٣٥ - معرفة الصحابة
٢٩٠	سليمان بن أحمد الطبراني	٢٣٦ - المعجم الأوسط
٢٩٠	سليمان بن أحمد الطبراني	٢٣٧ - المعجم الصغير
٢٩٠	سليمان بن أحمد الطبراني	٢٣٨ - المعجم الكبير
٤٢٩	قاسم الدين محمد بن محمد النخعي	٢٣٩ - معراج الولاية
٤٢٢	شيخ ولي الدين العراقي	٢٤٠ - مشكاة المصابيح
٩٩١	شيخ محمد بن محمد بن أبي النخعي	٢٤١ - المعنى في الأصول
٩١٠	أبو الفتح محمد بن عبد الله بن عبد الله	٢٤٢ - الغرب
٢٧٠	أبو الحسين أحمد بن محمد بن عبد الله بن عبد الله	٢٤٣ - محمّد الله ورسوله
٩٢١	يعقوب بن سفيان بن علي	٢٤٤ - معاني الجواهر
٥٠٢	حسين بن محمد بن محمد بن عبد الله بن عبد الله	٢٤٥ - العوائد للعام راجع
	أبو عبد الله محمد بن عبد الله بن عبد الله	٢٤٦ - المقدمة المشاهدة في الفقه الحنفي

٥٥٦	تأمر الدين محمد بن يوسف الحسيني	٢٢٤ - المنتقى (في فتاوى ناصري)
٨٠٤	نور الدين علي بن أبي بكر البستي	٢٢٨ - مجمع الرد
٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بر	٢٢٩ - مناقب الكروبي
٣٠٤	عبد القدر بن علي ابن جازود	٢٥٠ - المنتقى (في الحديث)
٢٢٣	الحاكم الشيرازي محمد بن محمد بن احمد	٢٥١ - المنتقى في فروع الفقه
١٢٥٢	محمد بن ابن عابد بن الشافعي	٢٥٢ - مزايا في حاشية بكار الرازي
١٠٠٢	محمد بن عيسى ابن التمر تاشي	٢٥٣ - مع الفوائد
٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي	٢٥٤ - منتقى لابكر
٩٤٦	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النوري	٢٥٥ - منهاج النوري (شرح صحيح مسلم)
٩٩٢	مظفر الدين محمد بن علي بن ثعلب الحنفي	٢٥٦ - مجمع البحري
	شيخ عيسى بن محمد ابن ابيان الحنفي	٢٥٤ - بفتي
٢٥٦	عبد القدر بن احمد الخزازي	٢٥٥ - مسود
٥١٠	ابو طاهر اسحق بن علي بن ابراهيم النوري	٢٥٦ - مسند في الحديث
٢٦٢	يعقوب بن شيبان اسدي	٢٦٠ - مسند الكبير
٤٠٥	سديد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٦١ - فنية المصلي
٤٩	امام مالك بن ابي الهادي	٢٦٢ - موطا امام مالك
٨٠٤	نور الدين علي بن أبي بكر البستي	٢٦٣ - موارد النظار
٩٢٢	احمد بن مظفر الرازي	٢٦٤ - مشكلات
٢٤٦	ابن اسحق ابن محمد الشافعي	٢٦٥ - حذب
٩٤٣	عبد الوهاب الشافعي	٢٦٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن احمد الذهبي	٢٦٧ - ميزان العدل
٢١٠	احمد بن موسى ابن مردويه	٢٦٨ - المستوفى على الصحيح النجاشي
٢٢٤	محمد بن جعفر الخزازي	٢٦٩ - مكادام الاخلاق
١٥٠	ابو حنيفة قسطل بن ثابت	٢٧٠ - مسند الامام اعظم
١٨٩	ابو عبد الله محمد بن الحسن الشيباني	٢٧١ - موطا امام محمد

٣٠٢	حسن بن سفيان القسري	٣٤٢ - المسند في الحديث
٣٨٨	احمد بن محمد بن ابراهيم الخطابي	٣٤٣ - معالم السنن في سليمان الخطابي
٥١٩	قاسم بن علي الحريري	٣٤٤ - مقامات حريري
٥١٩	ابو محمد الحسين بن مسعود البغوي	٣٤٥ - معالم التنزيل تفسير البغوي
٥٣٨	ابو الفتح محمد بن جليل الشهرستاني	٣٤٦ - الملل والنحل
٥٩٤	ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي	٣٤٧ - موضوعات ابن جوزي
٦٣٢	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح	٣٤٨ - مقدم ابن الصلاح في علوم الحديث
٦٥٩	جليل العظيم بن عبد القوي المنذري	٣٤٩ - مختصر سنن ابى داود للحافظ المنذري
٤١٠	ابو البركات عبد الله بن احمد النفسي	٣٥٠ - اراكن التنزيل تفسير النفسي
٤٥٩	عصدة الدين عبد الرحمن بن ركن الدين احمد	٣٥١ - اوراق السلطانية في علم النظام
٨٣٣	محمد بن محمد الجوزي	٣٥٢ - مقدمة بزرع
٩٠٢	شمس الدين محمد بن عبد الرحمن المنذري	٣٥٣ - مقاصد حسنة
٩٢٣	احمد بن محمد القفط في	٣٥٤ - مواهب الدنيا
١٠١٣	علي بن سلطان محمد نقاري	٣٥٥ - المنع لفكره شرح مقدمه جزيه
"	" " "	٣٥٦ - المسلك مقتضب في انكسار القسط
١٠٥٢	شيخ عبد الحق بن سيف الدين الدهلوي	٣٥٧ - ما ثبت بالسنة
١٠٩٢	قاضي مير حسين بن معين الدين	٣٥٨ - ايبندي
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الكريم الدهلوي	٣٥٩ - مسوي مصفى شرح موطا امام مالك
"	" " "	٣٦٠ - مکتوبات شاه ولي الله
١٩٥	مرزا امير جهان جاناں	٣٦١ - مکتوبات
"	" " "	٣٦٢ - ملحوظات
"	" " "	٣٦٣ - ملحوظات
	محمد حسين بن محمد الهادي سجاد رخال	٣٦٤ - مخزن ادوية في الطب
١٢٣٣	ابو الحسنات محمد عبد الحمي	٣٦٥ - مجموع فتاوى
	سيد نذير حسين الدهلوي	٣٦٦ - معيار الحق

١٠٣٣	مرلوی نذیر الحق میرٹھی شیخ احمد سرہندی	٣٩٠ - مظاہر حق ٣٩٨ - مکتوبات ایام ربانی ٣٩٩ - من صوفی تحقیق مسئلہ الصافہ ٥٠٠ - مفتاح الصلوٰۃ ٥٠١ - محبتی شرح قدوری ٥٠٢ - مشیخہ ابن شاذان ٥٠٣ - معرفۃ الصحابہ کبریٰ نعیم ٥٠٤ - مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)
٣٣٠	احمد بن عبد اللہ اصہبانی	
٦٠٦	امام فخر الدین رازی	

ب

٤٢٥	عبد قاسم بن مسعود	٥٠٥ - المقایہ محقر و قایہ
٥٤٢	ابو یوسف ابراہیم بن سب الحنفی ازہمی	٥٠٦ - نصب ریتہ
١٠٦٩	حسن بن محمد بن علی الترمذی	٥٠٧ - نور الجنات
٤٠١	عبد اللہ بن حسین بن علی السعفی	٥٠٨ - النہایہ
٦٠٦	محمد بن عبد اللہ بن محمد الحنفی بن ابی شری	٥٠٩ - اسایۃ لابی شری
١٠٠٥	عبد بن نجیم المصری	٥١٠ - النہر الدائم
٢٠١	بشام بن سعید بن عازق العسلی	٥١١ - نوادر فی الفقہ
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف بچشامی زہد	٥١٢ - تراجم
٣٤٦	ابو الیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	٥١٣ - الترازی فی الفروع
٢٥٥	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحفیم استرہدی	٥١٤ - نوادر اصول فی معرفۃ اخبار الرسول

ج

٤١٠	عبد اللہ بن احمد النسفی	٥١٥ - الرقی فی الفروع
٥٠٥	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	٥١٦ - الوصی فی الفروع
٦٤٢	محمد بن عبد الرحمن الشیبی	٥١٧ - الوقایہ

- ٥١٨ - الوسيط في الفروع
 ٥١٩ - الهداية في شرح البداية
هـ
 ٥٢٠ - يوقيت والجواهر
 ٥٢١ - سياحة في معرفة الأصول
ي
 ٥٢٢ - مبداء الوديع الشرائع
 ٥٢٣ - مبداء محمد ابن رمضان اروي
-
- ٥١٨ - الوسيط في الفروع
 ٥١٩ - الهداية في شرح البداية
هـ
 ٥٢٠ - يوقيت والجواهر
 ٥٢١ - سياحة في معرفة الأصول
ي
 ٥٢٢ - مبداء الوديع الشرائع
 ٥٢٣ - مبداء محمد ابن رمضان اروي

ضمیمہ ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن وفات بحری
۱	انوار التنزیل فی اسرار ان	ناصر الدین ابوسعید عبدالقدیر کزلبی صادی	۶۸۵ / ۶۱۹ / ۶۱۱
۲	تفسیر البیضاوی	هدیة العارفين	۴۹۳
۳	الاستیعاب فی معرفة الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النعمانی	۴۹۲
۴	الاصحح دوز علی شرح نظم الخنز	علی بن محمد ابن خاتم المقدسی	۱۰۰۴
۵	الاستذکار	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۹۳
۶	الافراد	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۷	الايضاح فی شرح التجريد	ابو الفضل جابر بن محمد بن احمد الحرانی	۵۴۳
۸	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواحیدی	۴۹۸
۹	ایضاح الحق الصریح فی احکام الیث انصریح	شاه محمد اسماعیل بن شاه عبد الغنی دروی	۱۲۴۶
۱۰	انفاس العارفين	شاه دول القذیب شاه عبد الرحیم	۱۷۶
۱۱	افسان العین	" " " "	"
۱۲	الناسخ الیوم فی سیرة الامین القاموس	علی بن برهان الدین مطری	۱۴۴
۱۳	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۷۲۵
۱۴	الاعلام باعلام طلائع المحرم	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۰۹

- ١٣ - رشاد الساري الى مناسك الملا على القاري حسين بن محمد سعيد عبد الفتى الملك الخنفي
 ١٥ - ادوية الحبيبة و لا خلوق محمد بن جرير الطبري ٣١٠
 ١٦ - الاربعين طائفة ابو الفتح محمد بن محمد الطائي الحميري ٥٥٥
 ١٧ - انيس الغريب جلال الدين عبد الله بن ابى بكر السيرفي ٩١١
 ١٨ - الارشاد في الكلام امام ابو المعاني عبد الملك بن عبد الله الجويني مشهور باسم الحرمين ٣٤٨
 ١٩ - افضل القراء لقران ام القراء احمد بن محمد ابن بركي ٩٤٣
 ٢٠ - الاعتبار في بيان الناسخ والمنسوخ من الاخبار محمد بن موسى الخزازي الشافعي ٥٨٣

ف

- ٢١ - فحص في معاني التفسير كمال الدين محمد بن جواد الخنفي ٩٥٢
 ٢٢ - فتحة الخواص في شرح الفصوص علي بن بيان الحارثي المصري الحمصي ٤٣٩
 ٢٣ - فتحة الايمان ابن محمد سميل بن شاذي عبد الفتى طوى ١٢٣٩
 ٢٤ - فتحة التعلّم امام ربان الدين ازرقوبى
 ٢٥ - الترميز والتجيب ابو القاسم اسمعيل بن محمد الاصمبغاني ٥٣٥
 ٢٦ - تذكرة لولي وانقبور قاضي محمد شاذي متي پاني پتي ١٢٢٥
 ٢٧ - تثبيت عند التبيين جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيرفي ٩١١
 ٢٨ - تفحص لادب لغو في التوجيه ابو علي ابراهيم بن سميل الصفار البصري ٥٣٣
 ٢٩ - تفهيم مسائل
 ٣٠ - تفسير المتافل والاسنان ابن محمد امين ابن طاهر بن الشاذي ١٢٥٢

ث

- ٣١ - ثقتيات ابو عبد الله قاسم بن الفضل الشافعي الاصفهاني ٣٨٩
 ٣٢ - ثواب الاعمال لابن حبان محمد بن حبان ٣٥٢

ج

- ٣٣ - الجامع لاحكام القرآن، تفسيره طوى، ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي ٦٤١

- ٣٣ - جامع المفردات والمشكلات (شرح قدودي) يوسف بن عمر الصوفي ٨٣٢
٣٥ - جرد للمآثر على رد المحتار امام احمد رضا بن نقى على خاں ١٣٤٠

ح

- ٣٦ - الحسامي محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الحنفى ٩٣٢
٣٧ - حاشية در غرر نابلسي اسماعيل بن عبد الفتى نابلسي ١٠٩٢
٣٨ - حسن التوسل في زيارة افضل الرسل عبد القادر الكي ٩٨٢
٣٩ - حاشي على معالم التنزيل امام احمد رضا خاں بن نقى على خاں ١٣٢٠
٤٠ - حسام المحرمين على منكر الكفر والميل - - - - -

خ

- ١ - خلاصة غرر الوفا نور الدين علي بن احمد البغدادي ٩١١

د

- ٣٢ - دلائل النبوة ابو بكر بن احمد بن حسين البيهقي ٢٥٨
٣٣ - در تحيين في جشرات النبي صلى الله عليه وسلم شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم ١١٤٩
٣٤ - در علم في مولد النبي لمعلم - - - - - ابو القاسم محمد بن عثمان الزكري الله مشفق ٨٩٤
٣٥ - كتاب الدعوات احمد بن حسين البيهقي ٢٥٨
٣٦ - الدرر المفيدة في زيارة المصطفوية نور الدين علي بن سلطان محمد اتاري ١٠١٣
٣٧ - الدرر الثمينة في اخبار المدينة حافظا محب الدين محمد بن محمود بن نجار ٩٢٣
٣٨ - الدرر السنينة في الرد على الوهابية مفتي احمد بن السيد زين الدين دحلان ١٣٠٢

ذ

- ٣٩ - ذكر الموت عبد الله بن محمد ابن ابي الدنيا البغدادي ٢٨١

ح

- ٥٠ - رفع الاستقاض و دفع الاعتراض الخ محمد امين ابن عابد بن الشهير بابن عابد بن ١٢٥٢

س

- ٥١ - سلفيات من اجز - ابراهيم بن محمد السلفي ٥٨٦
 ٥٢ - السراج المنير في شرح جامع الصغير علي بن محمد بن ابراهيم المعري الحرزي ١٠٤٠
 ٥٣ - سنن الهدى محمد بن علي بن احمد بن شاه عبد القدوس شكري
 ٥٤ - سنن في الحديث حافظ ابو علي سعيد بن عثمان ابن السكن البغدادي ٣٥٣

ش

- ٥٥ - شرح رب افضاليه علامه ابراهيم بن محمد ابا جوري ١٢٤٩
 ٥٦ - شرح الصغرى علامه محمد يوسف السفوسي ٨٩٥
 ٥٧ - شامل في فروع الخفية ابو القاسم اسماعيل بن حسن البهبهني الحنفي ٣٠٢
 ٥٨ - شرح صحيح بخاري الكواكب الدراري محمد بن يوسف الكرواني ٤٩٦
 ٥٩ - شعاع الطيل شرح القول الجليل مولوي خرم علي دهلوي ١٢٤١ خاتبة
 ٦٠ - شرح صحيح بخاري ناصر الدين علي بن محمد ابن منير
 ٦١ - شرح زيج سلطان عبد الله بن محمد بن حسين ٩٣٣
 ٦٢ - شفاء العليل وبل العليل ابن عابد بن محمد امين آخندي ١٣٥٢

ص

- ٦٣ - الصالح الماثورة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شيخ ابراهيم بن محمد الحلبي ٩٥٦
 ٦٤ - صغرى شرح فيض المعص شاد محمد اسماعيل بن عبد الله دهلوي ١٢٢٦
 ٦٥ - صراط مستقيم

ط

- ۶۶ - الطبقات الكبرى محمد بن سعد الزهري ۲۳۰

غ

- ۶۷ - عرائب القرآن ورفائیل الفرقان (تفسیر نیشاپوری) نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری ۷۶۸
 ۶۸ - غریب الحدیث قاسم بن سیدم البغدادی ۲۲۳
 ۶۹ - غریب الحدیث ابراہیم بن اسحق الحرابی ۲۸۵
 ۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مولوی غلام علی بلہوری خانقاہ ۱۲۷۱

ف

- ۷۱ - الفترحات الالہیۃ (تفسیر جمل) سلیمان بن عرار شافعی الشہیر بالہمل ۱۲۰۳
 ۷۲ - الفرج بعد الشدة عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی ۲۸۰
 ۷۳ - فرائض شرح قدوسی
 ۷۴ - فوائد حکم و حقائق
 ۷۵ - فیض القدر شرح الجامع الصغیر عبد الرؤف النادی ۱۰۳۱
 ۷۶ - فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم ۱۱۷۹
 ۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین شاہ رفیع الدین ۱۱۳۳
 ۷۸ - الفتح المبین شرح اربعین قدوسی احمد بن محمد ابن جبرکی ۹۷۴
 ۷۹ - فصل الخطاب فی رد غلطیات ابن عبد الوہاب
 ۸۰ - فروع الغیب سیدہ شیخ عبد القادر گیلانی ۵۹۱
 ۸۱ - فتاویٰ عزیز بن عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی ۱۰۰۴

ق

- ۸۲ - قرۃ عیون الاعتبار محمد امین ابن عابد بن الشہیر بابر عابد بن ۱۲۵۲

٢٢٩	ابو محمد عبدة بن حميد الكشي	١٠١ - مسند الكبير في الحديث
٤٢٨	احمد بن عبد الحليم ابن تيمية	١٠٢ - المنهاج في احاديث الامام عن خيرا القام
٥٣٤	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	١٠٣ - منظومة النسفي في الخلافات
٤٣٩	امام قوام الدين بن محمد السكاكي	١٠٤ - معراج الدراية في شرح الهداية
٣١٦	ابو عرابة يعقوب بن اسحق الاسفرائني	١٠٥ - المسند الصحيح في الحديث
		١٠٦ - مسند الشاميين
١٠٥٢	شيخ عبد الحق محدث الدهلوي	١٠٧ - اربع النوبة
		١٠٨ - مجمع البركات
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	١٠٩ - مناهل الصفات في تخرىج احاديث الشافعي
٤١١	امام محمد بن محرم المعروف بابن منظور	١١٠ - مختصر تاريخ ابن حنبل
١٢٩٢	محمد اسحق محدث دهلوي	١١١ - مائة مسائل
		١١٢ - مسائل الراعيين
١٢٧٥	قاضي محمد شهاب الدين بن تقي	١١٣ - مالا يدركه
٤٢٠	ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب	١١٤ - مشكوة المصابيح
١٠٨٨	علامه الدين الحفصاني	١١٥ - قشش ياد رقتي في شرح الملتقى
١٢٣٠	شاه عبد القادر بن شاه ولي الله الدهلوي	١١٦ - موضح القرآن ترجمة القرآن
٤٢٢	جلال الدين محمد بن محمد الرضي البطني القزويني	١١٧ - تكملة شريفة فارسي منظوم
٨١٦	عل بن السيد محمد بن علي الجرجاني سيد شريفة	١١٨ - مصطلحات الحديث
٤٩١	علامه سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني	١١٩ - المقاصد في علم الكلام
	علامه حاجه آفندي	١٢٠ - مفتي المستفتي عن سوال المفتي
١٢٨٩	قطب الدين دهلوي	١٢١ - مظاہر في ترجمه مشكوة المصابيح
١٣٥٢	ابن عابد بن محمد امين آفندي	١٢٢ - منة الجليل
١٠٥٢	عبد الحق بن سيف الدين محدث دهلوي	١٢٣ - مفتاح الغيب في شرح فتوح الغيب
		١٢٤ - ناخ في الفروع
٢٠٧	امام ناصر الدين محمد بن يوسف المصهر قندي	

١٢٥٠	محمد بن علي الشوكاني	١٢٥ - نيل الادرار شرح مفتي الانبار
١٢٤١	خرم علي بلوري	١٢٦ - نصيحة المسلمين
٨٩٠	عبد الرحمن بن احمد الحامص	١٢٧ - لغات الانس من لغات القدس
١٠٦٩	قاضي عياض بن محمد الخفاجي	١٢٨ - نسيم الرياض في شرح شفاء قاضي عياض
٨٢٣	شمس الدين محمد بن محمد ابن الجوزي	١٢٩ - الفقه في قراءة العشر
٨٥٢	احمد بن علي حجر القسطلاني	١٣٠ - نزلة النظر في توضيح نية النظر
١٣٠٩	مولوي عبد العلي مدراسي	١٣١ - فقه المفتي والمسائل
٢٥٥	ابو عبد الله محمد بن علي حكيم الرندي	١٣٢ - نوادر الاصول
	عمر بن محمد بن عوف الاشامي	١٣٣ - نصاب الاحتساب في الفتاوى
	علي بن غانم المقدسي	١٣٤ - نور الشهد في خلف الجمع
٩٢٢	عبد الرحيم بن علي الرومي المعروف شيخ زاده	١٣٥ - نظم الفرائد وجمع الفتاوى في الاصول
		١٣٦ - مانع شرح قدوري
	شرف الدين بخاري	١٣٧ - تاريخ
٩٨٨	شمس الدين محمد بن قزويني المعروف بقاضي زاده	١٣٨ - نتائج الاخبار في كشف الرموز والامرار

د

٩٨١	شمس الدين احمد بن محمد ابن خلكان	١٣٩ - دفيات الايمان
٢٢٥		١٤٠ - واقعات المفتين
٩١١	نور الدين علي بن احمد السمودي	١٤١ - وفاء الوفاء

هـ

١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	١٤٢ - هداية
		١٤٣ - جمعيات



٢٢٢	عبد الملك بن محمد بن بشران	١٦ - امانى في الحديث
٢٦٢	احمد بن محمد المعروف بابن السني	١٤ - الامحار في الحديث
٢٠٤	احمد بن عبد الرحمن الشيرازي	١٨ - الغائب الرءات
١٨٩	ابو عبد الله محمد بن حسن الشيباني	١٩ - الاصل (مبسوط)
٢٠٠	محمد بن حسن المديني ابن زباله	٢٠ - اخبار مدية
٢٠٤	محمد بن ادريس الشافعي	٢١ - الام
١٥٦	نزيير بن بكار الزبيري	٢٢ - اخبار مدية
٢٩٠	الحسين بن عبد الرحمن الرازي	٢٣ - امثال النبي صلى الله عليه وسلم
٢٠٥	ابو عبد الله محمد بن عبد الله نيشاپوري	٢٤ - اربعين للحاكم
٥٠٥	امام محمد بن محمد الغزالي	٢٥ - اخبار العلوم
٩٤٩	محمي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي	٢٦ - اربعين نووي
٩٤٩	ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	٢٧ - الاذكار المنجية من كلام سيده الابرار
٩٣٠	علي بن محمد بن ابي الشيباني	٢٨ - اسد الغابة في معرفة الصحابة
٨٠٩	ابو ازين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقي	٢٩ - الفية العراقي في اصول الحديث
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي بن حجر عسقلاني	٣٠ - الاصابة في تمييز الصحابة
٩٠٣	علامه جلال الدين محمد بن اسعد الدواني	٣١ - نموذج العلوم
٩١١	جلال الدين بن عبد الرحمن بن كمال الدين السيملي	٣٢ - الاتقان
٩٤٢	احمد بن جبر الهيتمي المكي	٣٣ - اعلام بقراط في الاسلام
١٠١٣	نور الدين علي بن سلطان محمد القاري (ملا علي القاري)	٣٤ - الاسرار المرفوعة في الاخبار المرفوعة
١١٤٩	شاه ولي الله بن عبد الرحيم	٣٥ - الانباء في سلاسل اوليا
١٢٠٥	سيد محمد بن محمد مرقضي الزبيدي	٣٦ - اتحاف السادة السنيين
١٢٤٣	عبد الفتحي المديني	٣٧ - انباج الحاجه عايشه سني ابن ماجه
	سيد محمد شفا المديني	٣٨ - اعانة الطالبين
٢١٨	ابو علي حسين بن عبد الله الشيرازي	٣٩ - الاشارات ابن سينا